انتہائی ضروری
بنیادی مسائل
سکندر نقشبندی

انتہائی ضروری
بنیادی مسائل
سید سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی مجددی

نام کتاب: انتہائی ضروری بنیادی مسائل
تالیف: سکندر نقشبندی
ٹیلیفون: (001) 647 890 1317
sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi
سرورق: سید حماد الرحمان - کیلگیری کینیڈا
(001) 825 561 8317
پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا
سنِ طباعت: 2025ء
قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جاسکے۔

جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285
نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712
عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001)703-785-4737
منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151
قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640
سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) (001) 403-926-5171
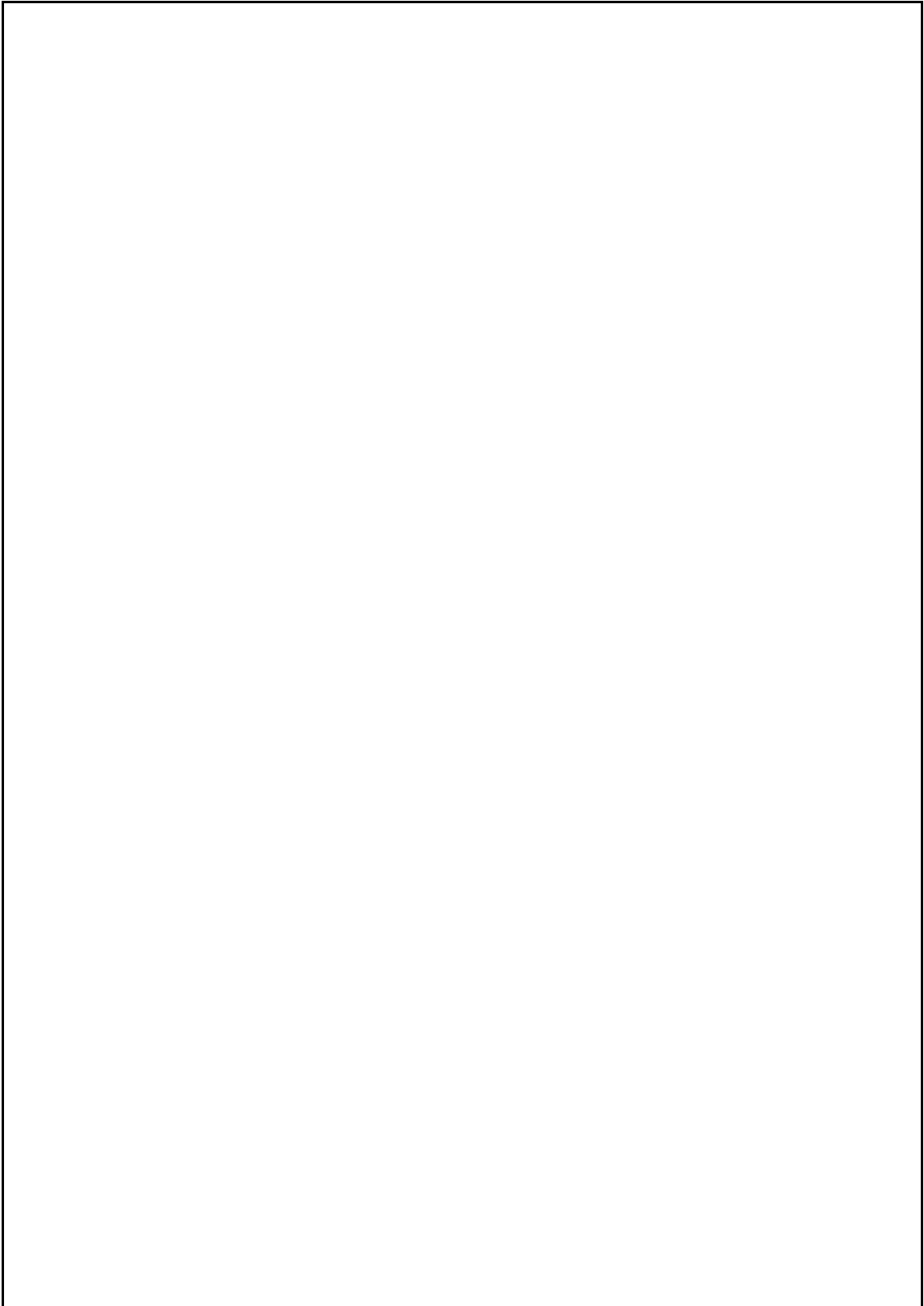
بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتہائی ضروری بنیادی مسائل

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
120۔	زبان کی حفاظت	358
121۔	وسوسہ	365
122۔	موت کو یاد رکھنا اور آرزوئیں کم رکھنا	367
123۔	میت کو نہلانا اور کفنانا	372
124۔	مسنون کفن	373
125۔	جنازے کا بیان	375
126۔	میت کو دفن کرنا	377
127۔	میّت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور ماتم کی ممانعت کا حکم	379
128۔	قبروں کی زیارت	381
129۔	خرید وفروخت اور کاروبار	383
130۔	کسب اور طلب حلال	284
131۔	وصیتوں کا بیان	386
132۔	قسموں اور نذروں کا بیان	388
133۔	مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت	391
134۔	جھوٹی قسم کھانا یا بکثرت قسمیں کھانا	392
135۔	حدود وتعزیرات	394
136۔	چور کی سزا	397
137۔	شرابی کی سزا	398
	باب پنجم ۔ باطنی اصلاح	**401**
138۔	تصوف اور قرآن	403
139۔	تصوف و روحانیت اور ارشاداتِ نبوی (ﷺ)	415

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَنَاوَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مِنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَ نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ☆ اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (56)

(سورة الذاريات ۔ ۵۶)

اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (2)

(سورۃ جمعہ۔۲)

اسی نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ☆

تمام تعریفیں اللہ واحد القہار کے لئے ہیں جو غالب اور بخشنے والا ہے، وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے والا ہے۔ یہ گردش رات اور دن اسی اللہ کا کام ہے، اس میں بصیرت رکھنے والوں اور اہل دل کے لئے یاددہانی ہے اور اہل دانش کے لئے غور فکر کرنے اور نصیحت اور عبرت کے لئے ہے۔ اس نے جس کو اپنی مخلوق میں سے اپنے دین کے لئے چن لیا، اس کو اس نے دنیا کی حقیقتوں سے آگاہ کیا اور زہد و تقویٰ سے سرفراز کیا۔ وہ لوگ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اور قدرت کی نشانیوں سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور وہ آخرت کی تیاری کرتے ہیں اور ان چیزوں سے بچتے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وہ دنیاوی عیش و آرام کی خاطر جہنم کا سودا نہیں کرتے۔

ہر عاقل و بالغ مسلمان کو چاہئے کہ نیک لوگوں کا راستہ اختیار کرے، اس کے لئے ضروری ہے کہ دین کی بنیادی باتوں کا علم ہو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پوری واقفیت ہو۔ ہم دنیاوی علوم حاصل کرنے میں تو بہت سرگرمی دکھاتے ہیں لیکن دین کا علم حاصل کرنے میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ ہمارا دین دار طبقہ جو نماز روزے کا پابند ہوتا وہ بھی دین کی بنیادی باتوں کی گہرائیوں سے ناواقف ہوتا ہے اور اس کو جتنا علم حاصل ہو جاتا ہے اس کو وہ کافی سمجھتا ہے جبکہ دین کا علم سیکھنا مہد سے لحد تک فرض ہے۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ دین کی بنیادی باتیں جو ہر مسلمان کو جاننا انتہائی ضروری ہیں ان کو قرآن کریم، احادیث وسنت رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ کی روشنی میں پیش کئے جائیں۔ بنیادی طور پر یہ فقہ کی کتاب نہیں ہے، اس میں ان اہم باتوں کی طرف توجہ اور ترغیب دلائی گئی ہے جن کے بغیر ہم دین کی اصل روح کو نہیں سمجھ سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو سرخرو کرے، صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق عقائد رکھنے اور صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آئندہ آنے والے فتنوں اور دجال کے خروج اور ظہور کا انتظار کئے بغیر اپنی اصلاح کرنے کی فکر نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کے فساد کی اصلاح فرمادے اور ہمیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔

(آمین)

قارئین سے ایک گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب سے صحیح معنی میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا سرسری مطالعہ نہ کریں۔ اس میں بعض جگہ قارئین کو لگے گا کہ مضمون کی تکرار ہے یعنی یہ غلطی سے نہیں ہے بلکہ قصداً رکھا گیا ہے تاکہ بات قارئین کی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کو نیکیوں کی طرف راہنمائی کرے گی اور

ان کومختلف برائیوں اور گناہوں کی تباہ کاریوں سے روکے گی۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں سے التجا کرتا ہوں میں میرے لئے، میرے والدین اور مشائخ کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ میرا یقین اور ایمان اس پر مستحکم کرے کہ اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی توفیق دے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے۔ آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلاَّ بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
28/ربیع الاول 1446ھ بروز منگل
بمطابق یکم/ اکتوبر 2024ء
کیلگیری ۔ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi
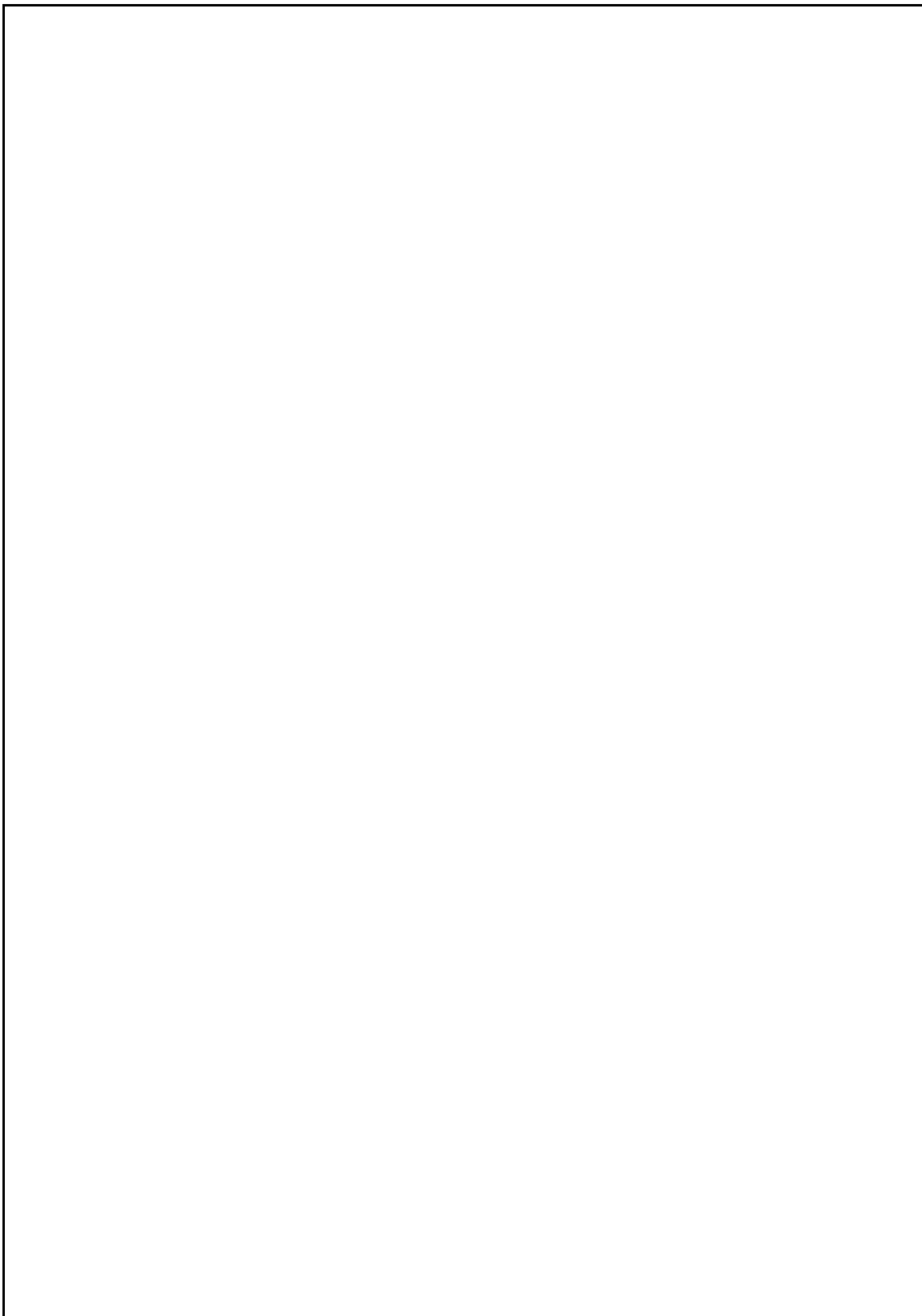
باب اول

ایمانیات
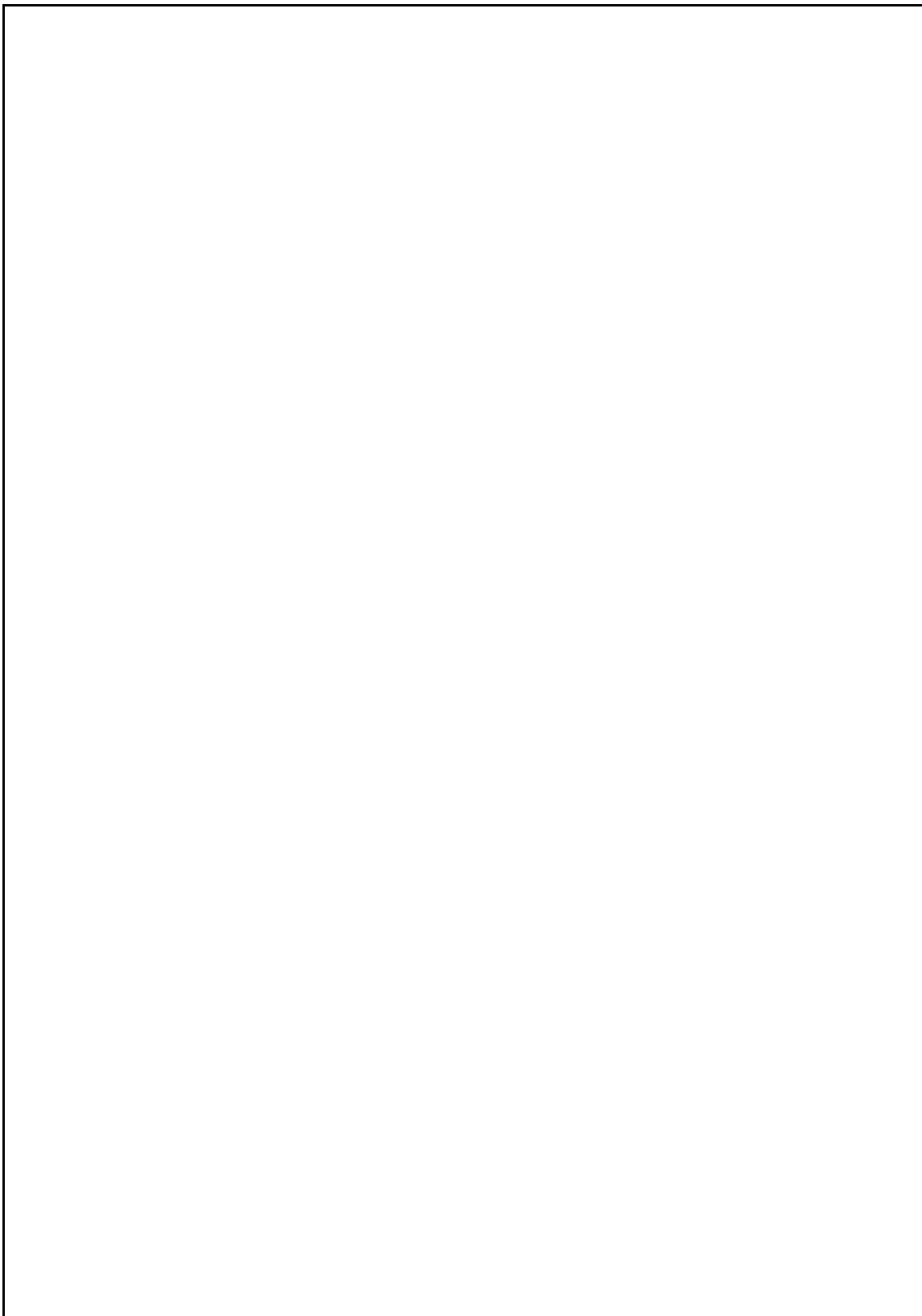
صحیح نیت

حضرت عمر فاروق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی اچھی یا بری نیت کے مطابق اچھا یا برا بدلہ ملے گا۔ (صحیح بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کے لئے نکلے گا جب وہ بیداء (ایک مقام) پر پہنچے گا تو اس کے اول وآخر (تمام لوگ) زمین میں دھنسا دئے جائیں گے حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! ان کے اول وآخر سب کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں بازار کے لوگ بھی ہوں گے (یعنی حکام کے علاوہ عام افراد سے مراد ہیں جو جنگجو نہیں ہوں گے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے اول وآخر سب دھنسا دئے جائیں گے پھر وہ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت والے دن ان سے معاملہ ان کی نیتوں کے مطابق کیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

انسان کے ساتھ قیامت کے روز اچھا یا برا معاملہ اس کی نیت و ارادے کے مطابق کیا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظلم اور فسق و فجور کے مرتکبین کی صحبت اور ہم نشینی نہایت خطرناک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے عملوں اور دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

ہر نیک عمل میں نیت کا درست ہونا بھی ضروری ہے۔ دل کو ہر اس چیز سے صاف رکھنا چاہئے جس سے وہ عمل برباد ہو جائے۔ جیسے ریاکاری اور نمود و نمائش کا جذبہ یا دنیا کی لالچ اور اسی قسم کے گھٹیا مفادات۔ دلوں کا حال تو صرف اللہ ہی جانتا ہے اس لئے اعمال کی اصل حقیقت قیامت والے دن ہی واضح ہو گی جبکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اچھا یا برا بدلہ ملے گا۔ دنیا میں کسی انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لئے ہو گی، اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی۔ جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کے غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہو گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فتح (فتح مکہ) کے بعد ہجرت نہیں ہے، البتہ جہاد اور نیت باقی ہیں۔ جب تمہیں جہاد پر نکلنے کے لئے طلب کیا جائے تو (بلا تامل) نکل کھڑے ہو۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہٗ تبوک سے واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پیچھے کچھ لوگ مدینہ میں رہے، ہم جس گھاٹی اور وادی میں چلے (اجر وثواب) میں وہ ہمارے ساتھ تھے کیونکہ عذر نے انہیں وہاں روک رکھا تھا۔ (یعنی ان کی نیتیں ہمارے ساتھ چلنے کی تھیں)۔ (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا ایک آدمی بہادری کے جوہر دکھانے کے لئے، دوسرا (خاندانی وقبائلی) غیرت کے لئے اور تیسرا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص صرف اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ (دین) بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ لی ہیں۔ پھر اس کی وضاحت فرمائی، پس جس شخص نے کسی نیکی کی نیت کی لیکن اسے کر نہیں سکا اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر وہ اپنی نیت کے مطابق کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا، بلکہ اس سے زیادہ نیکیوں کا ثواب اس کے لئے لکھ دیتا ہے۔ اور اگر کسی نے کسی برائی کی نیت کی لیکن اسے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے پاس ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے اپنی نیت کے مطابق برائی کر لی تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتا ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

بہت سے لوگ نیک عمل کرتے ہیں لیکن نیت کرنا بھول جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کا پورا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ انسان کے بعض عمل ایسے ہوتے ہیں جو وہ روزمرہ کی زندگی میں اپنے معمول میں کرتا ہے اگر وہ اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی کے مطابق صرف نیت کر لے تو وہ اس کام کے دنیاوی فائدے کے ساتھ ساتھ آخرت میں اجر کا مستحق بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابومسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب کوئی مسلمان اپنے بیوی بچوں کی ذات پر ثواب کی نیت کر کے مال خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے یہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ۔ کتاب الایمان)

بعض اوقات انسان اپنے دوست یا بھائی کے ساتھ کھیلتا ہے۔ یہ چیز اس کے اجر کا باعث ہو سکتی ہے کہ وہ اس کھیل میں اپنے مسلمان بھائی کا دل خوش کرنے کی نیت کر لے۔ اسی طرح سے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اچھا وقت گزارنے کے وقت ان کو خوش کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی نیت کر لے تو اس کو اس پر بھی اجر ملے گا۔ اگر انسان گھر کے لئے

ضرورت کی چیزیں خریدنے پر اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید کرلے تو وہ اس پر بہت اجر پا سکتا ہے۔ ایسے ہی جب اپنے اہل خانہ پر واجب یا غیر واجب اخراجات کرتا ہے تو اس پر نیک نیت رکھنے سے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مباح کام سچی نیتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے قرب اور اطاعت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنا بھی اس وقت عبادت بن جاتا ہے کہ جب اس کی نیت بیوی کا حق ادا کرنے کی ہو۔ ایسے میں اس کے ساتھ اچھے طریقے سے سلوک کرنا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا نیک اولاد کی خواہش کرنا، یا اپنے نفس کی پاکدامنی چاہنا یا اپنی بیوی کی پاک دامنی کی نیت کرنا، دونوں کو حرام کاری کی نظر سے رکنا یا ایسی سوچ اور خیالات سے روکنے کی کوشش کرنا سب نیک مقاصد میں شامل ہوتے ہیں۔ (شرح نووی:۷/۹۲)

بلا شبہ عام انسان ایک دن میں کئی کام کرتا ہے۔ وہ روزگار پر جاتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، ہنسی مذاق کرتا ہے، لوگوں سے بات چیت کرتا ہے، خرید وفروخت کرتا ہے، لوگوں کی ادائیگیاں کرتا ہے وغیرہ۔

ان تمام چیزوں میں اگر کرنے سے پہلے اچھی نیت کرلے تو یہ تمام کام عبادت میں شمار ہو سکتے ہیں۔ جن اعمال کے بارے میں نیت کو ضروری قرار دیا گیا ہے وہ اعمال مقصودہ کہلاتے ہیں۔ یعنی ایسے عمل کرنا جو شریعت کو مطلوب ومقصود ہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ اگر ان عبادات کو بغیر نیت سے کیا جائے گا تو وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوں گی۔ بغیر نیت کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ نیت کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے اس کا دل میں قصد کرنا کافی ہے۔

نیت کے لئے کئی چیزیں شرط ہیں:

۱۔ **اسلام**۔ اس انسان کا مسلمان ہونا، کافر کی عبادت قبول نہیں ہوگی چاہے وہ نیت کرلے۔

۲۔ **تمیز** ۔ اتنی عقل رکھتا ہو کہ عبادت اور غیر عبادت میں فرق سمجھتا ہو۔ دیوانے کی عبادت معتبر نہیں۔

۳۔ **علم** ۔ جو کام کر رہا ہے اور کی حقیقت اور اہمیت کو جانتا ہو۔

۴۔ نیت کی منافی کوئی عمل نہ کرے۔ مثلاً نماز وروزہ شروع کیا ہے تو اس کو پورا کرے۔

ایمان

ایمان کے معنی ہیں یقین کرنا، تصدیق کرنا اور مان لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں ایمان کا مطلب ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ اللہ ایک ہے اس کے علاوہ کو معبود اور پروردگار نہیں ہے، اس کے تمام ذاتی صفات وکمالات برحق ہیں۔ حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ان کی ذات صادق اور امین ہے۔ آپ ﷺ قرآن وسنت کی صورت میں اللہ کا جو آخری دین وشریعت لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں اس کی حقانیت و صداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

ایمان کے تین اجزاء ہیں:

۱۔ **تصدیق بالقلب**۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور دین کی حقانیت پر دل سے یقین رکھنا اور اس یقین اور اعتماد پر دل ودماغ سے مطمئن ہونا۔

۲۔ **اقرار باللسان**۔ اس دلی یقین اور اعتقاد کا زبان سے اظہار، اقرار اور اعتراف کرنا۔

۳۔ **اعمال بالجوارح**۔ دین وشریعت کے احکامات اور ہدایات کی جسمانی طور پر بجا آوری کے ذریعہ دلی یقین واعتقاد کا عملی مظاہرہ کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

۱۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنا۔

۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔

۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

(بخاری ومسلم)

ایمان اور اسلام:

ایمان اور اسلام کا بنیادی طور پر ایک ہی مطلب ہے اور یہ یکساں مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ بعض فقہاء حضرات اس اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں کہ ایمان کا لفظ عام طور پر تصدیقِ قلبی اور باطنی احوال پر مبنی ہوتے ہیں۔ جبکہ اسلام سے اکثر و بیشتر ظاہری اطاعت و فرمانبرداری مراد لی جاتی ہے۔ اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وحدانیت، رسالت اور شریعت کو ماننے اور تسلیم کرنے کا جو باطنی تعلق دل و دماغ سے ہوتا ہے اس کو " ایمان " سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس باطنی تعلق کا جو اظہار ظاہری اعمال کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے اس کو " اسلام " سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث جبرئیلؑ (سلوک و احسان):

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا جس کو ہم میں سے کوئی نہیں پہچانتا تھا، اس کے کپڑے نہایت سفید اور صاف و شفاف تھے۔ وہ آ کر رسول اللہ ﷺ کے قریب گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ ہمیں بہت تعجب ہوا کہ اگر کوئی باہر سے آتا ہے تو اس کے کپڑوں پر گرد و غبار ہوتا ہے اور اس کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے بال نہایت صاف و سیاہ تھے اور کپڑے صاف و سفید تھے ہم سب حیران تھے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اَنْ تُوْ مِنَ بِا للّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُوْ مِنُ بِالْقَدْرِ خَیْرِ ہٖ وَ شَرِّہٖ

---- اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے، اللہ پر ایمان لائے، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر، اور قیامت کے دن پر، اور تقدیر پر

اس کے بعد اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اسلام کس چیز کا نام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا!

اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ . (ﷺ) وَ تُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ تَحَجُّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً

اسلام اس کا نام ہے کہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور بیت اللہ کا حج کرو، اگر تمہارے پاس استطاعت ہو وہاں پہنچنے کی،

اس کے بعد کہا کہ یارسول اللہ ﷺ " ماَالِاحُسَانُ " احسان کیا چیز ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا محسوس نہ کر سکو تو پھر (دھیان رکھو کہ) وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

اَنْ تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

اللہ کی ایسے عبادت کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں ہے تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہی ہے

پھر وہ شخص بولا کہ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے (کہ وہ کب آئے گی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بارے میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں۔ پھر اس شخص نے کہا کہ مجھے اس کی کچھ نشانیاں بتا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی، اور تم دیکھو گے کہ جن کے پاؤں میں جوتا اور جسم پر کپڑے نہیں ہیں اور جو خالی ہاتھ بکریاں چرانے والے ہیں وہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور اس میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ان کے جانے کے بعد فرمایا کہ یہ جبرئیلؑ تھے جو تم کو دین سکھلانے آئے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان اور اسلام کی تفصیل بتلانے کے بعد احسان علیحدہ سے سمجھانے کی ضرورت پیش آئی۔

قرآن میں بہت سی جگہوں پر احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَ الَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز کرتے ہیں اور جو احسان عمل میں لاتے ہیں

وَ يَجْزِىَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

جن لوگوں نے احسان کیا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کرے گا

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

احسان کا بدلہ احسان ہے

ان کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں میں احسان کی بڑی تعریف کی گئی ہے اور بڑے وعدے کئے گئے ہیں۔

احسان: اس چیز کا نام ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح سے مکمل کرو، اس طرح خشوع وخضوع سے انجام دو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ جب مزدور، نوکر، غلام اپنے آقا کو، مالک کو دیکھتا ہے تو اس کی اطاعت اور فرمابرداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور اگر آقا اس کے سامنے نہیں ہوتا تو وہ بے توجہی اور کوتاہی بھی کر جاتا ہے۔ احسان کی تعریف میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم عبادت بھی اسی طرح سے کرو کہ جیسے تم اپنے آقا کے سامنے کام کا دھیان رکھتے ہو یہی احسان ہے۔ اگر تمہیں یہ شک ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ سمجھو کہ اللہ تو ہمیں ہر حالت میں اور ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ احسان بہت اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے!

﴿ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ ﴾ (سورۃ یونس ۔ ۲۶)

ایسے لوگوں کے لئے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے۔

جن لوگوں نے احسان کو انجام دیا ان کو اللہ تعالیٰ نہایت عمدہ ثواب دے گا اور اس میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ اسی احسان کے حاصل کرنے پر تزکیہ نفس اور باطنی اصلاح کا دارومدار ہے۔ اسی احسان کا کمال ولایت کہلاتا ہے۔ مومن پر جب محبت الٰہی غالب آتی ہے تو اس کو روحانیت کی اصطلاح میں فنائے قلب کہا جاتا ہے تو اس کا دل محبوب حقیقی کے مشاہدے میں غرق اور محو ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور طرف متوجہ نہیں رہتا۔ اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا کیونکہ اس کو دنیا میں دیکھنا ممکن نہیں۔ لیکن مومن پر اس وقت ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ تجلیات میں اللہ کی ذات کو تو نہیں دیکھ رہا ہوتا ہے لیکن یہ خیال راسخ ہوتا ہے کہ اللہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو سارا بدن صحیح ہے اور اگر وہ خراب ہے تو سارا بدن خراب ہے اور وہ '' قلب'' ہے۔ اگر قلب کی اصلاح ہو جائے تو سارا بدن بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم " وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَ تْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَاوَهِيَ الْقَلْبُ ☆

(صحیح بخاری)

اسی لئے اولیاء کرام ؒ اپنے قلب کو اللہ کی محبت اور یاد میں غرق رکھتے ہیں اس سے ان کا تمام جسم شریعت کا تابع اور فرمابردار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ دل کی اصلاح تو ایمان وعمل سے ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں

دل کی اصلاح کوجسم کی اصلاح کا سبب قرار دیا گیا ہے اور جسم کی اصلاح سے مراد اچھے اعمال ہیں کیونکہ اصلاح قلب اگر ایمان کو قرار دیا جائے تو صرف ایمان اصلاح بدن کے بغیر نہیں ہوتا۔

حدیث ِ جبرئیل ؑ کی تاریخی حیثیت اس حدیث کی اہمیت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرئیل ؑ کا انسانی روپ میں حاضر ہوکر یہ کلام کرنا اس زمانے کا واقعہ ہے جب رسول اللہ ﷺ پر حج کی فرضیت کا حکم آچکا تھا۔ اس وقت دین کی تکمیل تقریباً ہوچکی تھی گویا حدیثِ جبرئیل ؑ کا مقصد ایک ہی مجلس میں پورے دین کا خلاصہ پختہ طور پر مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا تھا کہ دین تین امور کا مرکب ہے۔ " ایمان، اسلام اور احسان " جیسے مغرب کی تین رکعتیں ہیں کوئی دو پڑھ لے اور تیسری چھوڑ دے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر تصوف (احسان) چھوڑ دیا تو دین کا تیسرا حصہ چھوڑ دیا گویا دین کی تکمیل نہ ہوئی۔

جس چیز کا ذکر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہی مقصد ہے۔ لیکن زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی لذات کی طرف طبیعت مائل ہونے کی وجہ سے اہل نظر کو اس طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے وہ بزرگ ہستیاں جو دین کا زیادہ علم و تجربہ رکھتی تھیں جیسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری ؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف الثانی ؒ وغیرہ نے اپنے تجربہ اور ذکر کی روشنی میں ریاضت اور مجاہدے کا ایک نصاب بنا دیا جس پر عمل کرنے سے دل کی صفائی ہوتی رہتی ہے۔ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ طریقے رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہیں ہوتے تھے۔ اس قسم کے اذکار و مراقبوں کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں اور یہ سب بدعات ہیں۔

بدعت نام ہے " **احدث فی الدین** " یعنی دین میں دین کا مقصد سمجھ کر کسی نئی چیز کا اضافہ کرنا۔ اس کے بجائے " **احدث للدین** " یعنی مقاصد دین کے حصول کے لئے تجربہ کی بنا پر کسی نئی تدبیر طریقہ علاج کا تجربہ کرنا اور چیز ہوتی ہے۔ دین یا علوم دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے مدرسے کھولنا، کتابیں لکھنا، ان کا چھاپنا، ٹائپ کرنا، تعلیمی نصاب کا تشکیل دینا اور وقت اور موقع کے حساب سے ان میں تبدیلی کرنا، یہ سب چیزیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں نہیں تھیں لیکن بدعت نہیں کہلاتے۔

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت روحانیت میں اتنی طاقت ور تھی کہ کوئی شخص ایمان لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ایک نظر دیکھ لیتا تھا تو اس کے اندر روحانیت اس قدر بھر جاتی تھی کہ بعد میں آنے والا بڑے سے بڑا ولی بھی ان کی برابری نہیں

کرسکتا۔ زمانہ بدلنے سے مقصد حاصل کرنے کے لئے وسائل کا بدلنا بدعت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو آلات جہاد کے لئے استعمال ہوتے تھے وہ آج نہیں استعمال ہوتے تو کیا ہم یہ کہہ دیں گے کہ یہ جہاد نہیں ہے بدعت ہے اسی طرح کرو جس طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ یہ کلیہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ جس زمانے کے دشمن سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے تو ہتھیار بھی اسی زمانے کے استعمال ہوں گے اس کو کوئی بدعت نہیں کہتا۔ اس زمانے میں انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان جب حملہ کرتا ہے تو ہماری روحانی قوت صحابہ کرام ؓ جیسی نہیں ہے اس لئے اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے ہمیں ریاضات اور مجاہدات کا سہارا لینا پڑتا ہے جو کہ استاد کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی طریقہ سے احسان حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ایمان کی شاخیں ستر (۷۰) سے کچھ اوپر ہیں ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی شاخ دل و زبان سے اس بات کا اقرار اور اعتراف کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجہ کی شاخ کسی تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا ہے۔ شرم وحیا بھی ایمان کی شاخ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے؛ اس دنیا میں جو بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، میری نبوت کی خبر پائے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مرجائے وہ دوزخی ہے۔ (مسلم)

اسلام ایک آفاقی دین (مذہب) ہے جس کے دائرے اطاعت میں آنا تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا ہوا ایک ایسا بین الاقوامی قانون ہے جو ہر دور کے لئے، ہر قوم کے لئے اور ہر علاقے کے لئے ہے۔ اس میں کسی کو استثناء حاصل نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا سب پر یکساں فرض ہے خواہ وہ کسی قوم، ملک اور طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! دو قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو دو دو اجر ملیں گے۔ اس اہل کتاب (یہودی و عیسائی) جو پہلے اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا سن کر ان پر ایمان لے آیا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیا گیا ہے کہ میں (دین اسلام کے دشمن) لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، نیز نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور پھر جب وہ ایسا کرنے لگیں تو

انہوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کرلیا اور جو باز پرس اسلامی ضابطہ کے تحت ہوگی وہ اب بھی باقی ہے، اس کے بعد ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے (یہ جاننے کے لئے کہ ان کا اسلام صدق دل سے تھا یا محض اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے دکھلاوے کا تھا)۔ (بخاری و مسلم)

تقویٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ ﴾

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (سورۃ التغابن ۔ ۱۶)

پھر جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیْداً O

(سورۃ الاحزاب ۔ ۷۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی اور درست بات کرو۔

﴿ وَمَن یَتَّقِ اللَّهَ یَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً O وَیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ﴾

(سورۃ الطلاق: ۳ ۔ ۲)

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے نکلنے کا راستہ آسان کرتا ہے

اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یِا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ إَن تَتَّقُواْ اللّهَ یَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً وَیُكَفِّرْ عَنكُمْ سَیِّئَاتِكُمْ

وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ O

(سورۃ الانفال ۔ ۲۹)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو وہ تمہیں (حق و باطل میں) فیصلہ کرنے کی (بصیرت) عطا کر دے گا اور تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے!

﴿ اللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْأَلُكَ الْهُدَا وَالتُّقَى وَ الْعَفَافَ وَ الْغِنَى ﴾ (صحیح مسلم)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، پرہیزگاری (تقویٰ کا)، پاک دامنی کا اور (لوگوں سے) بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت عطیہ سعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بندہ اہل تقویٰ کے اعلیٰ مقام نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے، اس سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ان چیزوں میں نہ مبتلا ہو جائے جن میں حرج (گناہ) ہے۔ (مشکوٰۃ: باب الکسب طلب الحلال)

یعنی بعض حلال اور مباح کام بھی ایسے ہوتے ہیں جو احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے حرام کاموں کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ہر وہ حلال کام جو حرام کا ذریعہ بن جائے اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے عائشہ! حقیر گناہوں سے بچتی رہنا اس لئے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس ہوگی۔ (مشکوٰۃ؛ باب البکاء والخوف)

جس طرح گناہ کبیرہ ایک مسلمان کی نجات کو خطرے میں ڈال دیتا ہے اسی طرح صغیرہ گناہ کا معاملہ بھی کم خطرناک نہیں۔ صغیرہ گناہ بظاہر ہلکا نظر آتا ہے لیکن بار بار کیا جائے تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور کبائر سے نفرت ختم ہو جاتی ہے۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ''گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو سامنے رکھو جس کی نافرمانی کی تم جسارت کر رہے ہو۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم کرے نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور نہ اس کو حقیر سمجھے۔ تقویٰ یہاں ہے (تین بار) آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا! انسان کے لئے اتنا شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ہر مسلمان

کا خون، مال اور آبرو تمام مسلمانوں پر حرام ہے۔ (مشکوٰۃ: باب الشفقۃ)

تقویٰ کا مرکز دل ہے۔ اگر دل میں تقویٰ جڑ پکڑ جائے تو اس کے اثرات پورے جسم سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے اعمال نیک ہو جاتے ہیں برائی اور گناہ سے وہ نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس کو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر ہونے لگتی ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ یاد کر لئے ''جو چیز شک میں مبتلا کرنے والی ہو اسے چھوڑ کر اسے اختیار کرو جو شک وشبہ سے بالاتر ہو۔ اس لئے کہ سچائی سراپا سکون اور اطمینان ہے اور جھوٹ سراپا شک اور تذبذب ہے۔'' (مشکوٰۃ: باب الکسب)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں تم میں سے بہتر لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا! تم میں بہتر لوگ وہ (متقی) ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ (مشکوٰۃ: کتاب الحب)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَاوَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ ﴾

(سورۃ الحج ۔ ۳۷)

اللہ تعالیٰ کو جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، البتہ تمہارا تقویٰ اس تک پہنچتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں اور اصل مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہل تقویٰ کا آخرت میں انعام:

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ(15) الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (16)الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ

وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالأَسْحَارِ (17)

(سورۃ آل عمران: ۱۷ ۔ ۱۵)

(اے پیغمبر) ان سے کہو کہ بھلا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو (سنو) جو لوگ پرہیز گار ہیں اُن کیلئے اللہ کے ہاں باغات (جنت) ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی۔ اور اللہ تعالیٰ (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔۱۵۔ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔۱۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔۱۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیاوی چیزوں سے بہتر وہ چیزیں ہیں جو آخرت میں نصیب ہوں گی۔ لیکن وہ ہر شخص کو نہیں ملیں گی وہ صرف اہل تقویٰ کو نصیب ہوں گی۔ سب سے بڑا تقویٰ تو یہ ہے کہ انسان کفر و شرک سے بچے اور ایمان قبول کرے۔ ایمان کے بغیر کوئی اچھا عمل بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد تقویٰ کے درجات ہیں۔ گناہ کبیرہ سے بچنا یہ بھی تقویٰ ہے اور متشابہات سے بچنا بھی تقویٰ ہے۔ متقی بندوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے رب کے پاس انہیں ایسے باغ ملیں گے جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو نیک اور پاکیزہ بیویاں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راضی ہوگا۔ اللہ کی رضا ہر نعمت سے افضل ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائیں گے۔ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لئے موجود ہیں۔ پوری کی پوری خیر آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے! کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کیسے راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اس سے پہلے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تم کو اس سے افضل چیز عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل چیز کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں۔ اب اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔ (اہل تقویٰ کو اپنے رب کے پاس جو نعمتیں ملیں گی ان میں سب سے بڑی نعمت اللہ کی رضا ہے۔) (بخاری و مسلم)

صالحین کون ہیں:

" صالح " صلاح سے مشتق ہے جو گناہوں سے بچتا ہوا ور نیکیوں سے آراستہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہو وہ صالح ہے۔ اس کے بہت سے درجات اور مراتب ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سب سے اونچے درجہ کے صالحین ہیں کیونکہ وہ معصوم تھے اور ان کے بعد دوسرے صالحین کے درجات ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا

(وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِکَ فِيْ عِبَادِکَ الصَّالِحِيْنَ)

(سورۃ النمل ۔ ١٩)

اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل کر لے

اور سورۃ انبیاء میں متعدد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا!

(وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِيْنَ)

(سورۃ الانبیاء ۔ ٨٦)

اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کر دیا بے شک وہ صالحین میں سے تھے۔

اس بات سے معلوم ہوا کہ صالحیت بہت بڑی بلکہ اہل خیر کی مرکزی صفت ہے۔ صالح ہونا بہت بڑی چیز ہے۔
جو شخص اس طرح سے رات گزارتا ہے کہ اللہ کی عبادت میں لگا رہتا ہے کبھی سجدہ میں ہے کبھی کھڑا ہوا ہے جو آخرت کی پکڑ سے ڈرتا ہے اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے۔ کیا یہ شخص اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو کافر ہو اور گناہ کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔ مومن صالح اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ اہل علم ہیں جن کے علم نے انہیں ایمان کی روشنی دکھائی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ایمان قبول کیا اور عبادت میں لگے۔ جو لوگ جاہل ہیں اور اللہ کی توحید کو نہیں جانتے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ جہل علم کے برابر ہے اور نہ جاہل عالم کے برابر ہے۔ جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو اہل علم

لوگ جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے۔

جن لوگوں میں عقل نہیں ہے وہ لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ قرآن سنتے ہیں لیکن قرآن کی دعوت اور اس کی تعلیمات پر ایمان نہیں لاتے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو دنیاوی کاموں میں بہت آگے آگے ہیں لیکن کافر ومشرک ہیں۔ اپنے خالق کو نہیں پہچانتے۔ بہت سے لوگ تو خالق تعالیٰ شانہ کے وجود کو ہی نہیں مانتے اور جو مانتے ہیں وہ اس میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ اس کے لئے اولاد بھی تجویز کرتے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ یہ عقل مندی بے کار ہے ایسے لوگوں کا صالحین میں کبھی شمار نہیں ہوسکتا۔

عباد الرحمان کی صفات اوران کے اخلاق واعمال:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِيْنَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً (63)وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً (64)وَالَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً (65)إِنَّهَا سَاء تْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً (66)وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً (67) وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَاماً (68)يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَاناً (69)إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيْماً (70)وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَاباً (71)وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً (72)وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمّاً وَعُمْيَاناً (73)وَالَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً (74)أُوْلَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَسَلَاماً (75)خَالِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً (76)قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَاماً (77)

(سورۃ الفرقان: ۷۷ ۔ ۶۳)

اوراللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔۶۳۔اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔۶۴۔ اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔۶۵۔ اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔۶۶۔ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کیساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔۶۷۔ اور وہ جو اللہ کیساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مارڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی حکمِ شریعت کے مطابق) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔۶۸۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا ۔۶۹۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔۷۰۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔۷۱۔ اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں۔۷۲۔ اور وہ کہ جب ان کو رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور سے سنتے ہیں)۔۷۳۔ اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔۷۴۔ ان (صفات کے) لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام کیساتھ ملاقات کریں گے۔۷۵۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔۷۶۔ (اے میرے محبوب) کہہ دو کہ اگر تم (اللہ کو) نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا (تمہارے لئے) لازم ہوگی۔۷۷۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کی صفات بیان فرمائی ہیں اور انہیں عبادالرحمان کے معزز لقب سے نواز دیا ہے۔ ان حضرات کی جو صفات کا ذکر کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

پہلی صفت:

انہیں رحمان کا بندہ بتایا ہے اور یہ بہت بڑی صفت ہے اور بہت بڑا القب ہے۔ یوں تو تکوینی طور پر ہم سب رحمان کے بندے ہیں لیکن اپنے اعتقاد اور اختیار سے اخلاق سے جس نے اپنی ذات کو سچے اعتقاد و اخلاص کے ساتھ رحمان کی عبادت میں لگا دیا اور رحمان نے اس کے بارے میں یہ فرما دیا کہ یہ ہمارا بندہ ہے اس سے بڑھ کر بندے کے لئے کوئی اعزاز نہیں۔ یہ بندے کے لئے سب سے معزز لقب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا!

﴿ سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۱)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کے گئی۔

یہ شان عبدیت ہی بندے کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتی ہے اور آخرت میں بلند درجات نصیب ہونے کا ذریعہ ہے۔

دوسری صفت:

یہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں یعنی غرور و تکبر کے ساتھ اکڑتے ہوئے نہیں چلتے۔

سورۃ الاسریٰ (بنی اسرائیل) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَلاَ تَمْشِ فِیْ الأَرْضِ مَرَحاً إِنَّکَ لَن تَخْرِقَ الأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً O

(سورۃ الاسراء ۔ ۳۷)

اور زمین پر اکڑتا ہوا مت چل بیشک تو زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا۔

جب کسی شخص میں تواضع کی شان ہوتی ہے اور تکبر کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا تو وہ اپنی رفتار میں عاجزی اختیار کرتا ہے۔

تیسری صفت:

جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ ان سے الجھتے نہیں۔ نہ انہیں جواب دیتے ہیں اور نہ ان سے جھگڑا کرتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ جب یہ لوگ بے ہودہ کاموں کے پاس سے گذرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ یعنی شریر اور کمینے مزاج لوگ شریفوں کو تکلیف دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، زبان سے تکلیف دینا ان کی

شان میں بُرے الفاظ کہنا، طعنے دینا، اشاروں اور کنایوں سے ان کی برائی کرنا، اس سے نہیں چوکتے۔ یہ لوگ بے ہودہ کاموں میں لگے رہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کے بندے ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں، شرافت کے ساتھ آنکھیں نیچی کیئے گذر جاتے ہیں۔ اگر کسی نے زبردستی چھیڑ ہی دیا تو یہ کہہ کر چلے جاتے ہیں کہ ہمارا سلام ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے جواب دیا تو ان منہ پھٹ لوگوں کے درمیان آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔

چوتھی صفت:

وہ اس طرح رات گذارتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی سجدہ میں ہیں کبھی قیام میں ہیں۔ ان کو عبادت کا شوق زیادہ آرام نہیں کرنے دیتا۔ یہ لوگ رات کو کم سوتے ہیں اور سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

پانچویں صفت:

وہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم پر سے دوزخ کا عذاب ہٹائے رکھنا کیونکہ ان کا عذاب بالکل تباہ کر دینے والا ہے۔ اس سے اہل کفر کا عذاب مراد ہے۔ بے شک دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کا بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بری جگہ سے محفوظ فرمائے (امین)۔ یہ مخلصین، مومنین اور قانتین کا طریقہ ہے کہ وہ عبادت بھی خوب کرتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرتے بھی رہتے ہیں اور عذاب سے بچنے کی دعائیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ نیک عمل کر کے بے فکر ہو جانا مومن کی شان نہیں۔ وہ ڈرتا رہتا ہے کہ میرے نیک عمل قبول بھی ہوئے یا نہیں۔

چھٹی صفت:

جب رحمان کے بندے خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف اور فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ درمیانی راہ چلتے ہیں۔ کیونکہ ان میں دونوں جانب استقامت رہتی ہے۔ گناہ کے کاموں میں تو مال خرچ کرنا ہی جائز نہیں ہے۔ حلال کاموں میں بھی اعتدال سے کام لینا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خرچہ میں میانہ روی اختیار کرنے میں معیشت کا آدھا انتظام ہے۔ یعنی کمانے اور محنت کرنے میں معیشت کا آدھا انتظام ہے اور آدھا انتظام میانہ روی سے خرچ کرنے میں ہے۔ اپنی ذات پر، اپنے آل اولاد پر، والدین اقرباء پر خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے۔ ہاں

جن کا توکل بہت بڑھا ہوا ہے نیکیوں میں بیک وقت پورا یا آدھا مال خرچ کرنے میں ان کی اپنی ذات کو بھی تکلیف محسوس نہ ہوتو ایسے حضرات اللہ کی راہ میں پورا مال بھی خرچ کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے غزوہ تبوک میں اپنے گھر کا پورا مال رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لئے پیش کر دیا تھا۔ (مشکوۃ المصابح)

ساتویں صفت:

وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔ یعنی وہ شرک نہیں کرتے خالص توحید اختیار کرتے ہیں۔

آٹھویں صفت:

کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ہاں اگر قتل بالحق ہے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ مثلاً کسی کو قصاص میں قتل کیا جائے، یا زانی کو رجم کرنا پڑے۔ جہاد میں کفار اور مشرکین کو مقابلے کے وقت قتل کرنا۔

نویں صفت:

وہ زنا نہیں کرتے۔ جو ایسا کام کرے گا اس کا واسطہ بڑی سزا سے پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تو کسی کو اللہ کے برابر سمجھے حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا۔ سوال کرنے والے نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے (تنگدستی کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا)۔ سائل نے کہا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (رواۃ البخاری)

دسویں صفت:

یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹ سے کام نہیں لیتے۔ یعنی جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہوں۔ مشرکین کی عبادتوں میں،

ان کے تہواروں میں، ان کے میلوں میں نہیں جاتے۔ جہاں گانا بجانا ہو رہا ہو، ناچ رنگ کی محفل ہو، شراب پینے پلانے کی مجلس ہو، ان سب موقعوں پر اللہ کے بندے نہیں جاتے۔

اگرچہ اپنے عمل سے گناہ میں شریک نہ ہوں لیکن اگر وہ اپنے جسم سے حاضر ہو گئے تو اہل باطل کی مجلس میں اپنی ذات سے ایک شخص کا اضافہ کر دیا۔ جبکہ برائی کی مجلس میں اضافہ کرنا بھی ممنوع ہے۔ دوسرے ان مجالس میں شریک ہونے سے دل میں سیاہی اور سختی آ جاتی ہے اور نیکیوں کی طرف جو دل کا ابھار ہوتا ہے اس میں کمی آتی ہے۔ اگر بار بار ایسی مجالس میں حاضر ہو تو نیکیوں کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور نفس برائیوں سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے۔ شادی بیاہ میں آجکل بڑے بڑے منکرات ہوتے ہیں۔ ان منکرات سے بچنا چاہئے اور اپنے نفس و روح کی حفاظت کرنی چاہئے۔

گیارویں صفت:

اور جب بیہودہ کاموں کے پاس سے گذرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ یعنی برائی کی مجلس میں شریک ہونا تو درکنار، اگر کبھی لغو اور بے ہودہ مجلس میں اتفاق سے ان کا گزر ہو جائے تو کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ جو وہاں کھڑا ہو گیا گویا وہ بھی شریک ہو گیا اور اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شریر آدمی مجلس میں اندر بلانے لگے یا بلا وجہ کسی بات پر الجھ پڑے۔

بارھویں صفت:

ان بندوں کی شان یہ ہے کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے یعنی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اس کے تقاضے پورے کرنے کو کہا جاتا ہے تو ان پر گونگے بہرے ہو کر نہیں گر پڑتے۔ مطلب یہ ہے کہ ان آیات پر اچھی طرح متوجہ ہوتے ہیں، ان کو سمجھنے اور حکم کے تقاضوں کو جاننے کے لئے اپنا دل و دماغ استعمال کرتے ہیں۔ ایسا طرز عمل اختیار نہیں کرتے کہ جیسے سنا ہی نہیں یا دیکھا ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے معانی اور مفہوم کو اچھی طرح سمجھا جائے اور ان کے تقاضوں پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ یہی اہل ایمان کی شان ہے۔

تیرھویں صفت:

وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولادوں کی طرف سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما۔ یعنی انہیں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔ یعنی بیویاں اور بچے سکھ و آرام سے رہیں، فرمانبردار بھی ہوں اور نیک بھی ہوں، دیندار بھی ہوں اور انہیں دیکھ کر دل خوش ہو۔

جو نیک بندے ہوتے ہیں انہیں اپنی ازواج و اولاد کی دینداری کی بھی فکر ہوتی ہے۔ وہ جہاں ان کے کھانے پینے کی فکر کرتے ہیں، وہاں ان کو دین سکھانے اور دین کی تربیت کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ اگر بیوی بچے جسمانی اعتبار سے صحت مند ہوں اور انہیں کھانے پینے کو خوب ملتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے اور ماں باپ کے نافرمان ہوں تو آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بنتے بلکہ وبال بن جاتے ہیں۔ جب اولاد کو دین پر ڈالیں گے اور انہیں متقی بنائیں گے اور زندگی بھر انہیں دین پر چلاتے رہیں گے تو ظاہر ہے اسی طرح متقیوں کے امام اور پیشوا بنیں گے۔

کوئی شخص متقیوں کا امام اسی طرح بن سکتا ہے جبکہ وہ خود بھی متقی ہو صرف اولاد کے متقی ہونے سے انسان خود متقی نہیں بن جاتا۔ خود بھی تقویٰ کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ تقویٰ کے ساتھ دینی پیشوا بننے کی خواہش رکھنا اور اس کے لئے دعا کرنا شرعاً منع نہیں ہے اور نہ بری چیز ہے بس اس سے نفس میں تکبر پیدا نہیں ہونا چاہئے۔

مومن مردوں اور عورتوں کی صفات اور ان کیلئے اجر عظیم کا وعدہ:

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللَّهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً O

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۵)

(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور متقی مرد اور متقی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور

روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کیلئے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

توکل اور یقین

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَاناً وَتَسْلِيماً O

(سورۃ الاحزاب ۔ ۲۲)

جب مومنوں نے کافروں کے لشکر دیکھے تو کہا، یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے کیا تھا، اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے اور اس چیز نے ان کو ایمان اور تسلیم میں زیادہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ O فَانقَلَبُواْ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُواْ رِضْوَانَ اللّهِ وَاللّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ O

(سورۃ آل عمران: ۱۷۴۔ ۱۷۳)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں لوگوں نے کہا کہ بے شک (کافروں نے) تمہارے مقابلہ کے لئے بڑا سامان اکٹھا کیا ہے تم ان سے ڈرو، سو اس بات نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور وہ بول اٹھے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے اور ان کو کچھ بھی تکلیف نہ پہنچی اور اللہ کی رضا پر چلے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَتوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَى بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيراً O

(سورة الفرقان ۔ ۵۸)

اورآپ (ﷺ)اس زندہ (اللہ تعالیٰ) پر بھروسہ رکھئے جس کو کبھی موت نہیں اوراس کی تسبیح وتمحید کرتے رہیۓ اوروہ اپنے بندوں کے گناہوں سے آگاہ رہنے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَعلَى اللّهِ فَلْيَتوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَة ﴾ (سورة ابراہیم ۔ ۱۱)

اورایمان والوں کوتو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیۓ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَمَن يَتوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ (سورة الطلاق ۔ ۳)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتوَكِّلِيْنَ O

(سورة آل عمران ۔ ۱۵۹)

(اے نبی ﷺ)! کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيْمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتوَكَّلُونَ O (سورة الانفال ۔ ۲)

بے شک مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اس کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس سے ان کا ایمان زیادہ ہوجاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِين ﴾ (سورۃ المائدہ ۔ ۲۳)

اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿ واز اسلت فا سئل اللّٰہ و اذااستعنت فا ستعن باللّٰہ ﴾ (رواہ ترمذی)

جب کچھ مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہو۔

صرف کارسازِ حقیقی پر قلب کا اعتماد کرنا" توکل" کہلاتا ہے۔

توکل کی حقیقت وہی ہے جو وکیل بنانے کی ہوتی ہے۔ وکیل اس لئے بنایا جاتا ہے کہ جو کام وہ خود نہیں کرسکتا وہ دوسروں کے سپرد کر دیا جاتا ہے جو اس کام کو بہتر طریقہ سے کرسکتا ہے۔ بس توکل یہی ہے کہ اپنا کام اللہ کے سپرد کر دے اللہ سب سے بڑا کارساز ہے۔ شریعت کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر کام کے لئے اسباب کے ماتحت اپنی پوری کوشش کرے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا، اے اللہ! تیرے غلبے کے ذریعہ سے میں پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اس بات سے کہ تو مجھے سیدھے راستے سے بھٹکا دے، تو زندہ اور قیوم ہے جسے موت نہیں آئے گی اور تمام جن و انس موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لے!

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾

" اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا،

گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت کا میسر آنا اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں "

اس کو کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت دیا گیا، تیری کفالت کی گئی اور تو بچا لیا گیا، اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک ان میں سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا (اور آپ ﷺ سے دین کا علم سیکھتا) دوسرا کاروبار کرتا اور کماتا۔ کاروباری بھائی نے اپنے بھائی کی شکایت نبی کریم ﷺ سے کی (کہ وہ کاروبار کے بجائے ہر وقت آپ (ﷺ) کے پاس رہتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا! (تمہیں کیا معلوم) شاید تمہاری روزی اس کی وجہ سے ہی ملتی ہو۔ (جامع ترمذی)

توکل کے تین رکن ہیں۔ معرفت، حالت، اعمال

معرفت:

"توحید حق" جس کا اقرار توحید سے ہوتا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی ملکیت ہے، اسی کی حمد و ثنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت، وجود اور حکمت میں وہ کمال رکھتا ہے جس کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے بس جس نے سچے دل سے اس کا اقرار کرلیا اس کے دل میں ایمان راسخ ہوگیا۔ اب توکل کی حالت ضرور پیدا ہوگی بشرطیکہ صدق دل سے اقرار کیا ہو۔

دوسری رکن **حال توکل** ہے:

اس کے معنی ہیں کہ اپنا کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے، قلب کو مطمئن رکھے اور غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرے۔ یعنی ایسا ہوجائے جیسے دنیاوی معاملہ میں کوئی کسی ہوشیار، شفیق اور غمخوار وکیل کو اپنا مقدمہ سونپ کر مطمئن اور بے فکر ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ میرا وکیل عقل منداور خیر خواہ ہے۔ پس میرا حریف مجھ پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتا۔ اسی طرح سب جانتے ہیں کہ رزق، موت وحیات اور مخلوق کے چھوٹے بڑے سب کام اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی حکمت اور رحمت کی انتہا نہیں ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ قلب میں اطمینان نہ ہو۔

تیسرا رکن **اعمال** ہیں:

جاہلوں کا خیال ہے کہ توکل محنت مزدوری اور کام کاج چھوڑ دینے کا نام ہے۔ بس ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے، اگر بیمار ہو تو علاج بھی نہ کرائے۔ بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات اور ہلاکت میں ڈال دے۔ جس طرح آگ میں

گھس جائے یا شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال دے تب متوکل کہلائے گا۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ ایسا کرنا شرعاً حرام ہے اور شریعت ہی توکل کی خوبیاں بیان کر رہی ہے پھر بھلا جس کام کو شریعت خود حرام بتائے اسی کی رغبت اور حرص دلائے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تدبیر اور اسباب کے جائز طریقے اختیار کرنے کے بعد اللہ پر بھروسہ کرے، دیتا تو خدا ہی ہے یعنی اسباب میں کامیابی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ اللہ کی نعمتوں اور عنایات اور اپنے گذشتہ کامیابیوں کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔ شہوات کو ترک کرنا چاہیئے۔ ناگوار باتوں پر صبر کرنا چاہیئے۔ غصہ کو قابو میں رکھنا چاہیئے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اونٹ کو باندھ کر توکل اختیار کروں یا اس کو چھوڑ کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! پہلے اسے باندھ لے پھر اللہ پر توکل کر۔ (جامع ترمذی ۔ باب التوکل)

حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا! اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح روزی دے گا جس طرح پرندوں کو روزی دی جاتی ہے۔ صبح سویرے خالی پیٹ (آشیانوں سے) نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس پلٹتے ہیں۔ (مشکوٰۃ: باب التوکل)

توکل کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لائے اور پھر نتائج کو اللہ کے حوالے کر دے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا!

حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل

(کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ کیا خوب کارساز ہے)

یہ جملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب وہ آگ میں ڈالے گئے اور یہی جملہ حضرت محمد ﷺ نے کہا جبکہ لوگوں نے (مسلمانوں سے غزوۂ احزاب کے موقع پر) کہا کہ لوگ تمہارے واسطے جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو۔ اس دھمکی نے مسلمانوں کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور انہوں نے کہا!

" حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل "

رسول اللہ ﷺ غزوہء غطفان سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں بارش ہوگئی۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے کپڑے بھیگ گئے۔ انحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دئے اورخوداس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ وہاں کے اعرابی آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سردار دعثور سے جو جوان اور بہت بہادر تھا کہا کہ محمد ﷺ اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اوران کے اصحاب ؓ منتشر ہیں، تو جا کر ان کو قتل کردے۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ اور کہا۔

اے محمد (ﷺ)۔ بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''**اللہ**''

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گرگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اٹھالی اور دعثور سے کہا کہ بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس نے یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ میں کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعثور کو اس کی تلوار واپس کردی۔ دعثور نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ☆

(سورۃ المائدہ ۔ ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والا! یادرکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب لوگوں نے ارادہ کیا تم پر دست درازی کا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

(سیرت المصطفیٰ ﷺ)

فارسی شعر

کارساز ما بساز کار ما

فکر ما در کارِ ما آزارِ ما

تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کو دل سے تسلیم کرنا کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب نوشتہ ٔ تقدیر کے مطابق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ آج تک جو بھی علم ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ نیکی کا ہو یا بدی کا، خالق کائنات کے علم اور تقدیر میں ازل سے موجود ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندہ مجبور و بے بس ہے۔ کاتب تقدیر نے انسان کو " مختار " بنایا ہے۔ یعنی اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں کے راستے کھول کر رکھ دئے ہیں اور اس کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کے راستے پر چلے یا بدی کے راستے پر۔ اس پر یہ بھی واضح کر دیا کہ نیکی کے راستے پر چلو گے تو جزاء وانعام سے نوازے جاؤ گے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم حاصل ہوگا۔ اور اگر بدی کے راستے پر چلو گے تو سزا وعذاب کے مستحق ہو گے۔ دوزخ میں ڈالے جاؤ گے اور اللہ تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔

حضرت علیؓ سے ایک شخص نے قضاء وقدر (تقدیر) کے بارے میں سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا! یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے، اس لئے اس کی تحقیق وتفتیش میں مت پڑو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے تقدیروں کو لکھا تھا اور فرمایا! اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

حضرت ابن دیلمیؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تقدیر کے متعلق میرے دل میں خلجان سا پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپؓ اس کے مطالق کچھ بیان فرمائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے اس شک و شبہ کو دور کر دے۔ انہوں نے فرمایا! سنو! اگر اللہ تعالیٰ اپنی زمین وآسمانوں کی ساری مخلوق کو عذاب میں مبتلا کر دے تو وہ اس فعل میں ظالم نہ ہوگا، اور اگر وہ ان سب کو اپنی رحمت سے نواز دے تو اس کی یہ رحمت ان کے اعمال میں بہتر ہوگی (یعنی یہ اس کا فضل واحسان ہوگا، ان کا اللہ پر کوئی حق نہیں ہوگا) اور سنو! تقدیر پر ایمان لانا اس قدر ضروری ہے کہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ کے ہاں وہ قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ، اور تمہارا پختہ اعتقاد یہ نہ ہو کہ جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے تم کسی طرح اس سے چھوٹ نہیں سکتے، اور جو حالات تم پر پیش نہیں آتے وہ تم پر نہیں آسکتے تھے (یعنی جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے مقدر میں مقرر ہو چکا ہوتا ہے) اگر تم اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے مر گئے تو یقیناً تم دوزخ میں جاؤ گے۔ حضرت ابن دیلمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے یہ سننے کے بعد میں عبداللہ بن مسعودؓ

کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی بات فرمائی۔ اس کے بعد میں حضرت حذیفہ ؓ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی تمام باتیں بیان فرمائیں۔ پھر میں حضرت زید بن ثابت ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے یہی بات رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے طور پر بیان فرمائی۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت علی ؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہیں لائے:

۱۔ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔
۲۔ میں (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور حق (دین اسلام) لے کر دنیا میں آیا ہوں۔
۳۔ موت اور مرنے کے بعد (میدان حشر میں) اٹھنے پر ایمان لانا۔
۴۔ تقدیر پر ایمان لانا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے بلاشبہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھ اشخاص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے اور نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ وہ چھ اشخاص یہ ہیں۔

۱۔ اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا
۲۔ تقدیر کو جھٹلانے والا
۳۔ اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا انہیں حلال کرنے والا
۴۔ میری عترت اور اولاد کی بے حرمتی کرنے والا
۵۔ میری سنت کو چھوڑنے والا (مجمع الزوائد)

اس حدیث میں چھ افراد کا ذکر ہے لیکن شمار میں پانچ لکھے ہیں۔
مشکوٰۃ المصابیح میں اس حدیث کا ذکر ہے اور چھٹا آدمی وہ ہے جو زبردستی اقتدار حاصل کرلے.

" معتزلہ " جو اسلام کی پہلی صدی میں ایک فرقہ گزرا ہے، اس سے وابستہ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے اللہ تعالیٰ نہیں۔ یہ لوگ تقدیر کا انکار کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں " قدریہ " بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے

ان غلط نظریات کی تردید مختلف احادیث اور اقوالِ صحابہ کرام ؓ سے ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی سوائے عقلوں کے اور یہ لوگ اپنی ناپسندیدہ عادات سے مجبور ہو کر شریعت کے کئی واضح حکموں کو انکار کر دیتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ قبروں میں فرشتوں کے سوالات، عذابِ قبر، پل صراط، میزانِ عمل، حوضِ کوثر اور آخرت میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بھی انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ O (سورۃ القمر ۔ ۴۹)

ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نجران کا سب سے بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) سمجھتے ہیں کہ گناہ بھی تقدیر کے تحت آتے ہیں حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ سے جھگڑا کرنے والے ہو۔

حضرت ابوخزامہ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم جھاڑ پھونک کے وہ طریقے جن کو ہم دکھ و درد میں استعمال کرتے ہیں، یا وہ دوائیں جن سے ہم اپنا علاج کرتے ہیں، یا مصیبت اور تکالیف کو دور کرنے کی وہ تدابیریں جن کو ہم اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قضاء اور تقدیر کو ٹال دیتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! یہ سب چیزیں بھی اللہ کی تقدیر ہیں۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر چیز تقدیر سے ہے، یہاں تک کہ آدمی کا ناکارہ اور نا قابل ہونا اور قابل و ہوشیار ہونا بھی تقدیر سے ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بنی آدم کے تمام قلوب اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے اس کو پھیر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی اطاعت اور بندگی کی طرف پھیر دے۔ (مسلم)

عذابِ قبر

عذاب قبر قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس میں کوئی شبہ اور بحث نہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اس سے مراد دو میٹر کا گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر کا مطلب عام برزخ ہے جو آخرت اور دنیا کے درمیان ایک عالم ہے اور یہ عالم ہر جگہ ہوتا ہے جیسے بعض لوگ ڈوب جاتے ہیں، جلا دئے جاتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا ہے تو ان پر بھی عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کو دفن کیا جاتا ہے صرف ان پر ہی عذاب قبر ہوتا ہے اور جو دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں۔

عذاب قبر کی تصدیق کے مختلف درجات ہیں ان پر اعتقاد اور یقین رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔ قبر میں دفن کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جو لوگ بدکار اور گناہ گار رہوتے ہیں ان پر اللہ کا سخت عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں منکر نکیر، عذاب دینے والے فرشتے اور سانپ وبچھو جو بدکار لوگوں پر مسلط کئے جاتے ہیں اور جن کا وجود احادیث سے ثابت ہے۔ یہ سب صحیح اور واقعی چیزیں ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہ جان لینا چاہئے کہ کسی چیز کا دیکھ لینا اور اس کا مشاہدے میں آجانا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہوتا۔ اس لئے ان چیزوں کے بارے میں یہ بات دل میں بٹھا لینا کہ جو چیز آنکھ سے نہیں دیکھی جاتی یا مشاہدے میں نہیں آتی تو اس کا اعتبار کیسے کیا جائے بالکل غلط اور خلاف عقل ہے۔ اس لئے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ عالم بالا کی چیزوں کا مشاہدہ کر لینا، عالم ملکوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا انسان کے بس کی بات نہیں۔ ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے حقیقت کی نظر چاہئے ہوتی ہے جو اس عالم دنیا میں ممکن نہیں۔ ہاں اگر اللہ چاہے تو وہ اپنے کسی خاص بندے کو اس کا مشاہدہ کروا سکتا ہے۔

ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اکثر چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو ہم بظاہر آنکھوں سے دیکھ نہیں پاتے لیکن ان کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ حقیقت بھی تسلیم کی جاتی ہے کے ہم خواب کے عالم میں دنیا بھر کی چیزیں دیکھ اور سن سکتے ہیں اور اس دوران اسی طرح غم وتکلیف یا راحت اور سکون محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے برابر میں کوئی شخص سویا ہوا سے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آتے تھے وہاں صحابہ کرام بھی بیٹھے ہوتے تھے لیکن وہ نہیں دیکھ پاتے تھے۔ صحابہ کرام کی ظاہری آنکھ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھ پاتے تھے لیکن وہ ان کی باتوں پر ایمان لاتے تھے۔ اسی طرح عذاب قبر کا معاملہ ہے، وہاں جو کچھ بندے کے ساتھ ہوتا ہے اس کا دنیا میں ادراک نہیں کیا جا سکتا اور نہ آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں اس پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول

ﷺ نے فرمایا ہے۔

حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس وقت قبر میں مسلمان کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتے آتے ہیں وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ شخص جو تمہارے اندر نبی کے حیثیت سے آیا تھا، ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو وہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تمہیں یہ بات کس نے بتائی؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے تو میں ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ بندہ مومن کا یہی جواب ہے جس کے مطابق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃ

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سچی و پکی بات کی برکت سے ثابت قدم رکھے گا، دنیا میں اور آخرت میں

یعنی وہ گمراہی سے اور اس کے نتیجہ میں آنے والے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بندہ مومن فرشتوں کے سوالات کا اس طرح ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے تو ایک ندا دینے والا آسمان سے ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے ٹھیک بات کہی اور صحیح صحیح جواب دئے، لہٰذا اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اس کے لئے ایک دروازہ کھول دو، اور اس سے جنت کی خوشگوار ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہیں اور قبر میں اس کے لئے انتہائے نظر تک کشادگی کر دو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایمان نہ لانے والے کافر کی موت کے بارے میں فرمایا! کافر کی روح مرنے کے بعد اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس بھی دو فرشتے آتے ہیں، وہ اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے بھی پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے، ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے، ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس کے پوچھتے ہیں کہ یہ آدمی جو تمہارے اندر مبعوث ہو کر آیا تھا، تمہارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ پھر یہی کہتا ہے، ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔ ان سوال جواب کے بعد آسمان سے ایک ندا دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا، پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی کرنے والا کہے گا کہ اس کے لئے دوزخ کا فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو، اس کے لئے دوزخ

کا دروازہ کھول دو، تا کہ دوزخ کی گرمی، آگ کی لپٹیں اورجھلسا دینے والی ہوائیں اس کے پاس آتی رہیں اوراس کی قبرکو نہایت تنگ کر دیا جائے جس کی وجہ سے اس پر اتنا دباؤ پڑے گا کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جائیں گی، پھراس کوعذاب دینے کے لئے ایک ایسا فرشتہ اس پر مسلط کیا جائے گا جو نہ کچھ دیکھتا اور نہ کچھ سنتا ہے، اس کے پاس لوہے کا ایک ایسا ہتھیار ہوگا جس سے پہاڑ پر ضرب لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے گا، وہ فرشتہ اس ہتھیار سے اس پر ضرب لگائے گا جس سے وہ اس طرح چیخے گا کہ جس کو جن وانسان کے علاوہ وہ سب چیزیں سنیں گی جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہیں، اس ضرب سے وہ خاک ہو جائے گا اس کے بعد اس میں پھر روح ڈالی جائے گی (یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا)۔

(مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اوراس کے عزیز واقارب واپس چلے جاتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے بعد دو فرشتے منکر نکیر قبر میں آتے ہیں اوراس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (حضرت محمد ﷺ) بلاشبہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔ پھراس بندے سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانہ دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اوراس کے بدلے تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ شخص (مردہ) دونوں مقامات (جنت اور دوزخ) کو دیکھتا ہے اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس شخص (حضرت محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا جانتا ہے؟ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو لوگ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن پڑھا۔ یہ کہہ کر اسے لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے اس کے چیخنے چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عثمان ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو خوف خدا سے اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی، ان سے کہا گیا کہ جب آپ جنت ودوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اوراس جگہ کھڑے ہو کر روتے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آخرت کی منازل میں سے قبر پہلی منزل ہے لہٰذا جس نے اس منزل سے نجات پائی اس کو اس کے بعد آسانی ہے اور جس نے اس منزل سے نجات نہیں پائی اس کے بعد سخت دشواری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے کوئی منزل قبر سے زیادہ سخت نہیں دیکھا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم میں سے جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو ہر صبح وشام اس کے سامنے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو جنت کے مقامات میں سے جو مقام اس کا ہوتا ہے (وہ اس کے سامنے کردیا جاتا ہے) ، اگر وہ مرنے والا دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو اسی طرح صبح شام اس کو اس کا مقام دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تیرا مستقل ٹھکانہ یہ ہے جب تجھے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ جب کسی میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے اس بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرو اور یہ بھی استدعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو سولات کے جواب دینے میں ثابت قدم رکھے، کیونکہ اس وقت اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ (ابوداؤد)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اس آزمائش کا ذکر کیا جس میں مرنے والا آدمی مبتلا ہوتا ہے تو جب آپ ﷺ نے اس کا ذکر فرمایا تو خوف ودہشت سے سب مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور ایک کہرام مچ گیا۔ (بخاری)

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچری پر سوار قبیلہ بنی نجار کے ایک باغ میں سے گزر رہے تھے کہ اچانک آپ ﷺ کی خچری راستے سے ہٹی اور ایسی ہوگئی جیسے آپ ﷺ کو گرادے گی۔ اچانک نظر پڑی تو دیکھا کہ وہاں پانچ چھ قبریں ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان قبروں کے مردوں سے کوئی واقف ہے؟ ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں جانتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کس زمانے میں مرے تھے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ زمانہ شرک میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلا ہیں، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مردے دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ قبر کے عذاب میں جتنا کچھ میں سن رہا ہوں وہ اس میں سے کچھ تم کو بھی سنادے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا! دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، سب کی زبان سے نکلا کہ ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب کی زبان سے نکلا کہ ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! سب فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو، ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی فتنوں سے بھی۔ سب نے کہا کہ ہم ظاہری وباطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا! ہم دجالی فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

باب دوم

عبادات
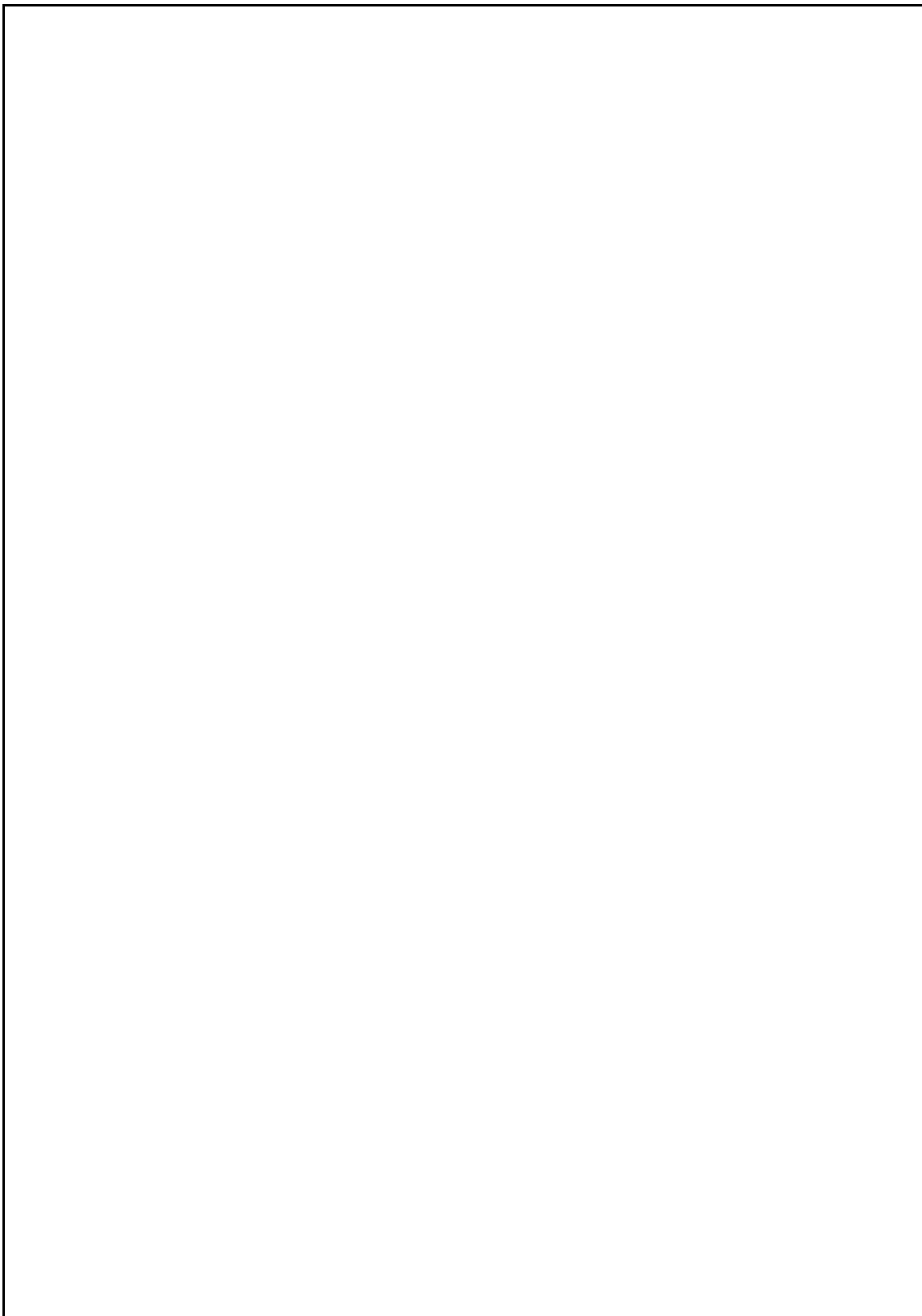
پاکیزگی اور طہارت

لغت میں طہارت کے معنی پاکی اور نظافت کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں طہارت کا مفہوم نجاستِ حکمی یعنی حدث اور نجاست حقیقی سے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔ اسلام میں طہارت صرف یہی نہیں کہ نماز، قرآن کی تلاوت اور حج و عمرہ جیسی عبادات میں پاکی کی ضرورت ہے، بلکہ قرآن وحدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طہارت بذات خود دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ جو انسان حدث اور ناپاکی کی حالت میں رہتا ہے تو اس کو شیطان سے ایک مناسبت اور مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کو قبول کرنے کی کیفیت اور صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی روح ظلمت اور گمراہیوں کے اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے اور نیکی کی باتیں اس کو سمجھنا مشکل لگتی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۲)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک صاف رہنے والے اپنے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں لکھا ہے!

" اَلطَّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ " (پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے)

حضرت ابو مالک الاشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پاک رہنا آدھا ایمان ہے، الحمدللہ کہنا اعمال کے ترازو کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ والحمدللہ بھر دیتے ہیں اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے، نماز نور ہے صدقہ دلیل ہے، صبر کرنا نور ہے قرآن تمہارے لئے اور تمہارے اوپر دلیل ہے، ہر شخص جب صبح سو کر اٹھتا ہے تو اپنی جان کو اپنے کاموں میں لگاتا ہے لہٰذا وہ جان کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔
(مسند احمد)

وضو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُواْ وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مَّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَـكِن يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ(6)

(سورۃ المائدہ ۔ ٦)

ترجمہ:اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھوتو اپنے منہ کواور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کوٹخنوں سمیت دھولو اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہوتو غسل کرلو۔ ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہوکر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہواور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے لوگوں کو قیامت کے دن اس حال میں اٹھا کر پکارا جائے گا کہ وضو کے نشانات کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ پس تم میں جو شخص اپنی یہ روشنی بڑھانے کی طاقت رکھے تو وہ ضرور ایسا کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا! جو اس طرح وضو کرے اس کی پہلے (صغیرہ) گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اور اس کی نماز اور اس کے مسجد کی طرف چل کر جانا ایک زائد ثواب ہے۔ (صحیح مسلم)

وضو صغیرہ گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے بشرطیکہ ان کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو کیونکہ وہ توبہ اور حقوق کی ادائیگی اور تلافی کے بغیر معاف نہیں ہوں گے۔ نماز کے لئے گھر سے مسجد تک وضو کر کے جانا نہایت ہی فضیلت والا عمل ہے۔ اسی

عمل سے وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ اس کا مسجد میں جانا اور مسجد میں نماز پڑھنا مزید ثواب اور رفع درجات کا سبب بنتا ہے۔ وضوء جسمانی پاکیزگی کے ساتھ روحانی طہارت کا بھی ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب مسلمان یا مومن بندہ وضوء کرتا ہے اور جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے تمام وہ خطائیں نکل جاتی ہیں جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا تھا اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف پیر چل کر گئے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں وہ چیزیں نہ بتاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو دور کردے اور جس کے سبب جنت میں تمہارے درجات کو بلند کردے۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا؛ ضرور، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا! مشقت کے وقت (یعنی بیماری یا سردیوں میں) وضو کو پورا کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے قدم کو رکھنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہ رباط ہے۔ (آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا)۔ (ہمیشہ کے لئے اللہ کے فضل اور حفاظت کا سبب ہے)۔ (ترمذی)

حضرت عثمان بن عفان ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے تو اس کے گناہ (صغیرہ) اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے وضو کی نماز قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی اور حرام مال کی خیرات قبول نہیں کی جاتی۔ (مسلم)

وضو کے فرائض:

۱۔ تمام منہ کا دھونا۔

۲۔ ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔

وضو کی سنتیں:

۱۔ نیت کرنا۔

۲۔ ابتدائے وضو میں بسم اللہ کہنا۔

۳۔ ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا۔

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ کلی کرنا۔

۶۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۷۔ ڈاڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

۸۔ ہاتھوں کو انگلیوں کی طرف سے دھوتے ہوئے کہنیوں تک لے جانا۔

۹۔ ہر عضو کو تین بات دھونا

۱۰۔ پیر دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا

۱۱۔ پہلے دایاں عضو دھونا پھر بایاں۔

۱۲۔ تمام سر اور کانوں کا مسح کرنا۔ سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا۔

۱۳۔ اعضاء وضو کو پے در پے دھونا۔ (یعنی عضوء کے خشک ہونے سے پہلے وضو مکمل کرنا)

۱۴۔ اسی ترتیب سے وضو کرنا جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

(علم الفقہ)

وضو کے مستحبات:

۱۔ وضو کے لئے اعضاء دھونے کے لئے دائیں طرف سے شروع کرنا۔

۲۔ گردن کا مسح کرنا۔

۳۔ وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھنا اور اونچے مقام پر بیٹھنا۔

۴۔ اعضاء کے دھوتے وقت پہلی بار ملنا۔

۵۔ نماز سے پہلے وضو کرنا۔

۶۔ اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اس کو ہلانا تا کہ پانی سب جگہ پہنچ جائے۔

۷۔ خود سے وضو کرنا مستحب ہے۔

۸۔ وضو کرتے وقت کوئی دنیاوی گفتگو نہ کرنا۔

۹۔ ہر عضوء کے دھوتے وقت بسم اللہ کہنا۔

۱۰۔ وضو کے بعد مسنون دعا پڑھنا۔

۱۱۔ وضو کے بعد آنحضرت ﷺ پر درود پڑھنا۔

۱۲۔ وضو کے بعد شہادت کی انگلی اٹھا کر دعا پڑھنا۔

۱۳۔ وضو کا بچا ہوا پانی بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہو کر پینا۔

۱۴۔ اس بات کی تسلی کرنا کہ بھوؤں، مونچھوں اور ایڑھیوں پر پانی پہنچا ہے۔

وضو میں مکروہات:

۱۔ منہ پر زور سے پانی مارنا۔

۲۔ اسراف کرنا یعنی ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا۔

۳۔ اعضاء کا تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔

۴۔ نئے پانی سے تین مرتبہ مسح کرنا۔

۵۔ نجس جگہ پر وضو کرنا۔

۶۔ تھوک یا ناک صاف کر کے وضو کے پانی میں ڈالنا۔

۷۔ بائیں طرف سے وضو شروع کرنا۔

۸۔ بلاضرورت وضو کے اعضاء کے ساتھ دوسرے اعضاء کو دھونا۔

وضو کو واجب کر دینے والی چیزوں کا بیان:

۱۔ پاخانہ و پیشاب کے راستے سے نکلنے والی ہر چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ ہر نجس چیز جسم سے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ قے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ دماغی خلل واقع ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ نشہ کرنے سے۔

۶۔ بے ہوش ہو جانے سے۔

۷۔ نماز میں قہقہہ لگانے سے نماز و وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔

۸۔ مباشرت سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۹۔ ٹیک لگا کر لیٹنے سے اگر اونگ آگئی تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۰۔ زخم سے خون یا پیپ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(علم الفقہ)

مسواک

مسواک کرنا تمام علماء کے نزدیک سنت ہے۔ حنفیہ کے نزدیک خاص طور پر وضو کے لئے، امام شافعیؒ کے نزدیک وضواور نماز کے وقت مسواک کرنا مسنون ہے۔ نماز فجر اور ظہر سے پہلے مسواک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ مسواک کرنا بڑا خیر و برکت اور فضیلت والا عمل ہے۔ مسواک کے بارے میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔

کڑوے نیم یا پیلو کی مسواک بہتر ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں پیلو کی مسواک کا ذکر آیا ہے۔ مسواک کی لمبائی ایک بالشت کے برابر ہونی چاہیئے اور اوراس کا سرا چھنگلیا کی طرح ہونا چاہیئے۔ اگر کسی کے پاس مسواک نہ ہو یا دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو انگلی سے دانتوں یا مسوڑوں کو صاف کرنا چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر مجھے اپنی امت کے لوگوں کی مشقت میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں یقیناً انہیں نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی پسندیدگی اوراس کے بے شمار فائدے دیکھتے ہوئے میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی امت کے لئے حکم جاری کردوں کہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کریں لیکن ایسا حکم میں نے اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کے لئے اس کی پابندی مشکل ہو جائیگی۔

حضرت شریح بن ہانیؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا! آپ ﷺ مسواک کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک کو ملتے تھے اور دھوتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جبرائیلؑ جب بھی میرے پاس آتے تو مسواک کرنے کا حکم دیتے، مجھے خوف ہوا کہ کہیں مسواک کی زیادتی سے اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل نہ دوں۔ (مسند احمد)

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہیں، حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح۔ (جامع ترمذی)

نجاستوں اور جنبی کے احکام

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی لے(اس برتن کو پاک کرنے کے لئے) تو اس کو سات مرتبہ دھونا چاہیئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی نے مسجد میں بیٹھ کر پیشاب کر دیا یہ دیکھ کر لوگ اس کے پیچھے بھاگے، آنخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! اسے چھوڑ دو اور ایک ڈول میں پانی لا کر اس پیشاب پر بہا دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم لوگ آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو تنگی کرنے والے نہیں۔ (بخاری)

حضرت ام قیس بنت محصن ؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو جو ابھی کھانا نہ کھاتا تھا، انخضرت ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ آنخضرت ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا، اس نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آنخضرت ﷺ نے پانی منگایا اور کپڑوں پر سے بہا دیا اور خوب مل کر نہیں دھویا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا! جو دو آدمی ان قبروں میں دفن ہیں ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا جس کا معاملہ بہت مشکل ہو (یعنی ان سے بچنا دشوار ہو) ان میں سے ایک کا گناہ یہ تھا کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور پاک رہنے کی کوشش نہیں کرتا تھا اور دوسرے کا گناہ یہ تھا کہ وہ چغلیاں لگاتا پھرتا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا اور دونوں قبروں پر ایک ایک رکھ دیا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ ﷺ نے کس مقصد سے کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! امید ہے کہ جس وقت تک یہ شاخ کے ٹکڑے بالکل خوشک نہ ہو جائیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل کی جگہ پر پیشاب کرے پھر وہیں غسل یا وضو کرے، اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سرجس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم میں سے کوئی ہرگز کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ (ابوداؤد، نسائی)

غسل

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے آئے تو اسے چاہیئے کہ غسل کر کے آئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ انحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہر عاقل و بالغ مسلمان پر حق (لازم) ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دن (جمعہ کے دن ضرور) نہائے اور سارا بدن دھوئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ انحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے مردے کو نہلایا ہو اسے خود بھی غسل کر لینا چاہیئے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انحضرت ﷺ چار چیزوں کی وجہ سے غسل کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

۱۔ جنابت کی ناپاکی۔

۲۔ جمعہ کے دن کی طہارت۔

۳۔ حجامہ کرانے کے بعد۔

۴۔ مردہ کو نہلانے کے بعد۔ (ابوداؤد)

حضرت قیس بن عاصمؓ سے روایت ہے کہ جب وہ اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے تو انحضرت ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کریں۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

غسل کا مسنون طریقہ:

عورتوں کو خاص طور پر اور مردوں کو بیٹھ کر غسل کرنا افضل ہے، غسل کرتے وقت منہ قبلہ رخ نہ کرے۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے، اس کے بعد اپنی شرمگاہ کو دھوئے اگر چہ اس پر کوئی نجاست حقیقی نہ ہو، اس کے بعد بدن پر کہیں نجاست حقیقی ہے تو اس کو دھو ڈالے، اس کے بعد پورا وضو کرے۔ غسل کے دوران سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے۔ وضو کے بعد اپنے بالوں میں انگلیاں ڈال کر اس کا خلال کرے پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب، اس کے بعد اپنے سر پر پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالے، اور تمام جسم کو صابن یا ہاتھوں سے

ملے۔ اسی طرح دوبارہ کرے اور تمام جسم پر اسی ترتیب سے پانی ڈالے تاکہ تین بار تمام جسم پر پانی پہنچ جائے۔ سارے بدن کو اس طرح ملنا چاہئے کہ کسی جگہ نجاست حقیقی باقی نہ رہے۔ اس کے بعد چاہے تو اپنے جسم کو کپڑے سے پونچھ لے، نہاتے وقت کسی سے بات نہیں کرنی چاہئے۔

غسل کے فرائض:

غسل میں ایک فرض ہے۔ تمام بدن کے ظاہری حصہ کو سر سے پیر تک دھونا اس طرح کہ ایک بال بار برجگہ بھی خشک نہ رہ جائے۔ ناف کا دھونا فرض ہے، داڑھی، موچھیں اور اس کے نیچے کا حصہ دھونا فرض ہے، اگر یہ چیزیں گھنی ہیں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آتی ہو۔ سر کے بالوں کو بھگونا فرض ہے، انگوٹھی اگر تنگ ہو اور کانوں میں بالیاں ہو تو انہیں حرکت دینا فرض ہے۔

غسل کے واجبات:

۱۔ کلی کرنا۔

۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۳۔ ناک کے اندر کے میل کو صاف کرنا۔

غسل کی سنتیں:

۱۔ نیت کرنا۔

۲۔ سنت طریقے سے ترتیب کا خیال رکھنا۔

۳۔ بسم اللہ کہنا۔

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ ہاتھوں، پیروں اور داڑھی کا تین مرتبہ خلال کرنا۔

۶۔ بدن کو ملنا۔

۷۔ بدن کو اس طرح دھونا کہ کوئی حصہ خشک نہ رہے یہاں تک کہ پورا غسل ہو جائے۔

۸۔ تمام جسم پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔

غسل کے مستحبات:

ا۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کسی کی نظر نہ پڑے یا تہ بند باندھ کر نہانا۔

۲۔ داہنے جانب کو بائیں جانب سے پہلے دھونا۔

۳۔ سر کے دائیں حصہ کا پہلے خلال کرنا پھر بائیں حصہ کا۔

۴۔ تمام جسم پر اس ترتیب سے پانی ڈالنا کہ پہلے سر پر پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر۔

۵۔ جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں وہی غسل میں بھی مستحب ہیں۔ یعنی قبلہ رو نہ ہونا اور دعا نہ پڑھنا۔

غسل واجب ہونے کی شرطیں:

ا۔ مسلمان ہونا کافر پر غسل واجب نہیں۔

۲۔ بالغ ہونا، نابالغ پر غسل واجب نہیں۔

۳۔ عاقل ہونا، دیوانے، مست اور بے ہوش پر غسل واجب نہیں۔

۴۔ پانی کے استعمال کرنے پر قادر ہونا۔

۵۔ جنابت اور حدث اکبر کی حالت میں غسل فرض ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا غسلِ مبارک:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غسل دیا اور حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت قثیم بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت شقران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پانی دیتے تھے۔ یہ لوگ پردے سے باہر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین بار بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے لئے قباء کے عرس نامی کنویں سے پانی لایا گیا۔ یہ کنواں حضرت سعد بن خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ملکیت تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کپڑوں سمیت غسل دیا گیا۔ کپڑوں کے اوپر سے ہی پانی ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے ہی جسم اطہر کو ملا جاتا تھا۔ (بیہقی)

تیمّم کے احکامات

5ہجری ، 627ء

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

یَآ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَلٰوۃِ فَا غْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ ط وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَا طَّھَّرُوْاط وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْعَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَا مْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْہُ ط مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ وَنِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ☆

(سورۃ المائدہ ۔ ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو۔ ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکرادا کرتے رہو۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) روایت کرتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ تھے۔ ہم جب بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو ڈھونڈنے نکلے کچھ اور

بھی ساتھ تھے۔ ڈھونڈتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی نہ تھا لہٰذا لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گئے اور کہا آپ دیکھتے نہیں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے کیا کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم سب کو ٹھہرالیا اور اب پانی بھی نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے زانو پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ انہوں نے کہا تم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہم سب کو ٹھہرالیا اور ان کے پاس پانی بھی نہیں ہے اور غصہ ہوئے اور جو کچھ اللہ نے چاہا انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ میرے کولہے میں کونچا دینے لگے، کیونکہ رسول اللہ (ﷺ) میرے زانو پر سر مبارک رکھے سو رہے تھے اس لئے میں حرکت نہ کرسکی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت تلاوت فرمائی، سب نے تیمّم کیا۔ حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! اے آل ابوبکرؓ یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہیں جس سے مومن فیض یاب ہوئے بلکہ اس سے قبل بھی فیض پہنچ چکا ہے۔ اس کے بعد جس اونٹ پر میں بیٹھی ہوئی تھی وہ اٹھا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (صحیح بخاری)

تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے۔ لغت میں تیمّم کے معنی " ارادہ کرنے کے ہیں " اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی سے طہارت کی نیت کے ساتھ اسے ہاتھ اور منہ پر ملنا تیمّم کرنا وضو کا قائم مقام ہوتا ہے۔ تیمّم کے لئے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہیئے، ایک ضرب تو منہ کے لئے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لئے ہے۔

تیمّم حسب ذیل صورتوں میں جائز ہے:

۱۔ اتنا پانی جو وضو یا غسل کے لئے کافی ہو موجود نہ ہو اور ایک میل کے فاصلہ تک بھی نہ دستیاب ہو۔

۲۔ پانی تو موجود ہو لیکن کسی کی امانت ہو یا کسی غیر کے قبضہ میں ہو۔

۳۔ پانی بہت مہنگے دام میں دستیاب ہو۔

۴۔ پانی خریدنے کے لئے رقم دستیاب نہ ہو۔

۵۔ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۶۔ اتنی شدید سردی ہو کہ عضوء کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔

۷۔ پانی حاصل کرنے کی جگہ پر کسی دشمن یا درندے کا خطرہ ہو۔

۸۔ اتنا پانی موجود ہو جو صرف کھانے اور پینے کے کام آ سکے۔

۹۔ پانی کا کنواں موجود ہو لیکن پانی نکالنے کا کوئی بندوبست نہ ہو۔

۱۰۔ پانی کی تلاش میں نماز نکل جانے کا خوف ہو، جیسے عیدین یا جنازہ کی نماز۔

۱۱۔ انسان بھول گیا کہ اس کے پاس پانی ہے۔

تیمّم کا مسنون طریقہ:

بسم اللہ پڑھ کر تیمّم کی نیت کی جائے، پھر دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ لگی ہو یا اس کو دھو کر زائل کر دی گئی ہو، ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے پھر اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اسی طرح بائیں ہاتھ کہ ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی کرے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کا مسح بھی کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمّم دونوں کے لئے کافی ہے، اگر دونوں کی نیت کر لی جائے۔

تیمّم کے احکامات اور مسائل:

۱۔ جس عبادت کے لئے تیمّم کیا جا رہا ہے اس کی نیت کرنا فرض ہے۔

۲۔ تیمّم کرتے وقت ہاتھوں اور منہ پر کوئی چیز (چکناہٹ یا کریم) نہیں ہونی چاہئے۔

۳۔ تنگ انگوٹھی یا چوڑیوں کو اتارنا ضروری ہے۔

۴۔ پانی کی تلاش میں سو قدم تک خود چل کر جانا یا کسی کو بھیجنا ضروری ہے۔

۵۔ کسی کے پاس پانی موجود ہو اور اس سے پانی مل جانے کی امید ہو تو طلب کرنا واجب ہے۔

۶۔ سنت طریقے کی ترتیب واجب ہے۔

۷۔ چہرے کے مسح میں داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔

۸۔ تیمّم نماز کا وقت تنگ ہونے پر واجب ہوتا ہے شروع میں نہیں۔

۹۔ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۰۔ اگر کوئی شخص حالت جنابت میں ہو اور مسجد میں جانے کی سخت ضرورت ہو تو اس پر تیمّم کرنا واجب ہے۔

۱۱۔ ایک ہی جگہ کی مٹی سے کئی لوگ تیمّم کر سکتے ہیں۔

۱۲۔ ریل کے سفر میں نماز کا وقت ہو گیا ہو اور پانی نہ دستیاب ہو تو وہ مٹی کی مثل چیز سے تیمّم کرسکتا ہے۔

حیض اور مستحاضہ

لغت میں حیض کے معنی ہیں جاری ہونا اور شریعت کی اصطلاح میں حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری ہے اور ولادت کے جاری ہوتا ہے، جسے عرف عام میں ماہواری یا ایام بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح رحم عورت سے جو خون کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے اسے " استخاضہ " اور جو خون ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے اسے " نفاس " کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ اس مدت میں خون خالص سفیدی کے علاوہ جس رنگ میں بھی آئے وہ حیض کا خون شمار ہوگا۔ حیض کے خون کا رنگ سرخ کے علاوہ سیاہ، سبز، زرد اور مٹی کے رنگ کا بھی ہو سکتا ہے۔ ایام حیض میں نماز روزہ نہیں کرنا چاہیئے۔ حیض کے ایام گزرنے کے بعد فرض روزوں کی قضاء کی جائے گی مگر نماز کی قضاء نہیں ہوگی۔ عورت کی عدت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْراً (4)

(سورۃ الطلاق ۔۴)

اور تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ کی ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی ہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ جو اللہ سے ڈرتے ہیں تو اللہ اس کے کے کام میں سہولت پیدا کر دیتا ہے۔

حیض کے مسائل واحکامات:

۱۔ اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد خون دیکھے تو اس کا حیض اس وقت سے شمار کیا جائے گا جب وہ بیدار ہوئی۔ اس سے پہلے نہیں۔

۲۔ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور رانوں کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے۔

۳۔ حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہے تو پڑھاتے وقت ایک ایک لفظ الگ الگ کر کے رک رک کر پڑھانا جائز ہے۔ پوری آیت ایک دم سے پڑھنا نا جائز ہے۔

۴۔ جس عورت کا خون دس دن سے کم میں بند ہوا ہو اور عادت مقرر ہو جانے کی صورت میں بھی کم ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت تک مستحب غسل کرنے میں تاخیر کرنی چاہیئے، اس خیال سے کہ شاید پھر خون نہ آجائے۔

۵۔ اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں شمار ہوگا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جو کوئی عورت ایام سے ہوتی تو وہ لوگ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں تھے، گھروں میں اس کے ساتھ بیٹھنا اور سونا تک بند کر دیتے تھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے اس سلسلہ میں اسلام کا حکم پوچھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تمہاری عوریں جب حائضہ ہوں تو تم ان کے ساتھ سوائے صحبت کے تمام معاملات اسی طرح جاری رکھ سکتے ہو۔ (مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا؛ یارسول اللہ ﷺ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے برابر (استحاضہ) خون آتا رہتا ہے میں کسی وقت پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ تو ایک رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے لہٰذا جب تمہیں حیض آنے لگے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے تو جسم سے خون کو دھوڈالو اور نہا کر نماز پڑھ لو۔

(بخاری ومسلم)

موزوں پر مسح (چمڑے کے موزے)

موزوں پر مسح کرنے کا جواز سنت اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کا ارشاد ہے کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا تھا جب تک اس کے جواز پر مشتمل احادیث واضح طور پر مجھ تک نہیں پہنچی تھیں۔ جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے ان چیزوں سے موزوں کا مسح بھی ختم ہو جاتا ہے۔ موزے اتارنے سے مسح ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ انحضرت ﷺ کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت شریح بن ہانی ؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سرور دو عالم ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔ (مسلم)

اذان

لغت میں اذان کے معنی خبر دینے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں چند مخصوص الفاظ کے ساتھ نماز کے اوقات کی خبر دینا ہے۔ فرض نمازوں کے لئے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے تاکہ لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر لوگ اس فضیلت کو جان لیں جو اذان دینے اور پہلی صف میں ہے تو وہ اس پر قرعہ اندازی کے بغیر چارہ نہ پائیں گے، وہ یقیناً اس پر قرعہ اندازی کریں گے اور اگر وہ جان لیں کہ اول وقت میں آنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ ضرور اس کی طرف دوڑ دوڑ کر آئیں اور اگر وہ جان لیں کہ عشاء اور فجر کی نماز کی کتنی فضیلت ہے تو وہ ضرور اس میں شریک ہوں گے اگرچہ انہیں گھسٹ گھسٹ کر آنا پڑے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اذان دینے والے قیامت کے دن تمام لوگوں سے لمبی گردن والے ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ہوا خارج کرتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سنے، پس جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے، یہاں تک کہ جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھر کر چلا جاتا ہے پھر جب تکبیر پوری ہو جاتی ہے تو پھر آ جاتا ہے حتیٰ کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے۔ اس سے کہتا ہے کہ فلانی چیز یاد کر، فلاں چیز یاد کر، وہ چیزیں جو اس سے پہلے اسے یاد نہ تھیں، یہاں تک کہ وہ اس حال میں ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو اس لئے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، پھر تم میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو، بے شک یہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے، یہ اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، پس جو شخص میرے لئے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لئے شفاعت حلال ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

اذان کے بعد کی دعا:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا الْوَسِیْلَۃَ وَا لفَضِیْلَۃَ

وَ ابۡعَثۡهُ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدَا الَّذِیۡ وَ عَدۡتَّهٗ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ •

(صحیح بخاری)

اے اللہ! اس کامل دعا اور قائم ہونے والی دعا کے مالک، محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور اس کی عظمت عطا فرما، اور ان کو اس قابل تعریف مقام پر پہنچادے جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

جب صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو اس کے معنی رحمت اور مغفرت کے ہوتے ہیں اور فرشتوں کی طرف ہوتو مغفرت طلب کرنے اور بندوں کی طرف ہوتو دعا کرنے کے ہوتے ہیں۔ وسیلہ کے لغوی معنی قرب کے ہوتے ہیں یا وہ طریقہ اور ذریعہ جس سے انسان اپنے مقصود تک پہنچ جائے۔ لیکن یہاں اس سے مرد جنت کا وہ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی کریم ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ شفاعت کے معنی خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر کرنے اور کسی سے خیر کی درخواست کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں اس سے مراد آپ ﷺ کا وہ حق شفاعت ہے جس کی رو سے آپ ﷺ ان لوگوں کی مغفرت کی درخواست کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اجازت ملے گی۔

اذان سننے والے کو حکم ہے کہ وہ بھی جب اذان کے الفاظ سنے تو ان کو دہرائے، البتہ **حی علی الصلوٰۃ** اور **حی علی الالفلاح** کے جواب میں **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کہے۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور پھر دعائے وسیلہ پڑھے تو ایسے شخص کے لئے شفاعت واجب ہوجائے گی بشرطیکہ اس کا خاتمہ ایمان اور توحید پر ہو۔

اذان کی ابتداء: (1ھ ہجری ، 622ء عیسوی):

جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ لوگوں کو کس طرح نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ لوگوں نے مختلف رائے دیں مثلاً

(1) نماز کے وقت ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے جس کو دیکھ کر مسلمان ایک دوسرے کو مطلع کردیں یہ رائے پسند نہیں کی گئی۔

(2) یہود کی طرح بوق (سینگ یا بگل) استعمال کیا جائے۔ جس کی آواز سے یہود نماز کی اطلاع دیا کرتے ہیں مگر یہ یہود کا طریقہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پسند نہیں فرمایا۔

(3) ناقوس کا ذکر ہوا جیسے نصاریٰ اپنی نماز کی اطلاع دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں مگر یہ نصاریٰ کا شعار تھا۔
اس لئے یہ تجویز بھی رد کر دی گئی۔
(4) پھر کہا گیا کہ آگ جلا دی جائے جس کو دیکھ کر لوگ اکٹھے ہو جائیں مگر یہ مجوسیوں کا طریقہ تھا۔ اس لئے
اسے بھی پسند نہیں کیا گیا۔
آخر میں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یہ تجویز دی کہ کوئی شخص مقرر کر دیا جائے جو نماز کے لئے بلند
آواز میں پکار دیا کرے۔ چنانچہ یہ تجویز منظور ہوگئی۔ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ بوقت نماز
الصلوۃ جامعہ کی صدا بلند کریں اس فیصلہ کے بعد مجلس برخاست ہوگئی۔ (بخاری کتاب الاذان)

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خواب میں ایک فرشتہ کو دیکھا اور اس نے انہیں
اذان سکھائی۔ اس کے متعلق خود حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں۔ میں نے خواب کی حالت میں
دیکھا کہ ایک شخص آیا جس نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں ناقوس لیا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا!
اے اللہ کے بندے! کیا تم یہ ناقوس بیچو گے، اس نے کہا کہ تم اس کا کیا کرو گے۔ میں نے کہا کہ اس کے
ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے، اس نے کہا کہ اس کام کے لئے میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو۔ میں
نے کہا! کیوں نہیں، چنانچہ اس نے کہا!

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ

اشھد ان محمدا رّسول اللّٰہ

اشھد ان محمدا رّسول اللّٰہ

حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الصلوٰۃ

حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ

فجر کی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم کے الفاظ دومرتبہ کہے جاتے ہیں۔

" حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں فرشتے کے اذان واقامت سکھانے کا ذکر ہے، اس کے طریقے میں یہ الفاظ شامل ہیں: اذان کہنے کے بعد فرشتہ تھوڑی دیر رکا پھر کھڑا ہوا اوراذان کے مثل کلمات کہے لیکن حیّ علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کے کلمات زیادہ کہے۔"

(سنن ابی داؤد ج1 ص82 باب کیف الاذان)

اس سے معلوم ہوا کہ اقامت کے کلمات بھی وہی ہیں جو اذان کے ہیں لیکن اقامت میں حیّ علی الفلاح کے بعد کلمہ قد قامت الصلوٰۃ دومرتبہ زیادہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن محیریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔

(شرح معانی الآثار ج1 ص102 باب الاقامۃ کیف ھی؟)

اور سنن ابن ماجہ اور مصنف ابن شیبہ میں اقامت کے ان سترہ کلمات کا ذکر یوں ہے۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الہ الااللّٰہ اشھد ان لا الہ الااللّٰہ

اشھد ان محمد ارّسول اللّٰہ اشھد ان محمد ارّسول اللّٰہ

حیّ علی الصلوۃ حیّ علی الصلوۃ

حیّ علی الفلاح حیّ علی الفلاح

قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ

اللّٰہ اکبر ، اللّٰہ اکبر لا الہ الااللّٰہ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص312,313، سنن ابن ماجہ: باب الترجیع فی الاذان)

خواب دیکھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضور اکرم (ﷺ) کے پاس مسجد نبوی میں

آ کر اطلاع دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خواب سن کر فرمایا! یہ خواب ان شاء اللہ حق ہے اور فرمایا، یہ اذان حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سکھا دو ان کی آواز بلند ہے۔ چنانچہ جب حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اذان دی تو حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے گھر سے چادر گھسیٹتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا!

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جیسے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا ہے۔ اس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سمیت چودھا (14) اور اصحاب ؓ نے بھی خواب میں اذان کا مشاہدہ کیا تھا۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب کیفیت الاذان)

نماز

لغت میں صلوٰۃ دعا کو کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں صلوٰۃ چند مخصوص اقوال وافعال کو کہتے ہیں جن کی ابتداء تکبیر سے اور انتہاء سلام پر ہوتی ہے۔ نماز دین کا ستون اور رکن ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ وہ امانت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کو لینے سے ڈر گئے تھے اور انکار کر دیا تھا۔ نماز کی تاکید اور اس کے فضائل سے قرآن مجید کے صفحات مالا مال ہیں، نماز کو ادا کرنے اور اس کی پابندی کرنے کے لئے جس سختی سے حکم دیا گیا ہے وہ خود اس عبادت کی اہمیت اور افضلیت کی دلیل ہے۔ ایمان کے بعد شریعت نے سب سے زیادہ نماز پر ہی زور دیا ہے۔

نماز ایک ایسی پسندیدہ اور محبوب عبادت ہے جس کی برکتوں اور سعادتوں سے اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کی شریعت کو محروم نہیں رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ تک تمام رسولوں کی امتوں پر نماز فرض تھی۔ البتہ اس کی کیفیات اور ارکان میں ہر امت میں فرق ہوتا رہا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی امت پر بعثت کے شروع میں دو وقت کی نماز فرض تھی، ایک آفتاب نکلنے سے قبل اور دوسری آفتاب ڈوبنے سے قبل۔ ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے رسول اللہ ﷺ کو معراج کے ذریعہ آسمانوں کی سیر کروائی گئی اور اسی دوران آپ ﷺ کو پانچ نمازوں کا تحفہ عطا کیا گیا۔ یہ پانچ نمازوں کا فریضہ صرف اسی امت کی فضیلت ہے ورنہ پچھلی امتوں میں کسی پر فجر کی نماز فرض تھی کسی پر ظہر کی اور کسی پر عصر کی نماز فرض تھی۔ اسلام کی تمام عبادتوں میں صرف نماز ہی وہ عبادت ہے جس کو سب سے افضل اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ نماز اسلام کا رکن اعظم ہے اور اسلام کا دارومدار اسی عبادت پر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ شروع میں ہر نماز دو رکعت کی ہوا کرتی تھی۔ پھر بعد میں حالتِ سفر میں تو دو رکعت برقرار رہیں لیکن حالت قیام میں چار رکعت ہوگئیں۔ دو نمازیں ہوتی تھیں ایک طلوع شمس سے پہلے اور دوسری غروبِ شمس سے قبل۔

قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ

بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْکَار ٥ (سورۃ المومن۔ ۵۵)

ترجمہ: پس اے نبی صبر کیجئے اللہ کا وعدہ بلا شک وشبہ سچا ہے اللہ سے استغفار کرتے رہئے۔
صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (45)

(سورۃ العنکبوت ۔ ۴۵)

جو کتاب آپ (ﷺ) کی طرف اتاری گئی ہے اس کی تلاوت کرتے رہئے اور نماز ادا کرتے رہئے، بے شک نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے، اور اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلاَةِ الْوُسْطَى وَقُومُواْ لِلّهِ قَانِتِينَ (238)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی اور اللہ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔

فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (5)

(سورۃ التوبہ ۔ ۵)

پس اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پانچ نمازوں کی مثال اس بڑی گہری نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر ہو جس سے وہ روز آنہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پانچ نمازیں، جمعہ دوسرے جمعہ تک ان صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے جو اس دوران کئے گئے ہوں جب تک کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے اندر رات کو اور دن کو فرشتے باری باری آتے اور جاتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں دونوں اکٹھے ہوتے ہیں پھر وہ فرشتے جو تمہارے اندر رات گزارتے ہیں اوپر

چلے جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ کر آئے ہیں اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو جب بھی وہ نماز میں مصروف تھے۔ (بخاری و مسلم)

فرشتوں کے باری باری آنے کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی حفاظت یعنی اعمال لکھنے کے لئے جو فرشتے آتے ہیں وہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ رات کے فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں جبکہ صبح کے فرشتے موجود ہوتے ہیں، اس وقت دونوں مل جاتے ہیں، پھر یہ فرشتے صبح کی نماز کے وقت چلے جاتے ہیں اور دن والے فرشتے آجاتے ہیں، جبکہ اللہ کے نیک بندے فجر کی نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی ان فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے، یوں جس وقت فرشتے آتے ہیں اور جس وقت فرشتے جاتے ہیں نمازی عصر اور فجر کی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن وہ فرشتوں سے اپنے بندوں کے متعلق پوچھتے ہیں تاکہ فرشتے بھی اہل ایمان کے شرف اور فضیلت سے واقف ہو جائیں اور ان کے نیک اعمال پر گواہ بن جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص صبح یا شام کو مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مہمانی تیار کرتا ہے جب بھی وہ صبح و شام کو جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اندھیروں میں مسجد کی طرف آنے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی ملنے کی خوشخبری سنادو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فرشتے اس آدمی کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے اور جب تک وہ بے وضو نہ ہو فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں اکیلے نماز پڑھنے سے (۲۷) ستائیس درجے زیادہ ثواب ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر لوگ عشاء اور صبح کی نماز کی فضیلت جان لیں تو انہیں گھٹنوں کے بل بھی آنا پڑے تو وہ ضرور نماز میں آئیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آدمی کے اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز کا چھوڑنا ہے۔ (مسلم)

کافر اور مومن کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ جو شخص اسلام قبول کرے گا وہ نماز پڑھے گا۔ نماز کے ذریعہ اس نے اپنے اور کفر کے درمیان ایک حد کھڑی کر دی۔ ان کی طرف کفر و شرک نہیں جائیں گے۔ جس نے اسلام لانے کے بعد نماز نہیں پڑھی تو اس کے اور کفر کے درمیان کوئی حد موجود نہیں رہی اور وہ کسی بھی وقت کفر میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ حکم ہے کہ جو شخص نماز کو ترک کرنا جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ وہ اسلامی حدود کی رو سے واجب القتل ہو جاتا ہے۔ جس شخص محض سستی کی وجہ سے نماز ترک کرتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ (رملہ بنت ابوسفیانؓ) بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے فرض نمازوں کے علاوہ روزآنہ بارہ رکعت نفل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (مسلم)

فرائض نماز کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنی خوشی سے مزید نوافل کا اہتمام کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ گناہوں کا کفارہ اور جنت میں لے جانے کا سبب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا! تم بتاؤ کہ جس کے دروازے کے آگے پانی کی نہر چلتی ہو اور وہ روزآنہ اس میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ نہیں؛ میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! (تم سمجھ لو کہ) پانچ نمازوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام (صغیرہ) گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے (جس طرح یہ پانی میل کو اتار دیتا ہے)۔

(بخاری و مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کے فرائض سے پہلے چار رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا (تراویح کی نماز پڑھی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

(بخاری و مسلم)

نماز میں خشوع وخضوع

نماز شروع کرتے وقت دل میں یہ خیال ہونا چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ قیامت کا دن ہے اور میدان حشر میں حساب کتاب ہو رہا ہے۔ سامنے جنت اور دوزخ ہیں۔ میرا فیصلہ ہونے والا ہے اس طرح سے نماز میں خوب دل لگے گا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ نماز شروع کر کے ہر لفظ پر توجہ دے جو وہ زبان سے ادا کر رہا ہے اور اس کا مطلب ذہن میں رکھے جو لفظ زبان سے نکل رہے ہیں ان کے کیا معنی ہیں، جب سجدہ کرے تو تصور کرے کہ میرا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مومن جب سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہوتا ہے۔ ہر رکن پر ارادے سے خیال کر کے نماز پڑھے، رکوع، سجود، قیام کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ادا کرے تو نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہو جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ!

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالأَسْحَارِ(17)

اور یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں
اور (اللہ کی راہ) میں خرچ کرتے ہیں اور اوقات سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔
(سورۃ آل عمران ۔ ۱۷)

یہ بھی اہل تقویٰ کی خاص صفت ہے۔ حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیام اللیل (نماز تہجد) کو لازم پکڑو کیونکہ تم سے پہلے جو صالحین تھے یہ ان کا طریقہ رہا ہے اور یہ تمہارے رب کی قربت کا سبب ہے۔ یہ نماز گناہوں کا کفارہ کرنے والی ہے اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عمرو بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب آخری رات کے حصہ میں ہوتا ہے۔ سو اگر تم سے ہو سکے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جو اس وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں۔
(رواۃ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نماز میں چھینکنا، اونگنا، جمائی لینا، حیض کا آنا، قے ہونا، نکسیر پھوٹنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے اور میری نماز اور میری قرأت کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے اور ان چیزوں میں شبہ ڈالتا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یہ وہ شیطان ہے جس کو ''خنزب'' کہتے ہیں۔ پس جب تمہیں اس کا احساس ہو تو تم اللہ سے پناہ مانگو اور بائیں طرف تین دفعہ تھتکار دو۔ حضرت عثمان ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس (شیطان) کے وساوس اور شبہات سے محفوظ رکھا۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ معراج میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں ہونے کے بعد میری امت کے لئے ہر روز پچاس نمازوں کو فرض کیا گیا، وہ میں لے کر واپس آیا راستے میں حضرت موسیٰ علیہ سلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ (ﷺ) کے رب نے آپ ﷺ کی امت کے لئے کیا فرض کیا۔ میں نے کہا کہ ہر روز پچاس نمازیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہر روز پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ اللہ کی قسم! میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور میں بنی اسرائیل کے علاج میں سخت کوشش کر چکا ہوں۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے پھر میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں میں لوٹ کر موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے پھر پوچھا اور کہا یہ بھی زیادہ ہیں پھر جایئے اور کم کروایئے۔ میں پھر لوٹ کر گیا، اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے ویسی ہی بات کی میں پھر لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں۔ میں واپس موسیٰ علیہ سلام کے پاس آیا انہوں نے پھر وہی بات کی میں پھر لوٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں میں واپس موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے پھر پہلے جیسی بات کی پھر میں واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر روز پانچ نمازوں کا حکم دے دیا۔ میں واپس موسیٰ علیہ سلام کی طرف آیا تو انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت روزانہ پانچ نمازوں کی بھی قوت نہیں رکھتی کیونکہ میں اس سے پہلے بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کریں۔ میں نے کہا کہ میں اتنی مرتبہ درخواست کر چکا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے کم کرواتے ہوئے۔ اب میں راضی ہوں اور اللہ کے حکم کو تسلیم کرتا ہوں۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں کے لئے تخفیف کر دی یعنی ادائیگی کے لحاظ سے یہ پانچ ہیں لیکن اجر وثواب کے لحاظ سے پچاس ہوں گی۔ (بخاری)

تمام انبیاءاکرام علیہ السلام کی موجوگی میں حضرت موسیٰ علیہ سلام نبی کو اس کام کے لئے کیوں منتخب کیا گیا تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ سلام کو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی بہت تمنا تھی لیکن ان سے کہا گیا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

(قَالَ رَبِّ أَرِنِيُ أَنظُرُ إِلَيُکَ ۖ قَالَ لَن تَرَانِي ☆

(سورۃ الاعراف۔143)

کہنے لگے اے پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دکھا کہ میں تیرا دیدار کروں، پروردگار نے فرمایا! تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ سلام نے چاہا کہ اللہ سے ملاقات کر کے جو آرہا ہو اس کو دیکھ لوں اس لئے بار بار آپ (ﷺ) کو بھیجتے رہے اور بار بار آپ (ﷺ) کے ذریعہ اللہ کی تجلیات و انوارات کے مشاہدے کا لطف لیتے رہے اس میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کی خیر خواہی کا جذبہ بھی کارفرما تھا اور دیدار خداوندی کی خواہش بھی تھی۔

حبیب کبریا (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیلئے معراج کے تحفے:

اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر وحی فرمائی کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب تک آپ (ﷺ) جنت میں داخل نہ ہوں گے اس وقت تک کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا اور جب تک آپ (ﷺ) کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے کوئی دوسری امت جنت میں داخل نہیں ہوسکتی۔ (ثعلبی اور قشیری)

اللہ تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو حوض کوثر کی خصوصیت عطا فرمائی تمام اہل جنت پانی پر آپ (ﷺ) کے مہمان ہوں گے اور ان کے لئے شراب، دودھ اور شہد ہوگا۔ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح کا بعض حصے بھی معراج میں عطا ہوا۔ پانچ نمازوں کا تحفہ عطا ہوا۔ ثواب پچاس نمازوں کا ہوگا۔ (سیرت حلبیہ)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت کا گناہ گار ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ (مسلم)

ابن اسحٰق ؒ نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ (ﷺ) پر نماز فرض کی گئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے کر نماز ظہر پڑی جب کہ سورج (سمت الراس سے یعنی زوال) سے مائل ہو چکا تھا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی جب کہ آپ ﷺ کا سایہ (طول میں) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مثل تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ

لے کر مغرب کی نماز پڑھی، جب کہ سورج ڈوب گیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عشاء پڑھی، جب کہ شفق نہ رہی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر صبح کی نماز پڑھی جبکہ فجر طلوع ہوئی۔

پھر وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر دوسرے روز نماز ظہر پڑھی جب کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سایہ (طول میں) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے مثل تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر نماز عصر پڑھی جب کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سایہ (آپ کے طول کا) دوگنا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر مغرب کی نماز پڑھی جب سورج ڈوب چکا تھا اور گزشتہ کل ہی کا وقت تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر اس کے بعد عشاء کے نماز (اسوقت) پڑھی جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر چکا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر (اس وقت) صبح کی نماز پڑھی جب صبح خوب روشن ہوچکی تھی اور سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کہا! اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) وقتِ نماز آج کی نماز اور کل کی نماز کے درمیان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! امام پر سبقت نہ کرو (بلکہ اس کی اتباع و پیروی کرو) جب وہ " **اللّٰه اکبر** " کہے تو تم بھی " **اللّٰه اکبر** " کہو، اور جب وہ " **ولاالضالین** " کہے تو تم " **آمین** " کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ " **سمع اللّٰہ لمن حمدہ** " کہے تو تم " **اللّٰھم ربنا لک الحمد** " کہو۔ (بخاری و مسلم)

مسند بزاز میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ اس سے ایسا کرواتا ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں سر اٹھاتا ہے تو اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کا سر گدھے جیسا نہ ہو جائے۔

حضرت علی ؓ اور حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور امام کس حال میں ہو (قیام، رکوع وسجدہ) تو آنے والے کو چاہئے کہ جو امام کر رہا ہے وہی کرے۔ (جامع ترمذی)

نماز اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اس لئے اس کے لئے قیام، قعود، رکوع وسجود کی وہ خاص شکل وصورت رکھی گئی ہے جس سے بندگی اور تسلیم ورضا کا اظہار ہو، تکبر اور بے پروائی کی ہیئت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سجدہ کی حالت میں کتے یا بھیڑئے کی طرح زمین پر کلائیاں بچھا کر سجدہ نہ کرے۔

جمعہ کا بیان

جمعہ کا دن اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق تکمیل کو پہنچی۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آسمان سے زمین پر آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا ایک دوسرے سے ملے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اسی دن لوگ عبادت اور نماز کے لئے جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کا نام جمعہ پڑ گیا۔ عرب میں جمعہ کا دن رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی عظمت اور فضیلت کا دن مانا جاتا تھا۔

نماز جمعہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (9)

(سورۃ جمعہ ۔ ۹)

اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہم دنیا میں بعد میں آئے اور قیامت کے دن شرف اور مرتبہ میں سب سے آگے ہوں گے، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو اللہ کی طرف سے ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں کتاب ملی۔ پھر یہ دن (جمعہ کا دن) اہل کتاب پر فرض کیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن (جمعہ) کے بارے میں ہمیں ہدایت فرمائی، ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس دن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اختیار کیا اور یہ لوگ یعنی یہود و نصاریٰ نہ صرف شرف وفضیلت بلکہ دن کے اعتبار سے بھی ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل (جمعہ کے بعد کا دن یعنی ہفتہ) کو اختیار کیا اور نصاریٰ نے پرسوں (اتوار) اختیار کیا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سارے دنوں میں جن میں آفتاب طلوع ہوتا ہے سب سے بہترین دن جمعہ ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن وہ بہشت میں داخل ہوئے اور اسی دن انہیں بہشت سے زمین پر اتارا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت آتی ہے جسے اگر کوئی بندہ مومن پائے اور اس میں اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ اس کو وہ بھلائی عطا کر دیتا ہے۔ (یعنی اس ساعت میں مانگی ہوئی دعا ضرور پوری ہوتی ہے)۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جمعہ کے ساعت قبولیت کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ساعت خطبہ کے لئے امام کے منبر پر بیٹھنے سے نماز پڑھی جانے تک کے درمیان عرصہ میں ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا وقفہ ہے۔ (مسلم)

حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جمعہ کا دن مشہود (یعنی حاضر کیا گیا) ہے، اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوتا ہے۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ مرنے کے بعد بھی درود آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کیا ہے چنانچہ اللہ کے نبی (اپنی اپنی قبروں میں بالکل حقیقی زندگی کی طرح) زندہ ہیں اور رزق دئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو جمعہ کے دن یا رات میں انتقال کرے اور اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے نہ بچائے۔ (مسند احمد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جمعہ کی نماز چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی حرکت سے باز آجائیں یا تو یہ ہوگا کہ ان کے اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے (اصلاح کی توفیق سے محروم ہو جائیں گے)۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوجعد ضمریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص بلا عذر (شرعی) تین جمعہ (کی نماز) سستی اور کاہلی کی وجہ سے چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا (وہ توبہ اور نیک عمل کی توفیق سے محروم ہو جائے گا)۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

عید کی نمازوں کی ابتداء

ہر قوم کے کچھ تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں، جس میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے ہیں اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ گویا انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے، اس لئے انسان کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن مقرر نہ ہوں۔ اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں، ایک " عیدالفطر " اور دوسرا " عیدالاضحیٰ " بس یہی مسلمانوں کے اصلی مذہبی تہوار ہیں، ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں اکثر خرافات ہیں۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت شروع ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا۔

عیدالفطر رمضان مبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے۔ رمضان المبارک دینی اور روحانی حیثیت سے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا، اسی پورے مہینہ کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے گئے ہیں، اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز کا اضافہ کیا گیا ہے اور ہر طرح کی نیکی میں اضافہ کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کا ثواب کئی گنا زیادہ کر دیا گیا ہے۔ یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی، مجاہدہ اور طاعت و عبادت کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ اس مہینہ کے اختتام پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو امت کے جشن اور تہوار کا دن بنایا جائے، چنانچہ اسی دن کو عیدالفطر قرار دیا گیا۔

۱۰/ ذوالحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا حکم اور اشارہ پا کر اپنے لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے ان کے گلے پر چھری پھیر دی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سچی وفاداری، کامل تسلیم و رضا کا ثبوت دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان کو کامیاب قرار دیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ و سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور (مینڈھا) کی قربانی قبول کر لی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر " **انی جاعلک للناس اماما** " انسانوں کا امام کا تاج رکھ دیا۔ یہ امت مسلمہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وارث ہے، اس دن کو مسلمانوں کے لئے " عیدالاضحیٰ " عید کا دن قرار دے دیا گیا۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے

جاتے، سب سے پہلے آپ ﷺ نماز پڑھاتے اور نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے، پھر آپ خطبہ میں وعظ و نصیحت فرماتے اور احکامات دیتے تھے۔ اگر آپ ﷺ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنا ہوتا تو آپ ﷺ خطبہ کے بعد اس کو روانہ کرتے ۔ کسی خاص چیز کے بارے میں کوئی حکم دینا ہوتا تو آپ ﷺ اسی موقع پر دیتے۔ پھر سارے کام سے فارغ ہوکر واپس ہوتے تھے۔
(بخاری و مسلم)

2 ہجری ، 624ء میں پہلی دفعہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نمازیں باجماعت پڑھی گئیں۔ عیدالفطر کی نماز پہلی دفعہ عیدگاہ میں باجماعت ادا کی گئی۔ حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں نبی کریم (ﷺ) عید کے دن جس راستے سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تو واپسی دوسرے راستے سے کرتے تھے۔ (ترمذی، دارمی)

صدقہ الفطر اور عید کی نماز کا حکم

رمضان 2 ہجری ، 624ء

اسی سال رمضان المبارک کے آخیر میں عید سے دو روز قبل صدقہ الفطر اور صلوٰۃ العید کا حکم نازل ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (زدقانی)

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ☆ (سورۃ الاعلیٰ: ۱۵۔۱۴)

یقیناً فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

عمر بن عبدالعزیز اور ابوالعالیہ اس آیت کی اس طرح تفسیر فرماتے ہیں۔ فلاح پائی اس شخص نے جس نے زکوۃ الفطر ادا کی اور عید کی نماز ادا کی۔ (احکام القرآن)۔

حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ کے نزدیک صدقہ الفطر فرض ہے۔ حضرت امام مالکؒ کے ہاں سنت مؤکدہ ہے اور حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں واجب ہے اور اس کا عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔
(مظاہر حق)

اس کی مقدار کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ ہم کھانے میں سے ایک صاع جوُ یا کھجور یا خشک انگور صدقہ الفطر نکالا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ایک صاع = پونے دو کلو (مختلف جگہوں پر صاع کی مقدار میں فرق تھا)

حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدین کی نماز ایک یا دو بار نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی، وہ ہمیشہ بغیر اذان اور اقامت کے ہوتی تھی۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کے دن دو دکعت نماز پڑھی، نہ تو آپ ﷺ نے اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمانوں میں سے ہر (صاحب نصاب) غلام، آزاد، مرد، عورت اور چھوٹے بڑے پر زکوٰۃ الفطر (صدقہ فطر) کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع " جو " فرض قرار دیا ہے نیر آپ ﷺ نے صدقہ فطر کے بارے میں یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

صدقہ فطر صرف مسلمان کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ سگے رشتہ داروں کو نہیں دیا جا سکتا، دوسرے رشتہ داروں کو دیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز میں عام طور پر عورتیں بھی شرکت کرتی تھیں، بلکہ ان کے لئے یہ آپ ﷺ کا حکم تھا۔ لیکن بعد کے زمانے میں مسلم معاشرے میں فساد آنے کی وجہ سے امت کے فقہاء اور علماء نے جمعہ اور پنجگانہ نماز کے لئے خواتین کا مسجدوں میں آنا مناسب نہیں سمجھا اور اسی طرح عید کی نمازوں میں بھی ان کا آنا مناسب نہیں سمجھا۔

حضرت عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی اور اس سے پہلے یا بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجر ؒ اپنی کتاب " **تلخیص الحبیر** " میں حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کی نماز ہم لوگوں کو ایسے وقت پڑھاتے تھے جب سورج دو نیزے بلند ہو جاتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ سورج ایک نیزے کے برابر بلند ہوتا تھا۔

صلوٰۃ الضحیٰ اور قربانی

2ھ ہجری ، 624ء میں بقرعید کی نماز اور قربانی کا حکم آیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ☆ (سورۃ الکوثر ۔ ۲)

ترجمہ: تو اپنے پروردگار ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کیا کرو۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صلوٰۃ الاضحیٰ (بقرعید کی نماز) اور قربانی مراد ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوم النحر (عیدالاضحیٰ) کے دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا! اس دن سب سے پہلے جو ہمیں کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھیں اور پھر واپس جائیں اور قربانی کریں۔ لہٰذا جس شخص نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو اختیار کیا اور جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کر لی اس کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ وہ گوشت والی بکری ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے ذبح کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں نبی کریم (ﷺ) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں لہو ولہب کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ان دونوں دنوں میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیل کود کیا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دو دنوں کے بدلے ان سے بہتر دو دن مقرر کر دئے ہیں وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن بارش ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو عید کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عیدالفطر کی نماز کے جانے سے پہلے کچھ (میٹھی چیز) کھا کر تشریف لے جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدمؑ کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنی سینگوں، بالوں اور کھر کے ساتھ آئے گا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، اے اللہ کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانی کیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی کا حکم

2ھ ہجری ، 624ء میں عیدالاضحیٰ میں قربانی واجب ہونے کا حکم آیا ۔ حنفی مسلک میں قربانی ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو مقیم اور غنی ہو، یعنی نصاب کا مالک ہو۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے۔ حضرت امام احمدؒ کا بھی مشہور اور مختار قول بھی یہی ہے۔ (مظاہر حق)

صحیح بخاری میں شعبی براءؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جس سے ہم آج کے دن کی ابتدا کریں، وہ یہ کہ ہم نماز پڑھیں، پھر گھر واپس ہوں، پھر قربانی کریں اور جس نے اس طرح کیا تو اس نے میری سنت کو پالیا۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قربانی کے لئے ایک گائے یا ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے تو تم میں سے جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بال و ناخن نہ کتروائے۔ (مسلم)

بقرعید کا چاند دیکھنے کے بعد سے قربانی تک بال کٹوانا اور ناخن کاٹنا اس شخص کے لئے منع ہے جو قربانی کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ حضرت حنشؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو دنبے قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں ان سے اس کی وجہ پوچھی؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ (رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد) میں ان کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو یا کان کٹے ہوئے ہوں۔ (ابن ماجہ)

حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیسے جانور قربانی کے لائق نہیں تو آپ نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چار طرح کے جانور قربانی کے قابل نہیں ہیں۔

۱۔ لنگڑا۔ جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو یعنی وہ ٹھیک سے چل نہیں پا رہا ہو۔

۲۔ کانا۔ جس کا کانا پن ظاہر ہو یعنی ایک آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دیتا ہو۔

۳۔ بیمار۔ جس کی بیماری ظاہر ہو، جو بیماری کی وجہ سے گھاس نہ کھا سکے۔

۴۔ ایسا دبلا کہ جس کی ہڈی میں گودا نہ ہو۔ (موطا امام مالک، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

صلوٰۃ الحاجات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کو کوئی حاجت اور ضرورت ہو ، اور اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے اور خوب اچھا وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور اس کے نبی (ﷺ) پر درود بھیجے اور اللہ کے حضور یہ کلمات پڑھے اور اس طرح عرض کرے:

﴿ لا اله الا اللّٰه الحليم الكريم سبحان اللّٰه رب العرش العظيم الحمد للّٰه رب العالمين ﴾

اللہ کے سوا کوئی مالک ومعبود نہیں وہ اللہ جو عرش عظیم کا رب اور مالک ہے، ساری حمد وستائش اس اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان اعمال اور ان احوال واخلاق کا جو تیری رحمت کے موجب ووسیلہ، تیری مغفرت اور بخشش کا پکا ذریعہ بنیں۔ اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصہ لینے کا، اور ہر گناہ وہ معصیت سے سلامتی اور حفاظت کا، اے باری تعالیٰ! میرے سارے ہی گناہ بخش دے اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کردے اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اس کو پورا فرما دے۔ اے ارحم الراحمین، سب مہربانوں سے بڑا مہربان۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

یہ ایک حقیقت ہے جس میں کسی مومن کے لئے کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مخلوقات کی ساری حاجتیں اور ضرورتیں اللہ کے اور صرف اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور بظاہر جو کام بندوں کے ہاتھوں سے ہوتے دکھائی دیتے ہیں دراصل وہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور اسی کے حکم سے انجام دیتے ہیں بندہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک آلہ کار ہے اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ صلوٰۃ الحاجت کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات پوری کروانے کا بہترین اور مستند طریقہ ہے اور جن بندوں کو ان ایمانی حقیقتوں پر یقین کامل ہوتا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حضرت حدیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مستقل معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کو کوئی فکر لاحق ہوتی اور کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔ (ابوداؤد)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (153)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ ہر مشکل اور مہم میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ ﷺ نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اور امت کو بھی اس کا طریقہ بتا دیا۔

صلوٰۃ استغفار

حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا! جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ اٹھ کے وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُواْ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَى مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (135)أُوْلَـئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ (136)

(سورۃ آل عمران: ۱۳۵ ۔ ۱۳۶)

اور وہ یہ کہ جب وہ کوئی کھلا گناہ یا اور کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغات (جنت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھے کام کا بدلہ بہت اچھا ہے۔

صلوٰۃ استخارہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّهِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (159)

(سورۃ آل عمران ۔۱۵۹)

(اے محمد ﷺ)! اللہ کی مہربانی سے آپ کی خوش مزاجی سے ان لوگوں کے لئے نرمی واقع ہوئی ہے اور اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔ اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو، اور جب کسی کام کا ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک اللہ بھروسہ رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں قرآن کی سورتوں کی طرح ہر معاملہ میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے، آپ ﷺ فرماتے تھے! جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو فرض نمازوں کے بعد دو رکعت پڑھے اور پھر دعا پڑھے؛

استخارہ کی دعا

اللّهم إني أستخيرك بعلمك . وأستقدرك بقدرتك . وأسئلك من فضلك العظيم. فإنك تقدر ولا أقدر . وتعلم ولا أعلم . وأنت علام الغيوب. اللهم إن كنت تعلم أن هذا الأمر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري . فاقدره لي ويسره لي ثم بارك لي فيه. وإن كنت تعلم أن هذا الأمر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة أمري . فاصرفه عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم أرضني به .

اے اللہ! بے شک میں تیرے علم کے ذریعہ سے تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری طاقت کے ذریعہ تجھ سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تو قدرت رکھنے والا ہے میں قدرت سے محروم ہوں، میں بے علم ہوں اور تو تو تمام غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں، میرے دین، میرے گزراوقات اور انجام کے اعتبار سے یا میرے کام کے دیر یا جلدی ہونے کے لحاظ سے بہتر ہے تو اس کو میرے مقدر میں فرما دیا وراس کو میرے لئے آسان کر دے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت نازل فرما دے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ کام میرے حو میں، میرے دن یا گزراوقات اور انجام کے اعتبار سے یا فرمایا دیر سویر کے لحاظ سے میرے لئے برا ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے (دور کر دے) اور میرے لئے بھلائی مقدر فرما دے وہ جہاں بھی ہے، پھر مجھ کو اس پر راضی بھی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا نام لے۔ (بخاری)

استخارہ کے لغوی معنی ہیں خیر طلب کرنا۔ یعنی اس دعا کے ذریعہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرتا ہے۔ یہ دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ اس کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کرنے والے کو خواب کے ذریعہ صحیح بات بتادی جاتی ہے یا ان کے دل میں خیر والے پہلو کی طرف رجحان پیدا کر دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ باتیں کسی حدیث میں بیان نہیں ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو خواب یا رجحان کے ذریعہ بتادیا جاتا ہو جس کی طرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو۔ لیکن یہ اصول یا قاعدہ کیا کلیہ نہیں ہے کہ جو بھی استخارہ کرے گا اسے ضرور غیبی اشارہ ہو جائے گا۔ اس لئے غیبی اشارے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ استخارے کے بعد سوچ سمجھ کر ظاہری اسباب کے مطابق جو مناسب لگے اسے اختیار کر لیا جائے۔ اگر اس کی دعائے استخارہ قبول ہو گئی تو یقیناً اس میں اس کے لئے خیر ہی ہوگی۔ بصورت دیگر وہ کام نہیں ہوگا۔ لیکن نقصان کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مسلمان کو دعا کرنے کا حکم ہے اور اس کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اس میں سستی، غفلت اور اعراض جائز نہیں۔ دعا کی قبولیت یا عدم قبولیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ استخارہ بھی ایک دعا ہی ہے اس کی تاکید اور اہمیت حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے ہمیں ہر اہم کام میں استخارے کا ضرور اہتمام کرنا چاہیئے۔ استخارہ کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

استخارہ انہی کاموں کے لئے ضروری ہے جن کا تعلق مباحات سے ہے جن میں انسان کو خیر وشر کا علم نہیں ہوتا۔ باقی جو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات ہیں ان کی ادائیگی تو ہر صورت میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حرام و

مکروہ کی ہیں ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اور شریعت نے جو احکامات مقرر کئے ہیں اس میں استخارہ کرنا جائز نہیں۔ استخارے کا مسنون طریقہ چھوڑ کر نجومیوں، فال نکالنے والوں اور دست شناسوں اور اسی قسم کے فراڈیوں کے پاس جا کر مستقبل میں پیش آنے والے حالات کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرنا جہالت و گمراہی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ انسان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے خیر طلب کرنا چاہیۓ جو تمام قدرتوں کا مالک ہے، ہر قسم کی قوتوں کا مالک ہے، اسی سے قوت اور طاقت کا سوال کرنا چاہئے اور اپنے تمام معاملات اسی کے سپرد کرنے چاہئے۔

۱۔ استخارہ کے لئے نفل پڑھنے میں رات کی یا بعد عشاء کی کوئی قید نہیں ہے۔

۲۔ یہ چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔ استخارہ خود کرنا چاہیۓ،

۳۔ اکثر لوگ دوسروں سے استخارہ کرواتے ہیں اور عاجزی کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم تو گناہ گار ہیں۔

۴۔ اگر گناہ گار ہیں اور جانتے ہیں کہ کیا گناہ کر رہے ہیں تو اس سے توبہ کریں اور آئندہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کریں اور اگر پھر بھی گناہ ہو جائے تو دوبارہ توبہ کریں۔

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب ؓ سے فرمایا! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ نہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو ایک خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور دس چیزوں کا مالک بنا کروں؟ جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرما دے گا اگلے بھی اور پچھلے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے ہوئے بھی اور اعلانیہ ہونے والے بھی۔

آپ چار رکعت نماز پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری کوئی سورۃ پڑھیں پھر آپ پہلے رکعت میں قرآت سے فارغ ہو کر تو قیام کی حالت میں پندرہ مرتبہ پڑھیں " **سبحان اللّٰه و الحمدللّٰه و لااله الا اللّٰه و اللّٰه اکبر** " پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ پڑھیں پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں بھی یہی کلمات دس مرتبہ پڑھیں، پھر سجدہ میں چلے جائیں اور تسبیح کے بعد دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسے میں اور دوسرے سجدے میں اور پھر سجدے سے اٹھنے کے بعد دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں۔ اسی طرح سے چاروں رکعتوں میں دوہرائیں، ہر رکعت میں (۷۵) پچھتر مرتبہ یہ کلمات پڑھیں۔ (اے میرے چچا)! اگر آپ سے ہو سکے تو روزآنہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزآنہ نہیں پڑھ سکتے تو جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں اور اگر آپ سے یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم زندگی میں ایک بار اس کو پڑھ لیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ نے تھوڑا مختلف طریقہ بیان فرمایا ہے جو میں پندرہ دفعہ قرأت سے پہلے پڑھنے کو کہا ہے اور ایک رکعت میں (۷۵) پچھتر دفعہ دوسرے سجدہ میں پورے ہو جاتے ہیں اس لئے دوسری رکعت میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے نماز کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوں میں خاص کر نفل نمازوں میں بہت سے اذکار دعائیں اور تسبیحات ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں کو کرنے کی ہمت اور طاقت نہیں رکھتے تو وہ اس کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں اس لئے صلوٰۃ التسبیح اس کا قائم مقام ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں ذکر اور تسبیح کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار دوہرایا جاتا ہے اس لئے پڑھنے والے کو کوئی مشکل نہیں ہوتی۔

نفل نمازوں کا بیان

نماز ایک سب سے اہم اور عمدہ عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عبادتوں میں نماز سب سے زیادہ محبوب اور مرغوب ہے۔ جس قدر اس کی کثرت کی جائے اسی قدر یہ روحانی ترقی اور تقویٰ کا باعث بنتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھنے میں جس قدر مسرت اور فرحت ملتی تھی، اس قدر کسی اور عبادت میں نہیں ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا! میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ (ترمذی)

شریعت نے اسی خیال سے اس عبادت میں فرائض اور واجبات کے علاوہ ہر فرض کے ساتھ سنتیں بھی مقرر کیں کہ یہ فرض کے ساتھ آسانی سے ادا ہو جاتی ہیں اور جو کمی فرائض میں رہ جاتی ہیں وہ سنتوں کے ادا کرنے سے پوری ہو جاتی ہیں۔ نماز کے علاوہ اور کسی عبادت میں فرائض کے ساتھ سنتیں مقرر نہیں کی گئی ہیں۔ بندے کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی خوشی سے مزید اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ جس قدر فرض ہے اس کے ادا کرنے کے بعد اگر کوئی ایک پیسہ بھی کسی کو اس سے زیادہ نہیں دے تو گناہ گار نہ ہوگا۔ روزے کا بھی یہی حال ہے اسی طرح ایک مرتبہ حج کرنے کے بعد وہ تمام عمر حج وعمرہ نہ کرے تو گناہ گار نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ ان فرائض کے علاوہ بھی ادا کرے گا تو اس کو ثواب ملے گا اور اس کے درجات بلند ہوں گے۔ اگر کسی شخص نے نمازوں میں فرض ادا کیئے اور سنتیں نہیں ادا کیں تو یہ گناہ گار ہوگا۔

نفل نماز پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو فرض نماز کے پڑھنے کا ہے، نفل نماز میں اجازت ہے کہ دو دو رکعت پڑھ سکتے ہیں اور چار چار کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں، فرض اور نفل نماز میں یہ فرق ہے کہ اس (نفل) نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں سورۃ کا ملانا ضروری ہے۔

فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں، ان کی تاکید تمام مؤکدہ سنتوں سے زیادہ کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ فجر کی سنتیں نہ چھوڑو چاہے تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں، یعنی اگر جان جانے کا خوف ہو جب بھی نہ چھوڑو۔ اس سے مقصود صرف تاکید اور ترغیب ہے ورنہ شریعت نے جان کے خوف سے فرائض چھوڑنے کی بھی اجازت دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ فجر کی سنتیں میرے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مسلمان فرائض کے علاوہ بارہ رکعت نفل (سنت مؤکدہ) پڑھ لیا کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنائیں گے۔ (مسلم)

تہجد کی نماز

رسول اللہ ﷺ ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اس نماز کے بے شمار فضائل احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد تہجد کی نماز مرتبہ میں سب سے اہم ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ جب بیماری وغیرہ یا کسی عذر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی تہجد کی نماز فوت ہو جاتی تھی تو اور اس کے بدلے دن میں بارہ رکعت (نفل) پڑھتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد میں تیرا (۱۳) رکعت پڑھتے تھے جن میں وتر شامل ہوتے تھے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تہجد کی نماز پڑھتے تو پہلے دو رکعت ہلکی پڑھتے تھے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نماز میں قرأت کبھی بلند آواز میں اور کبھی پست آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی رحمت اس بندے پر ہوتی ہے جو رات کو اٹھا اور اس نے تہجد کی نماز پڑھی، اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اور اس نے بھی نماز پڑھی اور اگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے وہ نہیں اٹھی تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اس کو بیدار کیا۔ اور اسی طرح اللہ کی رحمت اس بندی پر ہوگی جو رات کو نماز تہجد کے لئے اٹھی اور اس نے نماز ادا کی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا، پھر اس نے بھی اٹھ کر نماز پڑھی، اور اگر وہ اٹھا تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا دے کر اٹھایا۔ (ابوداؤد، نسائی)

صوفیاء کرام کا فرمانا ہے کہ کوئی شخص تہجد کی نماز کے بغیر ولایت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ تمام اولیاء کرام تہجد کی نماز کی پابندی کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ آدھی رات کو کبھی اس سے پہلے اور کبھی اس کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے تھے۔ وضو کے ساتھ مسواک کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ وتر کی نماز آپ تہجد کے نوافل کے بعد پڑھتے تھے، پھر تھوڑی دیر آرام کر کے فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

چاشت اوراشراق کے نوافل

جس طرح عشاء کے بعد سے لے کرطلوع فجر تک کے طویل وقفہ میں کوئی نماز فرض نہیں ہے لیکن اس دوران تہجد کی نماز پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح فجر سے لے کرظہر تک کے وقفہ میں کوئی نماز فرض نہیں ہے۔ لیکن اس دوران " اشراق اورصلوٰۃ الضحیٰ کی نفلی نماز کی ترغیب دی گئی ہے اوران کی فضیلت بیان کی گئی ہیں۔ دورکعت نماز سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد پڑھی جائیں تو وہ صلوٰۃ اشراق کہلاتی ہے۔ اور جب سورج پوری طرح اوپر آجاتا ہے تو زوال کے وقت سے پہلے صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت) کاوقت ہوجاتا ہے جس میں چار رکعت نفل دو دوکر کے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ کے بندے اپنے مشاغل سے وقت نکال کر یہ نمازیں پڑھ کر بہت بڑی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

چاشت کی نماز مستحب ہے، اس میں چار رکعت پڑھی جاتی ہیں، اگرکوئی زیادہ پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ طبرانی کی ایک حدیث میں بارہ رکعت تک منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس نماز کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔

حضرت ابودرداء ؓ اورحضرت ابوذرغفاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے بنی آدم! تو دن کے ابتدائی حصہ میں چار رکعت میرے لئے پڑھ لے تو تو میں دن کے آخری حصہ تک تجھے کفالت کروں گا۔ (ترمذی)

حضرت معاذہ عدویہ ؒ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا چار رکعت، اوراس سے زیادہ جتنی اللہ چاہتا۔ (مسلم)

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لائے ۔ آپ ﷺ نے وہاں غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، میں نے اس سے ہلکی نماز پہلے کبھی نہیں دیکھی لیکن آپ ﷺ رکوع وسجود پوری طرح کرتے تھے۔ یہ وقت چاشت کا تھا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے نماز چاشت کا اہتمام کیا تو اس کے سارے گناہ بخش دئے جائیں گے، اگرچہ وہ کثرت میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسنداحمد، ترمذی، ابن ماجہ)

جوشخص فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلہ پر بیٹھا رہے اوراللہ کا ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہوجائے اوروہ اشراق کی دورکعت نماز پڑھے تو اسے ایک حج اورایک عمرے کا ثواب ملے گا۔(سنن ترمذی)۔

سنن ابوداؤد میں لکھا ہے کہ اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے چاہے وہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہوا ہو، اگر مکروہ وقت نہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنی جاہئے۔ اس نماز کا مقصود اللہ کے گھر مسجد کی تعظیم ہے جو دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں مسجد میں داخل ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ چار مرتبہ یہ کلمہ دہرالے " سبحان اللّٰہ والحمدللّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ " اور اس کے بعد درود شریف پڑھ لے۔

اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز یا کوئی سنت نماز ادا کی جائے تو وہی فرض اور سنت نماز تحیۃ المسجد کا قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ اگر آنے والے کا ارادہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا تھا تو اسے اس کا بھی ثواب مل جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور ایک جگہ بیٹھ گیا پھر اسے تحیۃ المسجد پڑھنے کا خیال آیا تو وہ پڑھ سکتا ہے اسے اس کا ثواب ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوشخص مسجد جائے تو جب تک دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔ (بخاری و مسلم)

اگر کسی شخص کا مسجد میں بار بار داخل ہونا اور نکلنا ہو رہا ہے تو اس کا ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہوتا ہے۔

صلوٰۃ الاوابین

اوابین کی نماز مستحب ہے، نبی کریم ﷺ نے اس نماز کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ یہ نماز دو دو کر کے چھ رکعت پڑھی جاتی ہیں، تین سلام کے ساتھ مغرب کی نماز کے بعد۔ (مراقی الفلاح)

صلوٰۃ الخوف کے احکامات

کفار کے خوف اور دشمن کے مقابل ہونے کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ خوف کہتے ہیں۔ خوف کی نماز کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ غزوہ ذات الرقاع جو ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس جنگ میں کفار مقابلہ کرنے سے بھاگ گئے اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، اسی موقع پر یہ نماز پڑھی گئی تھی۔

حضرت سالم بن عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک مرتبہ سرتاجِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نجد کی طرف (غزوۂ ذاتِ الرقاع) جہاد کے لئے گئے جب ہم دشمن کے سامنے ہوئے تو ہم نے ان سے مقابلہ کے لئے صفیں باندھ لیں۔ آنحضرت (ﷺ) ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک جماعت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نماز کے لئے کھڑی ہوئی اور دوسری جماعت دشمن کے مدِ مقابل کھڑی رہی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ساتھ جو آپ (ﷺ) کے ہمراہ نماز کی جماعت میں شریک تھے ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر وہ لوگ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز میں تھے ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آئے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ نماز میں شریک ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کے ہمراہ ایک رکوع اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا اور پھر یہ لوگ کھڑے ہو گئے ہر ایک نے اپنا اپنا ایک ایک رکوع اور دو سجدے کر لئے۔

حضرت نافعؒ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے مگر انہوں نے اتنا اور زیادہ بیان کیا کہ اگر عین جنگ کی حالت میں ہو اور خوف اس سے بھی زیادہ ہو اور مذکورہ بالا طریقہ سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو لوگ پیادہ کھڑے کھڑے یا پیادہ نہ ہو سکے تو سواری پر اگر ممکن ہو تو قبلہ کی طرف اور ممکن نہ ہو تو کسی بھی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہی نقل کئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْآ اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ☆

(سورۃ النساء ۔ ۱۰۲)

جب تم ان میں (جہاد اور مجاہدین کے ساتھ) ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آ جائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آ جائے اور تیرے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہے کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے بے خبر ہو جاؤ تو وہ تم پر اچانک دھاوا بول دیں۔ ہاں اپنے ہتھیار اتار رکھنے میں اس وقت تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ تمہیں تکلیف ہو یا بوجہ بارش کے یا سب بیمار ہو جانے کے اور اپنے بچاؤ کی چیزیں ساتھ لئے رہو مگر ہوشیار رہنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے منکروں کے لئے ذلت کی مار تیار کر رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے ضجنان اور عسفان کے درمیان اترے تو مشرک آپس میں کہنے لگے کہ مسلمانوں کی ایک نماز ہے جو انہیں ان کے باپ اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ نماز عصر ہے۔ چنانچہ تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور جب مسلمان اس نماز میں مصروف ہوں تو یکبارگی ان پر حملہ کر دو۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیلؑ آئے اور فرمایا کہ آپ (ﷺ) صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک حصہ کو نماز پڑھائیں اور دوسرا حصہ ان کے پیچھے دشمن کے خطرناک ارادوں کا جواب دینے کے لئے کھڑا رہے (اسی طرح دوسرے حصہ کو نماز پڑھائیں اور پہلا حصہ دشمن کر مد مقابل رہے)۔ اس طرح امام کے ساتھ صحابہ کی ایک ایک رکعت ہوگئی اور رسول اللہ ﷺ کی دو رکعتیں ہوئیں۔ (ترمذی، نسائی)

پہلی مرتبہ قضاء نماز پڑھی گئی

شوال 5ھ ہجری ، 627ء

جنگِ احزاب میں مقابلہ اتنے زوروں پر تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ کی کئی نمازیں فوت ہو گئیں۔

صحیحین میں حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے اور کفار کو برا بھلا کہا۔ یارسول اللہ (ﷺ)! آج میں بمشکل سورج ڈوبتے ہوئے نماز پڑھ سکا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا! واللہ، میں نے تو ابھی نماز پڑھی بھی نہیں۔ اس کے بعد ہم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بطحان میں اترے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز کے لئے وضو کیا ہم نے بھی وضو کیا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عصر کی نماز پڑھی، یہ سورج ڈوب چکنے کے بعد کی بات ہے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

صحیح بخاری میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ نے خندق کے روز فرمایا! اللہ ان مشرکین کے لئے ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہم کو نماز وسطیٰ کی ادائیگی سے دور رکھا، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

اتنی بڑی بڑی فوجوں کے درمیان جنگ میں دونوں طرف کے فریقین کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر ہوا۔ مسلمانوں میں سے چھ افراد شہید ہوئے اور کفار میں سے دس افراد قتل ہوئے۔ لیکن حیئ بن اخطب کی سینے کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی وہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اس نے پوری کوشش کی کہ ان لوگوں کو بھی جنگ میں اپنے ساتھ ملائے لیکن اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاہدہ ہونے کی وجہ سے اس سے ساتھ دینے سے انکار کر دیا، لیکن یہ مسلسل کوششوں میں لگا رہا کہ وہ اپنا معاہدہ توڑ کر ان مشرکین کے ساتھ مل جائے، آخر کار حیئ بن اخطب نے کعب بن اسد کو اپنے ساتھ ملانے پر آمادہ کر لیا۔ اس کو یقین دلایا کہ اگر تم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدے کو توڑا اور مسلمانوں نے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کی تو میں تم لوگوں کا ساتھ دوں گا۔

لیلۃ التعریس کا واقعہ (قضاء نماز)

صفر المظفر 7ھ ہجری ، 629ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے لگے تو صحابہ کرام ؓ بلند آواز میں ذکر کرتے ہوئے سفر کرنے لگے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔ (صحیح بخاری)

ایک رات کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر کیا اور آخیر رات کو راستے میں ٹھہر کر پڑاؤ ڈالا اور حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تاکید کر کے سو گئے رات پر نظر رکھنا صبح فجر کے وقت ہمیں جگا دینا، لیکن حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی آنکھ لگ گئی، وہ بھی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گئے، یہاں تک کہ دھوپ ان کے سروں پر آ گئی۔ اس کے بعد سب سے پہلے حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے پھر دوسرے لوگوں کو بھی جگایا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں سے تھوڑی دور جا کر لوگوں کو فجر کی قضاء نماز پڑھائی۔

شکرانے کی نماز

رمضان المبارک 8ھ ہجری ، 630ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) فتح مکہ کے موقع پر حضرت ام ہانی ؓ کے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے غسل فرمایا اور ان کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی، یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت ام ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے شوہر کے دو بھائیوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔

حضرت ابوبکرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب کوئی خوشی کا امر پیش آتا تو آپ ﷺ شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں چلے جاتے تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

چاند گرہن اور صلوٰۃ الخسوف سورج گرہن اور صلوٰۃ کسوف

سورج یا چاند گرہن ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ اور اس کے جلال و جبروت کی نشانیوں میں سے ہے جن کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے۔ جب ان کا ظہور ہو تو اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ اللہ ذوالجلال والاکرام کے آگے عاجزی کے ساتھ جھک جائیں اور اس سے رحم و کرم کی بھیک مانگیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ٹھیک اس دن سورج گرہن ہوا جس دن رسول اللہ ﷺ کے صاجزادے (حضرت ابراہیمؓ) کا انتقال ہوا۔ عربوں میں زمانہ جاہلیت میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت پر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے گویا وہ (سورج یا چاند) اس کے ماتم اور سوگ میں چادر اوڑھ لیتا ہے۔ حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے دن سورج کو گرہن لگنے سے تو ہم پرستی اور غلط عقیدے تو تقویت پہنچی اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ گرہن حضرت ابراہیمؓ کی موت کی وجہ سے لگا ہے۔ جب یہ خبریں رسول اللہ ﷺ تک پہنچیں تو آپ نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور " نماز خسوف " پڑھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا! سورج اور چاند کو گرہن کسی بڑے آدمی کی موت سے نہیں لگتا، یہ محض جاہلانہ تو ہم پرستی ہے اور اس کی کوئی اصل یا بنیاد نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ مومن کو چاہیئے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی کوئی نشانی دیکھے تو اللہ سے رجوع کرے اور استغفار اور دعا کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کے زمانۂ مبارک میں سورج گرہن ہوا، چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک منادی والے کو بھیجا کہ وہ منادی کر دے کہ الصلوۃ جامعہ یعنی نماز ہونے والی ہے، جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آگے بڑھے دو رکعت نماز پڑھائی، جن میں چار رکوع اور چار سجدے کئے، جتنے طویل رکوع اور سجدے اس دن " نمازِ خسوف " میں کئے اس سے زیادہ طویل ہم نے کبھی رکوع کیا اور نہ کبھی سجدہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نمازِ خسوف یعنی چاند گرہن کی نماز میں قرأت بآواز بلند پڑھی تھی۔ (بخاری اور مسلم)

چار رکوع اور چار سجدے کا مطلب ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے، لیکن امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک میں دوسری نمازوں کی طرح ایک ہی رکوع کرنا ثابت ہے۔ (مظاہر حق)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سورج اور چاند خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ نہ کسی کے مرنے کی وجہ گرہن ہوتے ہیں اور نہ کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے۔ جب تم یہ دیکھو کہ یہ گرہن میں آگئے ہیں تو خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ جب) سورج گرہن ہوا تو نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوئے کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ پر ایسا خوف طاری تھا جیسے قیامت ہوگئی ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ مسجد تشریف لائے اور طویل قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے اس طرح کبھی بھی (اتنا طویل قیام ورکوع وسجود) کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے نہ تو کسی کے مرنے کے سبب سے ظاہر ہوتی ہیں نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے۔ ہاں۔ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ لہٰذا جب تم ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھو تو اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا ذکر کرنے اور اس سے دعا مانگنے اور استغفار کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں جس دن آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم ؓ کا انتقال ہوا تھا تو اس دن سورج گرہن ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز آٹھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھائی کہ ہر رکعت میں چار رکوع اور دو سجدے کئے، اسی طرح سے حضرت علی ؓ سے بھی منقول ہے۔ (مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے جو نماز پڑھائی اس میں قرأت بآواز بلند نہیں کی۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت قبیصہ ہلالی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ میں اس دن مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اس میں بہت طویل قیام کیا پھر آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اس اثناء میں آفتاب صاف اور روشن ہوگیا تھا، آپ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا! ان نشانیوں کا مقصد ہے کہ لوگوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہو (تاکہ وہ گناہوں سے بچیں)۔ جب تم ایسی نشانیاں دیکھو تو اس طرح نماز پڑھو جیسی نماز تم نے ابھی پڑھی ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

نماز استسقاء

بارش عام انسانوں کے لئے بلکہ حیوانات کے لئے بھی بہت ضرورت کی چیز ہے، اس پر زندگی کا انحصار ہے۔ کسی علاقے میں بارش کا نہ ہونا، قحط ہو جانا اور سوکھا پڑ جانا زراعت اور کھیتی باڑی کے لئے نقصان دہ ہے۔ یہ ایک مصیبت اور عام عذاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پریشانی اور مصیبت سے نجات کے لئے ایک عام نماز کی تعلیم فرمائی ہے جو اجتماعی ہوتی اور اس میں اجتماعی دعا کی جاتی ہے۔ اس کو " صلوٰۃ استسقاء " کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زید ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ بارش کی طلب کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرأت فرمائی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی، آپ ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور قبلہ رخ ہوتے ہوئے اپنی چادر پھیر دی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز استسقاء کے علاوہ کسی موقع پر دعا کے لئے (اتنے بلند) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے لیکن نماز استسقاء کے بعد آپ نے دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کئے ہوئے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے طلب بارش کے لئے دعا مانگی تو اپنے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کر لی۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بارش نہ ہونے اور سوکھا پڑ جانے کی تکلیف بیان کی۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے آبادی سے باہر ایک جگہ جہاں عید کی نماز پڑھی جاتی تھی " صلوٰۃ استسقاء " پڑھنے کا فیصلہ فرمایا۔ لوگوں کو ایک دن متعین کر کے بتایا کہ اس دن سب لوگ آپ ﷺ کے ساتھ چل کر نماز استسقاء پڑھیں۔ متعین دن علی الصبح سورج کے طلوع ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور حکم دیا تھا کہ آپ کا منبر اس دن وہاں جا کر رکھا جائے چنانچہ آپ ﷺ کا منبر وہاں پہنچا دیا گیا۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی ثناء اور کبریائی بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے علاقے میں بارش نہ ہونے اور سوکھا پڑ جانے کی شکایت کی ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنی حاجات میں تم اس سے دعا کرو اور اس کا وعدہ ہے کہ وہ قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا!

ساری حمد و ثناء اللہ رب العالمین کے لئے ہے وہ نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، یوم جزاء کا مالک اور فرمانروا

ہے، اللہ کے سوا کوئی الہ اور معبود نہیں، اس کی یہ شان ہے کہ جو چاہے کر ڈالے۔ اے باری تعالیٰ! تو ہی ایک اللہ ہے تیری سوا کوئی الہ نہیں، تو غنی ہے، اور ہم سب تیرے محتاج ہیں، ہم پر بارش نازل فرما اور جو بارش تو بھیجے اس کو ہمارے لئے تقویت کا ذریعہ اور ایک مدت تک کفالت کا وسیلہ بنا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور بہت دیر تک اسی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے دعائیں کرتے رہے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ اتنے اٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی بغل کے اندرونی حصہ کی سفیدی بھی نظر آنے لگی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کر دیا اور پشت لوگوں کی طرف کر لی اور جو چادر آپ اوڑھے ہوئے تھے اس کو آپ (ﷺ) نے پلٹا اور دعا میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ اب بھی اٹھے ہوئے تھے پھر آپ (ﷺ) نے اپنا رخ لوگوں کی طرف کر لیا اور منبر سے نیچے آکر دو رکعت نماز پڑھائی۔

اللہ کے حکم سے اس وقت ایک بدلی اٹھی جس میں گرج و چمک بھی تھی پھر وہ اللہ کے حکم سے خوب برسی، لوگ بارش سے پناہ لینے کے لئے سائبان اور چھپر کی طرف دوڑے تو آپ ﷺ کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، اور آپ ﷺ نے فرمایا! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قحط سالی ہوتی تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے۔ وہ فرماتے؛ اے اللہ! ہم تیرے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔ اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا سے بارش ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز استسقاء کے لئے چلے تو آپ ﷺ بہت معمولی اور کم حیثیت کا لباس پہنے ہوئے تھے، اور آپ کا انداز خاکساری، مسکینی اور عاجزی کا تھا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

نماز استسقاء بستی اور آبادی کے باہر کھلی جگہ، جنگل یا صحرا میں پڑھنی چاہئے، اس میں اپنی خاکساری اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔

تلاوتِ قرآن مجید

حضرت ابوامامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن (کثرت سے) پڑھا کرو، اس لئے کہ قیامت والے دن یہ پڑھنے والے ساتھیوں کے لئے سفارشی بن کرآئے گا۔ (صحیح مسلم)

اس میں قرآن پاک کی تلاوت اوراس پرعمل کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ عمل کے بغیر محض خوش الحانی سے پڑھ لینے سے اس کا حق ادانہیں ہوتا۔ سفارشی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کوقوت گویائی عطافرمائے گا اوروہ اپنے قاری اورعامل کے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سےسوال کرے گا جسے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے۔

حضرت عثمان بن عفان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جوقرآن سیکھے اوراسے سکھائے۔ (صحیح بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جوشخص قرآن پڑھتا ہے اوروہ قرآن کریم کے پڑھنے میں ماہر ہے تووہ (قیامت والے دن) بزرگ، نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جوشخص اٹک اٹک کے پڑھتا ہے اوراس کے پڑھنے میں اسے مشقت ہوتی ہے اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔ (بخاری و مسلم)

ماہر سے مراد قرآن کریم کا حافظ، تجوید اور حسن صورت سے پڑھنے والا۔ دوسرا وہ شخص ہے جو حافظ نہیں ہے اور تجوید اور حسن صورت سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہے جوقرآن کریم فصاحت اورروانی سےنہیں پڑھ سکتا لیکن اس کے باوجود ذوق وشوق کی وجہ سے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور پڑھنے میں مشقت اٹھاتا ہے۔ اس مشقت کی وجہ سے اسے دوگنا اجر ملے گا۔

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ صرف دوآدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا کیا (یعنی قرآن حفظ کرنے کی توفیق دی) پس وہ اس کے ساتھ رات اوردن قیام کرتا ہے (یعنی اللہ کی عبادت کرتا ہے) اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا ہے اوروہ اسے (اللہ کی راہ میں) دن رات کی گھڑیوں میں خرچ کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کا ایک حرف پڑھا ۔ اس کے لئے ایک ایسی نیکی ہے جودس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں نہیں کہتا کہ **الم** ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے، (یعنی ۳۰ نیکیاں پڑھنے والے کوملیں گی)۔

(جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا! روز قیامت صاحب قرآن (قرآن پڑھنے والے اور حفظ کرنے والے) سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور اس طرح آہستہ آہستہ تلاوت کر جیسے دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا، پس تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی۔
(جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ابن مسعود ؓ! مجھے قرآن کریم کی تلاوت سناؤ۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ قرآن آپ ﷺ پر اترا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے سننا پسند کرتا ہوں۔ پس میں نے ان کے سامنے سورۃ النساء کی تلاوت کی، یہاں تک کہ میں اس آیت تک پہنچ گیا۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلاء شَهِيداً (41)

(سورۃ النساء ۔ ۴۱)

(اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ بنائیں گے۔
ہم آپ ﷺ کو بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا! اب بس کرو۔ جب میں نے مڑ کر آپ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابومسعود بدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے رات کو سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات پڑھیں وہ اس کو کافی ہوجائیں گی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات یاد کرلے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سورۃ الکہف کی آخری دس آیات یاد کرلے۔
(مسلم)

دجال کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا اسے اللہ تعالیٰ بعض خوارق عادت امور پر قدرت دے گا جنہیں دیکھ کر بہت سے کمزور ایمان والے لوگ متزلزل ہوجائیں گے۔ اس لئے یہ فتنہ بہت ہی سخت اور نہایت ہی صبر آزما ہوگا۔ اس لئے ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے اور اور ہمارے پیغمبر نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی امت کو اس فتنہ سے خبردار کیا ہے۔ اس

سے بچنے اور پناہ مانگنے کی تاکید وتلقین فرمائی ہے۔

قرآن مجید انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ انسانیت کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ مشائخ عظام روزآنہ قرآن کریم کی تلاوت کی ہدایت فرماتے ہیں۔ روزآنہ ایک پارہ ہوتو بہت اچھا ہے ورنہ نصف یا پاؤ تو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اگر کوئی قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتا تو اس کو فوراً کسی قاری سے اس کی تلاوت سیکھنی شروع کر دینی چاہیئے۔ اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں تلاوت قرآن کے لئے ضرور وقت نکلنا چاہیئے۔ تلاوت قرآن ہمیشہ باوضو کرنی چاہیئے اور کوشش کی جائے کہ قبلہ رخ بیٹھیں۔ قرآن کریم پڑھنے کے تمام آداب کا خیال رکھنا چاہیئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ (سورۃالمزمل ۔ ۲۰)

قرآن کی تلاوت کرو جس قدر تم سے ہوسکے

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ أُوْلَـئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمن يَكْفُرْ بِهِ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ O

(سورۃالبقرہ ۔ ۱۲۱)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسے) پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے تو یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں اور جو لوگ اس کو نہیں مانتے وہ خسارہ پانے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمام امور کی جڑ ہے اور تلاوت قرآن اور ذکر کو لازم رکھو کیونکہ یہ آسمان میں تمہارے ذکر کا سبب ہے اور زمین میں تمہاری ہدایت کا۔ (جامع الصغیر۔طبرانی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ ان کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کرو۔ (شعب الایمان ۔ بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک لمبی روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کم از کم ایک ماہ میں قرآن ختم

کیا کرو۔ (صحیح بخاری)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلام پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں اور جس نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کو پچاس نیکیاں ملتی ہیں جس نے نماز کے بغیر با وضو پڑھا اس کو پچیس نیکیاں ملتی ہیں اور جس نے نماز کے بغیر بلا وضو زبانی پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے! اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سب کلاموں سے ایسی فضیلت ہے جیسی اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر۔

(جامع ترمذی، سنن بیہقی، درامی)

ایک حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو قرآن پڑھنے پر دس انعامات کی خوشخبری دی۔ فرمایا! اے معاذ! اگر تمہارا ارادہ سعادت مندی کی سی عیش، شہداء کی سی موت، یوم محشر میں نجات، روز قیامت کے خوف سے امن، اندھیرے کے دن نور، گرمی کے دن سایہ، پیاس کے دن سیرابی، (اعمال میں) ہلکا پن کی جگہ وزن داری اور گمراہی کے دن ہدایت کا ہے تو قرآن پڑھتے رہو کیونکہ یہ رحمٰن کا ذکر ہے اور شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور میزان میں وزنی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب '' لالی مصنوعہ '' میں بزاز کی ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کے سرہانے ایک نہایت حسین و جمیل صورت شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے اور جب دفن کرنے کے بعد لوگ واپس لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی سے کر سکیں مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میں کسی حال میں بھی اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ تم سوالات پر معمور ہو تم اپنا کام کرو۔ میں اس وقت تک اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک اسے جنت میں داخل نہ کروالوں۔ اس کے بعد وہ مرنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں وہ قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند آواز میں پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر ہو جا منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے، اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاء اعلیٰ سے اس کے لئے ریشم کے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو خوشبو مشک سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو قرآن سے لاپرواہی برتتے ہیں ان کو جہنم میں گرانے

کا باعث بھی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اوراس کی تلاوت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تین چیزیں حافظہ بڑھاتی ہیں۔

۱۔ مسواک ۲۔ روزہ ۳۔ تلاوت قرآن مجید

حضرت سعید بن سلیمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ وغیرہ۔ (شرح الاحیاء)

آدابِ قرآن:

سب سے پہلے قاری کو باوضو ہونا چاہئے، اس کا انداز غیر مؤدبانہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کھڑا ہو کر پڑھ رہا ہے تو ادب وسکون ضروری ہے۔ اور اگر بیٹھا ہے تو بہتر ہے کہ قبلہ رو ہو۔ اس انداز سے نہ بیٹھے جس سے تکبر ظاہر ہوتا ہو۔ پیر پھیلا کر نہ پڑھے۔ بہتریں صورت یہ ہے کہ قرآن نماز میں قیام کی حالت میں پڑھا جائے۔ لیٹے لیٹے بھی زبانی قرآن پڑھ سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۹۱)

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت:

قرآن کریم اللہ رب العزت کا براہ راست کلام ہے اور اللہ کی بارگاہ سے اترے ہوئے الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اس کلام کی نسبت جس ذات کی طرف ہے وہ حاکموں کا حاکم، بادشاہوں کا بادشاہ اور پوری کائنات کا بلاشرکت غیرے مالک ہے۔ اس کی تلاوت کے وقت وہی آداب ملحوظ ہونے چاہئیں جو کلام اور صاحب کلام کی عظمت اور شان کے مطابق ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم " صفہ " پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا! تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ ہر روز بطحان یا عقیق کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور بغیر قطع رحمی کئے ہوئے لائے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم سب پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر سن لو! تم میں سے جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں کتاب اللہ کی دو آیات کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر اور چار آیات چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ حاصل یہ کہ آیتوں کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ مسلمان جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال سنگترے کی سی ہے کہ اس کی خوشبو بھی بہت لطیف اور اس کا مزہ بھی بہت اچھا اور وہ مسلمان جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس میں خوشبو نہیں ہوتی اور اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے اور وہ منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا، اس کی مثال اندرائن کے پھول کی سی ہے جس میں نہ خوشبو ہے اور اس کا مزہ نہایت تلخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی کلام اللہ کے ذریعہ کتنے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور (خاص طور پر) جگمگاتی ہوئی دو سورتوں کو یعنی سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح ظاہر ہوں گی گویا دو ابر کی ٹکڑیاں ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا پرندوں کی صف بندھی ہوئی دو ٹکڑیاں ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی اور سورۃ البقرہ پڑھو کیونکہ اس کے پڑھنے پر مداومت کے مفہوم و معنی میں غور و فکر اور اس کے احکام میں عمل کرنا برکت ایک نفع عظیم ہے اور اس کا ترک کرنا قیامت کے دن حسرت و ندامت کا باعث ہوگا اور اس کے پڑھنے کی طاقت وہی لوگ نہیں رکھتے جو اہل باطل اور کسل مند ہوتے ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جب حضرت جبرائیل ؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے (یعنی جبرائیل ؑ نے) اوپر کی طرف دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی۔ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھا کے دیکھا اور کہا " یہ آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے آج کے علاوہ یہ کبھی نہیں کھولا گیا ہے " پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا، جبرائیل ؑ نے فرمایا کہ " یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا " پھر اس فرشتے نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ " خوشخبری ہو

کہ آپ ﷺ کو یہ دونور عطا کئے گئے ہیں جو آپ (ﷺ) سے پہلے کسی نبی کو نہیں دئے گئے اور وہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری حصہ ہیں، ان میں سے آپ (ﷺ) کی طرف پڑھے گئے ایک ایک حرف کے عوض آپ (ﷺ) کو ثواب (نور) ملے گا یا آپ (ﷺ) کی دعا قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کا دل قرآن سے خالی ہوتو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (ترمذی، دارمی)

قرآن کریم یا اس کی کوئی آیت یاد کر کے بھلا دینا:

ترمذی اور نسائی نے حضرت انس ؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے سامنے میری امت کا اجر وثواب پیش کیا گیا حتیٰ کہ وہ تنکا بھی جو انسان مسجد سے نکال کر پھینکتا ہے۔ اسی طرح میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو مجھے اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ انسان کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت سکھائی گئی ہو اور پھر اس نے اسے بھلا دیا ہو۔

ابوداؤد نے حضرت سعد بن عبادہ ؓ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص قرآن کریم پڑھتا ہو اور پھر اسے بھلا دیتا ہو، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوگا۔

یہ اس صورت میں ہے جب کہ انسان نے محض سستی اور غفلت کی وجہ سے قرآن بھلا دیا ہو۔ اگر کسی انسان کی یادداشت کسی بیماری کی وجہ سے چلی گئی ہو تو وہ شخص گناہ گار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مجبور ہے اس میں اس کا خود کوئی اختیار نہیں ہے۔

قرآن میں تدبر کی اہلیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ اخْتِلاَفاً كَثِيراً O

(سورۃ النساء ۔ ۸۲)

کیا یہ قرآن پر غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت اختلاف پاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قرآن میں تدبر کرنے کی دعوت دے رہا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم وفہم عطا فرمایا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی فہم اور استعداد کے مطابق تدبر کر سکتا ہے اور اگر جہاں کہیں کچھ سمجھ میں نہ آئے یا کوئی شک پیدا ہو تو اہل علم سے رجوع کرے۔ اہل علم کے درجات مختلف ہیں اور تدبر کی صورتیں بھی مختلف ہیں، معنی میں تدبر، حقائق و معرفت کی تلاش، احکام ومسائل کی فصاحت وبلاغت کی گہرائی میں اترنا، بیان واسلوب کو دیکھنا، یہ سب تدبر میں آتا ہے۔

تدبر کا یہ مطلب نہیں کہ ذرا سی عربی اور اردو پڑھے ہوئے لوگ جنہیں نہ صیغوں کی پہچان ہے، نہ علم صرف ونحو کا علم ہے، نہ اعراب لگانے کی وجہ کا پتہ ہے، نہ مشتق ومشتق منہٗ کی خبر، نہ حروف اصلیہ اور زائدہ کا علم ہو، ان جیسے لوگ قرآن پر تدبر کرنے لگیں اور اپنے آپ کو علماء کے برابر سمجھ کر جو اپنی سمجھ میں آئے اسی کو قرآن کا مطلب بتانے لگیں اگر ایسا ہو تو یہ ان کی جہالت ہوگی۔

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پر مولویوں کی ہی اجارہ داری کیوں ہے ہم اہل فہم ہیں اور اہل علم ہیں ہم بھی قرآن کا مطلب بتا دیتے ہیں، ان میں سے بعض جاہلوں نے درمیان میں سے رسول اللہ ﷺ کو ہی نکال دیا ہے اور کہتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس بھیجا ہے ہم خود اس کو زمانے کے حالات کے مطابق سمجھ لیں گے اس میں رسول اللہ ﷺ کے بیان کی ضرورت نہیں۔ (العیاذ اللہ)

رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا کلام (قرآن کریم) ہم تک پہنچانے کی ذمہ داری دی گئی تھی وہ انہوں نے بحسن خوبی ادا کر دی۔ جو قرآن لانے والے سے قرآن نہیں سمجھے گا اور قرآن لانے والے کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کو درمیان سے نکال دے گا وہ تفسیر بالرائے کرے گا۔ تفسیر بالرائے گمراہی ہے۔ بہت سے لوگ علم کے بغیر قرآن کی تفسیر بیان کرنے اور لکھنے بیٹھ جاتے ہیں وہ خود تو گمراہ ہوتے ہی ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ اور حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور ٹھیک کہا تب بھی اس نے غلط کام کیا۔ (رواۃ ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا ممنوع ہے، اگر کوئی بات ٹھیک بھی کہہ دی تب بھی خطا کی کیونکہ جو منصب اس کا نہیں تھا اس نے اسے اختیار کرلیا۔ جب قرآن میں تدبر کریں تو پہلے تدبر کے قابل بنیں۔

رہی یہ بات کہ قرآن پر مولویوں کی اجارہ داری کیوں ہے تو یہ جاہلانہ سوال ہے۔ جب علاج کرنے پر ڈاکٹروں کا قبضہ ہے، قانون سازی پر قانون دانوں کا قبضہ ہے، انجینئرنگ کے کاموں پر انجینئروں کا قبضہ ہے، تو قرآن کے معانی اور مفہوم بتانے کے لئے قرآن کے عالم کا قبضہ کیوں نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن حکیم کو تو آسان کردیا ہے پھر اس کا تدبر اور سمجھنا آسان کیوں نہیں ہے۔ اس وسوسے کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قرآن آسان ہے مگر اصول وقواعد کے ساتھ آسان ہے۔ کوئی بھی آسان چیز اپنے اصول وقواعد کے بغیر آسان نہیں ہوتی۔ قرآن آسان ہے مگر عربی میں ہے اور عربی سمجھنے کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے اس کے بغیر قرآن کو سمجھنے کا ارادہ کرنا ایسا ہے جیسے ایک ماہر انجینئر کسی کے کا دل کا آپریشن کردے۔ قرآن مجید کے اوامر ونواہی کا سمجھ لینا اور حرام حلال جان لینا تو اس قدر آسان ہے کہ جس نے قرآن نہیں بھی پڑھا ہوا اور اس کے سامنے بیان کردئے جائیں تو وہ بھی سمجھ لے گا۔ لیکن اول سے آخر تک پورے قرآن مجید کی تفسیر جاننا اور اس کے معارف اور مسائل کا استخراج کرنا، مجمل ومبہم کا تعین کرنا، مشترک الفاظ کے معنی میں سے کسی ایک کو سیاق وسباق کے مطابق طے کرنا اس کے لئے متعلقہ تمام علوم کا ماہر ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس زمانے کے جہلاء اپنی طرف سے قرآن کا مطلب بتانے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے اور جن کی عمریں قرآن فہمی میں ختم ہوگئیں وہ لب کھولتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کسی نے ایک آیت کی تفسیر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو پوچھنے والے نے کہا کے آپؓ اس کی تفسیر نہیں جانتے۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی طرف سے کوئی بات کہہ دوں تو کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں کتاب کے بارے میں وہ بات کہہ دوں جس کا مجھے علم نہیں۔

سنتوں کی فضیلت

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى (3)إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (4)

وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، یہ تو وحی ہے جو ان کے اوپر اتاری گئی ہے۔

(سورۃ النجم:۳،۴)

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (31) (سورۃ آل عمران۔۳۱)

اور کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ تم کو بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً (21) (سورۃ الاحزاب۔۲۱)

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ایک نمونہ ہے، (اس کے لئے) جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفاً خَبِيراً (34)

اور تم اللہ کی ان آیات اور حکمتوں کو یاد رکھو جو تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں، یقیناً اللہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔ (سورۃ الاحزاب۔۳۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ

خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیْلاً (59)

(سورۃ النساء۔ ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور اس کو انجام اچھا ہے۔

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُونَ حَتَّیَ یُحَکِّمُوکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُواْ فِیْ أَنفُسِھِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواْ تَسْلِیْماً(65)

(سورۃ النساء۔ ۶۵)

اور پھر آپ (ﷺ) کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑے میں آپ (ﷺ) کو منصف نہ بنا لیں۔ پھر جو فیصلہ آپ (ﷺ) کر دیں اس سے کسی طرح اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے قبول کر لیں۔

مَّنْ یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّہَ وَمَن تَوَلَّی فَمَا أَرْسَلْنَاکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظاً (80)

جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ (ﷺ) کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(سورۃ النساء ۔ ۸۰)

وَکَذَلِکَ أَوْحَیْنَا إِلَیْکَ رُوحاً مِّنْ أَمْرِنَا مَا کُنتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتَابُ وَلَا الْإِیْمَانُ وَلَکِن جَعَلْنَاہُ نُوراً نَّھْدِیْ بِہِ مَنْ نَّشَاء مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّکَ لَتَھْدِیْ إِلَی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (52) (سورۃ الشوریٰ۔۵۲)

اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک فرشتے کے ذریعہ آپ (ﷺ) کی طرف وحی کی ہے، اس سے پہلے آپ (ﷺ) یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ ہم بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ راست دکھا دیتے ہیں اور بیشک آپ (ﷺ) سیدھے راستے کہ طرف راہ نمائی کر رہے ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (51) وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (52) (سورۃ النور۔۵۲،۵۱)

مومنوں کی یہی تو بات تھی کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف اس لئے بلایا گیا کہ وہ (رسول اللہ ﷺ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سی بچتا ہے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاء الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاء بَعْضِكُم بَعْضاً قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذاً فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (63) (سورۃ النور۔۶۳)

تم رسول (ﷺ) کو بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت آجائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب پہنچے۔

لِلْفُقَرَاء الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ

وَرِضْوَاناً وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (8)

وہ مال (فے) ان مساکین مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔
(سورۃ الحشر۔۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو باتیں میں تمہیں بیان کرنے سے چھوڑ دوں تم مجھے اس حال پر چھوڑ دو (یعنی ان کے بارے میں کرید کرید کر مت پوچھو) اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا کہ وہ کثرت سے سوال کرتے تھے اور اپنے پیغمبر سے اختلاف کرتے تھے۔ اس لئے جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم اس سے اجتناب کرو اور جب تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے اپنی طاقت کے مطابق بجالاؤ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ نہایت مؤثر وعظ ارشاد فرمایا جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو گویا آخری الوداع کہنے کا وعظ ہے، پس آپ ﷺ ہمیں وصیت فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی اور سمع و طاعت (یعنی امیر کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر چہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر ہو جائے (تو یاد رکھو) تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، دین میں نئے نئے کام (بدعات) ایجاد کرنے سے بچنا اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث میں تقویٰ اور اطاعت امیر اختیار کرنے کے علاوہ سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کے اتباع کی تاکید اور بدعات سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ یہ امت اختلافات کا شکار ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی صحیح راستے کی نشاندھی بھی فرما دی کہ سنتِ رسول ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کو مضبوطی سے تھام لیا جائے۔ یہ اختلافات میں حق کو پہچاننے کی اس کسوٹی اور معیار قائم کر دیا گیا ہے۔ کاش مسلمان اس معیار کو معیار حق تسلیم کر لیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت سب کی سب جنت میں جائے گی سوائے ان افراد کے جو انکار کردیں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! (جنت میں جانے سے) انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے میرے اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے) انکار کردیا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے بگڑنے کے وقت جس شخص نے میری سنت کو دلیل بنایا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

سنت پر عمل کرنا اگرچہ وہ معمولی درجہ کی ہو بدعت پیدا کرنے اور بدعت پر عمل کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ سنت کی اتباع و پیروی سے انسان کی باطنی قوت میں اضافہ ہوتا ہے جس کے نور سے قلب و دماغ روشن ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف بدعت گمراہی اور ظلمت کا سبب ہے۔ مثلاً بیت الخلاء میں سنت وشرع کی مطابق جانا، مدرسے وسرائیں بنانے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ان آداب کی رعایت کرتا ہوا بیت الخلاء جاتا ہے جو حدیث میں منقول ہیں تو وہ سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا۔ اس لئے اس معمولی سی سنت پر عمل کرنے والا، آداب سنت کا خیال کرنے والا اور سنت کی پیروی کرنے والا قرب الٰہی اور مقام عروج کی طرف ترقی کرتا ہے لیکن سنت ترک کرنے والا بلند مقام سے نیچے گر جاتا ہے۔ وہ ایسی چیز جو افضل و اعلیٰ ہوتی ہے انہیں ترک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک مقام آتا ہے کہ اس کے قلب پر مہر لگادی جاتی ہے اور اس کا قلب سخت ہوجاتا ہے اور اس کی سمجھ میں حق بات نہیں آتی۔

مساجد اور مقامات نماز

اسلامی شریعت میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے، نماز کے عظیم اور بہت وسیع مقاصد ہیں، اس لئے ان کی تحصیل و تکمیل کے لئے نماز کا اجتماعی نظام ہونا اشد ضروری ہے۔ اسلام میں اس اہم ضرورت کے لئے اور اجتماعی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے مساجد بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کی دینی و معاشرتی زندگی، تنظیم، تربیت اور حفاظت میں مساجد اور جماعت کا بہت بڑا کردار ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ نماز کرنے کی بیحد تاکید کی ہے اور جماعت کے ترک کرنے کے بارے میں وعیدیں سنائی ہیں۔ مساجد کو اللہ کا گھر فرمایا ہے، خانہ کعبہ سے دور اس کا متبادل قرار دیا ہے۔ مساجد کہیں بھی ہوں اور کیسی ہی خستہ حال ہوں لیکن اس کی عظمت اور کرامت دوسری تمام جگہوں سے بڑھ کر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مساجد کے آداب اور اس کے حقوق کی بھی تعلیم فرمائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہروں میں محبوب اور پسندیدہ مقامات مساجد ہیں اور بدترین و ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کے چاروں کونوں پر جا کر دعا کی اور بغیر نماز پڑھے باہر نکل آئے پھر باہر آ کر کعبہ کے سامنے آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہی قبلہ ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن رسول اللہ ﷺ، اسامہ بن زید ؓ، عثمان بن طلحہ ؓ، بلال بن رباح ؓ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ حضرت بلال نے اندر سے دروازہ بند کرلیا آنحضرت ﷺ تھوڑی دیر تک اندر دعا میں مشغول رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بلال ؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اندر کیا کر رہے تھے؟ حضرت بلال ؓ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، ایک ستون آپ کے بائیں طرف تھا اور دو ستون آپ کے دائیں طرف تھے اور تین پیچھے تھے (ان دنوں خانہ کعبہ میں چھ ستون تھے اب تین ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری اس مسجد (مسجد نبوی ﷺ) میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین مساجد مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے علاوہ کسی دوسری جگہ کے لئے سفر نہ کرو (زیارت کے لئے)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسجد نبوی کے بارے میں) فرمایا! میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر کے اوپر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عثمان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم سے پہلی امتوں کے لوگوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ خبردار! تم لوگ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم کچھ نمازیں اپنے گھر میں بھی پڑھ لیا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص میری مسجد میں اس غرض سے آئے کہ نیک کام سیکھے اور سکھائے تو اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا سا مرتبہ پایا۔ اور جو اس غرض سے نہ آئے (یعنی دنیاوی مقاصد سے آئے) تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو دوسروں کے اسباب کو حسرت سے دیکھتا ہے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص بدبودار درخت (یعنی کچی پیاز، لہسن یا کوئی اور چیز جس میں سے بری مہک اٹھتی ہو) میں سے کچھ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ جس بدبو سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو بندہ جس وقت بھی صبح کو یا شام کو اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کراتا ہے، وہ جتنی دفعہ بھی صبح یا شام کو جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عثمان بن مظعون ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور مجھے رہبانیت کی اجازت دے دیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میری امت کی رہبانیت نماز کے انتظار میں مساجد میں بیٹھنا ہے۔ (شرح السنہ)

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے جو بندے اندھیروں میں مسجد جاتے ہیں، ان کو بشارت سناؤ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو نور کامل عطا ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

جماعت کی فضیلت

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں کثرت سے صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ نماز کی تکمیل کے لئے جماعت اعلیٰ درجہ کی شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی جماعت ترک نہیں کی۔ حتیٰ کے حالت مرض میں دو آدمیوں کے سہارے سے چل کر آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور جماعت میں شریک ہوئے۔ نماز با جماعت کا یہ نظام امت اسلامیہ کے افراد کی تربیت اور تعلیم کا اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایک ایسا مضبوط اور جامع نظام ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ باجماعت نماز کی وجہ سے مسجد میں عبادت، توجہ الیٰ اللہ اور دعوت صالحہ کی جو فضا قائم ہوتی ہے ان کا دلوں پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور مسلمانوں کے قلوب اللہ کی رحمت اور انوارات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرشتوں کے ذریعہ ان پر نور کی بارش ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ جماعت سنتِ مؤکدہ ہے جو واجب کے قریب ہے۔ حضرت ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ اکثر مشائخ کا مسلک یہ ہے کہ جماعت سے نماز واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جماعت کی نماز میں تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! منافق پر کوئی نماز بھی فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہوتی، اگر وہ جانتے کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے اور کیا برکتیں ہیں تو ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ کسی خادم کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کے لئے اذان کا حکم دوں اور جب اذان ہو جائے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے کسی شخص کو مامور کروں اور پھر ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو بغیر عذر کے نماز کے لئے جماعت میں نہیں آتے) اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ گوشت کی فربہ ہڈی بلکہ گائے یا بکری کے دو اچھے کھر مل جائیں گے تو عشاء کی نماز میں حاضر ہو جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب نماز کھڑی ہو جائے (یعنی فرض نماز کی تکبیر کہہ دی جائے) تو فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے

کوئی عورت (فرض نماز پڑھنے کے لئے) مسجد جائے تو خوشبو نہ لگائے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکو، نماز پڑھنے کے لئے ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عورت کا گھر کے اندر نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں نماز پڑھنا مکان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کے قریب (یعنی دوسری صف) کی صف کو پورا کرو، اگر کمی رہی تو سب سے پچھلی صف میں ہونے چاہئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صفوں کے دائیں طرف والے لوگوں پر (زیادہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی بستی میں تین آدمی ہوں اور وہ نماز با جماعت نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان یقیناً قابو پالے گا۔ لہٰذا تم جماعت کی پابندی کو لازم کرلو کیونکہ بھیڑیا اسی بھیڑ کو اپنا لقمہ بناتا ہے جو گلے سے الگ دور ہوتی ہے۔ (مسند احمد، ابودوؤد، نسائی)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص چالیس دن تک ہر نماز جماعت کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اس کے لئے دو برأتیں لکھ دی جاتی ہیں، ایک آتش دوزخ سے برأت اور دوسری نفاق سے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر وہ مسجد کی طرف گیا، وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں اور جماعت ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو ان لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو جماعت میں شریک ہوئے تھے اور جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی تھی اور یہ چیز ان لوگوں کے اجر و ثواب میں کسی کمی کا باعث نہیں ہوگی۔ (ابوداؤد، نسائی)

امامت

شریعت میں نماز کی امامت بڑا اہم اور عظیم الشان کام ہے۔ امام تمام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ امام مقرر کرنے کے سلسلہ میں شریعت نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ یہ اہم و عظیم الشان کام کون کرسکتا ہے۔ اگر کئی لوگ امامت کرانے کے لائق ہوں تو مقتدیوں کی کثرت جس کو منتخب کرے اسی امام بنایا جائے۔ نا اہل شخص کو امام بنانے سے پرہیز کیا جائے چاہے وہ کتنے دنیاوی مرتبے کا حامل شخص ہو۔

امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے مسائل جانتا ہو اور بظاہر فاسق نہ ہو۔ اس کو نماز میں پڑھنے لائق قرآن مجید زبانی یاد ہو۔ امام کو اچھا قاری ہونا چاہئے اور لوگوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اس شخص کو امام بنانا چاہئے جو علم اور عمر میں زیادہ ہو۔ امام کو مقتدیوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے۔ امام پرہیزکار ہونا چاہئے، کھلے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو نماز کا امام نہیں بنانا چاہئے۔ امام کا لباس اور صورت و شکل سنتِ رسول کے مطابق ہونی چاہئے۔ مقیم لوگوں کی موجودگی میں مسافر کو امام نہ بنایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں امام سے پہلے ارکان ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قوم کی امامت وہ شخص کرے جو نماز کے احکامات اور مسائل کے جاننے کے ساتھ قرآن مجید سب سے اچھا پڑھتا ہو، اگر قرآن مجید اچھا پڑھنے میں سب برابر ہوں تو جو سنت کا علم سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن مجید اچھا پڑھنے میں اور سنت کا علم جاننے میں سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت (گناہوں اور برائیوں سے توبہ کرنے والا) کر کے آیا ہو۔ اگر سب علم، سنت اور ہجرت میں برابر ہوں تو جو شخص ان میں عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔ دوسرے کے علاقے میں بغیر اجازت کوئی امامت نہ کرے۔ کسی کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (مسلم)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین چیزیں ایسی ہیں جن کا کرنا کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ اول یہ کہ کوئی شخص کسی جماعت کا امام بنے تو اس کا صرف اپنے لئے دعا کرنا منع ہے (سب کے لئے دعا کرے) اگر کسی نے ایسا کیا تو اس نے خیانت کی۔ دوم یہ کی کسی کے گھر میں اجازت حاصل کئے بغیر نظر نہ ڈالے اگر کسی نے ایسا کیا تو اس نے ان گھر والوں کے ساتھ خیانت کی، تیسرے یہ کہ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے جب پیشاب یا پاخانہ روکے ہوئے ہو یہاں تک کہ وہ ہلکا ہو جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! امام کو بیچ میں رکھو (یعنی صف اس طرح ہو کہ امام کے دائیں بائیں لوگ ہوں اور صف میں خلا نہ ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے جو لوگ بہتر ہیں انہیں اذان دینی چاہئے اور تم میں جو لوگ خوب تعلیم یافتہ (دینی تعلیم) ہیں انہیں امامت کروانی چاہئے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہلکی اور کامل نماز کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جب آپ ﷺ نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس اندیشہ سے کہ اس کی ماں کہیں فکرمند نہ ہو جائے نماز کو ہلکا کر دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص امام سے پہلے رکوع وسجود سے سر اٹھاتا ہے، وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا کر دے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں کوئی شخص (جماعت میں شریک ہونے آئے) نماز میں آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو جو کچھ امام کر رہا ہے وہی اسے کرنا چاہئے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں جو لوگ اچھے اور بہتر ہوں ان کو امام بناؤ کیونکہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارا نمائندہ ہوتا ہے۔ (دار قطنی، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص جماعت کی امامت کرے اس کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور یقین رکھے کہ وہ مقتدیوں کی نماز کا بھی ضامن ہے، اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر اس نے اچھی نماز پڑھائی تو پیچھے نماز پڑھنے والے سب مقتدیوں کی نماز کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے اور نماز میں جو نقص اور قصور ہو گا اس کا بوجھ تنہا امام پر ہو گا۔

(معجم اوسط للطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو اسے چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی، اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو وہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجنے کا حکم

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود وسلام بھیجنے سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ☆

(سورۃ الاحزاب ۔ ۵٦)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں،

اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اس آیت کا اصل مقصد مسلمانوں کو یہ حکم دینا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر اور بیان میں طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور فرشتوں کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ بھیجنے کا ذکر فرمایا ہے اس کے بعد عام مومنین کو اس کا حکم دیا گیا ہے جس میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرف اور عظمت کو مزید بلند فرمادیا کہ جو حکم رسول اللہ (ﷺ) پر درود بھیجنے کا مسلمانوں کو دیا جارہا ہے وہ کام اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے مقدس فرشتے بھی انجام دیتے ہیں۔ عام مومنین پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بے شمار احسانات ہیں اس لئے ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمان کی ایک بڑی فضلیت یہ ثابت ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمایا ہے جو کام اللہ تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔ (انوارالبیان)

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ درود شریف پڑھنا ہر مومن پر واجب ہے خواہ زندگی میں ایک بار ہی پڑھے۔ امام طحاویؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے نماز میں التحیات کے بعد درود شریف کا پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔ اس بات پر علمائے امت کا اجماع ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک سنا یا پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ (تفسیر مظہری)

اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جتنی مرتبہ بھی رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا سنا جائے ہر بار ان پر درود بھیجا جائے۔ جس طرح پوری زندگی میں ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا فرض ہے اس طرح پوری زندگی میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا بھی فرض اس کے بغیر وہ شخص مسلمان

نہیں کھلایا جائے گا۔ کوئی بھی جتنا زیادہ درود پڑھے گا اس کو اتنا زیادہ اجر وثواب ملے گا جس کی کوئی انتہا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے لئے نہ کوئی خاص وقت مقرر ہے نہ جگہ، ہاں ناپاک جگہ اور ناپاکی کے دوران پرہیز کیا جائے یہ ادب کا تقاضہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن میرے سب سے زیارہ قریب وہ شخص ہوگا جو لوگوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے جو زمین پر سیاحت کرنے والے ہیں میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ (سنن النسائی، دارمی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ میں لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنے گھروں کو قبروں کی طرح نہ رکھو اور میری قبر پر عید (کی طرح میلہ) نہ مقرر کرو۔ تم مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ (نسائی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس پر اللہ اور اس کے فرشتے ستر (۷۰) مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں۔ (مسند احمد)

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دعا اس وقت تک آسمانوں اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی جب تک تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود نہ بھیج دو۔ (ترمذی)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ ☆

نبی کریم ﷺ کے امت پر اس قدر احسانات ہیں جن کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کئے بغیر کوئی مومن کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک اور ہمارا پروردگار ہے اس کا حق ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور اس کی حمد و تسبیح کریں۔ اسی طرح اس کے پیغمبر کا حق ہے کہ ہم ان پر درود و سلام بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے رحمت، الفت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا و درخواست کریں۔ درود شریف کا مطلب یہی ہے۔ درود شریف پڑھنے میں نبی کریم ﷺ کی امتی کی طرف سے عقیدت و محبت، وفاداری، ہدیہ، اور شکریہ کے جذبات کا اظہار ہے۔ ان کو ہماری دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس عمل سے ہمارے قرب کا احساس پیدا ہوتا ہے اور ان سے نسبت قائم ہو جاتی ہے۔

اس محبت کا تقاضہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھا جائے۔ مشائخ عظام صبح شام سو سو دفعہ درود شریف پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ انتہائی محبت اور شوق سے درود شریف پڑھے اور یہ تصور کرے کہ میں یہ تحفہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں تو اس کو بہتر سے بہتر طریقہ اور سلیقہ سے پیش کروں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمتیں بھیجتا ہے۔ (رواۃ مسلم و ابوداؤد)

علامہ سخاوی ؒ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوں گے ایک جو مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے، دوسرے جو میری سنت کو زندہ کرے اور تیسرے جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔

امام مستغفری ؒ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی تیس دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

حاکم نے کعب بن عجزہ ؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو منبر کے قریب جمع ہونے کا حکم دیا۔ حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا! آمین۔ پھر دوسری اور تیسری سیڑھی پر بھی آمین کہا۔ آپ ﷺ اپنی بات کر کے جب نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا!

یا رسول اللہ (ﷺ)! آج ہم نے آپ ؐ سے وہ بات سنی جو اب سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! میرے پاس جبریل ؑ آئے تھے اور انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جو ماہ رمضان پائے اور وہ اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ اس پر میں نے آمین کہا۔ جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت

سے دور ہو جس کے سامنے آپ (ﷺ) کا ذکر آئے اور وہ آپ (ﷺ) پر درود نہ پڑھے۔ تو میں نے اس پر بھی آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پائے اور پھر بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے تو میں نے اس پر بھی آمین کہا۔ (ترمذی)

طبرانی نے حضرت حسین بن علیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور اس نے مجھ پر درود بھیجنے میں خطا کی وہ جنت کے راستے میں خطا کا شکار ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (مسند احمد)

حضرت کعب بن عجزہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح صلوٰۃ وسلام عرض کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہا کرو!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

اے اللہ اپنی خاص عنایت ورحمت فرما حضرت محمد (ﷺ) پر اور حضرت محمد (ﷺ) کے گھر والوں پر جیسا کہ تو نے رحمت وعنایت فرمائی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ان کے گھر والوں پر، تو حمد وستائش کے لائق ہے اور عظمت اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد (ﷺ) پر اور حضرت محمد (ﷺ) کے گھر والوں پر جیسا کہ تو نے خالص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے گھر والوں پر، تو حمد وثناء کے لائق ہے اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ذلت، حقارت اور بخل بلکہ سب سے زیادہ بخیل ہونے کا ذکر کرنا یہ سب چیزیں انتہائی شدید وعید میں شامل ہیں۔ چاروں فقہ کے اماموں کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب بھی ان کا تذکرہ کیا جائے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

درود شریف پڑھنے کے فوائد:

۱۔ گناہوں کا کفارہ ہونا

۲۔ درجات کی بلندی

۳۔ اعمال کا میزان میں وزنی ہونا

۴۔ اس کا ثواب غلام آزاد کرنے سے زیادہ ہونا

۵۔ خطرات سے نجات ملنا

۶۔ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کا نصیب ہونا

۷۔ نبی کریم ﷺ کا گواہ بننا

۸۔ عرش کا سایہ ملنا

۹۔ حوض کوثر پر حاضری ہونا

۱۰۔ قیامت کے دن پیاس کا بجھنا

۱۱۔ پل صراط سے سہولت سے گزر جانا

۱۲۔ جہنم سے نجات

۱۳۔ مرنے سے پہلے جنت میں ٹھکانا دیکھ لینا

۱۴۔ ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا

۱۵۔ صدقہ کا بدل ہونا

۱۶۔ مال میں برکت ہونا

۱۷۔ درود کا نفع اولاد تک پہنچنا

۱۸۔ دشمنوں پر غلبہ ہونا

۱۹۔ نفاق سے بری ہونا

۲۰۔ دلوں کا زنگ دور ہونا

۲۱۔ لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونا

۲۲۔ دنیاوآخرت کے سارے کاموں کی کفایت ہونا

۲۳۔ خواب میں حضورپُرنور ﷺ کا دیدارنصیب ہونا

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

زکوۃ کی فرضیت

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاکُم مِّن قَبْلِ أَن یَأْتِیَ یَوْمٌ لاَّ بَیْعٌ فِیْهِ وَلاَ خُلَّةٌ وَلاَ شَفَاعَةٌ وَالْکَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (254)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۵۴)

اے ایمان والو! جو مال ومتاع ہم نے تم کو بخشا ہے تم اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، قبل اس کے کہ قیامت کا وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہو سکے گی اور نہ کسی کی دنیوی دوستی کام آسکے گی، اور نہ کوئی سفارش کام آئے گی، اور نہ ماننے والے ہی اصلی ظالم ہیں۔

زکوۃ کی فرضیت کے مختلف اقوال ہیں کہ کب فرض ہوئی لیکن یہ ثابت ہے کہ صدقہ الفطر زکوۃ کی فرضیت سے پہلے واجب ہوا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ زکوۃ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد فرض ہوئی لہٰذا ثابت ہوا کہ زکوۃ کی فرضیت 2ھ ہجری میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد ہوئی ہے۔ (فتح الباری)

قرآن مجید میں زکوٰۃ کا ذکر بتیس (۳۲) دفعہ آیا ہے (بعض روایات میں ہے کہ ستر سے زیادہ مرتبہ اقامت الصلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے)۔ نماز کی اہمیت اور تاکید کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی بھی اسی طرح سے تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو دنیاوہ اوراخروی اجروثواب اور سعادت کے وعدے فرمائے ہیں اور اس کے نہ ادا کرنے والوں کو سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے والوں کے خلاف حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جہاد کیا تھا۔

بغیر زکوۃ ادا کئے مال جمع کرنے والوں کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان بتاتے ہیں کہ تمہارا خزانہ قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت میں ہوگا، مالک اس سے بھاگے گا اور وہ اسے ڈھونڈتا پھرے گا یہاں تک کہ وہ سانپ مالک کو پا جائے گا اور اس کی انگلیوں کو لقمہ بنائے گا۔ (مسند احمدؒ)

"**زکوٰۃ**" کے لفظی معنی طہارت و برکت اور بڑھانے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں اپنے مال کی مقدار متعین کر کے اس حصہ کا جو شریعت نے مقرر کیا ہے غرباء اور مساکین کو دینا (مالک بنانا) مال کے باقی ماندہ حصہ کو پاک کر دیتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت فرمائی جاتی ہے اور اس کا وہ مال نہ صرف دنیا میں بڑھتا اور زیادہ ہوتا ہے بلکہ اخروی زندگی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں اضافہ کرتا ہے اور اس کے مالک کو گناہوں اور دیگر بری خصلتوں سے پاک کر دیتا ہے۔ اس لئے اس فعل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کو صدقہ بھی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ فعل اپنے مال کا ایک حصہ نکالنے والوں کے ایمان کی صداقت اور اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِينَ (43)

(سورۃ البقرہ۔۴۳)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاء وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (5)

(سورۃ البینۃ۔۵)

انہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے اس کی طرف یکسو ہو کر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلاَتَكَ سَكَنٌ

لَّهُمْ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (103)

(سورۃ التوبہ۔۱۰۳)

ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کریں، انہیں پاک کریں اوراس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کریں۔ ان کے حق میں دعائے خیر کریں کہ تمہاری دعا ان کے موجب تسکین ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لئے، مگر اسلام کے حق کی وجہ سے ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ دولت قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسی زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گی جس کے انتہائی زہریلے پن سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں، اوراس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں (جس میں یہ دو باتیں پائی جائیں وہ انتہائی زہریلا سانپ ہوتا ہے)، پھر وہ سانپ اس زکوٰۃ نہ دینے والے کے گلے میں طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اوراس سے کہے گا، میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔

یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری)

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ(180) (سورۃ آل عمران۔۱۸۰)

اور جو لوگ مال میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے بخل کرتے ہی وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں، بلکہ یہ ان کے لئے برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں اور زمین کا مالک اللہ ہی ہے، جو عمل تم کرتے ہو وہ اللہ کو معلوم ہے۔

زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے:

زکوٰۃ ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے جو اپنے مال میں حد نصاب پر پہنچتا ہے۔ نذر، کفارہ، فطرہ اور ان جیسے دوسرے عمل (صدقات وغیرہ) زکوٰۃ کے زمرے میں نہیں آتے ان کے ادا کرنے سے ثواب تو ملتا ہے لیکن زکوٰۃ کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں شرط یہ ہے کہ اس کی ادائیگی کے وقت دینے والے کی نیت زکوٰۃ ادا کرنے کی ہو، لینے والے کو بتانا ضروری نہیں۔ اگر غیر حقدار کو زکوۃ دی تو وہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو (امیر یا قاضی بنا کر) یمن بھیجا تو ان سے فرمایا! تم اہل کتاب میں سے ایک قوم (یہود و نصاریٰ) کے پاس جا رہے ہو لہٰذا پہلے تو تم انہیں اس بات کی گواہی کی دعوت دینا کہ

" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں "

اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو پھر تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو پھر تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے (یعنی ان لوگوں سے جو صاحب نصاب ہوں) لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو پھر تم ان سے ان کا اچھا مال لینے سے پرہیز کرنا۔ (بخاری و مسلم)

روزہ اور رمضان المبارک

صوم کے معنی صیام کے ہیں، شرعی اصطلاح میں ان الفاظ کا مفہوم ہے " فجر سے غروب آفتاب تک روزے کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے حصے میں کہ وہ " اندر " کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل ہونے سے رو کے رہنا روزہ کہلاتا ہے۔ نیز مسلمان مرد کا حدث اکبر اور خواتین کا حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے"۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں اس میں روزے کا تیسرا نمبر ہے، گویا یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ علماء کرام نے اس اہم رکن کی اہمیت، تاکید اور فضیلت کا ذکر بڑی تفصیل کے کر دیا ہے۔ روزے کا انکار کرنے والا کافر ہے اور اور بلا عذر رمضان کے روزے نہ رکھنے والا فاسق اور شدید گناہ گار ہے۔ روزے میں آنکھ کی حفاظت اور زبان سے فضول گوئی اور غصہ کی خاص ممانعت ہے۔

روزے کی فرضیت:

انصار و مہاجرین میں مواخات کے بعد تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد روزے کی فرضیت کا حکم آیا، اس کے بعد صدقہ الفطر واجب ہوا اور اس کے بعد زکوۃ فرض ہوئی۔

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مدینہ تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر ماہ تین روزے اور یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر روزے فرض کئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (183)أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (184)شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ

الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (185)

(سورۃ البقرہ: ۱۸۳۔۱۸۵)

اے ایمان والو! تم پر روزے اس طرح فرض کردئے گئے ہیں جیسے پہلے لوگوں پر کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کو شمار کر کے پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (اور روزہ نہیں رکھ سکیں) تو وہ روزے کے بدلے محتاج ہو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے، اگر تم سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (روزوں کے لئے) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کو راہنما ہے اور اس میں ہدایت کی کھلی نشانی ہے جو (حق و باطل) کو الگ الگ کردینے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو اس کو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں رکھ کر اس کا شمار پورا کرلے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اس لئے کہ تم روزے شمار کرلو اس احسان کے بدلہ کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہو اور تم کو بزرگی سے یاد کیا ہے اور اس کا شکر ادا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اس لئے نہ تو بری بات کرے اور نہ جہالت کی بات کرے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا گالی گلوج کرے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں دو بار کہہ دے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے، وہ کھانا پینا اور اپنی مرغوب چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے، کہ وہ صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا، اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کا روزے کا دن ہو تو دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ شوروغل کرے، اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو کہہ سے کہ میں روزے سے ہوں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،

روزے دار کی منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی بو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشی کے موقع ہوتے ہیں جن میں وہ خوش ہوتا ہے، جب وہ افطار کرتا ہے تو رروزہ کھولنے سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اس کی جزاء دیکھ کر اپنے روزے سے خوش ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ اپنا کھانا پینا اور اپنی جنسی خواہش میرے لئے چھوڑتا ہے، اور روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا اور باقی ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الریان کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے سوا اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے اور یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے بدلہ میں اس کے چہرے کو جہنم کی آگ سے ستر سال دور کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اگر تم پر بادل چھا جائے تو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کرو۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں (معنی رحمت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں)، ایک دوسری روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطان قید کر دئے جاتے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! رمضان المبارک میں ایک خاص رات ہے جو ثواب کے اعتبار سے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے لہٰذا جو اس رات سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا۔
(مسند احمد، سنن النسائی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور روزے کو فرض سمجھتے ہوئے) اللہ کا حکم پورا کرنے اور ثواب حاصل کرنے کی خاطر رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے تھے اور جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کے لئے رمضان میں (نماز اور تراویح) کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی خاطر (نماز کے لئے) کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دئے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب دیا جاتا ہے، اسی طرح ایک نیکی کا ثواب دس سے سو گنا تک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیوں میں سے ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت ہوتی ہے اور دوسرے خوشی پروردگار سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ یاد رکھو کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطیف اور پسندیدہ ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بیہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔
(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! روزہ اور قرآن دونوں بندے کے لئے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اس کو کھانے اور دوسری خواہشات سے دن میں روکے رکھا لہٰذا میری طرف سے بھی اس کے حق میں شفاعت قبول فرما۔ قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا لہٰذا میری طرف سے بھی اس کے حق میں شفاعت قبول فرما چنانچہ دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔ (بیہقی)

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنی ہیں ایک جگہ ٹھہرنا یا کسی مکان میں بند رہنا۔ شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کا مفہوم ہے کہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اعتکاف کی نیت سے کسی جماعت والی مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کے لئے نیت اسی مسلمان کی معتبر ہے جو عاقل و بالغ ہو، جنابت اور شرعی ناپاکی سے پاک صاف ہو، اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرے میں سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو اس علاقے کے سب لوگوں کی طرف سے حکم ادا ہوجاتا ہے اور اس صورت میں اعتکاف نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں، اور اگر کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب گناہ گار ہوں گے۔ اعتکاف میں اللہ کا بندہ سب سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اپنے پروردگار اور مالک کے آستانے پر گویا اس کے قدموں میں پڑ جاتا ہے، اس کو یاد کرتا ہے، اسی کا ہر وقت دھیان رکھتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کرتا ہے، اس کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں اور قصوروں پر روتا ہے اور اللہ کے آگے گڑگڑاتا ہے، شرمندہ ہوتا ہے، اور ربِ کریم و رحیم سے مغفرت اور رحمت اور اس کا فضل طلب کرتا ہے، اس کی رضا اور قرب کا سوال کرتا ہے، اسی حال میں وہ اپنا دن و رات گزارتا ہے۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے اور دوسری نعمتوں اور فضیلتوں سے نوازتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا، پھر آپ ﷺ نے ترکی خیمہ کے اندر درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے شب قدر کی تلاش کے لئے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا، پھر میں نے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا۔ اس کے بعد میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں آتی ہے۔ لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ آخری عشرے میں اعتکاف کرے اور مجھے خواب میں شب قدر متعین کر کے بتایا گیا تھا مگر بعد میں میرے ذہن سے محو کردیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دنیا سے اٹھالیا، پھر آپ ﷺ کے بعد ازواج مطہرات نے (گھروں میں) اعتکاف کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔
(بخاری ومسلم)

قرآن کریم کے نزول سے پہلے رسول کریم ﷺ کی طبیعت میں یکسوئی اور سب سے الگ تھلگ ہوکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگیا تھا، جس کے نتیجہ میں آپ نے غار حرا کا انتخاب کیا اور آپ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اور کائنات اور خالق کائنات کے بارے میں غور وفکر کیا کرتے تھے۔ یہ گویا آپ ﷺ کا پہلا اعتکاف تھا اور اس اعتکاف میں آپ ﷺ کی روحانیت اس مقام تک پہنچ گئی کہ آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول شروع ہوگیا۔ چنانچہ غار حرا کے اعتکاف کے آخری ایام میں اللہ کے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ اقراء کی ابتدائی آیات لے کر نازل ہو گئے۔۔ یہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا اور وہ رات لیلۃ القدر کی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسوال اللہ ﷺ ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے لیکن جس سال آپ کا انتقال ہوا آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری شریف)

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت ہے، خواتین بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہیں۔ خواتین گھروں میں اعتکاف کرسکتی ہیں۔ اگر کسی مسجد میں مردوں اور عورتوں کے لئے اعتکاف کا الگ الگ انتظام ہے تو تو پورے تحفظ کے ساتھ اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں ایسا انتظام نہ ہوتو پھر اپنی عصمت کو خطرہ میں ڈال کر عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے۔ اعتکاف ایک نفلی عبادت ہے اور عصمت کا تحفظ فرض ہے۔ نفلی عبادت کے شوق میں فرض سے غفلت صحیح نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ معتکف کے لئے شرعی دستور وضابطہ یہ ہے کہ وہ یہ مریض کی عیادت کو نہ جائے، نہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے مسجد سے باہر آئے، نہ عورت سے صحبت کرے نہ بوس وکنار، اپنی ضرورت کے لئے بھی مسجد سے باہر نہ جائے سوائے حوائج (پیشاب، پاخانہ) کے، بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہوتا اور اعتکاف (مردوں کیلئے) مسجد میں ہوتا ہے کسی اور جگہ نہیں (جہاں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی ہو)۔ (سنن ابودوؤد)

لیلۃ القدر

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (1)وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (2)لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (3)تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ (4) سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (5)

(سورۃ القدر: ۱ ـ ۵)

ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے لئے اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں، اور یہ رات طلوع صبح تک امن وسلامتی ہے۔

لیلۃ القدر کی عظمت اور فضیلت اور اس کا وقوع ہونا جس میں یہ مقدس رات کے آنے کی قوی امید ہوتی ہے اس کو لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ اس رات بندوں کے رزق، ان کی زندگی وموت اور وہ واقعات اور امور جو پورے سال میں رونما ہونے والے ہوتے ہیں اسی رات لکھ دیئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس رات کو لیلۃ القدر کہا گیا ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر اسی نام سے کیا گیا ہے۔ یہ رات رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ یہ سعادت خاص طور پر امت محمدیہ (ﷺ) کے لئے مخصوص ہوئی ہے تاکہ اس امت کے لوگ اپنی قلیل عمروں کے باوجود بہت زیادہ ثواب پائیں۔ جب آنحضرت کو پچھلی امتوں کی لمبی لمبی عمروں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے افسوس کا اظہار کیا میری امت کے لوگ اپنی ان قلیل عمروں میں ان لوگوں سے زیادہ نیک کام نہیں کر سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے واسطے اور آپ ﷺ کی امت کے لئے لیلۃ القدر کا عظیم تحفہ عنایت فرما دیا، اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

حضرت ابن ابی حاتمؒ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے اسی اسی برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور ان کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں گزرا اور وہ اشخاص یہ ہے؛ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت زکریہ علیہ السلام، حضرت حزقیل علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام۔ یہ سن کر صحابہ کرام بہت تعجب کرنے لگے (اور تمنا کرنے لگے کاش ہماری بھی اتنی عمریں ہوتیں تو ہم بھی اتنی طویل مدت تک عبادت

میں مشغول رہتے) پھر جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ کی امت کے لوگ اسی اسی برس کی عبادت کرنے پر تعجب کر رہے ہیں (تو سنئے کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خیر و بھلائی عطا کی ہے۔ پھر انہوں نے آپ کے سامنے سورۃ قدر کی تلاوت کی جس کے ذریعہ یہ بشارت عطا فرمائی کہ لیلۃ القدر جو آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو عطا کی گئی ہے اس چیز سے بہتر ہے جس کے لئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لوگ تعجب کر رہے ہیں اور تمنا کر رہے ہیں۔ اس عظیم سعادت وخوش بختی سے سرکار دو عالم مسرور ہوگئے۔ ہزار مہینے اسی برس چار مہینے بنتے ہیں جو پچھلی امت کے اسی سال سے بڑھ کر ہیں اس لئے لیلۃ القدر کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کی تجلی آسمان دنیا پر غروب آفتاب سے صبح تک ہوتی ہے۔ اس شب میں ملائکہ اور ارواح طیبہ، صلحاء اور عابدین سے ملاقات کے لئے اترتی ہیں، اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا، یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی، اسی شب میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع کرنا شروع ہوا۔ اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے، اسی شب میں عبادت کا ثواب دوسری اوقات کی عبادت سے کئی گناہ بڑھا دیا گیا، یہی شب ہے جس میں بندے کی زبان وقلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔

شریعت نے اس شب کو واضح طور پر متعین نہیں کیا کہ لیلۃ القدر فلاں شب ہے۔ اس شب کو پوشیدہ رکھا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر واضح طور پر اس کی نشان دہی کر دی جاتی تو لوگ باقی دنوں میں عبادت کی پرواہ نہ کرتے صرف اسی شب کی عبادت کر کے یہ سمجھ لیتے کہ ہم نے پورے سال کی عبادت سے زیادہ ثواب کما لیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شب قدر کو رمضان المبارک کی آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کتنے ہی صحابہ کو خواب میں شب قدر آخری سات راتوں میں دکھائی گئی ہے چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا! میں یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کی خواب آخری سات راتوں میں متفق ہیں لہٰذا جو شب شب قدر پانا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (بخاری ومسلم)

آخری سات راتوں سے وہ راتیں مراد ہیں جو بیسویں روزے کے بعد یعنی اکیسویں شب سے ستائیس تاریخ تک یا سب سے آخری راتیں بھی مراد ہوسکتی ہیں یعنی تیئیسوں سے انتیسوں شب تک۔ چونکہ انتیسویں شب یقینی ہوتی ہے اس لئے اسی کے مطابق حساب کیا ئے۔ یعنی تیئیسویں شب سے انتیسویں شب زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

رویتِ ہلال

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (شعبان کی تیس تاریخ کو رمضان کی نیت سے) روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو، اسی طرح روزہ اس وقت تک ختم نہ کرو جب تک (شوال) کا چاند نہ دیکھ لو۔ اگر انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس نے کہا! ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو بلایا اور فرمایا، بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔

(ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چاند دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہوئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے آپ ﷺ نے روزہ رکھ لیا اور دوسرے لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

(ابوداوٗد، نسائی)

حج کی فرضیت

لغت کے حساب سے " حج " کے معنی کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا ارادہ کرنا ہے، شریعت کی اصطلاح میں خانہ کعبہ کا طواف، مقام عرفات میں قیام اور ان خاص طریقوں سے جو شریعت نے بتائے ہیں اور خاص زمانے میں جانا حج کہلاتا ہے۔ حج دین کا پانچواں رکن ہے۔

فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّـنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (97)

(سورۃ آل عمران ۔ ۹۷)

اس میں کھلی نشانیاں ہیں جن میں ایک (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے، جو شخص اس مبارک گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے (فرض حج) جو جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھتے ہوں، جس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اس آیت میں راستے کی طاقت سے مراد آمد و رفت کا خرچ اور اس کے بعد گھر میں بیوی بچوں کی کفالت کا انتظام ہو تو ایسے لوگوں پر حج فرض ہے اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کو قرآن نے کفر سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے اس جرم کی برائی اور اہمیت واضح ہوتی ہے اور مختلف احادیث میں بھی اس کی سخت وعید بیان کی گئی ہیں۔

حج کی فرضیت کی سعادت صرف امت محمدیہ (ﷺ) کے ساتھ خاص کی گئی ہے۔ حج کا رواج تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آرہا تھا لیکن اس وقت اس کی فرضیت کا حکم نہیں تھا۔

حج عمر میں ایک بار کرنا فرض ہے جبکہ وہ تمام شرائط پائی جائیں جن سے حج فرض ہوتا ہے۔ ان شرائط کے پائے جانے کے باوجود اگر کوئی شخص حج نہیں کرتا تو گناہ گار فاسق کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، اور حج سے انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی کسی شخص میں تمام شرائط پائی جائیں تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے اور جب تک وہ تاخیر کرتا رہے گا گناہ گار ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا

کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے حج کیا اور اس نے کوئی فحش اور بے ہودہ بات نہیں کی اور نہ اللہ کی نافرمانی کی تو وہ اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ عرفات کے دن سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت لقیط بن عامر ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا! میرے باپ بہت بوڑھے ہیں وہ حج کی طاقت نہیں رکھتے نہ عمرے کی اور نہ سفر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ ادا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حج فرض ہونے کی شرائط:

۱۔ مسلمان ہونا، کافر پر حج فرض نہیں ہے۔

۲۔ آزاد ہونا، لونڈی اور غلام پر حج فرض نہیں ہے۔

۳۔ عاقل ہونا، مجنون، مست اور بے ہوش پر حج فرض نہیں ہے۔

۴۔ بالغ ہونا، نابالغ بچوں پر حج فرض نہیں ہے۔

۵۔ صحت منداور تندرست ہونا، بیمار، اپاہج، اندھے اور لنگڑے پر حج فرض نہیں ہے۔

۶۔ حج کی قدرت رکھنا، یعنی اس قدر مال کا مالک ہو جو حج کی تمام ضروریات پوری کر سکے اور مال قرض سے زائد ہو۔

۷۔ راستے میں امن ہونا،

۸۔ عورت کے ساتھ اس کا محرم ہونا ضروری ہے۔

حج کے فرائض:

ا۔ احرام، یہ حج کے شرط بھی ہے اور رکن (یعنی فرض) بھی ہے۔

۲۔ وقوف عرفات، میدان عرفات میں ۹/ذی الحجہ کو دن کے وقت ٹھہرنا چاہے کتنا ہی مختصر ہو۔

۳۔ طواف زیارت، اس کو طواف الافاضہ اور طواف الرکن بھی کہتے ہیں۔

۴۔ مذکورہ بالا فرائض میں ترتیب کا قائم رکھنا۔

۵۔ ہر فرض کو اس کے مقام پر ادا کرنا۔

حج کے واجبات:

ا۔ وقوف مزدلفہ

۲۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی۔

۳۔ رمی جمار، جمرات پر کنکریاں مارنا۔

۴۔ آفاقی (یعنی بیرونی لوگ جو میقات سے باہر رہتے ہیں) کے لئے طواف قدوم۔

۵۔ حلق یا تقصیر، سر کے بال منڈوانا یا کتروانا۔

۶۔ نحر، جانور کی قربانی کرنا۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کا ایک فریضہ (حج) جو اس کے بندوں پر ہے، میرا والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ ان کی طرف سے حج کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سوال جواب حج الوداع کے موقع پر ہوا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے آفاقی یعنی غیر ملکی کے لئے احرام باندھنے کی جگہ میقات اس طرح متعین فرمائیں، اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، شام والوں کے لئے جحفہ، نجد والوں کے لئے قرن منازل اور یمن والوں کے لئے یلملم ہے۔ یہ سب مذکورہ علاقے کے لوگوں کے لئے احرام باندھنے کی جگہیں ہیں۔ (پاکستان ہندوستان اور

اس کے آس پاس کے علاقوں کے لئے میقات یلملم ہے)۔ مکہ مکرمہ والے مکہ ہی میں احرام باندیں۔ (بخاری ومسلم)

مواقیت:

یہ میقات کی جمع ہے، میقات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے آگے حج وعمرہ کرنے والا بغیر احرام کے نہیں گزر سکتا۔

ذوالحلیفہ:

ایک مقام کا نام ہے، جو مدینہ منورہ سے جنوب میں تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس کو ابیار علی بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔

جحفه:

ایک مقام کا نام ہے، یہ مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً (۱۹۰) کلومیٹر کے فاصلے پر اور رابغ سے چند میل جنوب میں واقع ہے، یہ قریش کی تجارتی شاہراہ کا ایک اسٹیشن رہ چکا ہے، اب یہ غیر آباد ہے۔ یہ مقام مصر وشام کی طرف سے آنے والے لوگوں کے لئے میقات ہے۔

نجد:

اصل میں نجد " بلند زمین " کو کہتے ہیں، مگر اصطلاحی طور پر یہ جزیرۃ العرب کے ایک علاقے کا نام ہے اور مملکت سعودی عرب کا ایک حصہ ہے۔ اس علاقے کو نجد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سطح سمندر سے اچھا خاصہ بلند ہے۔ اس وقت سعودی عرب کا سارا وسطی علاقہ نجد کہلاتا ہے۔ شمال میں بادیۃ الشام کے جنوبی سرے سے شروع ہو کر جنوب میں وادی الاواسر یا الربع الخال تک اور چوڑائی میں احساء سے حجاز تک پھیلا ہوا ہے۔ سعودی عرب کا دارالسلطنت " ریاض " اسی علاقے میں ہے۔

قرن المنازل:

یہ ایک پہاڑی ہے جو مکہ مکرمہ سے تقریباً (۴۸) کلومیٹر جنوب میں تہامہ کی ایک پہاڑی ہے۔ یہ پہاڑی یمن سے مکہ آنے والے راستے پر واقع ہے، اس پہاڑی سے متصل سعدیہ نامی ایک بستی ہے، یہ یمن کی طرف سے آنے والے لوگوں کی میقات ہے۔ ہندوستان سے جانے والے اس پہاڑی سے گزرتے ہیں اس لئے ہندوستان والوں کے لئے بھی یہی میقات ہے۔

ذات عرق:

یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً سو کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرقی جانب عراق جانے والوں کے راستے میں واقع ہے۔ یہ عراق سے آنے والوں کی میقات ہے۔

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کو ظاہری حاجت نے یا ظالم بادشاہ نے یا کسی خطرناک بیماری نے حج سے نہ روک رکھا ہو اور وہ حج کئے بغیر مر جائے تو اس اعتبار سے کہ یہودی ہو کے مرے یا عیسائی ہو کر مرے۔ (دارمی)

حج کی اقسام:

۱۔ افراد: صرف حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔

۲۔ قِران: حج وعمرہ دونوں کے لئے احرام باندھنا، پہلے عمرہ کرنا اور احرام اتارے بغیر اسی احرام میں حج کرنا۔

۳۔ تمتع: حج کے مہینہ میں عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور احرام کھول دینا پھر ۸ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ☆ (سورۃ آلِ عمران۔۹۷)

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے۔

یہ حکم چونکہ سال کے آخیر میں نازل ہوا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو افعال حج کی تعلیم میں مشغولیت اور آئندہ سال کے لئے حج کے سفر کے اسباب کی تیاری میں مصروفیت کی وجہ سے خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے۔ لیکن اس سال یعنی ۹ھ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حاجیوں کا امیر مقرر فرما کر مکہ مکرمہ بھیج دیا تا کہ لوگوں کو حج کروادیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود آئندہ سال یعنی ۱۰ھ اس حکم الٰہی کی تعمیل میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ اتفاق ہے کہ حج فرض ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پہلا حج کیا جو آخری حج بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ یہی حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسی حج کے بعد آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (مظاہر حق)

حج عمر میں ایک بار فرض ہے جبکہ وہ تمام شرائط پائی جائیں جن سے حج فرض ہوتا ہے۔ ان شرائط کے پائے جانے کے باوجود جو شخص حج نہ کرے وہ فاسق اور گناہ گار ہے اور جو شخص حج کی فرضیت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ یا ذوالحجہ ۹ھ ہجری، 631ء میں مناسک حج قائم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو امیر حج بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ساتھ مدینہ سے تین سو صحابہؓ روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ دس بدنے (یعنی اونٹ) روانہ کئے اور ان کی دیکھ بھال کے لئے حضرت نامیہ بن جندب اسلمی ؓ کو مقرر کیا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ خود اپنی طرف سے پانچ بدنے لے کر گئے تھے۔ (طبقات)

بقول ابن اسحٰق کے حضرت ابوبکرؓ روانہ ہوئے تو ان کے بعد سورۃ برأۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں مشرکین سے کئے گئے معاہدوں پر برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم آیا تھا۔ اس حکم کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت علی ؓ کو روانہ کیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا اعلان کریں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ خون و مال کے عہد و پیمان کے سلسلہ میں عرب کا یہ دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کروائے۔ خاندان کے باہر سے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

ابن سعد کے مطابق جب حضرت ابوبکرؓ مقام العرج پہنچے تو حضرت علیؓ جو رسول اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار تھے وہاں پہنچے، حضرت علیؓ نے بتایا کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأۃ پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا ہے اور جن لوگوں کے ساتھ جو عہد ہے ان کا عہد واپس کرنے لے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا! آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا! امیر آپؓ ہی رہیں گے میں صرف سورۃ برأۃ کی آیات کا اعلان کروں گا۔

مکہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کروایا۔ خطبہ پڑھا اور مناسکِ حج کی تعلیم دی پھر یوم النحر میں حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق جس کے ساتھ عہد تھا اس کا عہد واپس لینے کا اعلان کیا اور کہا! اے لوگوں! کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد کوئی کافر و مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا جس کا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ مدت کے لئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے سورہ برأۃ کی 37-1 آیات پڑھ کر سنائیں۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ (1)فَسِيحُواْ فِي الأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ (2)وَأَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (3)إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئاً وَلَمْ يُظَاهِرُواْ عَلَيْكُمْ أَحَداً فَأَتِمُّواْ إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (4)فَإِذَا انسَلَخَ الأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُواْ الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَخَلُّواْ سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (5)وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَعْلَمُونَ (6) كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللّٰهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلاَّ الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُواْ لَكُمْ فَاسْتَقِيمُواْ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (7)كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لاَ يَرْقُبُواْ فِيكُمْ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ (8)اشْتَرَوْاْ بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَناً قَلِيلاً فَصَدُّواْ عَن سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاء مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ (9)لاَ يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلاًّ وَلاَ ذِمَّةً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (10)فَإِن تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ

يَعْلَمُونَ (11)وَإِن نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُواْ أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لاَ أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ (12)أَلاَ تُقَاتِلُونَ قَوْماً نَّكَثُواْ أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّواْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَؤُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤُمِنِيْنَ(13) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّهُ بِأَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (14)وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللّهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (15)أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُواْ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُواْ مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُواْ مِن دُونِ اللّهِ وَلاَ رَسُولِهِ وَلاَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (16)مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَن يَعْمُرُواْ مَسَاجِدَ اللّه شَاهِدِيْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِيْ النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (17)إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلاَةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلاَّ اللّهَ فَعَسَى أُوْلَئِكَ أَن يَكُونُواْ مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (18)أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ لاَ يَسْتَوُونَ عِندَ اللّهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ (19)الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللّهِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ(20) يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (21)خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً إِنَّ اللّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ (22)يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ آبَاءكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاء إَنِ اسْتَحَبُّواْ الْكُفْرَ عَلَى الإِيْمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (23)قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِيْ الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (24)لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا

رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِيْنَ (25)ثُـمَّ أَنزلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنزَلَ جُنُوداً لَّمْ تَرَوْهَا وَعـذَّبَ الَّـذِيْنَ كَفَرُواْ وَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِيْنَ (26)ثُـمَّ يَتُـوبُ اللّٰهُ مِن بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ (27)يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَــذَا وَإِنْ خِـفْتُـمْ عَيْـلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاء إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (28)قَـاتِلُواْ الَّذِيْنَ لاَ يُـؤْمِـنُـونَ بِـاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلاَ يَدِيْنُونَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَـابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (29)وَقَـالَـتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْـمَسِيْـحُ ابْـنُ الـلّٰـهِ ذَلِكَ قَـوْلُهُـم بِـأَفْـوَاهِهِـمْ يُـضَـاهِـؤُونَ قَـوْلَ الَّـذِيْنَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (30)اتَّـخَـذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (31) يُـرِيْدُونَ أَن يُطْفِؤُواْ نُورَ اللّٰه بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلاَّ أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (32)هُـوَ الَّذِىْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (33)يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِنَّ كَثِيْراً مِّنَ الأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِـالْبَـاطِـلِ وَيَـصُـدُّونَ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُونَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ (34)يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَـذَا مَا كَنَزْتُمْ لأَنـفُسِـكُمْ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (35)إِنَّ عِـدَّةَ الشُّهُـورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَـلَـقَ السَّـمَـاوَات وَالأَرْضَ مِـنْهَـا أَرْبَـعَةٌ حُـرُمٌ ذَلِكَ الـدِّيْـنُ الْـقَيِّـمُ فَلاَ تَظْلِمُواْ فِيْهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَقَاتِلُواْ الْـمُشْـرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (36) إِنَّـمَا النَّسِىْءُ زِيَادَةٌ فِىْ الْكُفْرِ يُـضَـلُّ بِـهِ الَّـذِيْـنَ كَفَرُواْ يُحِلِّونَهُ عَاماً وَيُحَرِّمُونَهُ عَاماً لِّيُوَاطِؤُواْ عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّواْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ

لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ(37) (سورہ التوبہ:۳۷۔۱)

ترجمہ: (اے اہلِ اسلام! اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔۱۔ تو (مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔۲۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے، اور (اے پیغمبر!) کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔۳۔ البتہ جن مشرکوں کیساتھ تم نے عہد کیا ہو اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک اُن کیساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔۴۔ جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر اُن کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۵۔ اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلامِ الٰہی سننے لگے پھر اُس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔ بھلا مشرکوں کیلئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کیساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول و اقرار (پر) قائم رہو بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔۷۔ (بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب اُن کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن اُن کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔۸۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔۹۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔۱۰۔ اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔۱۱۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔۱۲۔ بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (الٰہی) کے جلاوطن کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء

کی کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔۱۳۔ ان سے (خوب) لڑو اللہ اُن کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رُسوا کرے گا اور تم کو اُن پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔۱۴۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دُور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۱۵۔ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو متمیّز کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کئے اور اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دِلی دوست نہیں بنایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔۱۶۔ مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں، ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔۱۷۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔۱۸۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اُس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۱۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔۲۰۔ اُن کا رب اُن کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کیلئے نعمت ہائے جاودانی ہے۔۲۱۔ (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا صِلہ (تیار) ہے۔۲۲۔ اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو اُن سے دوستی نہ رکھو اور جو اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔۲۳۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۲۴۔ اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہیں مدد دی ہے اور (جنگِ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔۲۵۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کی فرشتوں کے ذریعہ) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔۲۶۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے

مہربانی سے توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۲۷۔ مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا بیشک اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۲۸۔ جو لوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔۲۹۔ اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی اُنہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔۳۰۔ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔۳۱۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔۳۲۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔۳۳۔ مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اس دن کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔۳۴۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اُس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔۳۵۔ اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتابِ الٰہی میں (سال کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں اُن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا رستہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کیساتھ ہے۔۳۶۔ امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تا کہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۳۷۔

توبہ واستغفار

استغفار کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش چاہنا۔ استغفار کا تعلق زبان سے ہے، بندہ اپنی زبان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت مانگتا ہے جبکہ توبہ کا تعلق دل سے ہے کیونکہ کسی گناہ پر ندامت وشرمندگی اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عہد دل سے ہی ہوتا ہے۔ توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہوتے ہیں، گناہوں سے نیکی کی طرف، غفلت سے اللہ کے ذکر کی طرف، حاضر سے غائب کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کی بخشش کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے گناہوں کو دنیا میں بھی ڈھانکے اور کسی کو اس کے گناہوں کے بارے میں علم نہ ہونے دے اور آخرت میں بھی اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے، اس کو ان گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ کرے۔

چونکہ توبہ واستغفار اور دعا عبدیت اور بندگی کا سب سے اعلیٰ مظہر ہے۔ توبہ واستغفار کے وقت بندہ اپنی گناہگاری اور کمتر ہونے کے احساس سے انتہائی ندامت اور پستی کے احساس میں ہوتا ہے، گناہ کی گندگی کے باعث اپنے آپ کو اپنے مالک کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہوئے معافی اور بخشش کی درخواست کرتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ یہ غلطی نہیں کروں گا۔ یہ بندگی، گناہ گاری اور قصورواری کے احساس کی جو کیفیت توبہ واستغفار کے وقت ہوتی ہے وہ دوسری دعاؤں کے وقت نہیں ہوتی۔ توبہ واستغفار کرنے والے بندے کے لئے صرف معافی اور بخشش ہی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت اور عنایت کی بشارت بھی سنائی گئی ہے۔

علماء اور صلحاء یہ ہدایت کرتے ہیں کہ روزآنہ صبح شام سوسومرتبہ استغفار کریں۔

عموماً یہ استغفار پڑھا جاتا ہے۔ ﴿ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوبُ اِلَیۡهِ ﴾

صرف یہ تسبیح پڑھ لینا کافی نہیں ہوتا دل میں اس گناہ کی وجہ سے شرمندگی اور پچھتاوا ہو اور چہرہ غم زدہ ہو۔

اگر پکی توبہ کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو دوبارہ سچے دل سے توبہ کرلے۔

حدیث میں آتا ہے کہ بندہ معافی مانگتے مانگتے اکتا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کرنے سے نہیں اکتاتا۔

استغفار دو قسم کا ہوتا ہے ایک عام انسان کا جس میں وہ اپنے گناہ اور نافرمانیوں پر توبہ اور ندامت کرتا ہے دوسرا انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا ہوتا ہے ان کا استغفار اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعتراف اور اپنی عاجزی کا اقرار ہوتا ہے کہ اے اللہ! آپ کی شان اتنی عظیم ہے کہ ہماری عبادت اس عظمت تک نہیں پہنچ سکتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں دن رات میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ آپ ﷺ کا استغفار کرنا اظہار عبدیت اور امت کی تعلیم کے لئے تھا حالانکہ آپ ﷺ تو بخشے بخشائے ہوئے ہیں۔

مشائخ عظام سالکین کو سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام استغفار کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے اس سے دانستہ اور نادانستہ غلطیاں اور گناہ ہوتے رہتے ہیں اس لئے ساتھ ساتھ معافی بھی مانگتے رہنا چاہئے۔

حضور انور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تمام گناہ گاروں (مسلمانوں) میں بہترین شخص وہ ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔

﴿ كُلُ بَنِىْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ﴾ (مشکوۃ شریف)

یعنی ہر آدمی خطا کار ہے لیکن بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ (19) (سورۃ محمد۔۱۹)

پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے بھی، اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔

وَاسْتَغْفِرِ اللّهَ إِنَّ اللّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً (106) (سورۃ النساء۔۱۰۶)

اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّاباً (3) (سورۃ النصر۔۳)

اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ(15)

الَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (16)الصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالأَسْحَارِ (17)

(سورۃ آل عمران: ۱۵۔۱۷)

(اے پیغمبر ﷺ ان سے) کہہ دیجئے! بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو، جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے اللہ کے ہاں باغات (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور اللہ کی خوشنودی ہے، اللہ اپنے نیک بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو ہم سے ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ اور وہ لوگ جو (مشکلات اور تکالیف میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور سحر کے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

وَمَن يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّهَ يَجِدِ اللّهَ غَفُوراً رَّحِيماً (110)

اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ (سورۃ النساء۔۱۱۰)

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُواْ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَى مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (135)

(سورۃ آل عمران۔۱۳۵)

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہ بخش سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ

أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (31)

(سورۃ النور۔۳۱)

اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو ان میں سے کھلا رہتا ہو، اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے شوہر اور باپ اور سسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی جیسی عورتوں اور لونڈیوں اور غلاموں کے سوا اور ان خدام سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیز سے واقف نہ ہوں کسی پر اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ اپنے پاؤں زمین پر مار کر نہ چلیں کہ ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے۔ اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

وَأَنِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعاً حَسَناً إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ وَإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ (3)

اور یہ کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تم کو ایک وقت مقررہ تک نیکی سے بہرہ مند کرے گا اور ہر صاحب بزرگ کو اس کی بزرگی کی داد دے گا، اور اگر روگردانی کرو گے تو مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (سورۃ ھود۔۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا

وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّکَ عَلَی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (8)

(سورۃ التحریم ۔۸)

مومنو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو، امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہیں باغاتِ بہشت جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا، اس دن پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ ان کو نور ایمان ان کے آگے اور دہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا، اور وہ اللہ سے التجا کریں گے کہ اے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لئے پورا فرما اور ہمیں معاف کرنا، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَیْهِ ﴾ (سورۃ ھود ۔ ۵۲)

تم استغفار کرو اپنے رب کے سامنے اور توبہ کرو

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِیهِمْ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُونَ O

(سورۃ انفال ۔ ۳۳)

اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کی موجودگی میں ان کو عذاب نہیں دیں گے اور جب وہ استغفار کر رہے ہوں گے تو بھی ان پر عذاب نہیں ہوگا۔

کَانُوا قَلِیلاً مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَهْجَعُونَ O وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُونَ O

(سورۃ الذاریات: ۱۸ ۔ ۱۷)

یہ حضرات رات کو کم سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں مغفرت طلب کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم پر لا الہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت ضروری ہے کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار ہلاک کر رہے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے ہمیشہ استغفار کو اختیار کیا اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم اور تکلیف سے نجات عطا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طور پر رزق دیتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بندہ جب تک استغفار کرتا رہتا ہے عذابِ الٰہی سے محفوظ رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

مومن کو چاہئے کہ ہر وقت استغفار کرتا رہے۔ توبہ کی امید میں گناہ کرتے رہنا اور زندگی کی امید میں توبہ کرنے میں تاخیر کرنا انتہائی جہالت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر توبہ واجب کی ہوئی ہے اور اس کے لئے رحمت اور مغفرت کے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سکرات الموت کے شروع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ وہ گناہ اس کے ریکارڈ سے صاف کر دیتا ہے اور وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہو یہ اللہ کی رحمت ہے۔ اور بعض اوقات تو یہ رحمت اتنی جوش میں آتی ہے کہ وہ گناہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص صحرا میں سفر کر رہا تھا راستے میں ایک جگہ تھک کر سو گیا جب وہ جاگا تو دیکھا کہ اس کی اونٹنی سامان سمیت کہیں چلی گئی۔ بہت تلاش کیا لیکن اونٹنی نہ مل سکی اب اس کو یقین ہو گیا کہ اس صحرا بیابان میں شدید بھوک و پیاس سے اس کو موت آجائے گی۔ لیکن عین مایوسی کے عالم میں اس کی اونٹنی واپس آگئی وہ شخص خوشی اور گھبراہٹ کے عالم میں کہنے لگا!

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَ اَنَا رَبُّکَ (یا اللہ! تو میرا بندہ میں تیرا رب)

یعنی اس قدر خوشی ہوئی کہ خوشی کے مارے الفاظ بھی الٹے کہہ بیٹھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جتنی خوشی اس موقع پر اس مسافر کو ہوئی اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اس وقت ہوتی ہے جب کوئی بندہ تائب ہو کر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! اگرچہ تیرے گناہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، اگرچہ تیرے گناہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کے برابر ہیں یا سارے سمندر کے جھاگ کے برابر ہیں پھر بھی تیرے گناہ میری رحمت کے مقابلہ میں تھوڑے ہیں، تو آجا توبہ کر لے میں تیری توبہ قبول کر لوں گا۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اے بندے! تو توبہ کر کے توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا۔ اگر تو نے سو بار توبہ کی اور سو بار توبہ توڑ بیٹھا تو پھر بھی یہ دروازہ کھلا ہے، میں تیری توبہ قبول کر لوں گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُ التَّوَّابِيْنَ (سورۃ البقرہ ۔ ۲۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ مجھے ان بندوں میں سے کردے جو نیکی کریں تو خوش ہوں ان سے اگر کوئی غلطی یا برائی ہوجائے تو تیرے حضور استغفار کریں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی اور بخشش کی التجا کی تو وہ سیاہ نقطہ صاف ہوجاتا ہے، اگر اس گناہ کے بعد توبہ واستغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ پورے قلب پر چھا جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی سیاہی اور زنگ جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

كلا بل ران على قلوبهم ما كانو يكسبون O

نہیں، بلکہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں وہ ان کے دلوں میں نظر آتا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ توبہ کرتے رہیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن جائیں۔ آج کل لوگ پریشانیوں اور رزق کی تنگی کی شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام نہیں ہورہا وہ کام نہیں ہورہا، کاروبار میں نقصان ہورہا ہے لگتا ہے کہ کسی نے کچھ کردیا۔ ان سب حضرات کا ایک ہی علاج ہے اور ایک ہی نسخہ ہے کہ استغفار کی پابندی کریں اور استغفار کثرت سے کریں اللہ تعالیٰ ہر پریشانی دور کردیں گے۔ (ان شاءاللہ)

توبہ کے صحیح اور قبول ہونے کے لئے چار شرطیں ہیں:

۱۔ توبہ محض اللہ کے عذاب کے خوف سے اور اس کے حکم کی تعظیم کے پیش نظر کی جائے، درمیان میں اور کوئی غرض نہ ہو مثلاً لوگوں کی تعریف و مدح کا حصول اور ضعف وفقر کی وجہ توبہ کی غرض میں داخل نہ ہو۔

۲۔ گزشتہ گناہوں پر واقعی شرمندگی وندامت ہو۔

۳۔ آئندہ ظاہری و باطنی تمام گناہوں سے اجتناب کرے۔

۴۔ پختہ عہد وعزم کرے کہ آئندہ ہرگز کوئی گناہ نہیں کروں گا۔

ہر گناہ سے توبہ واجب ہے۔ اگر گناہ کا تعلق اللہ سے ہے، کسی آدمی کا حق اس سے متعلق نہیں ہے تو ایسے گناہ سے توبہ کی قبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں؛

پہلی یہ کہ اس گناہ کو چھوڑ دے جس سے وہ توبہ کر رہا ہے۔

دوسری یہ کہ اس پر ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرے۔

تیسری یہ کہ پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔

اگر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی ایک بھی شرط پوری نہ کی تو اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی۔ اگر اس گناہ کا تعلق دوسرے شخص سے ہے تو اس کے لئے چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں اوپر مذکور ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ صاحب حق کا حق ادا کرے۔ اگر کسی کا مال یا کوئی اور چیز ناجائز طریقہ سے لی ہے تو اسے واپس کردے۔ کسی پر تہمت لگائی ہو تو اس کی حد اپنے اوپر لگوائے یا اس سے معافی طلب کرکے اس کو راضی کرے۔ اگر کسی ایک یا چند گناہوں سے توبہ کرے گا تو اہل سنت کے نزدیک توبہ تو صحیح ہے، لیکن یہ توبہ صرف اسی گناہ کے لئے ہوگی۔ دوسرے گناہ اس کے ذمہ باقی رہیں گے۔ (جب تک وہ تمام شرائط کے ساتھ توبہ نہ کرلے)

جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا جانے لگا تو ان کے دنیا میں آنے سے پہلے شیطان یہ چیلنج کرکے آیا تھا کہ یا اللہ! میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا اور انہیں جہنم تک پہنچا کر چھوڑوں گا۔ کیونکہ انسان میرا حریف ہے اس کی وجہ سے میں اپنے بلند مقام سے معزول کردیا گیا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا! اے اللہ! آپ نے میرے دشمن شیطان کو اتنی طاقت دے کر بھیجا ہے جتنی طاقت میرے اور میری اولاد کے پاس نہیں ہے۔ یہ مختلف شکلیں اختیار کرسکتا ہے، ایسے طریقہ سے آسکتا ہے کہ ہم اس کو نہیں دیکھ سکیں گے مگر وہ ہمیں دیکھ لیتا ہے۔ وہ جن ہے اور ہم انسان ہیں۔ ہماری اور اس کی خاصیتوں میں فرق ہے وہ ہمیں جہنم میں دھکیل دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم (علیہ السلام)! بیشک ہم نے اسے بہت سی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ لیکن ان

طاقتوں سے مقابلہ کرنے کا ہتھیار تمہیں دیتے ہیں۔ جب تک اس ہتھیار کو استعمال کرتے رہو گے شیطان کا کوئی حملہ کارگر ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس ہتھیار کا نام " استغفار " ہے۔ جب بھی کبھی گناہ ہوجائے اپنے سچے دل سے " **استغفر اللّٰہ** " کہہ لیا کرو۔ جو لوگ استغفار کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں بھیجتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں گناہ کے جذبات رکھے ہیں اور گناہوں میں لذتیں بھی رکھی ہیں۔ ان گناہوں سے بچنا آسان کام نہیں، آدمی بے اختیار ان کی طرف لپکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دروازے بھی کھلے رکھے ہیں کہ اگر کوئی انسان اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی گناہ کا کام کر بیٹھتا ہے اور پھر اس پر شرمندہ ہوکر سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والا شخص گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **یا ایھا الناس توبو ا الی اللّٰہ**

اے لوگو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔ (رواۃ مسلم)

اپنے خطا کو یاد کر کے اس پر دکھی ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا اور خواہش کے وقت نفس کو برائی سے روکنا توبہ کہلاتا ہے۔

توبہ کے معنی رجوع کرنے اور بھلائی کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ مگر اس کے لئے بھی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہا ہے۔ ابتداء تو یہ ہے کہ قلب پر نور معرفت کی شعائیں پھیل جائیں اور دل کو گناہ کے نقصانات سے آگاہی ہوجائے اور پھر خوف و ندامت پیدا ہو۔ گناہ کی تلافی کرنے کی سچی اور خالص لگن پیدا ہوجائے اور اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ آئندہ کے لئے اس گناہ سے بچنے اور پرہیز کرنے کا پکا ارادہ کرے۔ ہر گناہ سے توجہ واجب ہے۔

توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ گناہوں کو آخرت کی زندگی کے لئے انتہائی مضر سمجھے۔ جو شخص شریعت میں بتائے ہوئے طریقہ سے توبہ کرے، آئندہ اپنے اعمال درست رکھے، یعنی تمام برائیوں کو چھوڑ دے اور شریعت کے مطابق چلتے ہوئے اپنی توبہ پر قائم رہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم فرمائے گا، اس کے پچھلے گناہ معاف کریں گے، توبہ پر استقامت عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس

آئے اور مجھ سے مغفرت چاہے تو میں سب بخش دوں گا اور گناہ کی کثرت کی پرواہ نہیں کروں گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس شخص نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہر روز ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں جبکہ انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں پھر بھی آپ ﷺ استغفار فرما رہے ہیں۔ انبیاء کرام اور اکابرین کی یہ حالت ہے تو ہم کس گنتی میں ہیں۔ اس کی پرواہ نہ کریں کہ توبہ ٹوٹ جائے گی۔ اگر توبہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ توبہ کرلے لیکن دل سے کرے اور اور اس پر قائم رہنے کی نیت سے کرے۔ اگر خلوص نیت سے توبہ کی ہے تو بار بار ٹوٹے تو بھی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں ہی میں شمار کیا جائے گا۔

توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے گذشتہ گناہوں پر معافی مانگے اور شرمندہ ہو اور جو حقوق العباد اس کے ذمہ ہیں ان کو فوراً پورا کرے، آئندہ کسی کی حق تلفی نہ کرنے کا عزم کرے۔ اگر پھر بھی گناہ ہو جائے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھے اور پھر توبہ کرے، زبان سے بھی اور دل سے بھی اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگے۔ توبہ کرنے کے بعد جان بوجھ کر اس گناہ کو بار بار یاد نہ کرے۔ سچی توبہ کے بعد از خود پرانے گناہ یاد آ جائیں تو توبہ کی تجدید کر کے اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔ توبہ کرتے وقت اپنے گناہوں کی بہت زیادہ تفصیل بیان نہ کرے۔ سرسری طور پر ذکر کرے کہ میں اس گناہ سے بھی توبہ کرتا ہوں اور اُس گناہ سے بھی اور اس گناہ سے بھی جس کو نہیں جانتا۔ سوچ سوچ کر گناہوں کو یاد کرنے کے بجائے کہہ دے کہ میں اپنے تمام گناہ دانستہ یا نادانستہ سب سے توبہ کرتا ہوں۔ بنیادی مقصد اللہ کو یاد کرنا ہے۔ گناہوں کو یاد کرنے کا مقصد توبہ ہے اور جب مقصد حاصل ہو گیا تو پھر لذت لینے کے لئے گناہ کو یاد کرنا حرام ہے۔ اگر خود بخود یاد آنے لگے تو " انا للّٰه .... " پڑھ لے کہ اس وقت انا اللہ۔ پڑھنے سے وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے سے ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں گناہوں سے متعلق جو وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کرے اور سوچے اس سے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوگی۔ توبہ کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے کبھی بھی اس قدر بے خوف نہیں ہونا چاہئے کہ اسے جائز و ناجائز کام کی پرواہ ہی نہ رہے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکائے گا۔

امام مسلم ؒ نے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کرلے اور دن کے وقت ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کرلے یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے (قیامت کی نشانی ہے)۔

امام ابن ماجہ ؒ نے روایت نقل کی ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرلو تو اللہ تمہاری توبہ کو پھر بھی قبول فرمالے گا۔

امام ترمذی ؒ، ابن ماجہ ؒ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرلیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا ارشاد ہے کہ " الندم توبة " گناہ سے دل کا نادم اور شرمندہ ہوکر بے چین ہوجانا ہی توبہ ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب کسی بڑے آدمی کا کچھ قصور ہوجاتا ہے تو کس طرح اس سے معذرت کرتے ہیں۔ ہاتھ جوڑتے ہیں اس کے پاؤں پکڑتے ہیں، پاؤں میں ٹوپی ڈال دیتے ہیں اور خوشامد کے الفاظ کہتے ہیں، رونے کا سا منہ بناتے ہیں۔ وہ تو دنیا کا ایک انسان ہوتا ہے۔ جب اللہ کا قصور ہوجائے تو کم از کم اس انسان کے ساتھ جس طرح معذرت کرتے ہیں اس طرح تو کریں جبکہ اللہ کی طاقت کا کسی سے مقابلہ ہی نہیں ہوسکتا۔ لیکن اللہ بڑا مہربان ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ جو اس سے توبہ کرے گا وہ ضرور معاف کردے گا۔ قرآن وحدیث میں جو اللہ کے عذاب کے تذکرے ہیں ان کو پڑھنا چاہیئے اور یاد کرنا چاہیئے۔ دل میں گناہوں سے بےزاری اور نفرت کرنی چاہیئے۔

توبہ اور استغفار کے بے شمار فائدے ہیں، استغفار عبادت بھی ہے، گناہوں سے معافی کا ذریعہ بھی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔ استغفار ایک ایسا عمل ہے جس کے لئے کوئی مقررہ وقت نہیں ہے یہ ہر وقت اور ہر جگہ کی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے باوضو ہونا بھی ضروری نہیں۔ کتنے گناہ ایسے ہیں جو ہم جان بوجھ کر کرتے ہیں اور کتنے گناہ ایسے ہیں جو ہم غفلت میں کرتے ہیں، بعض اوقات ہمیں اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم گناہ کررہے ہیں یا ہم اس کام کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔ ایسی حالت میں جب بھی خیال آئے تو دل میں ندامت محسوس کرکے اللہ سے رجوع کرے اور زبان سے استغفار کرنی چاہیئے۔ اور کہیں کہ اے اللہ ! میں بہت شرمندہ ہوں مجھے معاف کردیجئے اور آئندہ بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیئے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کردیا ہو اور پھر اسے پالیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی دعا اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اسے غرغرہ شروع نہ ہو (یعنی نزع اس پر طاری نہ ہو)۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے (۹۹) قتل کیئے تھے۔ اس کے دل میں توبہ کا خیال آیا تو اس نے روئے زمین میں سب سے بڑے عالم کے بارے میں لوگوں سے پوچھا تو اسے ایک راہب (پادری) کا پتہ بتایا گیا۔ اس قاتل نے اس سے جا کر پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کیئے ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس راہب نے کہا! نہیں۔ اس نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لی (پھر اس کو اس بات کا افسوس ہوا)۔ اس نے پھر لوگوں سے پوچھا کہ مجھے سب سے بڑے عالم کے بارے میں بتاؤ؟ اسے ایک عالم کے بارے میں بتایا گیا وہ اس کے پاس گیا اور اس سے یہی سوال پوچھا؟ اس عالم نے کہا! ہاں۔ کون ہے جو اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان حائل ہوسکتا ہے۔ جا فلاں جگہ چلا جا وہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ آنا، یہ برائی کی زمین ہے۔ چنانچہ اس نے نیکیوں کی اس بستی کی طرف سفر شروع کر دیا ابھی اس نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اسے موت آ گئی (اسکی روح کو لینے کے لئے) رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں ہی آ گئے اور ان کے مابین اختلاف شروع ہو گیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ تائب ہو کر آیا تھا اور دل کی پوری توجہ سے اللہ کی طرف آنے والا ہے۔ عذاب کے فرشتے بولے کہ اس نے کبھی بھلائی کا کام شروع نہیں کیا (اس لئے عذاب کا مستحق ہے)۔ ان فرشتوں کے درمیان یہ جھگڑا جاری تھا کہ ایک فرشتہ انسان کی شکل میں آیا، اسے انہوں نے اپنا منصف بنایا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں زمینوں کے درمیان مسافت کو ناپو (جس علاقے سے وہ آیا تھا وہاں سے یہاں تک کا فاصلہ اور یہاں سے نیکیوں کے علاقے کا فاصلہ، دونوں کی پیائش کرو) ان دونوں میں سے وہ جس کے قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے پیائش کی تو انہوں نے اس زمین کو زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ نیکی کے ارادے سے جا رہا تھا۔ پس اسے رحمت کے فرشتوں نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ وہ نیکی کی طرف کی بستی کی طرف ایک صرف بالشت زیادہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنسے گا، جن میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا ہوگا اور وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ ایک قتل ہونے والا اللہ کی راہ میں لڑتا ہوا شہید ہوا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کافر قاتل کو توبہ کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہو کر اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے دل میں بھی (بعض دفعہ) پردہ سا آ جاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا کہ جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ سے استغفار کریں گے۔ پس اللہ ان کو معاف فرمائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص استغفار کی پابندی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا تا ہے اور ہر غم سے نجات عطا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص (قیامت کی نشانی) سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے قبل توبہ کرلے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ اور حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر انسان کے پاس ایک وادی سونے کی ہو تو وہ اس پر قناعت نہیں کرے گا بلکہ وہ چاہے گا کہ اس کے پاس دو وادیاں ہوں۔ اس کا منہ تو قبر کی مٹی بھرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رجوع فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے (یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے بشرطیکہ وہ توبہ تمام شرائط اور آداب کے ساتھ ہو)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ عزوجل جنت میں اپنے نیک بخت اور صالح بندے کا درجہ بلند کرتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہ درجہ کیسے حاصل ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے لئے تمہارے بیٹے کی استغفار کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور برائی کریں تو استغفار کریں۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

گناہ اور نافرمانی

اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کو گناہ کہتے ہیں۔ گناہ دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ گناہِ کبیرہ اور گناہِ صغیرہ۔ کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے قانونی طور پر کچھ سزائیں رکھی ہیں مثلاً قتل، چوری اور زنا وغیرہ۔ اور کچھ گناہ ایسے ہیں جو ہیں تو کبیرہ گناہ لیکن شریعت نے ان کے لئے کوئی قانونی سزا نہیں رکھی۔ اس سے اگر توبہ نہیں کی تو قیامت میں اس کی سزا ملے گی۔ مثلاً غیبت، جھوٹ، تکبر اور خیانت وغیرہ۔

گناہِ کبیرہ اس گناہ کو کہتے ہیں جس کے کرنے والے کے لئے خصوصیت کے ساتھ قرآن وسنت میں سخت وعید آئی ہو اور اس کے ارتکاب کرنے والے پر لعنت کی گئی ہو یا جہنم کی آگ کی دھمکی دی گئی ہو۔ اس گناہ کو بھی گناہِ کبیرہ کہتے ہیں جس پر شریعت کی طرف سے حد لگتی ہو۔

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ہر وہ نافرمانی کا کام جس پر انسان کسی خوف کا شعور یا ندامت کا احساس کئے بغیر محض جری ہو کر اقدام کرے تو وہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اور وہ کام جو نفس کی بیوقوفی سے ہو جائے اور انسان ہمیشہ اس پر نادم اور شرمسار ہو اور اس سے لذت اٹھاتے ہوئے اس کی طبیعت بوجھل ہو تو وہ گناہِ صغیرہ ہے لیکن ان میں تعزیرات والے گناہ شامل نہیں ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ تمہاری نگاہوں میں جوں جوں کوئی گناہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے وہ اللہ کی نگاہوں میں بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اور جوں جوں تمہاری نگاہ میں کوئی گناہ بڑا ہوتا جاتا ہے وہ اللہ کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! میری مخلوق میں سب سے پہلے ہلاک ہونے والا یعنی نقصان اور خسارے میں پڑنے والا شخص ابلیس ہے کیونکہ اس نے میری نافرمانی کی اور ساتھ ساتھ یہ کہ میری نافرمانی کرنے والے افراد کو تیار کیا۔ معصیت اور نافرمانی کے کام کرنے والے کفر کے قاصد اور ڈاکئے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب قلب پر گناہوں کی سیاہی چھا جاتی ہے تو وہ کوئی بھی خیر قبول نہیں کرتا بلکہ سخت ہو جاتا ہے اور اس میں سے ہر قسم کی رحمت اور شفقت نکل جاتی ہے۔ اس لئے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کے شیطان کو اپنا دوست بنالیتا ہے جو اسے گمراہ کرتا ہے۔ اسے طرح طرح کی تسلیاں دیتا ہے اور تمنائیں دلاتا ہے اور کفر سے کم درجہ پر اس سے راضی نہیں ہوتا۔ (ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ از علامہ ابن حجر مکیؒ)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت جعفر صادقؒ کے پاس حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے! (مراد ان کی نسل میں شامل ہونا) مجھے کوئی نصیحت کیجئے؟ انہوں نے فرمایا!

اے سفیان! جھوٹے آدمی میں مروت نہیں ہوتی، حاسد کو راحت نہیں ملتی، تنگ دل رہنے والے کا کوئی بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بداخلاق کو لوگوں کی سرداری نہیں ملتی۔ میں نے ان سے مزید نصیحت کی درخواست کی تو فرمانے لگے۔

اے سفیان! اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو تم عابد بن جاؤ گے۔ اپنے حق میں اللہ کی تقسیم پر راضی رہو، تم مومن بن جاؤ گے۔ لوگوں کی ہم نشینی اس طرح اختیار کرو جیسے اپنے لئے ان کی ہم نشینی پسند کرتے ہو تم مومن بن جاؤ گے۔ کسی گناہ گار کی ہم نشینی اختیار مت کرو ورنہ وہ تمہیں بھی اپنے گناہ کے طریقے سکھا دے گا۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لئے تمہیں دیکھ لینا چاہئے کہ کسے دوست بنا رہے ہو۔ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ میں نے ان سے مزید نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا!

اے سفیان! جو شخص بغیر خاندان کے عزت اور بغیر سلطنت کے روب و دبدبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ گناہ کی ذلت سے نکل کر اللہ کی اطاعت کی طرف آ جائے۔ میں نے ان سے مزید نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھے تین آداب سکھلائے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا!

پیارے بیٹے! بُرے ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی محفوظ نہیں رہتا۔ جو شخص بُرائی کے رستوں میں داخل ہوتا ہے اس پر تہمت لگائی جاتی ہے اور جو شخص اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا وہ نادم ہوتا ہے۔

(ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ از علامہ ابن حجر مکیؒ)

گناہِ کبیرہ

مندرجہ ذیل میں گناہِ کبیرہ لکھے گئے ہیں جن کا ذکر محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی ؒ نے اپنی تفسیر قرآن (انوارالبیان) میں کیا ہے۔

1) شرک
2) وہ عقائد واعمال جن پر کفر لازم آتا ہو۔
3) کسی جان کو قصداً قتل کرنا
4) جادو کرنا
5) فرض نماز چھوڑنا
6) مال کا عیب چھپا کر بیچنا
7) زکوٰۃ نہ دینا
8) بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنا
9) بلا عذر رمضان کا روزہ رکھ کر توڑ دینا
10) فرض ہوتے ہوئے حج کئے بغیر مر جانا
11) والدین کو تکلیف دینا یا نافرمانی کرنا
12) رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا
13) زنا کرنا
14) غیر فطری طریقہ سے عورت سے جماع کرنا
15) کسی مرد یا لڑکے سے اغلام بازی کرنا
16) سود کا لین دین کرنا یا سود کا کاتب یا شاہد بننا
17) یتیم کا مال کھانا
18) اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا
19) میدانِ جنگ سے بھاگنا

(20) حکمران کا رعیت سے دھوکہ کرنا اور خیانت کرنا

(21) تکبر کرنا

(22) جھوٹی گواہی دینا

(23) کسی کا حق مارا جارہا ہو تو جانتے ہوئے گواہی نہ دینا

(24) شراب پینا یا کسی نشہ آور چیز کا کھانا پینا

(25) جوا کھیلنا

(26) کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانا

(27) مالِ غنیمت میں خیانت کرنا

(28) چوری کرنا

(29) ڈاکہ ڈالنا

(30) جھوٹی قسم کھانا

(31) کسی پر ظلم کرنا۔ (مار پیٹ سے یا گالی گلوچ سے یا مال کھا کر)

(32) ظلماً ٹیکس وصول کرنا

(33) حرام مال کھانا، پینا، پہننا، یا خرچ کرنا

(34) خودکشی کرنا

(35) بلا شرعی عذر اپنا کوئی عضو کاٹنا

(36) جھوٹ بولنا

(37) شرعی قانون کے خلاف فیصلے کرنا

(38) رشوت لینا

(39) عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا

(40) مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا۔ (اس میں داڑھی مونڈنا شامل ہے)

(41) اپنے اہل وعیال میں فحش کلامی یا بے حیائی کرنا

(42) تین طلاق یافتہ عورت کا شرائط کے ساتھ حلالہ کرانا (یعنی وہ اس نئے شوہر سے طلاق لے کر واپس آ جائے گی)

(43) بدن یا کپڑوں پر پیشاب لگنے سے پرہیز نہ کرنا

(44) دکھاوے کے لئے اعمال کرنا

(45) دنیا کمانے کے لئے دین کا علم حاصل کرنا

(46) دین کا علم ہوتے ہوئے موقعہ پر چھپانا

(47) خیانت کرنا

(48) گھٹیا مال سے زکوٰۃ ادا کرنا

(49) تقدیر کو جھٹلانا

(50) لوگوں کے خفیہ حالات کی ٹوہ لگانا یا تجسس کرنا

(51) چغلی کرنا

(52) لعنت کرنا

(53) کسی کو دھوکہ دینا

(54) وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرنا

(55) نجومی یا قسمت کا حال بتانے والے کے پاس جانا

(56) بیوی کا شوہر کی نافرمانی کرنا

(57) تصویر بنانا یا گھر میں لٹکانا

(58) کسی کی موت پر نوحہ کرنا، منہ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، کفریہ کلمات کا ادا کرنا

(59) سرکشی کرنا، اللہ کا باغی ہونا

(60) مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا یا ان کو برا بھلا کہنا

(61) اللہ کی مخلوق پر دست درازی کرنا

(62) پڑوسی کو تکلیف دینا

(63) خصوصاً اللہ کے نیک بندوں کو تکلیف دینا اور ان سے دشمنی رکھنا

(64) ٹخنوں پر یا اس سے نیچے کوئی کپڑا پہننا یا لٹکانا

(65) مردوں کا ریشم یا سونا پہننا

(66) غیر اللہ کے نام کا ذبح کرنا اور کھانا

(67) جانتے بوجھتے ہوئے اپنے باپ کو چھوڑ کے دوسرے کو باپ بنانا

(68) فساد کے طور پر لڑائی جھگڑا کرنا

(69) ضرورت کے وقت دوسروں کو پانی نہ دینا

(70) ناپ تول میں کمی کرنا

(71) اللہ کی گرفت سے بے خوف ہو جانا

(72) نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنا

(73) بغیر شرعی عذر جمعہ کی نماز چھوڑنا

(74) ایسی وصیت کرنا جس سے کسی وارث کو نقصان پہنچے

(75) مکر وفریب کرنا

(76) کسی صحابیؓ کو گالی دینا

(77) کسی ظالم کا مددگار بننا

(78) قرآن کریم یاد کر کے بھول جانا

(79) کسی جانور کا مثلہ کرنا، اس کے منہ پر داغنا، اس پر ظلم کرنا یا اس کو زندہ جلانا

(80) اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا

(81) حرام چیز، مردار، یا خنزیر بغیر اضطرار کے کھانا

(82) صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا

(83) گناہوں پر مدد کرنا اور ان پر آمادہ کرنا

(84) گانے کا پیشہ اختیار کرنا

(85) لوگوں کے سامنے ننگا ہونا

(86) ناچنا، ڈانس کرنا

(87) بیوی کے سوا کسی کا شہوت سے بوسہ لینا

(88) حفاظِ اکرام یا علماءِ دین کو برا بھلا کہنا

(89) اپنے امیر سے غداری کرنا

(90) کسی کے نسب میں طعن کرنا

(91) گمراہی کی طرف دعوت دینا

(92) حرام مال کا ہدیہ قبول کرنا

(93) اپنے کسی ماتحت یا مزدور کا کوئی عضو کاٹنا یا خصی کرنا

(94) کسی محسن کی ناشکری کرنا

(95) وہ کھیل کھیلنا جس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے

(96) بھنگ پینا (ہیروئن اور نشہ کی تمام اقسام اسی حکم میں شامل ہے)

(97) کسی مسلمان کو کافر کہنا

(98) بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنا

(99) مشت زنی کرنا

(100) حالتِ حیض میں جماع کرنا

(101) مسلمانوں کو تکلیف پہنچے تو خوش ہونا

(102) جانور کے ساتھ بدفعلی کرنا

(103) عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا

(104) کھانے میں عیب نکالنا

(105) بے ریش لڑکے کو تکنا

(106) کسی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا

107) کسی کے گھر میں جھانکنا

108) غصہ کرنا

109) غیبت سن کر خاموش رہنا

110) دل میں نیت رکھتے ہوئے کسی سے وعدہ کر لینا کہ پورا نہیں کروں گا

(انوار البیان)

مندرجہ بالا گناہوں کے علاوہ کچھ اور گناہوں کا ذکر حضرت علامہ ابن حجر مکی ہیتمیؒ نے اپنی کتابوں " معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج " اور " ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ " میں کیا ہے۔ ذیل میں ان کو بیان کیا گیا ہے۔

111) فال نکالنا اور بدشگونی کرنا

112) قبروں کو سجدہ گاہ بنانا

113) قبروں پر چراغ جلانا

114) اللہ کو چھوڑ کر مزاروں کو بت بنا کر ان سے چمٹے رہنا

115) قبروں یا مزاروں کے گرد چکر یا پھیرے لگانا

116) قبروں کو چومنا

117) قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا

118) جان بوجھ کر نماز چھوڑنا

119) بلا عذر نماز کے وقت کو ٹال کر پڑھنا

120) کافروں اور مشرکوں سے دوستی گانٹھنا اور ان کی ہم نوائی کرنا

121) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا

122) ترکِ سنت اور اس پر اصرار کرنا

123) دین میں بدعت کا آغاز کرنا

124) راستے پر پیشاب کرنا یا کرتے وقت پردہ نہ کرنا

(125 مزدور کی مزدوری نہ دینا

(126 ورثاء کو ستانا

(127 والدین کو گالی دینا

(128 رسول اللہ ﷺ یا آپؐ کی آل واصحاب کی زندگی کی تصویر کشی کرنا

(129 کسی مسلمان کو گالی دینا۔ اس کی عزت وآبرو پر ہاتھ ڈالنا

(130 غیر مسلموں کی پیروی کرنا

(131 بے پردگی اور خواتین کا بن سنور کر نکلنا

(132 جسموں پر نشان اور نقش ونگار بنانا (ٹیٹو بنوانا)

(133 حسین بننے کے لئے بھنوؤں کو نوچنا

(134 مسلمانوں کی کوئی خفیہ بات کسی دشمن کو پہنچانا

(135 علم کا چھپانا

(136 اللہ تعالیٰ سے بدگمانی اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا

(137 حق یا ضرورت کے بغیر اپنے علم کے متعلق فخر یہ دعویٰ کرنا

(138 اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی نسبت کرنا

(139 ظالموں اور فاسقوں سے محبت اور صالحین سے نفرت کرنا

(140 زمانے کو برا بھلا کہنا

(141 رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ مبارک سن کر بھی درود شریف نہ پڑھنا

(142 شر اور بے حیائی اور عریانیت کے ساتھ چمٹے رہنا

(143 منّت کا پورا نہ کرنا

(144 نمازی کے آگے سے گزرنا

(145 جماعت کی نماز میں امام سے پہلے ارکان ادا کرنا

(146 عورت کا تنہا ایسے رستے سے سفر کرنا جس میں اس کی عزت کو خطرہ ہو

147) عورتوں کا قبرستان جانا

148) قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی نہ کرنا

149) صدقہ کر کے احسان جتلانا

150) ذخیرہ اندوزی

151) مرد کا بلوغت کے باوجود ختنہ نہ کروانا

گناہِ صغیرہ

1) جہاں نظر ڈالنا حرام ہو وہاں دیکھنا

2) دنیا سے محبت کرنا

3) بیوی کے سوا کسی کو شہوت سے چھونا

4) اجنبی عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا

5) سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا

6) کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا

7) کسی نمازی کا نماز پڑھتے ہوئے اپنے اختیار سے ہنسنا

8) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

9) تکبر کی چال چلنا

10) فاسق کے ساتھ بیٹھنا

11) مکروہ وقت میں نماز پڑھنا

12) مسجد میں نجاست پھیلانا

13) پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا

14) تنہائی میں بلا وجہ شرم گاہ کھولنا

15) کسی عورت کا بغیر شوہر اور محرم کے سفر کرنا

(16) کسی دوسرے خریدار سے زیادہ قیمت دلوانے کے لئے مال کے زیادہ دام لگانا جبکہ خریداری کا ارادہ نہ ہو

(17) ضرورت کے وقت مہنگائی کے انتظار میں غلہ روکنا

(18) کسی مسلمان کے رشتہ پر رشتہ دینا۔
(یعنی کسی جگہ کسی کے رشتہ کی بات چل رہی ہو اور ابھی فیصلہ نہ ہوا ہو تو اپنا رشتہ پیش کر دینا)

(19) کسی مسلمان کی کسی سودے میں بات چل رہی ہو تو اپنی آفر دے دینا

(20) باہر سے مال لانے والوں سے شہر کے باہر ہی سودا کر لینا

(21) اذانِ جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنا

(22) حسنِ سلوک کر کے جتلانا

(23) شکار یا مویشی کی حفاظت کی ضرورت کے بغیر کتا پالنا

(24) مسجد میں نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانا

(25) زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہونے کے بعد تاخیر کرنا

(26) عام راستوں میں کھڑے ہو کر سامان فروخت کرنا جس سے راہ گیروں کو تکلیف ہو

(27) بحالتِ جنابت اذان دینا یا مسجد میں داخل ہونا یا مسجد میں بیٹھنا

(28) نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا یا کپڑے سے کھیلنا

(29) نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنا

(30) مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا یا وہ کام کرنا جو عبادت نہیں

(31) روزہ دار کو بوسہ کرنا

(32) اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا

(33) ذبح کرنے میں پوری گردن کاٹ دینا

(34) بالغ عورت کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینا

(35) ایک وقت میں ایک سے زیادہ طلاق دینا

(36) زمانۂ حیض میں طلاق دینا

37) جس طہر میں جماع کیا ہو اس میں طلاق دینا

38) اولاد میں سب کے ساتھ برابری کا سلوک نہ کرنا

39) مزاح یا کسی کی تعریف میں غلو کرنا

40) کسی کی زمین پر بلا اجازت چلنا

41) زبردستی امام بننا

42) نماز پڑھتے ہوئے تصویر پر سجدہ کرنا یا تصویر کے سامنے نماز پڑھنا

43) کافر کو سلام کرنا

44) بچوں کو ایسے لباس پہنانا جس سے شرعی ستر نہ ڈھکے

45) پیٹ بھر کھانے کے بعد بھی کھاتے رہنا

46) مسلمان سے بدگمانی کرنا

47) لہو ولہب کی باتیں سننا

48) خطبہ کے وقت باتیں کرنا

(انوار البیان)

صغیرہ گناہ بھی گناہ ہوتا ہے اس سے بھی بچنا واجب ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بھی بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا بھی مواخذہ ہوگا۔ یعنی فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں وہ ان کو بھی لکھتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

صغیرہ گناہ کا ارتکاب اگر عذاب اور مواخذے کے ڈر سے کر لیا تو صغیرہ ہے اور اگر یہ سمجھ کر کیا جائے کہ کوئی بات نہیں تو پھر یہ کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے۔ جس عمل کی جو ممانعت قرآن اور حدیث میں آئی ہے اس کو کوئی حیثیت نہ دینا کفر ہے خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ (انوار البیان)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اور اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے۔ بہترین کپڑے پہنے پھر نکل کر مسجد پہنچے اور جتنی ہو سکے رکعتیں پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ پھر خطبہ سننے

کے لئے خاموش بیٹھا رہے تو اس کا یہ عمل اگلے جمعہ تک صغیرہ گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ ایک روز سردی کے موسم میں جس درخت کے پتے (خزاں) کی وجہ سے گرتے ہیں تو آنحضرت ﷺ باہر تشریف لے گئے اور اس درخت کی ٹہنیاں پکڑیں (اور انہیں ہلایا) تو ان شاخوں سے پتے گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ! حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں۔ (مسند احمد)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جوان کے پاس اس کے آخری وقت میں جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا تشریف لے گئے اور اس سے دریافت کیا، اس وقت تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرا حال یہ ہے کہ اللہ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں اور اس کے ساتھ مجھے اپنے گناہوں کی سزا اور عذاب کا بھی خوف ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس کے دل میں امید اور خوف کی یہ دونوں کیفیات ایسے عالم میں (یعنی موت کے وقت) جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ ضرور عطا کریں گے جس کو اللہ کی رحمت کی امید ہے اور اسے اس عذاب اور پکڑ سے محفوظ رکھیں گے جس کا اسے خوف ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ کے خوف اور ہیبت سے جس بندہ مومن کی آنکھ سے آنسو نکل پڑیں اگر چہ وہ مقدار میں بہت ہی کم ہوں (مثلاً مکھی کے سر کے برابر کا قطرہ) پھر آنسو بہہ کے اس کے چہرے پر پہنچ جائیں تو اللہ تعالیٰ اس چہرے پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ہیبت سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کسی پرانے سوکھے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔ (رواۃ البزاز)

جہاد فی سبیل اللہ

" جہد " اور " جہاد " مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانا۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ " جہاد " کا مطلب ہے انتہائی قوت سے حملہ اور دشمن سے مدافعت کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں کفار یا مشرکین سے لڑی جانے والی جنگ میں طاقت استعمال کرنا خواہ اپنی جان کو پیش کر کے یا مال کے ذریعہ مقابلہ کرنا یا مقابلہ کرنے والوں کی مدد کرنا۔ یعنی اپنی عقل وتدبیر سے اپنی رائے مشورہ سے مسلمانوں کی مدد کرنا یا اسلامی لشکر میں شامل ہوکر دشمنان اسلام کے خلاف لشکر کی معاونت اور حمایت کرنا ہے۔ جہاد کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا بول بالا رہے۔ اللہ کی سرزمین پر اللہ کا قانون نافذ ہو اور اس کے مخالفین اور باغیوں کی سرکوبی کی جائے۔

جہاد فرض کفایہ ہے جب اگر عام اعلان جنگ نہ ہو۔ لیکن اگر کفار مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کردیں اور اسلامی مملکت کے خلاف جنگ شروع کردیں تو اس صورت میں ہر مسلمان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں دشمنوں سے مقابلہ کرنا، جہاد میں شرکت کرنا اس شہر اور مملکت کے تمام باشندوں پر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر ان کو مزید مدد کی ضرورت ہو تو ان لوگوں پر بھی واجب ہو جاتا ہے جو اس مملکت اور اور شہر کے آس پاس اور قریب رہتے ہیں۔ جو شخص ان ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے گا وہ گناہ گار ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۶)

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور یہ تمہیں گراں معلوم ہوتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں بری معلوم ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور (اصل حقیقت) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۳۶)

اورتم سب مل کر مشرکوں سے قتال کرو جیسا کہ وہ سب مل کر تم سے قتال کرتے ہیں
اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

انفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۴۱)

نکل پڑو ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو،
یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

بلاشبہ اللہ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا، وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، وہ قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمہ ایک سچا وعدہ ہے جو توریت اور انجیل اور قرآن میں ہے۔ اور اللہ سے زیادہ کون اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہے۔ سوتم اپنے اس سودے پر جو تم نے کیا ہے خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لاَّ يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُـلاًّ وَعَدَ اللّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى

الْقَاعِدِيْنَ أَجراً عَظِيْماً O

(سورۃ النساء ۔ ۹۵)

جولوگ بغیر عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں وہ ان مجاہدین کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت دی ہے اور اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے مگر جہاد کرنے والوں کو (گھر) بیٹھے رہنے والوں پر اجر عظیم کے اعتبار سے فضیلت دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنجِيْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ O تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ Oيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ O

(سورۃ الصّف: ۱۳ ۔ ۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ تم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں رکھے گا ہمیشہ کے باغوں میں، یہ بڑی کامیابی ہے۔ ایک اور چیز بھی دے گا جسے تم پسند کرتے ہو۔ وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

یہ تمام آیات جہاد سے تعلق رکھتی ہیں جن میں اہل ایمان کو جہاد کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے اور اس کے دنیوی فائدے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے جب بھی اور جہاں بھی کفار سے لڑنے کی ضرورت ہو جہاد سے جی نہیں چرانا چاہئے۔ جہاد میں ہی اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی عزت و برتری کا راز ہے۔ مسلمانوں نے جب بھی جہاد کا علم بلند کئے رکھا ان کی عظمت

اور رفعت کا جھنڈا سارے عالم میں لہراتا رہا اور ان کی تہذیب وثقافت کا سکہ دنیا پر جما رہا۔ اور جب سے مسلمانوں نے جہاد کے اس اہم فریضہ کو فراموش کر دیا وہ ذلت اور پستی کا شکار ہو گئے اور ان کی مثال دنیا کی نظروں میں ایک بے وقعت قوم کی ہو گئی۔ آج مسلمان ساری دنیا میں ذلیل وخوار ہیں اور ان کی تہذیب ایک کھوٹا سکہ بن گیا جسے وہ خود بھی اپنانے کے لئے تیار نہیں۔ ذلت کی یہ گھٹا پوری دنیا میں مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے لیکن اس کو دور کرنے اور اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے ان کے اندر کوئی تڑپ، لگن اور جذبہ موجود نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں بزدلی اور دنیا کی محبت چھائی ہوئی ہے۔ آج کا مسلمان سہل پسند اور عیش وعشرت کا دلدادہ ہو گیا ہے۔ مسلمان حکومتیں بھی اسلامی جذبات واحساسات سے عاری ہیں بلکہ اسلام کی دشمن بنی ہوئی ہیں۔ اس لئے کفار مسلمانوں کے علاقوں میں دندناتے پھر رہے ہیں اور ان کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں انہیں مارتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں ان کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ لیکن تمام مسلمان ملکوں میں موت کا سکوت طاری ہے۔ صلیبی طاقتیں اور صیہونی سازشیں اپنا کام کر رہی ہیں لیکن مسلمان ملکوں کے حکمران عیش وعشرت میں مصروف ہیں۔ بلکہ اپنے ملکوں میں رہے سہے اسلامی نقوش کو بھی مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ انفرادی طور پر چند جماعتیں اور تحریکیں ہیں جو جو اپنے طور پر اسلام کی عظمت اور جہاد کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں لیکن کفر کی عالمی طاقتوں اور ان کے بے پناہ وسائل کے مقابلہ میں یہ چند تحریکیں کیا کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات تھوڑے لوگوں کو کثیر تعداد کے مقابلہ میں اور اسباب ووسائل میں کمی کے باوجود بڑی بڑی طاقتوں پر کامیابی نصیب کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں جہاد کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں شرکت کرنے کا عام اعلان فرمایا تھا کہ تمام مسلمان اس میں شریک ہوں۔ اس حکم کی خلاف ورزی جائز نہیں تھی۔ جو لوگ خلاف ورزی میں مبتلا ہوئے ان میں زیادہ تر منافقین تھے اور کچھ مومن بھی تھے جو وقتی کاہلی اور سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں کی کچھ جماعت اگر جہاد میں مشغول ہو تو باقی مسلمان اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر جہاد میں شریک ہونے والی جماعت کافی نہ ہو اور مغلوب ہونے لگے تو آس پاس کے مسلمانوں کو ان کی مدد کے لئے نکلنا اور جہاد میں شریک ہونا فرض عین ہو جاتا ہے اور یہ بھی کافی نہ ہوں تو ریاست کے دوسرے علاقوں سے یہاں تک کہ سارے عالم کے مسلمانوں پر ایسی حالت میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور اس سے انکار حرام ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کا امیر اس بات کا اعلان کرے اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دے۔

عام حالات میں جہاد کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور مہمات ہیں جو جہاد کی طرح فرض کفایہ ہیں۔ ان کے لئے بھی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو موجود رہنا ضروری ہیں تا کہ سب ضروری کام ساتھ ساتھ چلتے رہیں اور اجتماعی فرائض بھی ادا ہوتے رہیں۔ مسلمان مردوں پر نماز جنازہ اور میت کی تجہیز و تکفین، مساجد کی تعمیر اور نگرانی، جہاد، اسلامی سرحدوں کی حفاظت، دینی تعلیم و تربیت۔ یہ سب فرض کفایہ ہیں۔ ان کی ذمہ داری پورے عالم کے مسلمانوں پر ہے۔ اگر کچھ لوگ بقدر ضرورت یہ فرض ادا کر رہے ہوں تو باقی مسلمان اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔
(تفسیر معارف القران)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج مبرور۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے راستے (جہاد) میں ایک صبح یا ایک شام گزارنا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے راستے میں ایک دن سرحدی محاذ پر پہرا دینا، دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے اور جنت میں کسی ایک کے کوڑے (رکھنے) جتنی جگہ کا مل جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ سرحد پر ایک رات اور دن کا پہرا دینا ایک مہینے کے روزے رکھنے اور راو اس کی شب بیداری سے بہتر ہے۔ اور اگر اس حال میں اس کو موت آ گئی تو اس کا یہ نیک عمل جاری رہے گا اور جو وہ کرتا تھا اور اس پر اس کی جنت کی روزی جاری رہے گی۔ اور وہ آزمائش میں ڈالے جانے سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں! وہ زخم خوردہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے زخمی ہوتا ہے قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا، اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی مہک کستوری کی مہک ہوگی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں! جنت میں سو درجہ ہیں، جو اللہ نے اللہ کی راہ

میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن جبر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کی راہ (جہاد) میں غبار آلود ہوں اور پھر انہیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت زید بن خالد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں تیار کیا (اسے جہاد کا ساز وسامان دیا) تو یقیناً اس نے خود جہاد کیا۔ اور جس نے کسی مجاہد کی اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی یقیناً جہاد کیا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی جنت میں جانے والا شخص ایسا نہیں ہے جو دنیا میں لوٹنے کو پسند کرے گا اور یہ کہ اس کے لئے زمین میں کوئی چیز نہیں سوائے شہید ہونے کے۔ وہ آرزو کرے گا کہ وہ بار بار دنیا میں آئے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے۔ کیونکہ (شہادت کی وجہ سے ملنے والی) بزرگی کو وہ دیکھے گا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت سہل بن حنیف ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجہ پر پہنچادے گا، اگرچہ اسے موت اپنے بستر پر ہی آئے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے تیراندازی کا فن سیکھا پھر اس نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی بھول گیا) وہ ہم میں سے نہیں یا فرمایا کہ اس نے یقیناً نافرمانی کی۔ (صحیح مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس کے بنانے والے کو جو بنانے میں بھلائی کی نیت رکھے، تیرانداز کو اور ترکش سے تیر نکال نکال کر دینے والے کو۔ تم تیراندازی اور سواری کا فن سیکھو اور مجھے تمہارا تیراندازی کا سیکھنا، تمہاری سواری کے سیکھنے سے زیادہ محبوب ہے اور جس نے بے رغبتی کی وجہ سے تیراندازی کا فن سکھائے جانے کے بعد چھوڑ دیا تو اس نے ایک حاصل شدہ نعمت کو چھوڑ دیا یا فرمایا اس نے نعمت کی ناشکری کی۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے نفس نے جہاد کے بارے میں سوچا تو اس کی موت نفاق کی ایک خصلت پر ہوگی۔ (صحیح مسلم)

جنگ کی اجازت

1ھ ہجری ، 623ء

مدینہ میں مشرکین مدینہ اور یہود سے معاہدوں کے باوجود مسلمان اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سخت خطرے میں رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت محتاط طریقے سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے لئے راتوں کو پہرہ دیتے تھے۔ قریش مکہ کی طرف سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار سے جنگ کی اجازت دے دی اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِ ھِمْ لَقَدِیْرُ ☆

(سورۃ الحج۔39)

ترجمہ: جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں)
کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔

جنگ کی اجازت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے حکمت سے کام لیتے ہوئے شروع میں اسے قریش مکہ سے مقابلہ کرنے کا منصوبہ بنایا اس کے دو اہم مشن تھے۔

(1) جو قبائل قریش کی تجارتی شاہراہوں کے اردگرد یا اس شاہراہوں سے مدینہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے ان کے ساتھ حلفِ دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے۔

(2) ان تجارتی شاہراہوں پر گشتی دستے بھیجنا۔

پہلے منصوبے کی ضمن میں اطراف کے یہود کے ساتھ معاہدے کئے گئے جس میں قبیلہ جہنیہ کے ساتھ بھی دوستی و تعاون اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔ مدینہ کے راستے پر عموماً اور مکہ کے راستوں پر خصوصاً نظر رکھی جانے لگی اور قریش کی آمد و رفت پر کڑی نظر رکھی گئی۔ مدینہ کے مشرکین، یہود اور آس پاس کے بدوؤں کے قبائل کو یہ احساس دلانا کہ مسلمان طاقتور ہیں اور انہیں اپنی پرانی کمزوری سے نجات مل گئی ہے۔ قریش کے اقتصادی اور معاشی مفادات کو خطرے میں ڈال کر ان کو صلح کی طرف مائل کیا جائے جو اب بھی مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے عزم کئے ہوئے تھے تاکہ مسلمان پورے جزیرہ العرب میں اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے آزاد ہو جائیں۔

جہاد کی فرضیت کا حکم

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش کے سریہ کے بعد شعبان 2 ہجری میں جہاد کی فرضیت کا حکم آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَ اقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَ اَخْرِجُوْھُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْکُمْ وَ الْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْکُمْ فِیْہِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ ؕ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ قٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انْتَھَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ☆

(سورۃ البقرہ۔190-193)

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور مار ڈالو ان کو جہاں پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا اور سنو فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے، اور مسجدِ حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو، کافروں کا بدلہ یہی ہے، پھر اگر وہ باز آ ئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ کا دین غالب نہ آ جائے، اگر یہ رک جائیں تو تم بھی رک جاؤ، زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے۔

ان آیات کے چند دنوں بعد یہ آیات اور نازل ہوئیں جس میں جنگ کا طریقہ بتایا گیا ہے اس کی ترغیب دی گئی ہے اور بعض احکامات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِکَ ۛ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَا نْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَا۟ بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ☆

(سورۃ محمد: ۴۔۷)

ترجمہ: توجب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہوتو گردنوں پروار مارو جب ان کو اچھی طرح کچل ڈالو تو اب خوب مضبوط قیدوبند سے گرفتار کرو (پھر اختیار ہے) کہ خواہ احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔ تاوقتیکہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو (خود) ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس کا منشا یہ ہے) کہ تم میں سے ایک کا امتحان دوسرے کے ذریعہ سے لے لے جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کردیئے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ انہیں راہ دکھائے گا اور ان کے حالات کی اصلاح کردے گا۔ اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کردیا ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم (اللہ کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا ۔

اس کے بعد جنگ سے کترانے والوں کی مذمت فرمائی۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْکَمَةٌ وَّذُکِرَ فِیْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یَّنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰی لَهُمْ ☆ (سورۃ محمد:۲۰)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے وہ کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پھر جب صاف مطلب والی سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے اس شخص کی نظر ہوتی ہے جس پر موت کی بیہوشی طاری ہو، پس تباہی ہے ایسے لوگوں کے لئے۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ، زہریؒ، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ، عروہ بن زبیرؒ، زید بن اسلمؒ، قتادہ ؒ، مقاتل بن حیانؒ اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی اجازت میں جو آیت سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ☆ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا ؕ وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ☆اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ☆ (سورۃ الحج: ۴۱-۳۹)

ترجمہ: حکم ہوا جنگ کرنے کا ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ جن کو نکالا ان کے گھروں سے اور دعویٰ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو تو ڈھائے جاتے تکیے (خانقاہیں) اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت کثرت سے اور اللہ مقرر مدد کرے گا اسُ کی جو مدد کرے گا اسُ کی بے شک اللہ زبردست ہے زور والا وہ لوگ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوۃ اور حکم دیں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے انجام کام کا۔

جس طرح جنگ سے متعلق آیات نازل ہو رہی تھیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قریب ہی کوئی بڑی جنگ ہونے والی ہے اور اس فتح اور نصرت مسلمانوں ہی کو نصیب ہوگی ۔ ان آیات پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کسی طرح مسلمانوں کو اشارتاً سمجھتا رہا ہے کہ جس طرح ان مشرکین نے تم کو وہاں سے نکالا ہے اسی طرح تم بھی ان کو نکال دو پھر کسی طرح ان کو قید کرنے باندھنے اور مخالفین کو کچل دینے کے احکامات دیئے جارہے ہیں اس بات سے اشارہ ملتا ہے کہ آخری فتح مسلمانوں ہی کو حاصل ہونے والی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس شخص کی ذمہ داری لیتا ہے جو اس کے راستے میں (جہاد پر) نکلے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے گھر سے نکلنے والی چیز، میرے راستے میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے سوا اور کوئی نہ ہو تو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اسے گھر کی طرف اجر و غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں جس سے نکل کر وہ گیا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے: اللہ کی راہ میں جو زخم لگتا ہے تو قیامت کے دن مجاہد اس حالت میں آئے گا کہ گویا آج زخم لگا ہے (زخم تازہ ہوگا اور اس میں سے خون رستا ہوگا) اس کا رنگ تو خون کا ہوگا اور اس کی مہک کستوری کی مہک ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر مسلمانوں پر شاق (مشکل) ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی ایسے لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے روانہ ہوتا۔ لیکن میں اس بات کی گنجائش نہیں پاتا ہوں کہ تمام لوگوں کے لئے سواری کا انتظام کروں اور نہ وہ خود اس کی گنجائش پاتے ہیں اور ان پر یہ بات بڑی گراں گزرتی ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہیں (کہ میں چلا جاؤں اور وہ پیچھے گھروں میں رہ جائیں) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر جہاد کروں اور پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر جہاد کروں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔ (مسلم)

اس حدیث میں جہاد کی فضیلت کے ساتھ ساتھ مومن کی امتیازی شان بیان کی گئی ہے کہ وہ قیامت کے روز زخمی حالت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ جیسے وہ آج ہی زخمی ہوا ہو اس کے جسم سے اسی طرح خون بہہ رہا ہوگا اور اس خون سے کستوری کی مہک اٹھ رہی ہوگی۔ یہ کیفیت مجاہد کی امتیازی شان اور عظمت کو میدان حشر میں نمایاں کرے گی۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی شفقت اور رحمت کا ذکر بھی ہے جو اپنی امت کے بارے میں آپ ﷺ کے دل میں تھی۔ آپ ﷺ کے جذبہ جہاد کا بیان بھی ہے کہ آپ ﷺ بار بار اللہ کی راہ میں شہید کئے جانے کی آرزو فرما رہے ہیں۔ جس طرح شہید کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قیامت کے بعد خواہش کرے گا کہ اے اللہ ہمیں واپس دنیا میں بھیج تا کہ ہم پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔

حضرت ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ) سے سنا کہ جب وہ دشمن کے سامنے تھے، وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت کے دروازے تلواروں کے سائے میں ہیں۔ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا! اے ابو موسیٰؓ! کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ کو یہ بات

فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف واپس چلا گیا اور ان سے کہا کہ میں تم کو الوداعی سلام کہتا ہوں، پھر اس نے تلوار کی نیام توڑ دی اور اسے پھینک دیا، پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چلا اور اس کے ساتھ دشمن پر وار پر وار کرتا رہا یہاں تک کہ خود شہید ہو گیا۔ (مسلم)

حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بندے کے قدم اللہ کی راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں غبار آلود ہوں اور پھر انہیں جہنم کی آگ بھی چھوئے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سوائے قرض کے شہید کی ہر غلطی معاف کر دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے وہ مجھے ایک درخت پر لے کر چڑھے اور ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو بہت ہی خوبصورت اور نہایت شاندار تھا، اس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا، ان دونوں نے کہا کہ یہ شہید کا گھر ہے۔ (بخاری)

(یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے، دو آدمی سے مراد جبرائیلؑ اور میکائیلؑ)

حضرت سہل بن حنیف ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص سچے دل سے شہادت کا طالب ہو تو اسے یہ مقام عطا کر دیا جاتا ہے اگر چہ اسے موت اپنے بستر پر آئے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شہید قتل سے اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض ان ایام میں جب ان کا مقابلہ دشمن سے ہوا، آپ ﷺ نے انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے کھڑے ہو کر فرمایا! اے لوگو! دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔ پھر فرمایا! اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے، ان کو شکست سے دوچار فرما اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

(بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا فرمایا کہ کم ہی رد کی جاتی ہیں۔ اذان کے وقت کی دعا اور لڑائی کے وقت کی دعا جب کہ باہم گھمسان کا رن ہو۔ (ابوداوٗد)

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دشمن قوم سے خوف محسوس کرتے تو یہ دعا فرماتے!

اے اللہ! ہم تجھ کو ہی ان کے مدمقابل پاتے ہیں اور تجھ سے ہی ان کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ (ابوداوٗد)

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا! تم ان کافروں کے مقابلہ میں اپنی امکانی قوت تیار کرو، پھر فرمایا سن لو، قوت (سے مراد) تیراندازی ہے، خبردار قوت (سے مراد) تیراندازی ہے، خبردار قوت (سے مراد) تیراندازی ہے۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ کو اپنے دور اور حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے دشمن کے لئے جو امکانی قوت فراہم اور تیار کرنے کا حکم دیا ہے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد تیراندازی ہے اور تین مرتبہ دہرا کر اس کی اہمیت اور تاکید کو واضح کر دیا کیونکہ تیراندازی کا فن جنگوں میں بنیادی کردار ادا کرتا تھا۔ آجکل کی جنگوں میں تیراندازی نہیں ہوتی، اس قوت پر اتنا زور دینے کا مطلب یہ تھا کہ دور سے دشمن پر پھینکے جانے والے ہتھیار ہیں۔ اس کی جگہ ٹینک، توپیں، میزائل اور بم ہیں۔ اسی طرح فضائی جنگ کے لئے ائرفورس، جنگی جہاز اور ان کا سامان، بحری جنگ کے لئے نیوی، بحری بیڑے، آبدوزیں اور ان سے متعلقہ سامان کی اہمیت ہے۔ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے اس حکم مطلب مذکورہ چیزوں کی مکمل تیاری اور فراہمی ہے۔

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام جدید ہتھیاروں کا انتظام کریں اور اس کام میں بالکل غفلت نہ کریں۔ آجکل کے مسلمان اس کام میں غفلت اور سستی سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے جنگ کے جدید ذرائع کے علوم کافروں کے پاس زیادہ ہیں اور وہ اس کے بل بوتے پر دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور تمام دینا کے مسلمان حکمران ان سے خوفزدہ ہیں۔ مسلمان جب تک اس قرآنی حکم کے مطابق کافروں سے زیادہ یا ان کے برابر یا کم از کم ان ہی کی طرح کی جنگی قوت اور صلاحیت بہم نہیں پہنچائیں گے تو وہ کفار کی یلغار کا مقابلہ اور کافروں کو شکست نہیں دے سکیں گے جبکہ اسلام کی سربلندی کے لئے کفر کی قوت کا خاتمہ ضروری ہے۔

احادیث مبارکہ میں شہید کے فضائل

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ایک دفعہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ لوٹ کر دنیا میں جانا پسند نہیں کرتا اگر چہ روئے زمین کی تمام چیزیں اسے مل جائیں۔ جب شہید اپنی عزت وتکریم کو دیکھتا ہے تو آرزو کرتا ہے کہ وہ واپس دنیا میں بار بار جائے اور دس مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو آدمی سچے دل کے ساتھ شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں، اگر چہ اس کو شہادت کی موت نصیب نہ ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں زخمی ہوتا ہے وہ مجاہد قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون جیسا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حضرت فضالہ بن عبید ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر میت کا عمل ختم ہو جاتا ہے لیکن جو شخص جہاد میں پہریداری کرتا ہوا شہید ہو گیا تو اس کے لئے اس کا عمل قیامت کے دن تک جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ اور عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شہید اپنی شہادت کی بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے پر محسوس کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ بنی نبیت کا ایک شخص آیا، اس نے اسلام قبول کیا کلمہ پڑھا اور اسی وقت جہاد کے قافلہ کے ساتھ نکل گیا اور جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس نے عمل تو تھوڑا سا کیا لیکن ثواب بہت زیادہ پایا۔ (صحیح مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے آج رات خواب میں دو شخص دیکھے جو میرے پاس آئے اور مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک گھر میں لے گئے اس سے زیادہ حسین وجمیل گھر میں نے آج تک نہیں دیکھا، پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے؛ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بہت سے مسلمان اس بات سے خوش نہیں ہوں گے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں جبکہ میرے پاس بھی اتنے جانور نہیں ہیں کہ میں سب کو سواری دے کر اپنے ساتھ لے جاسکوں تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی بھی لشکر سے پیچھے نہ رہتا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری خواہش اور تمنا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطرے اور دو نشان سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلا ہوا آنسو اور دوسرا قطرہ خون جو اللہ کی راہ میں بہایا گیا ہو اور دو نشان وہ ہیں، ایک تو فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں پیدا ہوا ہو مثلاً نماز کی ادائیگی سے سجدہ کی جگہ نشان پڑ جاتا ہے۔ (جامع ترمذی)

ابوداؤد ؒ اور ابن حیان ؒ نے حضرت ابودرداء ؓ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شہید اپنے ستر گھر والوں کی شفاعت کرے گا۔ مسند احمد اور طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت کی ہے اور ترمذی ؒ اور ابن ماجہ ؒ نے حضرت مقدام بن معدی کربؓ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن انبیاء کرام شفاعت کریں گے، پھر علماء عظام اور پھر شہداء۔ بزازؒ نے بھی یہ حدیث لکھی ہے اور پھر لکھا ہے کہ پھر مؤذن شفاعت کریں گے۔ حدیث میں جن علماء کو شفاعت میں شہداء کر سبقت عطا ہوئی ہے، شاید ان سے مراد وہ علماء راسخین ہیں جو حقیقت کے عالم ہیں۔ (تفسیر مظہری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت حارثہ بن سراقہ ؓ کی والدہ آئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی! یارسول اللہ ﷺ! میرا بیٹا آپ کے ساتھ کافروں سے جنگ کرتا ہو غزوہ بدر میں شہید ہو گیا تھا۔ اگر تو اس کی بخشش ہوگئی اور وہ جنت میں ہے تو صبر کروں ورنہ میں اس پر رنج و غم اور صدمہ کا اظہار کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! حارثہ ؓ کی ماں! جنت ایک نہیں بہت ساری ہیں، ہر جنت کا ایک دوسرے سے اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کا۔ اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ان میں سب سے اوپر جنت الفردوس ہے جہاں تمہارا بیٹا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش اعظم کے ساتھ قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں اور شہداء کے لئے اس میں

رہنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ وہ سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گئے اوران کی روحیں جنت کے اندر پرواز کرتی ہوں گی اور جہاں چاہے جاتی اور کھاتی پیتی ہوں گی۔ (یہ معاملہ قیامت سے پہلے کا ہے، قیامت میں جوان کوانعامات واکرام ملے کا اس کا تصورنہیں کیا جاسکتا)۔

حضرت عمر فاروق ؓ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے شہادت کی موت نصیب فرمااوراپنے رسول ﷺ کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔ پھرخود سے کہتے تھے کہ اے عمر! یہ دو باتیں کیسے اکٹھی ہوسکتی ہیں، شہادت کی موت بھی مانگتے ہو اوررسول کریم ﷺ کا شہر بھی مانگتے ہو؟ جہاد کو مدینہ منورہ کے باہر ہوتا ہے مدینہ میں بیٹھ کرشہادت کیسے ہوسکتی ہے۔ پھرخود ہی خود سے کہتے کہ اگراللہ تعالیٰ چاہے تو دونوں کوجمع کرسکتا ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے دونوں کوجمع کر کے دکھادیااورحضرت عمر ؓ کی دعا قبول ہوگئی اوران کو مدینہ منورہ میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔

شہید کی قسمیں

ا۔ جوشخص کسی کافر کے ہاتھ سے مراہو۔

۲۔ جوشخص میدان جہاد میں مراہواپایا گیا ہواوراس کے جسم پرزخم کانشان ہو۔

۳۔ جوشخص زخمی حالت میں میدان جہاد سے لایا گیا ہو۔ ابھی مرہم پٹی یا کھانے پینے کی نوبت نہ آئی ہواوروہ مرگیا تو وہ شہید ہے۔

۴۔ جس شخص کوڈاکوؤں یاباغیوں نےقتل کیا ہو۔

۵۔ جس شخص کوکسی مسلمان نےظلماًقتل کیا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ شہید پانچ ہیں!

ا۔ طاعون سے مرنے والا

۲۔ ہیضے سے مرنے والا۔

۳۔ ڈوب کرمرنے والا۔

۴۔ کسی بھاری چیز کے نیچے دب کرمرنے والا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا۔
(صحیح بخاری ومسلم)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے (۳۴) چونتیس افراد کی فہرست لکھی ہے جو شہید کے حکم میں آتے ہیں۔
۱۔ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔
۲۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔
۳۔ دیوار وغیرہ کے گرنے سے نیچے دب کر مرنے والا۔
۴۔ (ذات الجنب) سینے کے اندر ایک طرف پسلی والے حصہ میں زخم ہو جائے اور سخت درد ہو۔ اس سے موت واقع ہو جائے۔
۵۔ سل کی بیماری، اس بیماری میں پھیپھڑوں سے منہ کے راستہ خون آتا ہے۔
۶۔ سفر کے دوران مرنے والا۔
۷۔ مرگی کے مرض میں مرنے والا۔
۸۔ بخار کی وجہ سے مرنے والا۔
۹۔ مال وجان کی حفاظت کرتے ہوئے مرنے والا۔
۱۰۔ ظلم سے قتل کیا جانے والا۔
۱۱۔ پاک دامنی کی محبت میں مرنے والا۔
۱۲۔ جذام یا کوڑھ کی بیماری سے مرنے والا۔
۱۳۔ کسی درندے نے مار دیا۔
۱۴۔ بادشاہ نے ظلم سے مار دیا، یا اس کے خوف سے چھپا تھا اور اس دوران مر گیا۔
۱۵۔ موذی جانور یا سانپ کے کاٹنے سے موت واقع ہوئی۔
۱۶۔ علم دین کی طلب کے دوران موت واقع ہو جائے۔ خواہ تعلیم وتدریس ہو یا تصنیف۔
۱۷۔ مؤذن جو ثواب کی نیت سے اذان دے اجرت نہ لے۔

۱۸۔ سچ بولنے والا تاجر۔

۱۹۔ جو شخص اپنے واہل وعیال کے کے لئے حلال رزق کی طلب کے دوران مرجائے۔

۲۰۔ روزآنہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھنے والا: **اللھم بارک لی فی موت و فیھا بعد الموت**

۲۱۔ چاشت کی نماز کا اہتمام کرنے والا، ہر مہینہ تین روزے رکھنے والا اور نماز کا پابند۔

۲۲۔ سمندر کے سفر میں قے اور متلی کرتے ہوئے مرجانے والا۔

۲۳۔ فتنوں کے دور میں سنت پر عمل کرنے والا۔

۲۴۔ جو بیماری میں یہ آیت چار مرتبہ پڑھے اوراسی بیماری میں مرجائے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

۲۵۔ ہر رات **سورۃ یٰس** کو پڑھنے والا۔

۲۶۔ صبح کے وقت تین مرتبہ " **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم**" پڑھ کر **سورۃ الحشر** کی آخری تین آیت کا پڑھنے والا۔

۲۷۔ روزآنہ رسول کریم ﷺ پر سو بار درود بھیجنے والا۔

۲۸۔ سچے دل سے شہادت کی تمنا کرنے والا۔

۲۹۔ جمعہ کے دن مرنے والا۔

۳۰۔ کفار سے جنگ کے لئے سرحد پر حفاظت کرنے والا۔

۳۱۔ سواری سے گر کر مرنے والا۔

۳۲۔ طاعون کے مرض سے مرنے والا۔

۳۳۔ جل کر مرنے والا۔

۳۴۔ جو عورت بچہ پیدا ہوتے وقت مرجائے یا نفاس کی مدت پوری ہونے سے پہلے مرجائے۔

(روضۃ الصالحین)

شہید کے لئے انعامات

ا۔ شہید اجر عظیم کا مستحق ہوتا ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ أَو يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيْماً(74) وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيْراً (75)

(سورۃ النساء: ۷۴ ۔ ۷۵)

تو وہ لوگ آخرت کو خریدتے اور اس کے بدلہ دنیا کی زندگی بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اسلام کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ ! ہمیں اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا۔

۲۔ شہداء کی جان کا بدلہ جنت ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِيْ التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيْلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ(111)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں اور اس کے بدلہ میں ان کے لئے جنت تیار کی ہے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جب لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔ یہ توریت اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے، تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اور سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

۳۔ شہداء کے مرنے کے بعد نئی زندگی ہے۔

وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبيلِ اللّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاء وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُونَ (154)

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۴)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے تو اسے مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

۴۔ شہداء کے لئے اللہ کی طرف سے رزق ملتا ہے۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (170)يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (171)

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخشا ہے اس میں وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور شہید ہو کر ان کے ساتھ شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت وہ خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

۵۔ شہید اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔

وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـئِكَ رَفِيقاً (69) ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّهِ وَكَفَى بِاللّهِ عَلِيماً (70)

(سورۃ النساء: ۶۹ ۔ ۷۰)

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا جیسے نبی، صدیق اور شہید اور نیک لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔

۶۔ شہید کے گناہوں کی معافی ہے۔

حضرت مقداد بن معدی کرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں:

☆۔ خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔

☆۔ اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے۔

☆۔ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہتا ہے۔

☆۔ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا، جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہوگا۔

☆۔ بہتر (۷۲) خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حورعین سے اس کا نکاح ہوگا۔

☆۔ اس کے اقارب میں (۷۰) ستر افراد کے بارے میں اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ (جامع ترمذی)

۶۔ سب سے پہلے جنتی بندے ہوں گے،

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

سب سے پہلے جو تین بندے جنت میں داخل ہوں گے وہ یہ ہیں، شہید، پاک دامن، نرم مزاج

(جامع ترمذی)

۷۔ بلاحساب جنتوں کا وارث

حضرت نعیم بن ہمار ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! افضل شہداء کون

ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا! وہ لوگ جو دشمن کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے چہروں کو پیچھے نہیں کرتے حتیٰ کہ شہید ہو جاتے ہیں یہی لوگ جنت کے محلات میں رہائش پذیر ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر مسکرائے گا اور جب دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی پر مسکرا دیتا ہے تو ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (مسند احمد)

۸۔ شہید جنت میں جائے گا۔

حضرت حسناء بن معاویہ ؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا جنت میں کون کون جائے گا؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! نبی ؑ جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے، نومولود (فوت شدہ) جنت میں جائیں گے اور زندہ درگور کی گئی لڑکی جنت میں جائے گی۔ (سنن ابوداؤد)

۹۔ جنت کی سند حاصل کرنے والے لوگ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اللہ عزوجل نے ضمانت دی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلے گا ، اور میرے راستے میں جہاد، ایمان اور میرے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والا ہو تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا، اور اسے اپنے گھر کی طرف اجر اور مال غنیمت دیتے ہوئے واپس بھیج دوں گا جہاں سے وہ جہاد کے لئے نکلا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اللہ کے راستے میں مجاہد کو جو زخم لگتا ہے تو وہ روز قیامت اس زخم والے دن کے زخم کی حالت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا رنگ خون کا رنگ ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کستوری کی طرح ہوگی۔

اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر یہ نہ ہوتا کہ میری وجہ سے مسلمان مشقت میں مبتلا ہو جائیں تو میں کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہادی لشکر سے پیچھے نہ رہتا لیکن میں لوگوں کے لئے وسعت نہیں پاتا اور ان کے لئے یہ تکلیف دہ ہوگا کہ وہ میرے بغیر پیچھے رہ جائیں۔

اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۱۰۔ شہید کا خیمہ عرش کے سائے میں ہوگا۔

حضرت عتبہ بن سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مقتول ہو جانے والے تین لوگ ہیں۔
مومن آدمی جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے حتیٰ کے وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے پھر قتل ہو جاتا ہے، یہ آزمائش میں کامیاب شہید ہے جو عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کے خاص خیمہ میں ہوگا، انبیاء کرام اس سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہوں گے۔

اور وہ مومن آدمی جو اپنے گناہوں اور غلطیوں کی وجہ سے خوفزدہ ہے، وہ اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے حتیٰ کے وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے پھر قتل ہو جاتا ہے، تو یہ گویا (وضو کی) کلی ہے جس نے اس کے گناہ اور غلطیاں دھو دیں۔ بے شک تلوار خطاؤں کو ختم کر دیتی ہے۔ اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتا ہے۔ بے شک جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں جو اوپر نیچے ہیں۔

اور وہ منافق آدمی جو اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال سے جہاد کرتا ہے حتیٰ کے وہ دشمنوں (کافروں) سے قتال کرتا ہے پھر قتل ہو جاتا ہے تو یہ شخص جہنم کی آگ میں ہے کیونکہ تلوار سے نفاق ختم نہیں ہوتا۔

(کتاب الجہاد لابن مبارک، سنن الکبری للبیہقی)

۱۱۔ شہید کے زخم سے کستوری کی خوشبو:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) جس کو بھی کوئی زخم آیا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا اور اس کا رنگ خون جیسا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی آرہی ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبل ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا اور جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو اس سے کستوری کی خوشبو آرہی ہوگی اور اس کے خون کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس پر شہداء کی مہر لگی ہوئی ہوگی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا اجر عطا فرمائے گا اگرچہ وہ بستر پر ہی مر جائے۔ (صحیح ابن حبان)

۱۲۔ شہید بلا حساب جنت میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو کہ سب سے پہلا گروہ میری امت کا کون سا ہے جو جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا! اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اس کو کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا کیا تمہارا حساب کتاب ہو چکا ہے؟ وہ جواب دیں گے۔ ہمارا حساب کس بات کا، ہمارا تو یہ حال تھا کہ تلواریں مسلسل ہمارے شانوں پر رہتی تھیں حتیٰ کہ ہمیں موت آ گئی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور وہ (شہید) لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوکر اس میں آرام کریں گے۔ (مستدرک حاکم)

۱۳۔ شہید کو دیکھ کر اللہ مسکراتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو شخص ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ مسکراتا ہے، جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے اور پھر دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہ کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کہ یہ شہید ہوا اور جنت میں چلا گیا اور دوسرا جو قاتل تھا اس نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے اسلام کی ہدایت نصیب کی پھر وہ بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔ (ان دونوں کو جنت میں اکٹھا دیکھ کر اللہ تعالیٰ مسکراتے ہیں) (صحیح مسلم)

۱۴۔ شہداء پر حوروں کا نزول

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ ایک جھونپڑی پر سے گزرے۔ ایک دیہاتی جھونپڑی سے نکلا اور پوچھا آپ کون ہو؟ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں اور جہاد پر جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا دنیا کا بھی کوئی فائدہ ملے گا؟ کہا! ہاں۔ مال غنیمت ملے گا جسے مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اس نے اپنے اونٹ پر پالان رکھا اور لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کے قریب کرتا تھا اور صحابہ کرام اس کے اونٹ کو رسول اللہ ﷺ کے اونٹ سے دور کرتے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس دیہاتی کو

میرے قریب آنے دو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو جنت کے بادشاہوں میں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر دشمن سے مقابلہ ہوا اور یہ آدمی شہید ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی گئی۔ آپ اس کی لاش پر آئے اور اس کے سر پر بیٹھ گئے اور مسکرانا شروع کر دیا، پھر اس سے منہ پھیر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے ہم نے آپ کو اس طرح مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا اور پھر آپ نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! میرے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے والی رحمت اور بخشش کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اچانک جنت سے حور عین نازل ہوئیں اور اس کے سرہانے آ کر بیٹھ گئیں تو میں نے اپنا چہرا دوسری طرف پھیر لیا۔ **(شعب الایمان للبیهقی)**

۱۴۔ شہید جنت الفردوس میں ہے:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک جواں سال صحابی حضرت حارثہؓ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں! اے اللہ کے رسول ﷺ! حارثہؓ مجھے کس قدر پیارا تھا یہ تو آپ ﷺ کو معلوم ہے اب اگر وہ جنت میں ہے تب تو میں صبر کروں گی اور اجر وثواب کی امید رکھوں گی۔ لیکن اگر وہ کسی دوسری جگہ ہے تب آپ دیکھیں کہ میں رونے پیٹنے کا عمل کیسے کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تم پر رحم کرے، کیا تو پاگل ہو گئی ہے، وہاں بھلا کوئی ایک جنت ہے، جنتیں تو بہت ہیں، اور جہاں تک حارثہؓ کا تعلق ہے وہ تو سب سے اعلیٰ جنت " جنت الفردوس " میں ہے۔ (صحیح بخاری)

۱۵۔ شہید کو جنت کی خوشبو دنیا میں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضرؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر بھی پہلی جنگ میں شریک نہ ہو پایا، اب اگر اللہ نے مجھے موقع دیا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کروں تو اللہ دیکھے گا کہ میں کس طرح بے جگری سے جنگ کرتا ہوں۔

جب غزوہ احد کے دن مسلمانوں کو عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت انس بن نضر ؓ فرمانے لگے! اے اللہ! ان مسلمانوں نے آج (ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کی) انہوں نے جو کچھ کیا اس سے میں تیرے حضور معذرت طلب کرتا ہوں، مشرکین نے (تیرے نبی ﷺ، مسلمانوں اور شہداء کی لاشوں کے ساتھ) جو کچھ کیا میں تیری حضور میں اس سے شدید کرب کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ ؓ سے ہو گئی۔ حضرت انس بن نضر ؓ ان سے کہنے لگے: سعد! کہاں جارہے ہو، مجھے تو دامن احد سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کی صفوں میں گھس کر بہت جگری سے لڑنے لگے حتیٰ کہ شہید کردئے گئے۔ ان کی لاش پہچانی نہیں جارہی تھی ان کی بہن حضرت ربیع بنت نضر ؓ نے ان کی انگلیوں کی پوروں سے ان کو پہچانا۔ ان کو اسی (۸۰) سے زیادہ زخم لگے تھے۔ یہ زخم اور چر کے نیزوں، تلواروں اور تیروں سے لگے تھے۔ (صحیح بخاری)

۱۶۔ شہید کو خوبصورت شکل دی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سیاہ آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں ایک سیاہ رنگ کا بدصورت آدمی ہوں جس سے بدبو آتی ہے اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے، اگر میں کافروں سے لڑوں گا اور شہید ہوجاؤں گا تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جنت میں۔ چنانچہ وہ میدان جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور فرمانے لگے! اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے کو سفید اور خوبصورت کردیا اور تمہاری بدبو کو خوشبو میں بدل دیا اور تمہارے مال کو فروانی عطا کردی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کی بیوی حورعین دیکھی ہے کہ وہ اس کے جبہ کو اٹھا کر اس کے جسم اور جبہ کے درمیان داخل ہونا چاہتی ہے۔
(مستدرک حاکم)

۱۷۔ شہید کو صرف شہادت ہی جنت لے جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ عمرو بن اقیش دور جاہلیت میں لوگوں کو رقم دے کر اس پر سود کھاتا تھا۔ مگر اس کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ اپنا سود لئے بغیر مسلمان ہوجائے اس لئے وہ اسلام سے انکار کرتا رہا۔ پھر غزوہ احد کے دن وہ اپنے محلے میں آیا اور پوچھنے لگا کہ میرے چچا کے بیٹے کہاں گئے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ تو جنگ احد میں گئے ہیں۔ پھر وہ کسی اور کے

بارے میں پوچھنے لگا؟ جواب ملا! وہ بھی احد میں ہیں۔ اب اس نے جنگی ہتھیار زیب تن کئے، گھوڑے پر سوار ہوا اور احد کی طرف چل پڑا۔ جب احد میں موجود مسلمانوں نے اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ حیران رہ گئے اور اس سے پوچھا! عمرو تم یہاں کہاں۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی اور وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو گیا۔ زخمی حالت میں اسے اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیا گیا۔ حضرت سعد بن معاذ ؓ آئے اور عمرو کی بہن سے کہنے لگے: اس سے پوچھو کہ یہ قومی غیرت اور اپنے لوگوں کی حمایت میں غضبناک ہو کر لڑا ہے یا عزت و جلال والے اللہ کی حمایت میں غضب ناک ہو کر لڑا ہے؟ عمرو کہنے لگے: قوم کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے غضب ناک ہو کر اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں غضبناک ہو کر لڑا ہوں۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گئے اور جنت میں داخل ہوئے حالانکہ انہوں نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی۔ (سنن ابوداؤد)

ابن ہشام نے اس طرح لکھا ہے کہ جب صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے حضرت اصیرم ؓ کا ذکر کیا جو ایمان لانے کے بعد کوئی اعمال کرنے سے پہلے ہی جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا! وہ جنتیوں میں سے ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

۱۸۔ شہید کو فرشتوں کا غسل:

حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ سے مروی ہے کہ حنظلہ بن ابی عامر ؓ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے اور وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے تو شداد بن اسود نے حضرت حنظلہ ؓ پر تلوار سے وار کیا جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارے ساتھی حنظلہ ؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، ان کی بیوی سے پوچھو کہ اس کیا کیا سبب ہے۔ جب بیوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس دن ان پر غسل واجب تھا لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی طرح نکل پڑے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ ؓ کو غسل دیا۔ (سیرۃ ابن حبان)

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ حمزہ بن عبدالمطلب ؓ اور حنظلہ بن راہب ابی عامر ؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ (کنزالعمال)

مستدرک حاکم میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہ ؓ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے چچا جب قتل (شہید) کر دئے گئے تو وہ جنبی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔

۱۹۔ شہید پر فرشتوں کا سایہ:

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد غزوہ احد میں شہید کر دئے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹا کر ان کا دیدار کرتا اور روتا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بالکل منع نہیں فرمایا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی فاطمہ بھی رونے لگیں، اس پر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: تم روؤ یا چپ رہو، جب تک تم میت اٹھاتے نہیں فرشتے تو برابر ان پر اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری)

۲۰۔ شہید سے اللہ کی براہ راست گفتگو:

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے پریشان دیکھا تو فرمانے لگے!

اے جابر ؓ ادھر آؤ، میں تمہیں ایک بات بتاؤں اللہ تعالیٰ نے آج تک جس سے بھی بات کی پردے میں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو سامنے بٹھا کر بات کی، اللہ تعالیٰ پوچھنے لگے: اے میرے بندے! مجھ سے مانگ تمہیں عطا کروں گا، اس پر تمہارے والد نے عرض کیا، اے میرے مولیٰ! عرض یہی ہے کہ مجھے پھر سے دنیا میں بھیج دیا جائے اور میں تیری راہ میں پھر سے قتل کیا جاؤں، اس پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ ؓ سے کہا کہ یہ تو میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ جو لوگ یہاں آ گئے وہ واپس دنیا میں نہیں جا سکتے۔ یہ سن کر عبداللہ ؓ کہنے لگے:

اے میرے پروردگار! پھر جو پیچھے میرے ساتھی ہیں انہیں میری جنت کی خوشحال زندگی کے بارے میں آگاہ کر دیجئے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169)

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۶۹)

جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید کر دئے گئے ان کے بارے میں مت خیال کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دئے جاتے ہیں۔

(ترمذی، مستدرک حاکم)

۲۱۔ شہداء کا کھانا پینا اور ٹھکانہ بہت اعلیٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں ہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مخاطب کر کے آگاہ کیا کہ تمہارے وہ بھائی جو احد میں شہید ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں ڈال دیا ہے اور وہ جنت کی نہروں پر اڑتے پھرتے ہیں، نہروں کے اردگرد لگے درختوں کے پھل کھاتے ہیں پھر وہ ان قندیلوں میں آکر بیٹھ جاتے ہیں جو سونے کی بنی ہوئی ہیں اور عرش کے نیچے لٹک رہیں ہیں۔ جب ان شہداء نے دیکھا کہ ان کا کھانا پینا اور ٹھکانہ انتہائی باکمال ہے تو وہ کہنے لگے کاش! جو اجر اللہ نے ہمیں دیا ہے اس کی خبر دنیا میں ہمارے بھائیوں کو ہو جائے اور وہ جہاد میں سستی نہ کریں اور جنگ سے نہ بھاگیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاء عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (169) فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلاَّ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (170)يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّهَ لاَ يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ (171)

(سورۃ آل عمران: ۱۶۹ ۔ ۱۷۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے بخشا ہے اس میں وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے ہیں اور شہید ہو کر ان کے ساتھ شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت وہ خوشیاں منا رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (مسند احمد)

۲۲۔ شہید اپنی قربانی کے مطابق پورا پورا اجر پاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجاہدین کی کوئی جماعت یا گروہ اگر جہاد پر جائے اور صحیح سلامت مال غنیمت لے کر واپس آ جائے تو اسے اجر کے دو حصہ نقد حاصل ہوتے ہیں اور جو جماعت یا گروہ مال غنیمت نہ حاصل کر سکے تو ان کو پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہداء کی مہمان نوازی:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آیت (سورۃ آل عمران۔۱۶۹) کا مطلب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں قندیلوں کے اندر ہیں، ان کا ٹھکانہ ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں پھر اپنی قندیلوں میں آ جاتی ہیں۔ یہ اپنی زندگیوں میں مگن تھیں کہ ان کے رب نے ان کی طرف جھانک کر دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہیں کچھ اور چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! اب ہم اور کیا مانگیں؟ جہاں ہم چاہتے ہیں جنت میں سیر کرتے ہیں، نعمتیں ہماری خواہشات سے بڑھ کر موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی پوچھا؟ چنانچہ شہیدوں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بار بار پوچھ رہے ہیں تو جب تک وہ کچھ نہ کچھ مانگیں گے نہیں، اللہ تعالیٰ پوچھتے رہیں گے۔ آخر کار وہ کہنے لگے!

اے اللہ! ہمارا سوال یہی ہے کہ ہماری روحوں کو دنیا کے اندر ہمارے جسموں میں لوٹا دے حتیٰ کہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر شہید کر دئے جائیں۔ (صحیح مسلم)

۲۴۔ شہادت سے قبل ہی جنتی نعمتیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کے مطالبے پر دس صحابہ کرام کو اسلام کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ یہ حضرت عمرؓ کے نانا تھے۔ یہ لوگ جب "ہدۃ" کے مقام پر پہنچے جو مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ہے تو بنی ہذیل کے ایک قبیلہ کو ان کے آنے کی خبر ہوگئی، اس قبیلہ کے نام "بنولحیان" تھا۔ اس قبیلہ کے سو آدمی اپنے تیروں کے ساتھ صحابہ کرام کا پیچھا کرنے نکلے۔ آخر وہ اس جگہ پہنچے جہاں مسلمانوں نے تھوڑی دیر قیام کیا تھا۔ وہاں کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ یہ کھجوریں تو یثرب کی ہیں۔ یقیناً یہ لوگ مسلمان ہیں، وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلنے لگے۔

حضرت عاصم بن ثابتؓ اور ان کے ساتھیوں کو محسوس ہوا کہ ان کا پیچھا کیا جا رہا ہے، چنانچہ وہ ایک محفوظ جگہ پر ٹھہر گئے۔ بنولحیان کے لوگوں نے وہاں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور کہنے لگے کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت عاصم بن ثابتؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں اپنے آپ کو ان

کافروں کے حوالے نہیں کروں گا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اَخبِرُ عَنَّا نَبِيَّکَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ﴾

اے اللہ! ہمارے نبی ﷺ کو ہمارے حالات سے آگاہ کردے۔

اس قبیلہ کے سو افراد کے لشکر نے مسلمانوں پر تیر پھینکنے شروع کر دئے جس کی وجہ سے حضرت عاصم بن ثابت ؓ اور ان کے چھ ساتھی شہید ہوگئے۔ قریش کے بعض مشرکین کو جب یہ خبر ملی کہ حضرت عاصم بن ثابت ؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو انہوں نے تصدیق کے لئے اپنے آدمی بھیجے کہ ان کی لاش کا کوئی ٹکڑا (یعنی سر) کاٹ کر لائیں تا کہ وہ یقین کر لیں کہ واقعی عاصم ؓ کو قتل کر دیا گیا ہے کیونکہ غزوہ بدر میں انہوں نے مشرکین کے سردار عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم ؓ کی حفاظت کے لئے بھڑوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا جو حضرت عاصم ؓ کی لاش کے اردگرد اڑنے لگے اور لاش کی حفاظت کی۔ قریش کے بھیجے ہوئے لوگ ان کی لاش کے قریب تک نہ جا سکے اور وہ ان کی لاش کی بے حرمتی نہیں کر سکے۔ (صحیح بخاری)

باقی تین صحابہ کو انہوں نے گرفتار کرلیا۔ جن میں حضرت خبیب ؓ، حضرت زید بن دثنہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن طارق ؓ تھے۔ انہوں نے ان تینوں کو رسیوں سے باندھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن طارق ؓ نے کہا کہ یہ تمہاری بدعہدی کا آغاز ہے۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے انہیں زبردستی لے جانے کی کوشش کی اسی جھگڑے میں انہیں شہید کر دیا گیا۔

اب یہ دو صحابہ حضرت خبیب ؓ اور حضرت زید ؓ کو ساتھ لے گئے اور مکہ جا کر انہیں کفار مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا غزوہ بدر کا بدلہ لینے اور غزوہ احد میں مسلمانوں کی کمزوری کے بعد ہوا۔ حارث بن نوفل کے بیٹوں نے حضرت خبیب ؓ کو خرید لیا کیونکہ حضرت خبیب ؓ ہی نے بدر کی لڑائی میں ان کے باپ حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ کچھ دنوں تک انہوں نے حضرت خبیب ؓ کو گھر میں قید رکھا، پھر انہوں نے حضرت خبیب ؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس دوران حضرت خبیب ؓ نے حارث کی بیٹی سے بال صاف کرنے کے لئے استرا مانگا، حارث کی بیٹی نے ان کو استرا دے دیا۔ کچھ دیر بعد اسی عورت کا ایک چھوٹا بچہ کھیلتے ہوئے ان کے پاس چلا گیا۔ بچہ کے ماں کو اس بات کی خبر نہ ہوئی، ماں نے بچہ کو دیکھا کہ وہ حضرت خبیب ؓ کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرا ہے۔ یہ دیکھ کے وہ گھبرا گئی اور شور مچانے لگی۔ اس کی گھبراہٹ دیکھ کر حضرت خبیب ؓ نے کہا کہ ڈرو نہیں، میں اس بچہ کو قتل نہیں کروں گا میں ایسی گھٹیا حرکت کرنے والا نہیں۔ پھر

انہوں نے بچہ کو ماں کی طرف چھوڑ دیا۔

اس کے بعد اس خاتون نے کہا! اللہ کی قسم! میں نے زندگی میں ایسا کوئی قیدی نہیں دیکھا جو خبیبؓ سے بہتر ہو۔ اللہ کی قسم! ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اور اسے کھا رہے ہیں، حالانکہ کہ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکہ میں کوئی پھل میسر نہیں تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیبؓ کو دیا تھا۔

جب وہ حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم کی حدود سے باہر لے جانے لگے تو حضرت خبیبؓ نے ان سے کہا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو۔ انہوں نے اجازت دے دی، حضرت خبیبؓ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ یہ موت کے خوف سے نماز لمبی کر رہا ہے تو میں مزید نماز کو لمبا کرتا۔ پھر یوں دعا کی:

اے میرے اللہ! انہیں ایک ایک کر کے گن لے پھر انہیں بکھیر کر مار اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ (بعد میں ایسا ہی ہوا جیسی انہوں نے دعا کی تھی)

پھر آپؓ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا پرواہے، جس پہلو پر بھی گروں، اللہ کی ہی خاطر یہ میدان سجا ہے، یہ سارا منظر اس رب کی خاطر بپا ہے کہ اگر وہ چاہے تو بوٹی بوٹی کئے ہوئے اعضاء کو جوڑ جوڑ کر بابرکت بنا ڈالے۔ پھر حارث کے بیٹے عقبہ ابو سروعہ نے حضرت خبیبؓ کو شہید کر دیا۔ جس دن صحابہ کرام پر یہ مصیبت آئی تھی اسی دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے باخبر کر دیا۔

۲۵۔ شہید اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل فخر:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے۔ ایک وہ جو رات کو اپنے بیوی بچوں کے درمیاں نماز کے لئے نرم و گرم بستر چھوڑ کر اٹھتا ہے، اس پر پروردگار فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو جو میرے ہاں ثواب کی رغبت اور میری پکڑ کے ڈر سے اپنے بیوی بچوں کے درمیاں سے نماز کے لئے نرم و گرم بستر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اور دوسرا وہ آدمی جو اللہ کی راہ میں جہاد میں ہے اگر اس کے ساتھی واپس بھاگ نکلتے ہیں مگر وہ یہ سوچ کر کہ جہاد سے بھاگنے کی سزا کیا ہے اور آگے ملنے والا اجر کیا ہے، میدان کی طرف پلٹتا ہے اور ثواب کی رغبت اور میری پکڑ کے ڈر سے اپنا خون بہا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے کہ دیکھو میرے اس بندے کی طرف وہ میرے پاس موجود نعمتوں میں رغبت اور میری پکڑ کے ڈر سے واپس نہیں پلٹا بلکہ اس نے اپنا خون بہا دیا۔

(سنن ابوداؤد، مستدرک حاکم)

۲۶۔ شہید اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا! ہمارے ساتھ اپنے کچھ لوگ بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہمراہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قاری کہلاتے تھے۔ ان قاریوں میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کا معمول یہ تھا کہ وہ رات کو قرآن پڑھا کرتے تھے اور تحقیق وتدریس کا کام کرتے تھے۔ یہ لوگ علم سیکھتے تھے جبکہ دن میں مسجد کے لئے پانی بھرتے، لکڑیاں اکٹھی کرتے اور ان کو بیچ کر صفہ والوں اور فقراء کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ ان قبیلہ والوں کی راستے ہی میں نیت بدل گئی اور انہوں نے ان مسلمان معلمین کو قتل (شہید) کر دیا۔ شہادت پاتے ہی وہ اپنے رب سے کہنے لگے،

اے ہمارے مولا! ہمارے بارے میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیجئے کہ ہم نے آپ (رب العزت) سے ملاقات کر لی ہے، ہم اللہ عزوجل سے خوش اور وہ ہم سے خوش ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے ماموں حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے نیزہ مارا جو ان کے جسم کے پار نکل گیا، اس پر حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

﴿ فُزْتُ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ ﴾

کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتایا کہ تمہارے بھائی شہید کر دئے گئے اور جنت میں پہنچ کر کہنے لگے:

﴿ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَ رَضِيْتَ عَنَّا ﴾

اے ہمارے اللہ! ہمارے نبی (ﷺ) کو ہمارا یہ پیغام پہنچادے کہ ہم نے آپ سے ملاقات کرلی، ہم آپ سے راضی ہو گئے اور آپ ہم سے خوش ہو گئے۔

(صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ پورا مہینہ لگا تار فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے۔ ہر نماز کے آخری رکعت میں جب آپ ﷺ رکوع سے کھڑے ہوتے تو بنی سلیم، بنی رعل، بنی زکوان اور بنی عصیہ پر بددعا کرتے اور جو لوگ آپ کے مقتدی ہوتے وہ اس پر آمین کہتے۔ (مسند احمد)

۲۷۔ شہید کے جنازے پر فرشتوں کا نزول:

جب ان شہداء کا جنازہ اٹھایا گیا اور قبرستان کی طرف لے جایا گیا تو ان جنازوں کا وزن بہت ہلکا تھا حالانکہ وہ سب جوان اور وزنی لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ کَانَتْ تَحْمِلُہٗ

(ان کا جنازہ اس لئے ہلکا ہے) اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

حضرت سعد بن معاذ ؓ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی، ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کسی کو ایک ریشمی کپڑا کا تحفہ دیا۔ صحابہ کرام ؓ نے کپڑے کی نرمی اور ملائم پن دیکھا تو حیرت سے دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اس پر تعجب نہ کرو اللہ تعالیٰ نے جو لباس جنت میں سعد بن معاذ ؓ کو دیا ہے وہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نرم اور ملائم ہے۔ (ترمذی)

۲۸۔ شہید جنت میں محو پرواز:

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ موتہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو لشکر اسلام کا امیر مقرر کیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا! اگر زید ؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابو طالب ؓ سپہ سالار ہوں گے اور اگر جعفر ؓ کو شہید کر دیا گیا تو عبداللہ بن رواحہ ؓ لشکر اسلام کے امیر ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس لشکر میں موجود تھا، ہم نے جب حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ کو

تلاش کیا تو آپ ؓ کو شہداء میں پایا، ہم نے آپ کے جسم پر نیزوں، تیروں اور تلواروں کے نوے (۹۰) زخم دیکھے۔

(صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعہ تینوں صحابہ کرام کے اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کی خبر مل گئی تھی۔

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! زید ؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر ؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ ؓ نے جھنڈا پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر لشکرِ اسلام کے امیر نہ ہوتے ہوئے خالد بن ولید ؓ نے جھنڈا سنبھال لیا اور انہوں نے فتح حاصل کی۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا، میں نے اس میں دیکھا کہ جعفر ؓ فرشتوں کے ساتھ محوِ پرواز ہیں اور حمزہ ؓ اپنی چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، المستدرک للحاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں ہاتھوں کے بدلہ دو پرَ عطا کئے ہیں۔ (فتح الباری)

۲۹۔ وسیع و عریض جنت کا وارث

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ میں جب مشرک قریب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دیتے ہوئے مجاہدین سے فرمایا!

مجاہدو! لپکو، ایسی جنت کی جانب جس کی چوڑائی اس قدر ہے جس قدر سات آسمان اور زمین ہیں۔

یہ سنتے ہی عمیر بن حمام انصاری ؓ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایسی جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل۔ حضرت عمیر ؓ کہنے لگے، واہ ۔۔۔ واہ ۔۔۔ کیا بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! واہ ۔۔ واہ کس وجہ سے کہا۔

حضرت عمیر ؓ کہنے لگے! اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! اس کے علاوہ کچھ نہیں، بس خواہش ہے تو یہی کہ میں اس جنت کے رہنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! تم اس جنت کے رہنے والوں میں سے ہو۔

حضرت عمیرؓ نے اپنی تھیلی میں سے کھجور نکالے اور کھانے لگے اور پھر خیال آیا تو کہنے لگے!
اگر ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہا تو یہ زندگی بہت لمبی زندگی ہے۔ پھر انہوں نے جو کھجوریں تھیں انہیں پھینک دیا اور مشرکین سے قتال کرنے لگے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

۳۰۔ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین شخص جنہیں اللہ تعالیٰ دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ ایک وہ جو رات کو اٹھ کر قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جو نماز کے لئے صف بندی کرتا ہے اور تیسرا وہ جو میدان جہاد میں صف بندی کرتا ہے۔ (مسند احمد)

۳۱۔ شہید نعمتوں والی جنت کا وارث:

حضرت مغیری بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پروردگار کے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم کافروں کے ساتھ جہاد کرتے رہیں یہاں تک کہا کہ اکیلے اللہ کی عبادت کرنے لگ جائیں یا یہ لوگ جزیہ دینے لگیں۔ اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کا پیغام پہنچایا کہ جو بھی ہم میں شہید ہو جائے گا وہ جنت کی ایسی نعمتوں میں رہے گا جس جیسی نعمتیں کسی نے آج تک نہیں دیکھی ہیں اور جو ہم میں باقی رہے گا وہ دشمنوں کی گردنوں کا مالک ہوگا۔ (صحیح بخاری)

۳۲۔ شہداء کے لئے خوبصورت محل:

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف کر لیتے اور ہم سے پوچھتے؟ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر ہم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اس کو بیان کرتا اور آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے۔ چنانچہ اپنے معمول کے مطابق ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وہی سوال کیا؟ اور فرمایا! کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! لیکن میں نے آج کی رات خواب دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں اور میرے دونوں ہاتھ پکڑ کر مقدس سرزمین ملک شام کی طرف لے چلے پس ایک جگہ پہنچ کے میں کیا دیکھتا ہوں کہ:

ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص لوہے کا آنکڑا لئے کھڑا ہے اور پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے جبڑوں میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ دوسری طرف کے جبڑے کی طرف اسی طرح کرتا ہے جب وہ جبڑا اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے تو پہلے کی طرح ہوجاتا ہے پھر وہ پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے یعنی جبڑا چیرتا ہے غرضیکہ وہ بار بار یہی عمل کرتا ہے۔ یہ عمل اسی طرح جاری رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا تو مجھ سے کہا کہ آگے چلیے (یعنی ابھی مت پوچھئے بلکہ آگے چلیں ابھی اور بہت سے عجائبات دیکھنے ہیں)

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک شخص لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے سر کے پاس ایک بڑا پتھر لئے کھڑا تھا اور اس سے لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچلتا تھا۔ جب وہ پتھر کھینچ کر اس کے سر پر مارتا تو پتھر سر کو کچل کر دور تک لڑھکتا ہوا چلا جاتا۔ وہ اس کو پھر مارنے کے لئے وہ پتھر اٹھا کر لاتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر پھر صحیح حالت میں ہوجاتا۔ وہ پھر اس کے سر پر پتھر ماتا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا۔ یہ دیکھ کر میں (رسول اللہ ﷺ) نے پوچھا کہ یہ کیا ہورہا ہے تو جواب ملا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مانند تھا اس کا اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی جب آگ اوپر کی طرف اٹھتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے اوپر آجاتے یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب آجاتے اور جب شعلے کا زور کم ہوتا تو وہ پھر نیچے چلے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں جو سب ننگے تھے، میں نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں، تو فرمایا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جہاں پانی کے بجائے خون سے بھری ہوئی تھی اور نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا (آگے کنارے پر) آیا اور چاہا کہ باہر نکلے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہر کے اندر کا آدمی باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو اس کی جگہ پر پہنچادیتا، میں نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں، تو فرمایا کہ آگے چلئے۔

چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک سرسبز و شاداب باغ میں پہنچے، اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا شخص اور ایک بچہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے جس کے آگے

آگ جل رہی ہے اور وہ اس کو اور بھڑ کا رہا ہے۔ پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کے درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسی گھر میں داخل کیا جو درخت کے بالکل درمیان میں تھا (یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ) میں نے کبھی بھی اس سے اچھا گھر نہیں دیکھا اس گھر میں کتنے ہی جوان، بوڑھے اور مرد تھے، کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے، اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر اس درخت کے اوراوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے والے گھر سے بہت اچھا اور افضل تھا اور اس میں بھی بوڑھے اور جوان موجود تھے۔ (صحیح بخاری)

اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت سے مجھ کو آگاہ کرو۔ ان دونوں نے کہا کہ اچھا ہم آپ (ﷺ) کو بتاتے ہیں۔ پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے اور ایک ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے، جھوٹ بولتا ہے، اس کی جھوٹی باتیں نقل اور بیان کی جاتی ہیں جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ (ﷺ) نے دیکھا اور اس کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

جس شخص کو آپ نے دیکھا جس کا سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جو کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی تھی لیکن وہ شخص اس قرآن سے بے نیاز ہو کر رات کو سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا اس لئے اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جن لوگوں کو آپ ﷺ نے تنور میں دیکھا وہ زنا کار ہیں اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے (ان سب کو ان کے لئے کی سزا مل رہی ہو اور یہ قیامت تک اسی طرح ملتی رہے گی) اور جس بوڑھے شخص کو آپ ﷺ نے درخت کے پاس بیٹھے دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

جو شخص اس درخت کے کچھ فاصلے پر آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ ﷺ داخل ہوئے وہ جنت میں عام مومن کا گھر ہے اور یہ گھر جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے شہداء کا مکان ہے۔ میں جبرائیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ آپ (ﷺ) اپنا سر اوپر اٹھایئے (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا) تو میرے اوپر ابر کی مانند کوئی چیز ہے۔ ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ وہ ابر کی مانند تہ بہ تہ کوئی چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ ابر کی مانند جو چیز آپ دیکھ رہے ہیں یہ آپ کا جنت میں گھر ہے۔ میں (رسول اللہ ﷺ) نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے مکان میں چلا جاؤں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی تو آپ ﷺ کی عمر باقی ہے جس کو آپ ﷺ نے

ابھی پورا نہیں کیا۔ جب آپ اس عمر کو پورا کرلیں گے تو آپ اپنے مکان میں چلے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (اخروی اجر کے اعتبار سے) شہید پانچ ہیں۔ طاعون سے مرنے والا، ہیضہ سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے پس وہ شہید ہے۔ (بخاری و مسلم)

شہید کے دفن کرنے کے احکامات

شہید کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کو انہی کپڑوں میں بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے۔ اس کو کفن نہیں پہنایا جاتا اس کے بدن کے کپڑے نہیں اتارے جاتے۔ البتہ کوئی زائد کپڑے ہوں جیسا کے سردیوں میں کوٹ وغیرہ یا کوئی بھاری کپڑا جو اوپر سے پہنا جاتا ہے اس کو اتار سکتے ہیں۔ اگر اس کو اوپر سے ڈھانکنے کی ضرورت ہو تو چادر دی جاسکتی ہے۔ شہید کے اپنے کپڑے کفن ہیں حالانکہ میت کو سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنائے جاتے لیکن شہید کے لئے اس لے سلے ہوئے کپڑے ہی اس کا کفن ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا! شہید کو ان کے زخموں سمیت اور اس کے کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ بھی نہیں ہوتی، ویسے ہی دفن کر دیا جائے، اب اس کو تمہاری شفاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا کہ شہید کا نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (اصلاحی مواعظ)

علم کی فضیلت

علم وہ عظیم صفت ہے جو انسان کو نہ صرف تہذیب و شرافت سکھاتی ہے بلکہ عزت و عظمت سے نوازتی ہے، اخلاق و عادات میں بہتری پیدا کرتی ہے اور انسانیت کی بلندیوں پر پہنچاتی ہے۔ علم کے ذریعہ انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی پہچان و عرفان حاصل کرتا ہے۔ انسان کے ذہن وفکر کو صحیح اور غلط کی تمیز سکھاتا ہے اور اس کو صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے!

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ

(علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

اسلام جس زندگی کا تقاضہ کرتا ہے اور انسان کو بندگی کی معراج پر دیکھنا چاہتا ہے وہ علم دین ہے۔ دین کا علم حاصل کرنے سے ہی انسان انسان بنتا ہے، بندہ اپنی حقیقت کی پہچان کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ انسان کے عقیدہ و عقل کی تمام راہیں دین کا علم سیکھنے سے ہی کھلتی ہیں۔ جس پر چل کر بندہ اپنے پروردگار کی حقیقی اطاعت گزاری، رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار اور دین و شریعت کا پابند بنتا ہے۔

علم دین کتاب اللہ (قرآن کریم) اور سنت رسول اللہ ﷺ پر مبنی ہے۔ اس میں دو باتیں شامل ہیں، وسائل اور مقاصد۔ وسائل جس کے حصول پر قرآن و سنت کی معرفت حاصل ہوتی ہے جب تک یہ علم حاصل نہ کیا جائے تو قرآن و حدیث کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ مقاصد عقائد، اعمال و اخلاق سے متعلق ہیں۔ اسے علم کے ذریعہ دین و شریعت پر چلنے کا سیدھا راستہ سمجھ میں آتا ہے، اس علم سے معاملات میں درستگی آتی ہے۔ یہ وہ نور ہے جس سے قلب منور ہوتا ہے اور حقیقتیں کھلتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری طرف سے پہنچاؤ اگر چہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل کے جو قصے سنو یا لوگوں کے سامنے بیان کرو یہ گناہ نہیں اور جو شخص قصداً میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے گا اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈے۔ (بخاری)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! رشک کے قابل دو آدمی ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے دانائی سے نوازا، پس

وہ اس کے ساتھ لوگوں کے معاملات کے فیصلے کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا! اللہ کی قسم؛ تمہارے ذریعہ کسی ایک آدمی کو اللہ کا ھدایت دے دینا تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے اور وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میرے فضیلت تمہارے ایک ادنیٰ آدمی پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی مخلوق حتیٰ کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی (پانی میں) لوگوں کو بھلائی سکھانے والوں پر (اپنے اپنے انداز میں) رحمتیں بھیجتی اور دعائیں کرتی رہتی ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس سے علم دین کی کوئی بات پوچھی جائے پھر وہ اسے چھپائے تو قیامت والے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگ تمہارے (یعنی صحابہ کرام ؓ کے) تابعی ہیں اور بہت سے لوگ علم دین سیکھنے اطراف عالم سے تمہارے پاس آئیں گے لہٰذا جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرنا۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص گھر سے علم حاصل کرنے کے لئے نکلا اور جب تک وہ گھر واپس نہ آجائے وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ (ترمذی، دارمی)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے قرآن کے اندر اپنی عقل سے کچھ کہا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تلاش کرے، دوسری جگہ فرمایا! جس شخص نے علم کے بغیر قرآن میں کچھ کہا اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے۔ (ترمذی)

حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ حقیقت اور واقع کے مطابق بھی ہو تب بھی اس نے غلطی کی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس امت کے نفع کے واسطے ہر سو برس پر ایک شخص (مجدد) کو بھیجتا ہے جو اس کے دین کو تازہ کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو اوہ وہ علم اس غرض سے حاصل کر رہا ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام کو رائج کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا اور وہ مرتبہ نبوت ہے۔ (سنن دارمی)

حضرت واثلہ بن اسقع ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص علم کا طالب ہو اور اسے علم حاصل ہو گیا ہو تو اس کو دہرا ثواب ملے گا اور اگر اسے علم حاصل نہ ہوا ہو تو اس کو ایک حصہ ثواب ملے گا۔ (سنن دارمی)

امام اعمشؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علم کی آفت اس کا بھولنا ہے اور علم کا ضائع کرنا اس کو نااہل کے سامنے پیش کرنا ہے۔ (سنن دارمی)

حضرت حسن بصریؒ نے علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلے کو علم باطن کہا جاتا ہے اور دوسرے کو علم ظاہر۔ جب تک ظاہر کی اصلاح نہیں ہوتی علم باطن سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح جب تک باطن کی اصلاح نہیں ہوتی علم ظاہر کی تکمیل نہیں ہوتی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَقُل رَّبِّ زِدۡنِی عِلۡما ﴾

(سورۃ طٰہٰ ۔ ۱۱۴)

اے پیغمبر (ﷺ) فرما دیجئے! اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُوۡلُوا الۡاَلۡبَابِ O

(سورۃ الزمر ۔ ۹)

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟

بے شک اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ O

(سورۃ المجادلہ ۔ ۱۱)

اور جن لوگوں کو علم دیا گا ہے ان کے درجات بلند کردے گا اور

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء ﴾

(سورۃ فاطر ۔ ۲۸)

بے شک اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو ہدایت کی طرف بلائے گا اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو ہدایت کی پیروی کریں گے اور یہ پیروی کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ بیان کرتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سنے اور پھر اسے اسی طرح دوسروں تک پہنچا دے جس طرح اس نے سنا۔ اس لئے بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی جائے، سنانے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص وہ علم جس سے اللہ کی رضامندی طلب کی جاتی ہے اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا کا ساز و سامان حاصل کیا جائے تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ (سنن ابوداؤد)

امام ترمذی ؒ نے حضرت ابودرداء ؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی راستے پر چلے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ اس چلنے کے ثواب میں اس کا راستہ جنت کی طرف کر دیں گے۔ اور یہ کہ اللہ کے فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پَر بچھاتے ہیں۔ عالم کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی مخلوق اور پانی کی مچھلیاں دعا و استغفار کرتی ہیں۔ ایک عالم کی فضیلت کثرت سے نفلی عبادت کرنے والے پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے

چاند کی فضیلت باقی سب ستاروں پر ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام سونے چاندی کی کوئی میراث نہیں چھوڑتے لیکن علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ جس شخص نے یہ علم کی وراثت حاصل کرلی اس نے بہت بڑی دولت حاصل کرلی۔
(قرطبی)

دارمی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی شخص نے دریافت فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عالم تھا جو صرف نماز پڑھ لیتا اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے میں مشغول ہوجاتا۔ دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا۔ ان دونوں میں کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کی فضیلت اس عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر۔ (قرطبی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک فقیہ شیطان کے مقابلہ میں ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ قوی ہے۔
(جامع ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین عمل ایسے ہیں جس کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یعنی مسجد یا دینی تعلیم کی عمارت بنوانا، رفاۃ عام کے ادارے بنانا۔ دوسرے وہ علم جس سے اس کے بعد بھی لوگ نفع اٹھاتے رہیں۔ مثلاً ایسے عالم جن کے شاگرد ان کے مرنے کے بعد بھی دین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں اور ایسی کوئی کتاب اور تصنیف جس سے اس کے بعد بھی لوگ فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ تیسرے صالح اولاد جو اس کے لئے دعا اور ایصالِ ثواب کرتی رہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! علم کو سیکھو اور سکھاؤ، فرض احکامات کو سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ، اسی طرح قرآن کو سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ اس لئے کہ بے شک میں ایک انسان ہوں جو اٹھایا جاؤں گا اور علم بھی اٹھایا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ یہاں تک کہ دو شخص ایک فرض پر اختلاف کریں گے اور کسی کو ایسا نہ پاؤ گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے (یعنی علم کے کم ہونے اور فتنوں کے بڑھنے سے یہ حال ہوجائے گا)۔
(دارمی، دارقطنی)

بدعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهْوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيراً وَضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيلِ O

(سورۃ المائدہ ۔ ۷۷)

نہ اس قوم کی خواہش پر چلو جو اس سے پہلے خود گمراہ ہو چکی ہے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکی ہے اور سیدھے راستے سے بہک چکی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً O الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً O

(سورۃ الکہف: ۱۰۴ ۔ ۱۰۳)

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں بتا ئیں کہ اعمال کے لحاظ سے کون لوگ خسارے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیوی زندگی میں کی کرائی محنت سب ضائع ہوگئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَذَلِكُمُ اللّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلاَّ الضَّلاَلُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ O

(سورۃ یونس ۔ ۳۲)

پس اللہ ہی تو تمہارا حقیقی رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے، تم کہاں لوٹے جا رہے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَنَّ هَـذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۱۵۳)

اور یہ کہ تم میرے اس سیدھے راستے کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے، یہ ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بنو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً(59)

(سورۃ النساء۔۵۹)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

بدعت ایک سنگین جرم ہے اور بہت بڑا دھوکہ ہے کہ بدعتی اپنے خود ساختہ عمل کو دین بنا کر پیش کرتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص جعلی کرنسی لے کر مارکیٹ میں پہنچ جائے اور جعلی کرنسی کے عوض کچھ خریدنا چاہے۔ جب یہ جعلی کرنسی والا کسی عقلمند و ہوشیار دوکاندار کے سامنے اپنی کرنسی نکالے گا تو بجائے کچھ ملنے کے جیل جائے گا اور پولیس کی مار کھائے گا۔ یہی حالت آخرت کے بازار میں بدعتیوں کی ہوگی یہ اپنے خود ساختہ طریقوں کو ثواب اور نجات کا ذریعہ سمجھ کر کرتے ہیں اور بدعت نہ کرنے والوں کو بے دین سمجھتے ہیں۔ لیکن جب یہ لوگ اپنے اعمال سمیت قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے سامنے آئیں گے تو انہیں پھر ان بدعات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ وہاں صرف اور صرف محمد ﷺ کا سکہ چلے گا اور جن لوگوں نے بدعتوں کی کرنسی کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اپنے اس کام پر سزا کے مستحق ہوں گے۔

(بدعت اور بدعتی: ص۲۷)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس دین میں سے نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ اور

آواز بلند ہو جاتی تھی اور آپ کا غضب شدید ہو جاتا تھا، حتیٰ کے ایسے ہو جاتے گویا آپؐ (دشمن کے) کسی لشکر سے ڈرانے والے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے کہ وہ تم پر صبح یا شام کو حملہ کرنے والا ہے اور فرماتے کہ میں اور قیامت ایسے مبعوث کئے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں ہیں اور آپ اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی دونوں کو ملا لیتے اور فرماتے!

اما بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے اور بدترین کام (دین میں) نئے پیدا کردہ کام ہیں اور ہر نیا کام (بدعت) گمراہی ہے۔ پھر فرمایا! میں ہر مومن پر اس کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتا ہوں ، جو شخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء کے لئے ہے جو قرض یا محتاج اہل وعیال چھوڑ کر مر جائے تو (قرض کی ادائیگی) میری ذمہ داری ہے اور اس کے (بچوں کی نگرانی کا فریضہ) مجھ پر ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آخری زمانے میں ایسے فریب دینے والے جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا۔ لہٰذا ان سے بچو اور ان کو اپنے آپ سے بچاؤ تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف)

حضرت حسان ؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے دین میں نئی نئی باتیں نکالتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی سنت میں سے اس کے برابر نکال لیتا ہے، پھر وہ سنت قیامت تک اس کی طرف واپس نہیں کی جاتی۔ (سنن دارمی)

حضرت ابراہیم بن میسرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کا ایک ستون گرا دینے میں اس کی مدد کی۔ (بیہقی)

امام مسلم ؒ نے عبداللہ بن مسعود ؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں۔ جو نبی کے طریقے کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (نالائق) پیدا ہوئے جو لوگوں سے تو کہتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے اور وہ کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم نہیں ملا لہٰذا (تم میں سے) جو شخص ان لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو شخص ان لوگوں سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو شخص ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے) اس میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا! تم بھی نئے نئے کام نکالو گے اور لوگ تمہارے لئے نئی نئی صورتیں عبادت کی نکالیں گے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ گمراہی ہے اور گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے گمراہی کہ ایسی کوئی نئی بات (بدعت) نکالی جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوش نہیں ہوتا تو اس کا اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف)

امام احمد بن حنبل ؒ نے حضرت عضیض بن حارث ثمالی ؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! جب کوئی قوم دین میں نئی بدعت نکالتی ہے تو اس کی مثل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے لہٰذا سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے (بدعت) سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسی طرح کی ایک حدیث حضرت حسان بن ثابت ؓ سے بھی مروی ہے۔

طبرانی نے حضرت انس بن مالک ؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ (مجمع الزوائد)

امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ حضرت سہل بن سعد ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو شخص ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ کچھ لوگ وہاں میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ انہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد کیا کیا نئی بدعات گھڑیں تھیں۔ یہ جواب سن کر میں کہوں گا پھٹکار، پھٹکار ہو ان لوگوں کے لئے جنہوں نے میرے بعد میرا دین بدل دیا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت جابر ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا! بے شک سب سے بہتر اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (ﷺ) کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جو کہ دین میں نیا طریقہ نکالا گیا ہو اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا دو جوتوں کے طرح ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیلی

میں سے کسی شخص نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ اور بنی اسرائیلی بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور وہ تمام فرقے دوزخی ہوں گے سوائے ایک فرقہ جو جنتی ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا؟ یارسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جس پر میں اور میرے صحابہ ہوں گے۔ (ترمذی)

ختنہ کا حکم

2ھ ہجری ، 624ء

اسی سال مسلمانوں کے لئے ختنہ کرانے کو ضروری قرار دے دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطری ہیں۔ ختنہ کرانا، زیرناف بالوں کو صاف کرنا، مونچھوں کو کتروانا، ناخن کٹوانا اور بغل کے بالوں کو اکھاڑنا۔

(صحیح بخاری)

باب سوم

معاملات
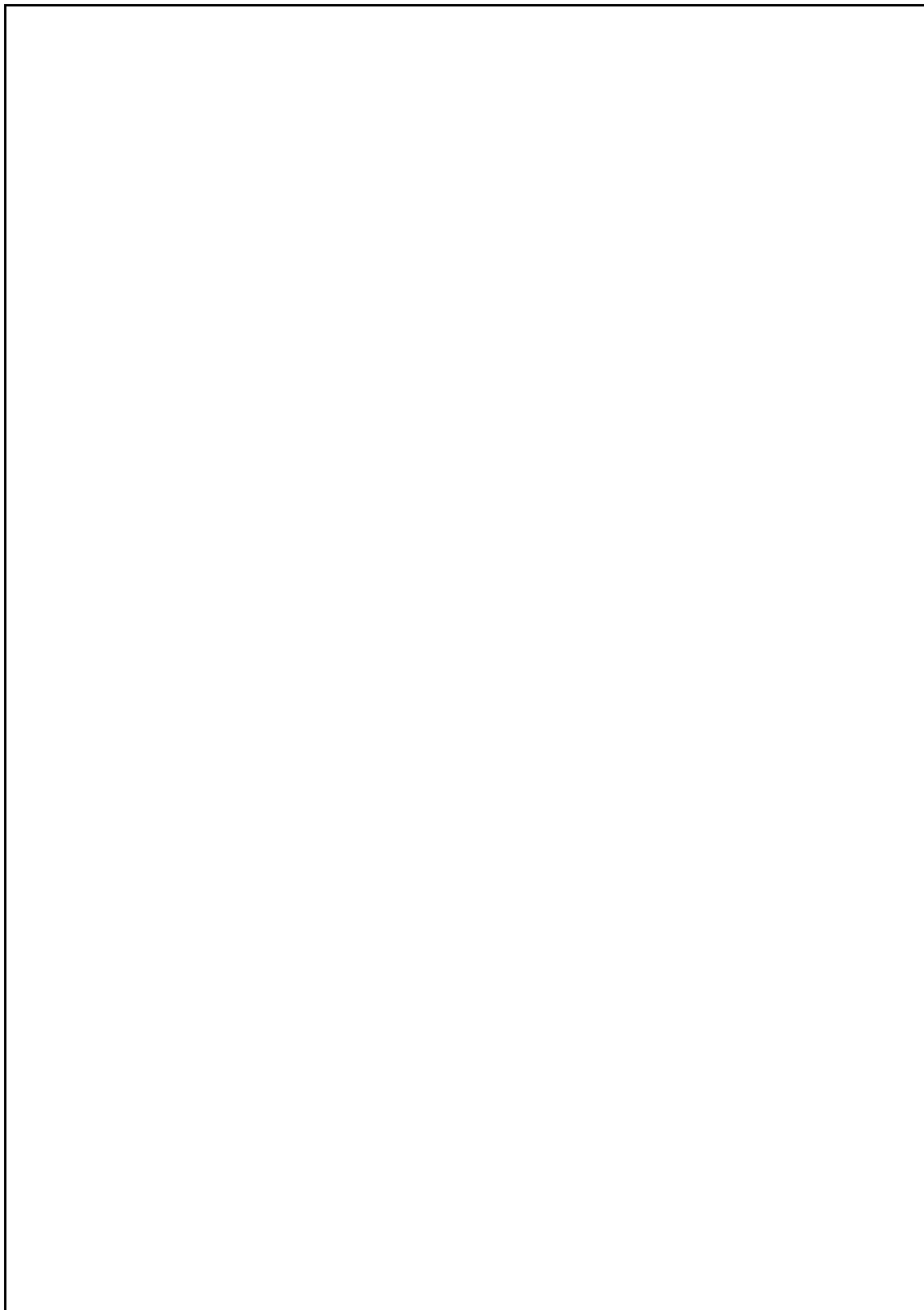
والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل

انسانی معاشرے میں جب بھی حقوق العباد کی بات ہوتی ہے تو سب سے پہلے والدین کے حقوق کا ذکر ہوتا ہے کیونکہ والدین معاشرے کی بنیاد اور اصل ہیں۔ اگر اصل مضبوط اور صحیح وسلامت ہو تو معاشرے کا درخت سرسبز وشاداب رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے والدین کو انتہائی بلند مقام ومرتبہ پر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ والدین ہی کسی انسان کو دنیا میں لانے کا سبب بنتے ہیں اور اس کی بچپن میں پرورش کرتے ہیں جب وہ انتہائی مجبور اور لاچار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے دل میں اولاد کے لئے محبت، رحمت اور ہمدردی کے جذبات رکھے ہیں۔ والدین زندگی بھر اپنی اولاد کی خاطر ہر قسم کی تکلیف ومشقت ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ اپنی راحت اور آرام کو اپنی اولاد پر قربان کر دیتے ہیں۔ خود روکھی سوکھی کھالیتے ہیں لیکن اولاد کی غذا و ضروریات کی فکر وجستجو میں لگے رہتے ہیں۔ خود معمولی لباس پہن لیتے ہیں لیکن اولاد کے لئے بہترین ومناسب لباس کا انتظام کرتے ہیں ان کے لئے سردی وگرمی سے بچنے کا انتظام کرتے ہیں۔ والدین ہی وہ ہستیاں ہوتی ہیں جو اپنی اولاد سے بے لوث محبت کرتے ہیں اور ان کے لئے ہر خیر وبھلائی کی فکر میں رہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں انسانیت کا وجود خالق کائنات کے بعد والدین کا مرہون منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر والدین کی اطاعت وفرمابرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً ﴾(سورۃ النساء ۔ ۳۶)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ والدین کے ساتھ محبت، مہربانی اور نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے، جواب دیتے وقت ان کے ساتھ تلخی نہ کی جائے، تیز نظروں سے نہ دیکھا جائے اور ان کے سامنے بلند آواز کی جائے بلکہ اولاد ان کے سامنے ایسے ہو جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا

أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً (23)وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً (24)

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۴ ۔ ۲۳)

تمہارے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو اور یہ کہ تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اس وقت کبھی " اف " تک بھی مت کہنا، اور نہ ان کو جھڑکنا، ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ بازو جھکائے رکھنا، اور ان کے لئے یوں دعا کرتے رہنا کہ: اے میرے رب! تو ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا۔

اس آیت میں انسان کو اس کے خالق و مالک کی طرف سے اپنی عبادت اور بندگی کے فوراً بعد والدین کی اطاعت و فرمابرداری، ان کی خدمت و خبر گیری، ان کے ساتھ تواضع اور انکساری اور خوش کلامی، ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ادب و احترام کی انتہائی موثر اور خوبصورت انداز میں تاکید و تلقین کی گئی ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ والدین کی خدمت اور اطاعت ہمیشہ ہی ضروری اور لازمی ہے اور اس خدمت اور اطاعت کی ضرورت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کے اعصاب جواب دے چکے ہوتے ہیں۔ جسمانی اور ذہنی قوت کمزور ہو چکی ہوتی ہے اور قویٰ اور ہمت تقریباً جواب دے چکی ہوتی ہے۔ اندیشے، وسوسے، اور بیماریاں بے بسی اور بے چارگی کا احساس بڑھا دیتی ہیں۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے دعا کے الفاظ تک سکھلا دئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے والدین کے لئے دعا کرتے وقت اپنے بچپن کے اس دور کو یاد کرنے کا حکم اس لئے دیا تا کہ اس طرح والدین کی شکر گزاری اور احسان مندی کا احساس ہو۔

والدین کے اپنی اولاد پر بہت احسانات ہوتے ہیں وہ ان کے لئے تکالیف برداشت کرتے ہیں تا کہ وہ آرام سے رہیں، ان کی تربیت کے لئے مشقت برداشت کرتے ہیں، ان کے زندگی اور خوشیوں کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ انسان اتنا کمزور ہے کہ اگر اسے اپنے والدین کی ذرا سی تکلیف برداشت کرنی پڑ جائے تو بعض اولاد ان کی موت کی تمنا کرنے لگتی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی والدہ کو کندھے پر بٹھائے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے، وہ آدمی ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے ابن عمرؓ! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے فرمایا! نہیں: اس کی صرف ایک پریشانی کا بدلہ بھی تو نہیں چکا سکا، البتہ تو نے اچھا کام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تھوڑے پر بھی تجھے بہت اجر دے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور والدین کا شکر ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا شکر قبول نہیں کرے گا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنے وقت پر نماز پڑھنا، انہوں نے پوچھا کہ اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا! والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ انہوں نے عرض کیا پھر اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جہاد فی سبیل اللہ۔ (بخاری و مسلم)

امام مسلم نے روایت نقل کی ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا الا یہ کہ اگر وہ اسے کسی کے پاس غلامی کی زندگی گزارتا ہوا پائے اور وہ اسے خرید کر آزاد کر دے۔ طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے دل میں جہاد کی بڑی خواہش ہے لیکن مجھے اس پر قدرت حاصل نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! کیا تمہارے والدین میں کوئی حیات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ حیات ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کیونکہ ایسا کرنے سے تمہیں حج، عمرہ اور جہاد کرنے والا ہی سمجھا جائے گا۔

امام احمدؒ روایت نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیئے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔

امام مسلمؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے تو تین مرتبہ آمین کہا۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل (علیہ السلام) آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! جو شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پائے لیکن ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے اور مر کر جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ اسے اپنے رحمت سے دور کر دے۔ آپ (ﷺ) اس پر آمین فرمایئے۔ چنانچہ میں نے اس پر آمین کہی۔ پھر جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! جو شخص ماہ رمضان پائے اور مر جائے اس حال میں کہ اس کی بخشش نہ ہوئی ہو (یعنی توجہ کر کے اور روزے رکھ کر اپنی بخشش نہ کروالے) تو اللہ اسے اپنے رحمت سے دور فرما دے۔ آپ (ﷺ) اس پر آمین فرمایئے۔ چنانچہ میں نے اس

پر بھی آمین کہا۔ پھر جبرئیل (علیہ السلام) نے کیا کہ اے محمد (ﷺ)! جس شخص کے سامنے آپ (ﷺ) کا تذکرہ ہو اور وہ آپ (ﷺ) پر درود نہ پڑھے اور مر کر جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ اسے بھی اپنی رحمت سے دور کر دے۔ اس پر آمین فرمائیے۔ چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دور باسعادت میں میرے پاس میری والدہ آئیں، اس وقت وہ مشرکہ تھیں، میں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ دریافت کیا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور انہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا ہے، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ہاں! تم اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہاری خالہ زندہ ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جاؤ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! کیا والدین کے فوت ہو جانے کے بعد بھی کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے ساتھ کر سکوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ ان کے لئے دعا و استغفار کرو، ان کے وعدے پورے کرو، اور ان رشتہ داریاں کو جوڑو جو ان ہی کے حوالے سے جڑتی ہیں، ان کے دوستوں کا احترام کرو۔

ابن حبانؒ نے حضرت ابو بردہؓ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دراصل میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیئے کہ اس کے بھائیوں سے صلہ رحمی کرے۔ میرے والد حضرت عمرؓ اور تمہارے والد کے درمیان بھائی چارا اور دوستی تھی اس لئے میں صلہ رحمی کرنا چاہتا ہوں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک دفعہ تین دوست سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں بارش شروع ہو گئی اور وہ ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ جوں ہی وہ غار میں داخل ہوئے تو اس کے منہ پر ایک چٹان آ کر گری اور غار کا دہانہ بند ہو گیا۔

وہ لوگ یہ دیکھ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس سے نجات پانے کا یہ طریقہ ہے کہ ہم اپنے سب سے اچھے عمل کا اللہ تعالیٰ کو واسطہ دے کر اس سے دعا کریں، شاید وہ ہماری پریشانی دور کردے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر یہ دعا کہ کہ اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے ہو چکے تھے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں چرواہا تھا، میں شام کو گھر آ کر دودھ دوھ کر سب سے پہلے ان ہی کو پیش کرتا تھا۔ ایک دن چارے کی تلاش میں میں دور تک نکل گیا اور شام تک واپس اپنے والدین تک نہ پہنچ سکا اور وہ دودھ پیئے بغیر سو گئے۔ جب میں دودھ لے کر ان کے پاس پہنچا تو وہ سو چکے تھے۔ میں نے ان کو پلانے سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو دودھ پلانا گوارا نہ کیا۔ میں ساری رات دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کے صبح صادق ہوگئی اور وہ بیدار ہو گئے اور انہوں نے دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لئے کیا تھا تو تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اس پر وہ چٹان ایک جگہ سے تھوڑی سی سرک گئی۔ پھر دوسرے نے اپنے زنا سے بچنے کا اور تیسرے نے مزدور کو اس کا حق کئی سالوں بعد پورا پورا ادا کرنے کا ذکر کیا تو وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ اس غار سے باہر نکل کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نامراد ہو، پھر نامراد ہو، پھر نامراد ہو۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! کون نامراد ہو۔ فرمایا کہ جس نے اپنے والدین کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر بھی انہیں خوش کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔ (طبرانی)

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ الساعدی ؓ سے روایت ہے کہ ایک بار وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اس دوران بنو سلمہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص وہاں آیا اور اس نے عرض کیا کہ: یارسول (ﷺ)! میرے والدین کے مرنے کے بعد بھی میرے ذمہ ان کا کوئی حق رہتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہاں! تم ان کے لئے دعا کرتے رہنا، ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہنا، انہوں نے جس کسی کے ساتھ جو کوئی عہد و پیمان کر رکھا ہوا سے ان کے بعد بھی نبھاتے رہنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور اس رشتے کو جوڑے رکھنا جو ان کے ذریعہ جڑا ہوا تھا۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، احمد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ (یعنی تین بار ارشاد فرمایا) ہم نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔ (بخاری)

والدین میں سے دونوں ہی یقیناً انتہائی واجب الاحترام ہیں اور قرآن وحدیث میں دونوں کے ساتھ حسن سلوک، ان کی عزت وخدمت اور اطاعت وفرمابرداری کا حکم آیا ہے۔ البتہ ان دونوں میں سے خاص طور پر " ماں " کے ساتھ حسن سلوک کی زیادہ تاکید آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تمہاری ماں کا۔ پوچھا اس کے بعد! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تمہاری ماں کا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تمہاری ماں کا۔ پھر پوچھا کہ اس کے بعد: آپ ﷺ نے فرمایا! تمہارے باپ کا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی اطاعت وخدمت اور ان کی قدردانی کے بارے میں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دنیا میں والدین کے سوا باقی ہر رشتہ ایسا ہے جو ایک سے زیادہ بار نصیب ہوسکتا ہے۔ مثلاً بھائی بہن ایک سے زائد ہوسکتے ہیں، اولاد بھی بہت سی ہوسکتی ہے، شوہر بیوی میں کسی ایک کا انتقال یا طلاق ہوجائے تو کسی کو دوبارہ گھر بسانے کی رغبت ہو تو دوسرا شوہر یا دوسری بیوی مل سکتی ہے۔ لیکن ماں باپ کا رشتہ ایسا نازک اور اس قدر قیمتی ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ انسان کو اپنی پوری زندگی میں پیدائش سے موت تک صرف اور صرف ایک بار " ماں باپ " نصیب ہوتے ہیں۔ کسی کی دو مائیں نہیں ہوتیں اور نہ دو باپ ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ حیات ہیں ان کی قدر کرنی چاہئے۔

امام بخاری نے روایت کی ہے کہ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ امام احمد، طبرانی اور ابن حبان نے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں پانچ نمازیں پڑھتا ہوں، اپنے مال کی زکوۃ ادا کرتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان اعمال پر فوت ہوجائے، وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا، یہ کہہ کے نبی کریم ﷺ نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا بشرطیکہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرتا ہو۔

حاکم نے یہ روایت کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں اللہ پر حق ہے کہ نہ ان کو جنت میں داخل کرے گا اور نہ وہاں کی نعمتیں ان کو چکھنے دے گا۔ شراب پینے والا، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔ حاکم نے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سات قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے اور ان میں سے ہر شخص پر تین تین لعنت ہیں حالانکہ ان کے لئے ایک لعنت ہی کافی ہے، ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو والدین کا نافرمان ہے۔

بیہقی اور طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے باپ کو بلاؤ، اسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جب وہ بوڑھا آپ (ﷺ) کے پاس آئے تو اس سے وہ بات دریافت کیجئے گا جو اس نے اپنے دل میں کہی ہے اور ابھی تک خود اس کے اپنے کانوں نے بھی نہیں سنا، چنانچہ جب وہ بوڑھا آیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تمہارا بیٹا تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ کیا تم اس کا مال لینا چاہتے ہو۔

اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس سے یہ دریافت کیجئے کہ میں اسے اس کی پھوپھیوں، خالاؤں اور اپنی ذات کے علاوہ کس پر خرچ کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ٹھیک ہے۔ لیکن اس بات کو چھوڑو اور وہ بات بتاؤ جو تم نے دل میں کہی ہے اور ابھی تک اس بات کو خود تمہارے اپنے کانوں نے نہیں سنا ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کے ذریعہ ہمارے یقین میں اضافہ ہی کرتا ہے (یعنی آپ کو یہ غیبی خبر معلوم ہوگئی) واقعی میں نے اپنے دل میں کچھ کہا تھا جو اب تک میرے کانوں نے بھی نہیں سنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں سن رہا ہوں تم کہو۔ اس نے چند اشعار سنائے جس کا ترجمہ یہ ہے!

جب تو بچہ تھا تو میں نے تجھے غذا فراہم کی، جب تو جوان ہوا تو میں نے تیری ذمہ داری اٹھائی، تیرا کھانا پینا میری ہی کمائی سے ہوتا تھا، اگر کسی رات کو بیماری کی وجہ سے تو تنگ ہوتا تو تیری بیماری کی وجہ سے میں ساری رات بے قراری اور بے چینی میں تڑپتے ہوئے جاگتا رہتا تھا، گویا کہ تیری بیماری تجھے نہیں مجھے لگی ہے اور میں ساری رات آنسو بہاتا رہتا، میرے دل میں یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں تو بیماری کے سبب مر نہ جائے، حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور طے شدہ ہے۔ پھر تو جب اپنی عمر کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں تیرے پہنچنے کی میں آرزوئیں کرتا تھا تو تو نے مجھے سختی اور ترش روی کے ساتھ اس کا بدلہ دینا شروع کر دیا گویا تو ہی مجھ پر کوئی احسان و مہربانی کر رہا ہے۔ اے کاش! اگر تو میرے

باپ ہونے کا حق ادا نہیں کر سکتا تو اتنا تو کر لیتا کہ جیسے کوئی شریف پڑوسی کرتا ہے۔

یہ اشعار سن کر نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا! تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔

طبرانی اور احمد نے ایک روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے فرمایا کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ایک نوجوان پر نزع کی کیفیت ہے اور وہ کلمہ نہیں پڑھ پا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اس پر نبی کریم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ چل پڑے۔ نبی کریم ﷺ نے اس نوجوان کے پاس پہنچ کر اسے کلمہ کی تلقین کی۔ اس نے عرض کیا کہ میں کلمہ نہیں پڑھ پا رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے وجہ پوچھی تو کسی آدمی نے بتایا کہ یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس کی والدہ زندہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ لوگ اس کی والدہ کو بلا کر لے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا بیٹا ہے۔ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو جلانے کے لئے خوب اچھی طرح سے آگ بھڑکاؤں اور اس کے بعد تم سے کہا جائے کہ تم اس کی سفارش کرو گی تو ہم اسے چھوڑ دیں گے ورنہ ہم اسے آگ میں جلا دیں گے۔ تو کیا تم اس وقت اس کی سفارش نہیں کرو گی۔ اس نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میں اس کی سفارش کر دوں گی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو اور مجھ کو گواہ بنا کر کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو۔ اس نے عرض کیا! اے اللہ! میں تجھے اور تیرے پیغمبر (ﷺ) کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی۔ تب نبی کریم ﷺ نے اس نوجوان سے کلمہ پڑھنے کے لئے فرمایا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے اس آگ سے نجات عطا فرمائی۔

دوسری کتابوں میں بھی یہ واقعہ کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ اس نوجوان کا نام علقمہ تھا، پہلے اس کی والدہ اس کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھی لیکن جب لکڑیاں جمع کر کے اسے جلانے کی بات آئی تو اس کی والدہ نے اسے معاف فرما دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر فرمایا! اے گروہ مہاجر و انصار! جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دے گا اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفلی عمل قبول نہیں کرے گا۔ الا یہ کہ وہ اللہ سے توبہ کرے، والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان

کی رضا حاصل کرے، کیونکہ اللہ کی رضا مندی والدہ کی رضا مندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدہ کی ناراضگی میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین لوگوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک والی بات نہیں۔ مظلوم کی بددعا، مسافر کی دعا اور باپ کی اپنے بیٹے کے لئے بددعا۔

اگر والدین کافر و مشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفر اور شرک پر مجبور کرتے ہوں تو ایسی صورت میں ان کا مطالبہ تسلیم نہ کیا جائے اور اس معاملے میں ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ مگر اس کے باوجود ان کے ساتھ حسن سلوک، اطاعت و فرمانبرداری، ان کی دلجوئی اور خدمت میں کوئی کوتاہی سرزد نہ ہونے پائے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی خدمت و اطاعت اور ان کی قدر دانی کے بارے میں یہ اہم بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ماں باپ کا رشتہ ایسا نازک، قیمتی اور انمول ہے جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک وہ زندہ ہیں ان کی قدر پہچانئے اور اپنے لئے دنیا و آخرت میں سعادت مندی کا سامان اکٹھا کیجئے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گے تو پھر آنکھیں ان کو دیکھنے کے لئے ترسیں گی اور اس وقت انسان سوچتا رہ جائے گا کہ انہوں نے مجھے پالا پوسا، پڑھایا لکھایا، میری ضرورتوں اور راحتوں کی خاطر خود بے آرام ہوئے۔ مجھے زمانے کی سختیوں سے بچانے کے لئے سائبان بنے رہے، کاش میں ان کے لئے ایسا اور ایسا کرتا۔

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک

دین اسلام میں اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی، ان کی عزت وتکریم، ان کی خدمت و خبر گیری، دکھ سکھ میں شرکت اور بوقت ضرورت مالی واخلاقی مدد کرنے کی بے حد تاکید کی گئی ہے۔ اس کو دنیا وآخرت میں باعثِ خیر وبرکت اور سعادت مندی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس قرابت داروں کے ساتھ بدسلوکی، قطع رحمی اوران کے حقوق کی حق تلفی کوانسان کے لئے لعنت، بے برکتی، عمر و رزق میں کمی اور تنگی کا سبب قرار دیا ہےاوراس کے علاوہ آخرت کی سزائیں الگ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَها وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِیْراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاء لُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْباً O

(سورۃ النساء ۔ ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کوایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل۔ حضرت آدم علیہ السلام)
اس سے اس کا جوڑا بنایا پھراُن دونوں سے کثرت سے مرد وعورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے
اور اللہ سے، جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہوڈرو اور ناطہ توڑنے سے (بچو)
کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِیْراً O

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۲۶)

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کواُن کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاوَ۔

لَّیْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِیْ الْقُرْبَى وَالْیَتَامَى وَالْمَسَاكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِیْ الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِیْنَ فِیْ الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِیْنَ

الْبَأْسِ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۷۷)

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اُس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ O

(سورۃ الرعد ۔ ۲۱)

اور جن (رشتہ ہائے قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے اور بُرے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ O

(سورۃ محمد ۔ ۲۲)

پس اے منافقو! تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کر لو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے ان قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے محبت کرنے اور جوڑنے کا حکم دیا ہے)۔

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! لوگو! سلام کو ظاہر کرو (یعنی السلام علیکم) بآواز بلند کہو تا کہ جس کو سلام کہا جا رہا ہے وہ اس کو سن لے، یہ کہ ہر ایک کو سلام کرو چاہے وہ آشنا ہو یا بے گانہ اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو، رات میں (تہجد) کی نماز پڑھو جبکہ لوگ سوتے ہوں تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

پڑوسی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرمائی ہے اور ان کے ساتھ احسان کا ایسا حکم دیا ہے جیسے والدین، قرابت دار، یتیم اور مسکین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہے۔

اسلام کی تعلیمات و ہدایات کی روشنی میں ہر انسان کے لئے سب ہی کے ساتھ عزت و احترام کا برتاؤ کرنا، ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آنا، کسی قسم کی بدسلوکی، اذیت رسانی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز رہنا ضروری ہے۔ چونکہ کسی بھی انسان کی خوش اخلاقی یا بداخلاقی سے عام لوگوں کی بہ نسبت اس کے پڑوسی براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک اور خوش اخلاقی کی خاص طور پر تاکید و تلقین کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً O

(سورۃ النساء ۔ ۳۶)

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کیساتھ احسان کرو کہ اللہ تعالیٰ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں پڑوسی کے تین درجہ اور مرتبے بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی وہ پڑوسی جس کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بھی ہو، اس پڑوسی کے ساتھ دوہرا تعلق ہونے کی وجہ سے اس کا مرتبہ و مقام اور اس کا حق بھی زیادہ ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی زیادہ ضرورت ہے۔ دوسرا درجہ محض برابر میں رہنے والا یا ہمسایہ، یعنی وہ شخص جو صرف پڑوسی ہو اس کے ساتھ رشتہ داری کا کوئی تعلق نہ ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک ضروری ہے چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ تیسرا درجہ وہ پڑوسی جو مختصر مدت کے لئے اور محض تھوڑی دیر کے لئے آپ کے ساتھ ہو یعنی ہم جماعت، دفتر کا ساتھی، کسی مسافر خانے میں یا ہوئی

جہاز، ریل، بس یا کسی قطار میں جس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ان کا احترام و عزت، حسن سلوک کا رویہ رکھنا ضروری ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچ جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کو پڑوسی کے نہ ستانے پر موقوف رکھا ہے۔ اگر کامل ایمان رکھتا ہو تو اس کا یہ ایمان اپنے پڑوسی کو ستانے سے روک دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون شخص ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور ایذاؤں سے محفوظ نہ ہو۔ ایک اور روایت میں فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے ہمسائے (یا بھائی) کے لئے وہی پسند نہ کرنے لگے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

ایک بار رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی عورت کے بارے میں یہ تذکرہ ہوا کہ وہ بہت زیادہ نفل نماز روزہ، صدقہ وخیرات کا اہتمام کرتی ہے مگر یہ کہ اس کے پڑوسی اس کی تلخ کلامی اور زبان درازی سے بہت بے زار ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا! اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس کے بعد ایک عورت کا تذکرہ ہوا جو نفل عبادت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کرتی تھی مگر یہ کہ اس کے پڑوسی اس کے حسن سلوک کی وجہ سے آسودہ و مطمئن ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ عورت جنت میں جائے گی۔ (مسند احمد)

طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ! میں بنوفلاں کے محلّہ میں رہتا ہوں ان میں مجھے سب سے زیادہ تکلیف وہی آدمی دیتا ہے جو میرا سب سے قریبی ہمسایہ ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابوبکر ؓ، عمر ؓ اور علی ؓ کو بھیجا کہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیں کہ چالیس گھروں تک پڑوس ہوتا ہے اور کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے خوف زدہ ہو۔

ابوالشیخ ابن حبان نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے اپنے پڑوسی کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا کہ اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جس نے اپنے پڑوسی سے جنگ کی اس

نے مجھ سے جنگ کی اور جس نے مجھ سے جنگ کی گویا اس نے اللہ سے جنگ کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو رات کو پیٹ بھر کر سوتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اسے اس بات کا علم بھی ہو۔ (مجمع الزوائد)

طبرانی میں حضرت معاویہ بن حیدہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے، اگر مر جائے تو مسلمان ہونے پر اس کی نماز جنازہ پڑھے، وہ قرض مانگے تو اسے قرض دے دے، اگر اس کے اندر کوئی عیب ہے تو اس کو پوشیدہ رکھے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرے، اگر وہ محتاج ہو تو اس کو مدد کرے، یہ حقیقت ہے کہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو پڑوسی کا حق ادا کرتے ہیں، ان پر اللہ رحم فرمائے۔

ترمذی اور حاکم نے روایت نقل کی ہے کہ تم میں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہترین ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین پڑوسی ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہترین ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جن سے محبت کرتا ہے ان میں وہ شخص بھی ہے جس کا کوئی برا ہمسایہ ہو اور اور اس کی ایذاءرسانیوں پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ زندگی و موت کے ذریعہ اس کی کفالت کر لے۔

بخاری شریف میں روایت کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) مجھے مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دیں گے۔

امام احمد ؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک انصاری صحابی کہتے ہیں ایک مرتبہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لئے آیا، اس وقت نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور ایک آدمی ان کی طرف متوجہ تھا۔ میں یہ سمجھا کہ شاید اسے نبی کریم ﷺ سے کچھ کام ہے چنانچہ میں بیٹھ گیا، بخدا نبی کریم ﷺ اتنی دیر تک اس کے ساتھ کھڑے رہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ پر ترس آنے لگا، جب وہ آدمی چلا گیا تو میں اٹھ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس آدمی نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا کہ مجھے آپ (ﷺ) پر ترس آنے لگا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو وہ آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا! نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! وہ جبرائیل (علیہ السلام) تھے اور مجھے مسلسل پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کر رہے تھے حتیٰ کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید وہ اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دے دیں گے۔

مسلمان بھائی کے عیب چھپانے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو بندہ دنیا میں کسی بندے کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہوا ہو، اللہ اس کے حاجات پوری کرنے میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور فرمادے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے کسی مسلمان کی دنیا کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا۔ جس نے کسی تنگ دست اور بدحال پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرمائے گا ۔ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ جو ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں علم دین تلاش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں سیکھنے سکھانے کا کام کرتے ہیں تو ان پر اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے، انہیں اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان فرشتوں میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں اور جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھائے گا۔ (مسلم)

صدقہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کھجور برابر (کھجور یا اس کی قیمت کے برابر) حلال کمائی سے صدقہ کرتا ہے تو جان لو کہ اللہ صرف حلال کمائی کو قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے اسی طرح پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی، جس شخص کسی کی خطا کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے، جو شخص محض اللہ کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو (تحفہ دینے یا صدقہ دینے کو) حقیر نہ جانے اگر چہ وہ بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت جابر ؓ اور حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر نیکی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذر غفاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ جانو اگر چہ تم اپنے بھائی سے خوش خلقی سے ملو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص ایک درخت کی ایک ٹہنی کے پاس سے گزرا جو راستے کے اوپر تھی (جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچ رہی تھی) اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس ٹہنی کو مسلمانوں کے راستے سے صاف کر دوں تا کہ انہیں تکلیف نہ پہنچے۔ چنانچہ وہ شخص جنت میں داخل کیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر نیکی صدقہ ہے اور نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ تم اپنے مسلمان بھائی سے چہرے کی بشاشت سے ملاقات کرو اور اپنے کسی بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو۔

(مسند احمد، ترمذی)

مہمان کے اکرام کا بیان

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (24) إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ (25) فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاء بِعِجْلٍ سَمِينٍ (26) فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ (27) فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ (28)

(سورۃ الذاریات: ۲۴ ـ ۲۸)

بلاتمہارے پاس (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی، جب وہ ان کے پاس آئے تو انہیں سلام کیا، انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا، وہ لوگ جان پہچان کے نہیں تھے۔ تو وہ اپنے گھر جا کر (بھنا ہوا) ایک موٹا بچھڑا لے کر آئے اور کھانے کے لئے ان کے آگے رکھ دیا، فرمانے لگے کہ آپ کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اور دل میں ان سے خوف معلوم کیا، انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے، اور ان کو ایک دانشمند لڑکے کی بشارت دی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہئے اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرتے ہوئے اس کا حق ادا کرنا چاہئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن ورات (یعنی اس میں اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق بہتر کھانا تیار کرے) اور مہمان نوازی تین دن ہے، پس جو اس کے علاوہ ہو وہ صدقہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

نکاح

" **نکاح** " کے معنی ہیں جمع کرنا۔ شرعی اصطلاح میں اس خاص عقد و معاہدہ کو نکاح کہتے ہیں جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔

نکاح یعنی شادی دو افراد کا ایک سماجی بندھن، ایک شخصی ضرورت، ایک طبعی خواہش اور ایک ذاتی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ انسانوں کے معاشرے کے وجود اور بقاء کا ایک بنیادی ستون ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے اس کو ایک خاص اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔ نکاح کی اہمیت اور اور اس کی بنیادی ضرورت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شریعت محمدی ﷺ تک کوئی ایسی شریعت نہیں گزری جو نکاح سے خالی رہی ہو۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ کوئی ایسی عبادت نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ہر نبی کی شریعت میں شامل ہو اور جنت میں بھی باقی رہے وہ سوائے ایمان اور نکاح کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہر شریعت میں مرد و عورت کا اجتماع ایک خاص معاہدے اور قاعدے کے تحت موجود رہا ہے، بغیر اس معاہدے کے مرد و عورت کا باہمی اجتماع کسی بھی شریعت اور مذہب میں جائز نہیں تھا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب غیلان بن سلمہ ثقفیؓ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں جن سے انہوں نے زمانہ جاہلیت میں شادیاں کی تھیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ ان کی وہ دس بیویاں بھی مسلمان ہو گئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ان میں سے چار عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھو اور اور باقیوں کو آزاد (علیحدہ) کر دو۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

محرمات ۔ جن سے نکاح حرام ہے:

وہ عورتیں جو نسبی رشتہ سے محرمات میں شامل ہیں ان سے نکاح حرام ہے۔ ان میں ماں (اس میں نانی اور دادی بھی شامل ہیں)، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی اور سوتیلی ماں شامل ہیں۔ وہ سسرالی رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہے ان میں بیوی کی ماں، نانی و دادی، بیوی کی بیٹی دوسرے شوہر سے، بیوی کی بہن بیوی کی موجودگی میں، بیوی کی پوتی و نواسی ان سب سے نکاح حرام ہے۔ تمام رضائی رشتوں (دودھ شریک) سے نکاح حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اپنے نکاح میں نہ رکھا جائے اور نہ کسی عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ اپنے نکاح میں رکھا جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دودھ پینے کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ (بخاری)

حضرت ضحاک بن فیروز ویلمیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جب میں مسلمان ہوگیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے جس ایک کو چاہو اپنے پاس رکھو (دوسری کو علیحدہ کردو)۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

نکاح کے مستحبات:

جب کوئی شخص نکاح کرنا چاہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اسے چاہئے کہ نکاح کا پیغام دینے سے پہلے ایک دوسرے کے حالات اور عادات واطوار کی اچھی طرح جستجو کرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ بعد میں ایسی چیز معلوم ہو جو طبیعت اور مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے زوجین میں ناچاقی کا باعث بنے۔ مستحب ہے کہ نکاح کا اعلان کیا جائے اور تقریب اعلانیہ منعقد کی جائے۔ نکاح پڑھانے والا نیک اور صالح شخص ہو اور گواہ عادل اور پرہیزگار ہوں۔ نکاح ایجاب وقبول کے ذریعہ منعقد ہوتا ہے جس کا دوسرے لوگوں کا سننا ضروری ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس کا مالدار ہونا، اس کا حسب نسب اچھا ہونا، اس کا حسن و جمال، اس کا دیندار ہونا۔ لہٰذا دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے اپنے بعد ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے حق میں عورتوں کے فتنہ سے زیادہ ضرررساں ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت معقل بن یسار ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو سب سے بہتر چیز جو اپنے لئے منتخب کرتا ہے وہ نیک بخت اور خوبصورت بیوی ہے، ایسی بیوی کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر شوہر اس کو حکم دیتا ہے تو وہ اس کی تعمیل کرتی ہے، جب وہ اس کی طرف دیکھتا ہے، وہ اپنے حسن اور پاکیزگی اور خوش خلقی سے اس کا دل خوش کر دیتی ہے، جب وہ اس کو قسم دیتا ہے تو اس قسم کو پورا کرتی ہے اور جب اس کا خاوند موجود نہ ہو تو وہ اپنے نفس کے بارے میں خیر خواہی کرتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی مرد اپنے نکاح کا پیغام اپنے کسی بھائی کے پیغام پر نہ بھیجے، جب تک کہ وہ اس سے نکاح کر لے یا اس کو ترک کر دے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز آپ ﷺ نے اپنے گھروں میں رہنے والے گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے (جنگلی گدھا جس کو گورخر کہتے ہیں حلال ہے اس کا گوشت کھایا جا سکتا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

مہر کا بیان

مہر حقوق زوجیت حاصل ہونے کے اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے، اگر کسی نے مہر نہ دینے کی نیت کی ہوئی ہے تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا، شوہر پر مہر واجب ہوتا ہے، مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا! عورتوں کا نکاح ان کے کفو (ہم منصب) ہی سے کیا جائے اور عورتوں کے نکاح ان کے ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

ولیمہ

ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو نکاح کے بعد لوگوں کو دعوت کے طور پر کھلایا جاتا ہے، اس کے معنی اجتماع کے ہیں اس لئے اس کھانے کو ولیمہ کہتے ہیں، یہ زوجین کے اجتماع کی تقریب میں کھلایا جاتا ہے۔ ولیمہ کی شرعی حیثیت مستحب کی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر زعفران کا زرد نشان دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میں نے ایک نواۃ سونے کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا! اللہ تمہیں مبارک کرے، تم ولیمہ کرو اگرچہ وہ ایک بکری کا ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بھی زوجہ محترمہ کا اتنا بڑا ولیمہ نہیں کیا جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں کیا تھا، آپ ﷺ نے ان کے نکاح میں ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو پہلے آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کیا، آپ ﷺ نے ان کی آزادی ہی کو مہر قرار دیا اور ان کے نکاح میں حیس کا ولیمہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

" حیس " ایک کھانے کا نام ہے جو حلوے کی قسم کا ہوتا ہے جو کھجور، گھی اور پنیر سے بنتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودی سردار حیی بن اخطب (جو خیبر میں آباد قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار تھے) کی بیٹی تھیں۔ جب خیبر میں یہودیوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح نصیب کی تھی، اس جنگ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گرفتار ہو کر آئیں تھیں اور کنیز کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں آئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا اور انہیں دین و دنیا کی سب سے بڑی سعادت سے سرفراز کیا۔

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ دو سیر " جو " کے ساتھ کیا تھا۔ (بخاری)

خلع وطلاق

خلع کا مطلب: خُلع کے لغوی معنی ہیں " کسی چیز کو نکالنا" اور عام طور پر یہ بدن پر پہنی ہوئی کوئی چیز مثلاً کپڑے، موزے اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں کہ " ملکیت نکاح کو مال کے عوض لفظ خُلع کے ساتھ زائل کرنا" اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دینا چاہے تو عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر واپس کر کے اس سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ خلع سے عورت پر طلاق بائن ہو جاتی ہے اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

طلاق: لغت میں طلاق کے معنی " کھولنا یا چھوڑنا" ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں مرد کا عورت کو نکاح سے عائد ہونے والی پابندیوں سے آزاد کرنا ہے۔

طلاق کی اقسام:

۱۔ رجعی۔ اس میں طلاق کا لفظ ایک بار کہا گیا ہوتا ہے۔ طلاق رجعی طہر (پاکی کی حالت) میں دی جاتی ہے۔

۲۔ بائن۔ اس میں طلاق کا لفظ یا اس سے ملتے جلتے لفظ کو دو مرتبہ کیا جائے یا خُلع کیا جائے۔

۳۔ مغلظ۔ اس میں طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال کرنے سے عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ شرعی حلالہ نہ کیا جائے۔

حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہوگی۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداوٗد، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مباح چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بری چیز طلاق ہے۔ (ابوداوٗد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین چیزیں ایسی ہیں جن کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور ہنسی مذاق میں منہ سے نکالنا بھی قصد ہے، طلاق، نکاح، رجعت۔ (ترمذی، ابوداوٗد)

عدت

لغت میں عدت کے معنی ہیں " شمار کرنا" اور شریعت کی اصطلاح میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا شوہر طلاق دے دے، وہ خُلع لے لے یا اس کا شوہر مر جائے تو اس عورت کی عدت شروع ہو جاتی ہے۔ اس دوران عورت کو گھر میں رہنے کا حکم ہے، وہ کہیں نہ جائے، نہ کسی مرد سے ملاقات کرے، نہ وہ زیب و زینت کرے۔ جب عدت کی مدت پوری ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کی مدت:

جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دے دے یا نکاح فسخ ہو جائے۔ اگر اس عورت کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اس مدت میں وہ شوہر کے گھر میں ہی رہے جہاں اسے طلاق ملی ہے، گھر سے باہر نہ نکلے اور کسی سے اس دوران نکاح نہ کرے۔ اگر کسی عورت کو بانجھ ہونے یا بوڑھا ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین ماہ ہے۔ جس عورت کا شوہر مر گیا ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، چاہے اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہو یا مر گیا ہو دونوں صورتوں میں یہی ہے۔

مشرکین عورتوں سے نکاح کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلاتَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ حَتّٰی یُؤۡمِنَّ (ط) وَلَاَمَۃٌ مُّؤۡمِنَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکَۃٍ وَّلَو اَعۡجَبَتۡکُمۡ (ج) وَلاتُنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَتّٰی یُؤۡمِنُوۡا (ط) وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَکُمۡ (ط) اُولٰٓئِکَ یَدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ (ج) وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡٓا اِلَی الۡجَنَّۃِ وَالۡمَغۡفِرَۃِ بِاِذۡنِہٖ ج وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ☆

(سورۃ البقرہ ۔ 221)

ترجمہ: اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو۔ ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے چاہے تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو، اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے چاہے مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (۲۲۱)

مسلمان مرد کا نکاح کافرہ عورت سے نہ کیا جائے اور مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہ کیا جائے۔ مسلمان عورت کا نکاح کتابی اور غیر کتابی دونوں سے جائز نہیں ہے بلکہ پہلے نکاح تھا اور مرد کافر ہو گیا تو نکاح خود بخود ختم ہو گیا۔ نکاح کا تعلق اخلاقی، قلبی، تمدنی ہوتا ہے اگر مشرک اور مسلمان شادی کریں گے تو ایک دوسرے پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے اور ایک دوسرے پر یہ نہ ہوں تو اولاد پر ضرور ہوتے ہیں اس لئے اس کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ آج کل کے اہل کتاب دراصل مشرک ہیں کیونکہ وہ انبیاء کو خدا کی ذات میں شریک کرتے ہیں یا ان کو خدا مانتے ہیں اس لئے ان کے احکامات بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔

وراثت کا قانون

3 ہجری، 625ء

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ربیع کی بیوی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ اس کے بیٹیوں کے باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے لیکن ان کے چچا نے ان کے مال پر قبضہ کرلیا ہے اور ہم کو کچھ نہیں دیا بغیر پیسے کے میں ان کی شادیاں کیسے کروں یہ سن کر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ وحی کا انتظار کرو چنانچہ یہ آیت نازل ہوئیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِ کُمْ ۃ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ج فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ج وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَۃً فَلَھَا النِّصْفُ ط وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ج فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَہٗٓ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ج فَاِنْ کَانَ لَہٗٓ اِخْوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنْ م بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْ بِھَآ اَوْدَیْنٍ ط اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا ط فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا☆ وَلَکُمْ نِصْفُ مَا تَرَکَ اَزْوَاجُکُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُنَّ وَلَدٌ ج فَاِنْ کَانَ لَھُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ مِنْ م بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصِیْنَ بِھَآ اَوْدَیْنٍ ط وَلَھُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ ج فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ وَصِیَّۃٍ تُوْصُوْنَ بِھَآ اَوْدَیْنٍ ط وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً اَوِامْرَاَۃٌ وَّلَہٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ ج فَاِنْ کَانُوْٓا اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَھُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْ م بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْدَیْنٍ لا غَیْرَ مُضَآرٍّ ج وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ☆

(سورۃ النساء: ۱۲-۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر کا ہے، اوراگرصرف لڑکیاں ہی ہوں اوردو سے زیادہ ہوں توانہیں مال متروکہ کا دوتہائی ملے گا۔ اوراگرایک ہی لڑکی ہو تواس کے لئے آدھا ہےاورمیت کے ماں باپ میں سے ہرایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگراس میت کی اولاد ہو۔ اوراگراولاد نہ ہوتوماں باپ وارث ہوتے ہوں تواس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگرمیت کےکئی بھائی ہوں توپھراس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ یہ حصےاس (وصیت کی تکمیل) کے بعد ہیں جومرنے والا کرگیا ہو یاادائے قرض کے بعد، تمہارے باپ ہوں یاتمہارے بیٹےتمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سےکون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے۔ یہ حصےاللہ تعالیٰ کی طرف سےمقرر کردہ ہیں بےشک اللہ تعالیٰ پورےعلم اورکامل حکمتوں والا ہے۔

تمہاری بیویاں کچھ چھوڑکرمریں اوران کی اولاد نہ ہوتو آدھا تمہارا ہےاوراگران کی اولاد ہوتو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سےتمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جووہ کرگئی ہوں یاقرض کے بعد۔ اورجو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤاس میں ان کے لئے چوتھائی ہے اگرتمہاری اولاد نہ ہواوراگرتمہاری اولاد ہوتو پھرانہیں تمہارےترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اس وصیت کے بعد جوتم کرگئے ہواورقرض کی ادائیگی کے بعد، اورجن کی میراث لی جاتی ہے وہ مرد یا عورت کلالہ ہو، یعنی اس کے باپ بیٹا نہ ہواوراس کا ایک بھائی یاایک بہن ہوتو ان دونوں میں سے ہرایک کا چھٹا حصہ ہےاور اگراس سے زیادہ ہوتوایک تہائی میں سب شریک ہیں۔ اس وصیت کے بعد جوکی جائےاورقرض کے بعد۔ جب کےاوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ یہ مقررکیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہےاوراللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔

شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَیۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ☆ اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَةَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ☆ (المائدہ:۹۱۔۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے اور تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کروا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آ جاؤ۔

احادیث شریفہ میں شراب کی حرمت اور اس کے پینے اور پلانے والے پر لعنت اور آخرت کی سزا آئی ہے۔ شراب کو ام الخبائث یعنی ہر برائی کی جڑ کہا گیا ہے۔

جو لوگ شراب نہ چھوڑیں ان کے خلاف قتال کیا جائے۔ اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے والے پر بڑے انعام کی بشارت ہے شرابی اور جواری جنت سے محروم رہے گا۔

شراب، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام کر دی گئی:

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں میں ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے لوگوں کو شراب پلا رہا تھا اسی اثناء میں شراب کی حرمت کا حکم آ گیا ایک آواز سنی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اعلان کر رہا تھا۔ ابوطلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا دیکھو یہ کیا آواز ہے میں باہر نکلا تو میں نے واپس ہو کر بتایا کہ یہ پکارنے والا یوں پکار رہا تھا کہ خبردار شراب حرام کر دی گئی ہے، یہ سن کر ابوطلحہؓ نے کہا! جاؤ یہ جتنی شراب ہے اس کو گرا دو۔ چنانچہ شراب پھینک دی گئی

جو مدینہ کی گلیوں میں بہہ گئی۔ (انوارالبیان)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ شراب پر، اس کہ پینے والے پر، پلانے پر بیچنے والے پر، خرید نے والے پر، اٹھانے والے پر، اٹھوانے والے پر، بنانے والے پر، بنوانے والے پر قیمت لینے والے پر سب پر لعنت ہوتی ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جو شخص پہلی مرتبہ شراب پیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا اور اگر وہ خلوصِ دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کرتا پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ چوتھی مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کرتا بلکہ اگر وہ توبہ کرتا ہے تو توبہ بھی قبول نہیں کرتا اور آخرت میں اس کو دوزخیوں کی پیپ اور لہو کی نہر سے پلائے گا۔ (جامع ترمذی)

جوئے کی تمام صورتیں حرام ہے

وہ ہر معاملہ جو نفع ونقصان کے درمیان مبہم ہو شریعت اسے قمار کہتی ہے۔ مثلاً دو آدمی آپس میں بازی لگائیں کہ ہم دونوں دوڑتے ہیں جو آگے بڑے گا وہ دوسرے کو ایک ہزار روپیہ دے گا مثلاً بند ڈبے ایک روپیہ ڈبہ کے حساب سے فروخت کریں کسی ڈبے میں پانچ روپے اور کوئی ڈبہ خالی ہو تو اس طرح ڈبوں کی فروخت قمار اور جوئے میں آئے گی۔ اگر کسی کھیل یا کسی معاملہ میں زیادہ کی لالچ میں رقم لگائی جائے اور ہارنے کی صورت میں وہ رقم ہی ملے تو یہ حرام ہے، لیکن اگر انعام کی رقم کسی چیز کے خریدنے کے ساتھ ہو تو وہ جائز ہے۔

اخبار اور رسائل میں معمہ پر جو انعام ہوتا ہے وہ بھی قمار ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ معمہ بھیجو اس کے بعد اس پر قرعہ اندازی ہوگی جو جیتے گا اسے انعام ملے گا۔ لاٹری، پتنگ بازی، کھیل میں، کبوتروں اور گھوڑوں پر شرطیں لگانا بھی جوئے میں شامل ہے۔ (انوارالبیان)

یتیم کا مال

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِيْ بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً (10) (سورہ النساء ۔ ۱۰)

جولوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس عادت کے ساتھ جو نیکی پر مبنی ہو (یعنی امانت و دیانت کے ساتھ) اور بلا شبہ جولوگ یتیم کا مال ظلم سے کھاتے ہیں، ان اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس (نگرانی اور پرورش میں) یتیم تھے انہوں نے سخت احتیاط برتنی شروع کر دی، ان کے کھانے پینے کے سامان کو اپنے کھانے پینے کے سامان سے الگ کر دیا، یہاں تک کہ ان یتیموں کے کھانے پینے میں سے کچھ بچ جاتا تھا تو اس کو اٹھا کر رکھ دیتے تھے کہ وہ یتیم دوسرے وقت کھالے گا یا پھر خراب ہو جاتا تھا یہ بات نگرانوں کو اچھی نہیں لگتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "اور جولوگ آپ ﷺ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں، فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ خرچ میں شامل رکھو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان نگرانوں نے یتیموں کو کھانے اور پینے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔" (ابوداؤد، نسائی)

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاء اللّهُ لأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللّهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (220)

اور آپ ﷺ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان کی دیکھ بھال بہت اچھا کام ہے اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہو (یعنی خرچہ اٹھانے میں) تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔ اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا، بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرہ ۔ ۲۲۰)

منہ بولے بیٹے کی حیثیت اصل بیٹے کی نہیں

جب اللہ کی طرف سے حکم آ گیا کہ منہ بولا بیٹا اصل بیٹے کے برابر نہیں تو لوگ جو حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو زید بن محمد کہتے تھے پھر سے ان کے اصل والد کے حوالے سے زید بن حارثہؓ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ اسی طرح سے وراثت میں بھی وہ داخل نہیں ہوسکتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ط وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ لا وَلٰكِنْ مَّاتَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(۵)

(سورۃ الاحزاب۔۵)

لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے(۵)۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ منہ بولا بیٹا بنانا ہمارے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک نا قابلِ اعتبار ہے۔ اس دعویٰ سے بیٹا ہونے کا حکم جاری نہیں ہوتا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر غلام کو بیٹا بنایا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور کسی مجہول النسب کو اپنا بیٹا ظاہر کیا اور وہ شخص ایسا ہے جس سے عمر کا فرق اتنا ہے کہ باپ اور بیٹا ہونا ممکن ہوسکتا ہے تو مدعی کو اس کا بیٹا مان لیا جائے گا۔ اب آخری چیز رہ گئی تھی کہ اس کی بیوہ یا مطلقہ سے شادی کر سکتا ہے تو اللہ نے حکم کے ذریعہ یہ کام کروا کر قیامت تک کیلئے احکام بتا دیئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّا سَ ج وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط
فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ
اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَاقَضَوْامِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَا نَ اَمْرُاللّٰهِ مَفْعُوْ لاً ☆

(سورۃ الاحزاب ۔ ۳۷)

(یاد کرو) جب آپ (ﷺ) اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کر نے والا تھا اور آپ لوگوں سے خوف کھاتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈریں۔ پس جب کہ زیدؓ نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی۔ ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا۔ تا کہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں۔ اللہ کا (یہ) حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔ (37)

پردے کے احکامات

ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش ؓ کے ولیمہ میں آیاتِ حجاب نازل ہوئیں۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ☆

(سورۃ الاحزاب۔ ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کہ دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔ (۳۲)

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ

(سورۃ الاحزاب۔ ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو، اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو، اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ☆ (سورۃ الاحزاب۔۵۳)

ترجمہ: جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب۔۵۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں، اس سے بہت جلدان کی شناخت ہوجایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کومخاطب کر کے فرمایا گھروں میں رہا کروزمانہ جاہلیت کی طرح بن ٹھن کر نہ پھروجس کی وجہ سے تمہارا پوشیدہ حسن ظاہر ہو۔ لیکن یہ حکم تمام عورتوں کے لئے ہے، جہاں تک ہوسکے گھروں میں رہیں اور باہر نکلنا ضروری ہو تو پردۂ شرعی کا خوب زیادہ اہتمام کریں۔
حضرت ابنِ مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو اسے شیطان تکنے لگتا ہے۔ (جامع ترمذی)
اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم آیا کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواجِ مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔ اس میں پردہ کا اہتمام کا حکم ہے کہ مردوں کو کوئی چیز طلب کرنا ہو تو وہ بھی پردہ کے پیچھے سے طلب کریں اور عورتیں بھی سامنے نہ آئیں۔ کوئی چیز دینی ہو تو پردہ کے پیچھے سے دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی پاک رکھنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ (انوارالبیان)
حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قرآن کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ عورتوں کو چاہئے اپنے سروں اور چہروں کو بڑی بڑی چادروں سے ڈھکے رہا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رہے، جس سے چلنے پھرنے اور دیکھنے کی ضرورت پوری ہوجائے اور پورا پردہ کرنے کی وجہ سے آزادعورت اور باندھی میں امتیاز ہوجائے تاکہ بدنفس چھیڑ چھاڑ نہ کرسکیں۔ اگرچہ باندیوں کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ کرنا ممنوع تھا لیکن آزادعورت کو پورے پردے کا حکم دینے سے ان بدنفسوں کا یہ بہانہ ختم ہوگیا کہ ہم نے باندی سمجھ کر آوازکسی تھی۔ (روح المعانی)
اس وقت تک عورتیں جاہلیت کے طریقہ پر بے پردہ نکلتی تھیں اور بے باکانہ چلتی پھرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف

سے حکم نازل ہوا کہ شریف عورتیں گھروں سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر منہ چھپا کر سینہ پر آنچل ڈال کر نکلیں۔ چلتے میں اٹھکیلیاں نہ کریں پردے کی اوٹ سے بولیں، آواز میں بناوٹ نہ پیدا کریں ازواجِ مطہرات نامحرموں کے سامنے نہ آئیں۔

سورۃ النور میں سترِ عورت (پردہ) کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ یعنی بدن کے کتنے حصہ کو ہر وقت ڈھکا ہوا اور پوشیدہ رکھنا ہے اور بدن کا کتنا حصہ کھلا رکھنا جائز ہے۔ مثلاً گھر میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا واجب نہیں ان اعضاء کو اگر ہر وقت گھر میں بھی ڈھکا ہوا رکھنا واجب اور فرض ہو تو دشواری ہو جائے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کس کے سامنے چاہے کھول لیا جائے۔ اگر چہرہ کھولنے کی سب کے سامنے اجازت ہو تو پھر حجاب اور پردہ کا حکم نازل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔

قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ☆ (سورۃ النور۔31)

ترجمہ: مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاندان کے یا اپنے والد کے یا اپنے سسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں۔ یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے۔ اے مسلمانوں تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔

زنا کی اور پاکدامن عورتوں پر تہمت کی سزائیں

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیُ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ص وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ج وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۲) اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْمُشْرِكَةً ز وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ج وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (۳)

(سورۃ النور۔2.3)

ترجمہ: زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہئے اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہئے۔ زانی مرد بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور سے نکاح نہیں کرتا اور زنا کار عورت بھی بجز زانی یا مشرک مرد کے نکاح نہیں کرتی اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! مجھ سے حاصل کرلو! مجھ سے حاصل کرلو! تحقیق اللہ نے عورتوں کے لئے راستہ بنایا ہے کنوارا مرد کنواری عورت سے جو زنا کرنے والا ہو تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے ملک بدر کردو اور شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے مارو اور رجم یعنی سنگسار کرو۔

پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ☆

(سورۃ النور۔۴)

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں اسی کوڑے لگاؤ

اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو یہ فاسق لوگ ہیں۔

اسلام میں مومن مرد وعورت کی آبرو کی بڑی حیثیت ہے، اگر کوئی مرد یا کوئی عورت کسی پاکدامن مرد یا عورت کو صاف لفظوں میں زنا کی تہمت لگادے مثلاً اے زانی، اے رنڈی، اے فاحشہ اور جسے تہمت لگائی ہے تو وہ قاضی کے یہاں مطالبہ کرے کہ فلاں شخص نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی اسے اسی کوڑوں کی سزا دے گا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ یہ کوڑے متفرق طور پر اعضاء جسم پر مارے جائیں اوراس کے کپڑے نہ اتارے جائیں جو عام طور پر پہنے ہوئے ہیں البتہ روئی کے کپڑے یا پوستین یا ایسی چیز جو چوٹ لگنے سے مانع ہو اس کو اتار لیا جائے۔

تہمت لگانے والے کی یہ تو جسمانی سزا ہوئی اوراس کے علاوہ ایک سزا اور بھی ہے وہ یہ کہ جس شخص کو حد قذف لگائی گئی اس شخص کی گواہی کبھی بھی کسی بارے میں بھی مقبول نہ ہوگی اگر اس نے توبہ کرلی تو توبہ سے گناہ تو معاف ہو جائے گا لیکن گواہی دینے کے قابل پھر بھی نہ مانا جائے گا۔ (انوارالبیان)

گھوڑے اور گدھے کے گوشت کی حرمت

(گھوڑے، گدھے اور پنجے والے جانور حرام قرار دیئے گئے)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہر اس درندے کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے جو کیچلی والا ہو اور ہر اس پرندے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے جو پنجہ سے شکار کرتا ہو جیسے باز وغیرہ۔ (مسلمؒ)

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوۃ خیبر کے دن گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کی تھی اور گھوڑے کے گوشت کی اجازت دے دی تھی۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور حنفیہ سے حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا حلال ہے۔ (مظاہرِ حق)

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے، خچروں اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، النسائی)

متعہ حرام قرار دیا گیا

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ☆ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ☆

(سورۃ المؤمنون: ٦-٥)

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو اُن کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔

اس آیت سے مفسرین نے متعہ کی حرمت ثابت کی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بقول غزوۃ خیبر میں متعہ کی ممانعت کا حکم آیا۔

حسن بن محمد بن علی اوران کے بھائی عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمانۂ جنگ میں نکاح متعہ اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ربیع بن سبرہ جہنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے لوگوں میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور بالتحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کردیا ہے، پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہوتو اسے آزاد کردے اوران سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے (واپس) نہ لے۔ (صحیح بخاری)

لعان کا حکم

لِعَان اور مُلاعَنَہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصلاح میں لِعَان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں یہ کہے یہ میرا نہیں ہے معلوم نہیں کس کا ہے اور بیوی اس پر انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی یا شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کو کہے، اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کردے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ساتھ الزام ثابت نہ کرسکے تو قاضی شوہر کو پہلے اس طرح کہلوائے گا کہ "میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں میں سچا ہوں اور عورت کی طرف اشارہ کرکے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ عورت کی طرف اشارہ کرکے یہ کہے کہ

"اس عورت کی طرف زنا کی جو نسبت کی ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو"

جب شوہر پانچویں دفعہ کہہ چکے تو بیوی مرد کی طرف اشارہ کرکے چار دفعہ اس طرح کہے

"میں خدا کو گواہ کر کہتی ہوں کہ اس نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے"

پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کرکے یوں کہے کہ

" اس مرد نے میری طرف زنا کی جو نسبت کی ہے اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے"

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرادے گا اور طلاق بائن پڑ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کو حرام ہو جائے گی اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حدِ تہمت جاری کی جائے گی۔ لیکن حضرت امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ حرام رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ o وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ o وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ o وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ o

(سورۃ النور:۹۔۶)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود اُن کے سواء اُن کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔٦۔ اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اُس پر اللہ کی لعنت۔٧۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے۔٨۔ اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل ہو)۔

تبوک سے واپسی پر عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان ہوا:

حضرت سہیل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی عویمر عجلانی ؓ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا! یارسول اللہ (ﷺ)! مجھے اس شخص کے بارے میں بتایئے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور اسے یہ یقین ہو کہ اس مرد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے، اگر وہ اس مرد کو قتل کر ڈالے تو مقتول کے وارث اس کو قتل کر دیں گے ایسی

صورت میں وہ کیا کرے، آیا اس عار پر صبر کرے یا کوئی اقدام کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس سے فرمایا کہ تم میاں بیوی کے قصے میں وحی نازل کی گئی ہے۔ جاؤ اپنی بیوی کو بلالاؤ۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عویمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو بلالائے اور میاں بیوی نے مسجد نبوی میں لِعَان کیا اور میں بھی اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی موجود تھا چنانچہ جب یہ دونوں میاں بیوی لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر رضی اللہ عنہ (یعنی میاں) نے کہا اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اور اس کے بعد انہوں نے اس عورت کو تین طلاق دیدیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ عورت اپنے موجودہ حمل سے ایسا بچہ جنے جس کا رنگ سیاہ، آنکھیں بہت کالی، کولہے بڑے اور دونوں پنڈلیوں کا گوشت بھرا ہوا ہو تو میں اس کے علاوہ کچھ نہیں سمجھوں گا کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جو کہا سچ کہا کیونکہ عویمر رضی اللہ عنہ نے جس مرد کی طرف زنا کی نسبت کی ہے، وہ اسی رنگ اور صورت کا ہے اور جب اس کی شباہت کا بچہ پیدا ہوگا تو یہی کہا جائے گا کہ وہ اسی کے نطفہ سے ہے اور اگر عورت نے ایسا بچہ جنا جس کا رنگ سرخ ہو اور اس کے علاوہ کچھ نہیں سمجھوں گا کہ عویمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں جھوٹ کہا تھا۔ چنانچہ جب اس کی عورت کے بچہ ہوا تو وہ اسی رنگ وصورت اس کا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے لئے ذکر کیا تھا، یعنی وہ بچہ ولدالزنا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کو ماں کی طرف منسوب کیا جائے۔

(صحیح بخاری ومسلم)

عورت کا بدکاری کا اقرار اور رجم کی سزا

حضرت سبیبیہ غامدیہؓ ایک شریف مسلمان عورت تھیں جن سے بدکاری کا گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ اس گناہ کے متعلق کوئی نہیں جانتا تھا۔ اگر وہ چاہتیں تو اس بات کو چھپا سکتی تھیں لیکن وہ سچی مسلمان تھیں اس لئے اپنے دل میں احساس جرم محسوس کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بدکاری کا اقرار کیا، اس عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد جب دودھ چھڑالیا تو اسے رجم کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۹ھ میں پیش آیا۔

ایک عورت جو قبیلہ ازد کے خاندان غامد میں سے تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو پاک کر دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے واپس جا اور اللہ سے استغفار اور توبہ کر، اس عورت نے عرض کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ نے ماعز بن مالکؓ کو پہلی دفعہ واپس کر دیا تھا اس طرح مجھ کو بھی واپس کر دیں گے، میں ایک عورت ہوں جو زنا کے ذریعہ حاملہ ہے۔ لہٰذا اس اقرار کے بعد میرے انکار کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میرے حمل کا ظاہر ہونا ہی میرے جرم کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ بخلاف ماعز کے ان کے لئے انکار کی گنجائش تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے اپنے تغافل کو ظاہر کرنے اور اس کو اقرار زنا سے رجوع کرنے کا ایک اور موقع دینے کے لئے فرمایا) یہ تو کیا کہہ رہی ہے کیا تو زنا کے ذریعہ حاملہ ہے؟ اس عورت نے اس کے باوجود اپنے اقرار پر اصرار کیا اور کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا! اچھا تو اس وقت تک انتظار کر جب تک تو اپنے بچے کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے۔

راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ایک انصاری نے (اس عورت کی خبر گیری اور کفالت کا) اس وقت تک کے لئے ذمہ لے لیا جب تک وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اور پھر (اس عرصہ کے بعد) اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی وہ غامدیہ عورت ولادت سے فارغ ہو گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم اس کو سنگسار نہیں کریں گے اور اس کے کمسن بچے کو اس حالت میں نہیں چھوڑیں گے کہ کوئی اس کو دودھ پلانے والا نہ ہو، ایک اور انصاری کھڑا ہوا اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بچہ کی دودھ پلانے کا میں ذمہ دار ہوں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو سنگسار کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دودھ پلانے کے لئے کہا تا آنکہ تو اس کا دودھ چھڑائے، پھر جب اس نے بچہ کو دودھ بھی چھڑا دیا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی، اس وقت اس بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بچہ کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ایک مسلمان کے حوالے کیا اور اس عورت کے لئے حکم فرمایا کہ ایک گڑھا کھودا جائے جب اس کے سینے تک گڑھا کھود دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا، اس کو سنگسار کیا گیا (اس کی سنگساری کے دوران) جب حضرت خالید بن ولیدؓ نے ایک پتھر اس کو مارا اور اس کے سر کا خون حضرت خالد بن ولیدؓ کے منہ پر آ کر پڑا تو حضرت خالدؓ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! خالد اس کی بخشش ہو چکی ہے اس کو برا بھلا مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ کوئی ظلم سے ٹیکس (بھتہ) لینے والا بھی کرے تو اس کی مغفرت اور بخشش ہو جائے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم)

حضور اکرم (ﷺ) کا توراۃ کے مطابق مقدمہ میں رجم کا حکم دینا

ابن اسحٰق نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ (ﷺ) مدینہ تشریف لائے تو یہود کے علماء اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوئے اور ان میں سے ایک شادی شدہ مرد نے یہود کی شادی شدہ عورت سے زنا کیا تھا تو ان لوگوں نے کہا کے اس مرد اور عورت کو محمد (ﷺ) کے پاس بھیجو اور ان سے دریافت کرو کہ ان دونوں کے متعلق کیا حکم ہے اور ان دونوں کے فیصلہ کا حاکم انہی کو بنا دو۔ پھر اگر اس نے دونوں کے ساتھ تحیبہ کا برتاؤ کیا جیسا تم کرتے ہو اور تحبیہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ کھجور کی چھال سے ایک رسی بناتے تھے جس پر تیل لگا کر نرم کرتے تھے اس سے کوڑے مارتے اور پھر منہ کالا کر کے گدھے پر منہ دم کی طرف کر کے بٹھاتے تھے۔

ان کے علماء نے کہا کہ اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مقدمہ کا فیصلہ تحبیہ پر کریں گے تو ان کو سچا مان لینا، کیونکہ وہ صرف ایک بادشاہ ہے اور اگر اس نے ان کے بارے میں سنگساری کا حکم دیا تو یقین جان لو کہ وہ نبی ہیں اور جو چیز تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے اس سے بچاؤ کہ وہ اس کو تم سے چھین لے گا۔ (یعنی نبوت تمہارے خاندان سے جاتی رہے گی)

پھر یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شادی شدہ شخص نے ایک شادی شدہ عورت سے زنا کیا ہے ان کے متعلق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فیصلہ کیجئے کہ ہم نے اس فیصلہ کے لئے ان دونوں پر آپ ﷺ کو حاکم بنا دیا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے علماء کے پاس ان کے عبادت گاہ تشریف لے گئے اور فرمایا! اے گردہ یہود اپنے علماء کو میرے پاس لاؤ۔ تو وہ عبداللہ بن صوری، ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہودا کو سامنے لائے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے تنہائی میں گفتگو فرمائی اور کہا!

اے ابن صوری میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور تمہیں اس کی وہ نعمتیں یاد دلاتا ہوں جو بنی اسرائیل پر تھیں، کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ اللہ نے تورات میں اس شخص کے متعلق جس نے شادی کے بعد زنا کیا ہو سنگساری کا حکم دیا ہے۔

اس نے کہا یہی سچ ہے۔ واللہ اے ابوالقاسم! یہ لوگ یقیناً اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں لیکن ان کو آپ سے حسد ہے۔

پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے نکلے اور ان دونوں کے متعلق حکم فرمایا تو ان دونوں کو آپ (ﷺ) کی اس مسجد (مسجدِ نبوی ﷺ) کے دروازے کے پاس سنگسار کیا گیا۔

(ابن ہشام)

اس کے بعد عبداللہ بن صوری اپنے لوگوں میں جا کر اپنی بات سے مکر گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لاَ يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُواْ آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هِادُواْ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَـذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُواْ وَمَن يُرِدِ اللّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّهِ شَيْئاً أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ O

(سورۃ المائدہ ۔41)

اے رسول (ﷺ)! جو لوگ کفر کی طرف دوڑتے ہیں آپ ان کے لئے رنجیدہ نہ ہوں خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے اور خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹی باتیں سننے کے عادی ہیں، یہ دوسروں کے لئے خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو آپ تک نہیں آتے، یہ الفاظ کو ان کی جگہ سے ہٹا کر بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کرلو اور اگر نہ ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ آزمائش میں ڈالنا چاہے تو آپ اس کے لئے اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ ان کے دل پاک ہوں، ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ابن اسحٰق نے حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ان دونوں کو سنگساری کا حکم فرمایا اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد کے دروازے کے پاس سنگسار کئے گئے اور جب اس

یہودی نے پتھر مارتے ہوئے دیکھا تو وہ اپنے ساتھ کی عورت کے پاس جا کر اس پر جھک پڑا تا کہ پتھر سے ان کو بچائے یہاں تک کہ وہ دنوں مار ڈالے گئے۔

ابن اسحٰق حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت بیان کرتے ہیں جب یہود نے رسول اللہ (ﷺ) کو ان میں حاکم بنایا تو آپ ﷺ نے انہیں توریت کے ساتھ بلوایا اور ان میں ایک عالم بیٹھ کر اسے پڑھنے لگا اور اپنا ہاتھ رجم والی آیت پر رکھ دیا حضرت عبداللہ بن سلام ؓ بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آیت رجم ہے یہ شخص اسے آپ کو پڑھ کر سنانا نہیں چاہتا ہے، اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اے گروہِ یہود! تم پر افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دینے کی تم کو کس چیز نے ترغیب دی حالانکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔

انہوں نے کہا! واللہ! اس حکم پر ہم میں عمل ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص نے جو شاہی خاندان اور بڑی حیثیت والوں میں سے تھا اپنی شادی کے بعد زنا کیا تو بادشاہ نے اس کو سنگسار کرنے سے روکا اس کے بعد پھر ایک اور شخص نے زنا کیا تو اس نے اس کو سنگسار کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا کہ واللہ اس کو اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ فلاں شخص کو سنگسار نہ کیا جائے جب انہوں نے ایسا کیا تو لوگ جمع ہوئے اور اپنے اس حکم کی ترمیم کر کے تحمیہ قائم کیا۔ سنگساری اور اس پر عمل کرنے کو مردہ سنت بنا ڈالا۔

بے عمل واعظوں کی غفلت

تَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۴۴)

(یہ) کیا (عقل کی بات ہے کہ) تم لوگوں کو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کئے دیتے ہو حالانکہ تم (اللہ تعالیٰ کی) کتاب بھی پڑھتے ہو کیا تم نہیں سمجھتے؟

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ جب کٹ جاتے ہیں تو پھر ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ میں نے جبرئیل (علیہ السلام) سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ آپ (ﷺ) کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے تھے اور اپنے لئے بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں۔ (در منثور)

حضرت اسامہ بن زید ؓ نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، جس سے اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی اور وہ اپنی آنتوں کے ساتھ گھومتا پھرے گا جیسے گدھا چکی کو لے کر گھومتا ہے۔ دوزخ والے اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں! تجھے کیا ہوا، کیا تو ہمیں اچھی اچھی باتیں نہیں بتاتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا! وہ جواب دے گا کہ میں تم کو اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا اور خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود اس برائی کو کرتا تھا۔ (صحیح مسلم)

ابن عساکر ؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! بعض جنتی بعض دوزخیوں کو آگ میں دیکھ کر پوچھیں گے کہ تم آگ میں کس طرح سے پہنچ گئے حالانکہ ہم تو بخدا انہی نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے ہیں جسے ہم تم سے سیکھتے تھے، اس پر اہل دوزخ کہیں گے "ہم زبان سے کہتے تو ضرور تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے"۔ (ابن کثیر)

اس آیت کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی برا آدمی ہو تو وہ کسی سے اچھی بات نہیں کہے بلکہ اس کو خود سوچنا چاہئے کہ میں اس بات کو اچھا سمجھتا ہوں اور دوسرے کو اس کی تلقین بھی کر رہا ہوں تو سب سے پہلے تو اس پر مجھے خود عمل کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ جاہل کے مقابلہ میں عالم کا گناہ زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ ایسا شخص جو خود عمل نہیں کرتا اور دوسروں کو نصیحت کرتا ہے تو اس کی بات میں اثر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص ایک نیکی چھوڑتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی نیکی ہی نہ کرے۔ مثلاً! ایک شخص نمازیں قضاء کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ روزے بھی نہ رکھے یا زکوۃ بھی نہ دے۔

امام مالک ؒ نے حضرت سعید بن جبیرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر ایک شخص یہ سوچ کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر چھوڑ دے کہ میں خود گناہ گار ہوں اور جب خود پاک ہو جاؤں گا تو لوگوں کو تبلیغ کروں گا تو اس طرح تبلیغ کرنے والا کوئی بھی نہیں بچے گا۔ کیونکہ کون سا ایسا انسان ہے جو گناہوں سے بالکل پاک ہے۔
حضرت حسن ؒ کا ارشاد ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ اسی غلط فہمی میں پڑ کر تبلیغ کا فریضہ چھوڑ بیٹھیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھے اپنی کسی بری عادت کا علم ہوتا تھا تو میں اس عادت کی مذمت اپنے وعظ میں خاص طور پر کرتا ہوں تا کہ وعظ کی برکت سے وہ عادت چھوٹ جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۸۵)

(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتابِ (الٰہی) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کر دیتے ہو، تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رُسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سے غافل نہیں ہے۔

علم پر عمل نہ کرنا

امام مسلمؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ ! میں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیراب نہ ہو، ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب اہل جہنم اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے فلاں! یہ تیرے ساتھ کیا ہوا؟ کیا تو وہی نہیں ہے جو نیکی کا ہمیں حکم دیتا تھا اور برائی سے ہمیں روکتا تھا۔ وہ جواب دے گا کہ میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ تمہیں تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس سے نہیں رکتا تھا۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کے لئے روشنی پیدا کرتا ہے اور اپنے آپ کو جلا دیتا ہے۔ طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم سے فائدہ نہ پہنچا ہو۔

طبرانی نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دین اسلام کی تعلیم دینے کے لئے بنو قیس کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا تو پتہ چلا کہ وہ تو وحشی اونٹ جیسی ایک قوم ہے جن کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی ہیں۔ انہیں اونٹ و بکریوں کے علاوہ کوئی غم نہیں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کارگذاری پوچھی تو میں نے سارا واقعہ اور قوم کی غفلت کے متعلق بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عمار! کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں۔ وہ لوگ جو ایسی باتیں جانتے ہیں جو اس قوم کے لوگ نہیں جانتے پھر بھی ان کی طرح غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے منصور بن زاذان سے روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں ایک آدمی کو ڈالا جائے گا۔ اس کی بدبو سے جہنمی بھی پریشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس سے کہیں گے ارے کمبخت! جس پریشانی اور مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تو کون سا عمل کرتا تھا جو تجھے ہماری سزا کافی نہ ہوئی کہ ہم کو تیری وجہ سے اور تیری بدبو کی وجہ سے اذیت میں مبتلا ہونا پڑا۔ وہ جواب دے گا کہ میں عالم تھا اور اپنے علم سے خود ہی فائدہ نہ اٹھاتا تھا۔ (مسند احمد)

مسلمانوں کو تنبیہ جو پورے دین پر عمل کرنے کو تیار نہیں

پچھلی امتوں میں یہودیوں کا یہ حال تھا کہ دین کے جو حصے ان کو پسند تھے ان پر عمل کرتے تھے اور جو مشکل تھے یا ناپسند تھے ان کو چھوڑ دیتے تھے۔ مسلمانوں کو اس بات سے روکا جا رہا ہے کہ وہ یہودیوں کی طرح نہ کریں اور دین کے تمام احکامات اور فرائض کی پابندی کریں۔ ہمارے معاشرے کا یہ حال ہے کہ جو لوگ بے عمل ہیں وہ تو درکنار وہ لوگ جو بظاہر دین دار ہیں ان کی دینداری بھی نماز، روزہ اور دو چار دین کے کاموں تک محدود ہوتی ہے۔ حرام ذریعہ سے مال کمانا، حرام محکموں میں ملازمت کرنا، رشوتیں لینا و دینا، شادی بیاہ اور موت اور پیدائش کے موقعوں پر غیر اسلامی طریقے اختیار کرنا، اس طرح کے کاموں میں دینداری کے دعویدار بھی مبتلا ہیں۔

بہت سے زکوۃ بھی دیتے ہیں، حج بھی کر لیتے ہیں لیکن ان کے سامنے اسلامی تعزیرات و حدود کی بات آتی ہے تو ٹھٹک جاتے ہیں اور اس کے نفاذ کرنے کو تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ کیا اب کوڑے پڑیں گے یا ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ بعض تو ان کو وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں۔ حاکم اور محکوم دونوں اس سے فرار چاہتے ہیں۔

بدن یا کپڑوں پر پیشاب کی چھینٹوں میں احتیاط نہ کرنا

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی مشکل کام کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہو رہا البتہ وہ گناہ بڑا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسری پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس لئے پیشاب کے قطروں اور اس کی چھینٹوں کو معمولی ناپاکی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ عذاب قبر اکثر اسی وجہ سے ہوتا ہے۔

اعمال کی ترتیب میں غفلت

اعمال میں ترتیب کا خیال رکھنے سے اس کے ثواب میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے فرائض پھر واجبات پھر سنتیں پھر مستحب اور پھر نفلی اعمال کرنے چاہئے۔ اگر ایک شخص بہت زیادہ نفلی عبادت کرتا ہے اور فرائض اور واجبات میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی یہ نفلی عبادت بے معنی ہو جاتی ہے۔ فرائض سے اللہ راضی ہوتا ہے اور نوافل سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت افضل ترین عمل ہے۔ مگر جب انسان مسجد میں داخل ہو رہا ہو تو اس وقت مسجد میں داخل ہونے کی دعا کو قرآن پاک کی تلاوت سے مقدم کر دینا چاہئے اور ایسے ہی مسجد نے نکلتے وقت۔ اسی طرح صبح و شام کے اذکار کو قرآن کی تلاوت سے مقدم کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت ہی کم نفلی روزے رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے! اگر میں روزہ رکھوں تو نماز پڑھنے میں کمزور ہو جاتا ہوں اور نماز پڑھنا میرے لئے نفلی روزے سے افضل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر ماہ میں ایام بیض کے تین روزے رکھتے تھے۔ (رواۃ الطبرانی فی معجم الکبیر)

وہ اعمال جن کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے وہ ان اعمال سے افضل ہوتے ہیں جن کا فائدہ انسان کی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ان چیزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ شیطان موقع پا کر انسان کو زیادہ ثواب والے عمل سے ہٹا کر کم ثواب والے عمل پر لگا دیتا ہے۔

علامہ جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں! ”اور بے شک بعض علماء نے اس طرح فضیلت کو ترتیب دیا ہے کہ وہ کتاب کی تصنیف کو یا علم نافع کی تعلیم کو نفلی نماز اور نفلی روزہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ایک ایسی کاشتکاری ہے جس کا فائدہ بڑھتا رہتا ہے اور اس کے فائدے کا حصول بھی طویل عرصے تک جاری رہتا ہے۔“

(صید الخاطر: ص۴۲)

اللہ کی رحمت پر بھروسہ کر کے نافرمانیوں کے کاموں میں مشغول رہنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ سے وہی لوگ بے خوف رہ سکتے ہیں جو فاسق ہیں۔

أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ☆

(سورۃ الاعراف ۔ ۹۹)

کیا یہ لوگ اللہ کی مخفی تدبیر کا ڈر نہیں رکھتے (سن لو کہ) اللہ کے مخفی تدبیر سے
وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ کسی بندے کو اس کی خواہش اور پسند کے مطابق ہر چیز دیتا چلا جائے اور پھر بھی وہ اپنی نافرمانی پر قائم رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ
أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ O (سورۃ انعام ۔ ۴۴)

پھر جب انہوں نے اُس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول
دیئے یہاں تک کہ جب اُن چیزوں سے جو ان کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا
اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔

یعنی اب وہ نجات وخیر سے محروم ہو گئے ہیں اور مسلسل نعمتوں میں رہنے کے دھوکہ میں رہنے کی وجہ سے انہیں حسرت، غم اور رسوائی کا سامنا ہوگا۔

رسول کریم ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ ایک دفعہ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا! یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ (ﷺ) کو بھی ڈر لگتا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا! تمام دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ انھیں جیسے چاہتا ہے پلٹتا ہے۔ دل کبھی خیر کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی شر کی طرف۔ کبھی ایمان کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی کفر کی طرف۔ دل بندے کی خواہش کے مطابق کسی

بھی طرف مائل ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ اعمال کا دارومدار اس کے خاتمہ پر ہوتا ہے۔ زندگی میں کامیابی یا ناکامی کا دارومدار اعمال پر ہے۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور نیکی کے کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیکی کے کام آسان کر دیتا ہے۔ اور جو شخص گناہ کے کام کرے بخل اختیار کرے اور نیکی کرنے کو اچھا نہ سمجھے تو اللہ اس کے لئے گناہ کے کام میں آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص نیک کام کرتا ہے اسے دوسروں کو دیکھ کر گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے، یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے اسے نیکی کی توفیق بخشی۔

وہ کلمہ جس کی خرابی زیادہ ہو اور کہنے والے کو اس کی پرواہ نہ ہو

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بعض اوقات انسان اپنے منہ سے ایسا کلمہ نکال دیتا ہے جس کی حقیقت اسے معلوم نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ اتنے فاصلہ سے جہنم میں گر پڑتا ہے جتنا فاصلہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بعض اوقات انسان اللہ کی ناراضگی پر مشتمل کوئی ایسا جملہ بول دیتا ہے کہ اسے اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ جملہ وہاں تک پہنچ جائے گا۔ اللہ اس جملے کی وجہ سے اس کے لئے قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

یعنی کسی سنت کی مذمت ہو یا کسی بدعت کی حمایت ہو، کسی حق کا انکار ہو اور باطل کا اقرار ہو، کسی حلال کو حرام سمجھ لیا ہو یا کسی حرام کو حلال سمجھا ہو۔ کسی مسلمان کی بےعزتی ہوتی ہو یا قطع رحمی کا مرتکب ہو، کسی مسلمان سے عہد شکنی ہوتی ہو یا کسی میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا ہوتی ہو، وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔

يَا بَنِيَّ اذْهَبُواْ فَتَحَسَّسُواْ مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلاَ تَيْأَسُواْ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ O

(سورة یوسف ۔ ۸۷)

بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ O

(سورۃ الزمر ۔ ۵۳)

(اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں ان میں ہر رحمت اتنی وسیع ہے کہ زمین و آسمان کو بھر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے صرف ایک رحمت تمام جن وانس اور جانوروں کے درمیان اتاری ہے۔ اسی ایک رحمت کے ذریعہ وہ ایک دوسرے پر شفقت ومہربانی کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ وحشی جانور اور پرندے تک اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں اور باقی ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ (بخاری)

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا، میں تیرے سارے گناہوں کو معاف کرتا رہوں گا۔

اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے، پھر مجھ سے اس طرح سے ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر کر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملاقات کروں گا۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت وہ نزع کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے کیفیت پوچھی۔ وہ کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید اور اپنے گناہوں سے ڈر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جس شخص کے دل میں اس طرح دو چیزیں جمع ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسے اس کی امید کے مطابق عطا فرما دیتا ہے۔ اور جس چیز سے ڈر رہا ہو اللہ اسے اس سے محفوظ اور بے خوف کر دیتا ہے۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ یا رسول کریم ﷺ کی طرف جان بوجھ کے جھوٹی نسبت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کی دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ چکے ہیں۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ O

(سورۃ الزمر ـ ٦٠)

اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہو رہے ہوں گے کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ میں نہیں ہے؟

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (صحیح بخاری)

شیخ ابو محمد جودینی ؒ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹی نسبت کرنا کفر ہے۔

محسن کی احسان فراموشی

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر نظر کرم نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی حالانکہ وہ اس پر شوہر کے بہت احسانات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے شوہر کی ناشکری کو عورتوں کی کثرت کو جہنم میں لے جانے کا سبب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص عورت (یعنی بیوی) سے ساری زندگی اچھا سلوک کرتا ہے پھر اس عورت کو اپنے شوہر کی کوئی بات (بری) نظر آتی ہے تو فوراً کہہ دیتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (صحیح بخاری)

محسن سے مراد ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ محسن حقیقی تو وہی ہے۔ وہی ہمیں دنیا کی تمام نعمتیں عطا فرماتا ہے اور ہم اس کی نسبت اپنی طرف یا کسی اور کی طرف کر دیتے ہیں۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ وہ شخص اللہ کا شکرگزار نہیں ہو سکتا جو بندوں کا شکریہ ادا نہ کرے گا۔ (ابوداؤد)

ترمذی اور ابوحیان کی روایت ہے کہ جس شخص کو کوئی بخشش ملے تو اسے چاہئے کہ اگر اس کے پاس کچھ موجود ہو تو وہ اس کا بدلہ دے دے۔ جسے دینے کے لئے کچھ نہ ملے تو وہ اس کی تعریف کر دے کیونکہ تعریف کرنا بھی شکریہ ادا کرنا ہی ہے اور جو شخص ایسا نہ کرے تو وہ ناشکرا ہے۔

علماء کی تحقیر اور بے ادبی

طبرانی نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین قسم کے لوگ ہیں جن کی تحقیر کوئی منافق ہی کر سکتا ہے۔ اسلام میں سفید بالوں والا آدمی، علم رکھنے والے، اور انصاف پسند حکمران۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سفید ریش (بزرگ) مسلمان حامل قرآن (یعنی حافظ، قاری یا عالم) جو قرآن کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرتا ہو اور نہ اس سے بے وفائی کرتا ہو اور منصف بادشاہ کی عزت کرنا اللہ کی عزت کرنے کے ہم معنی ہے۔ (ابوداؤد)

جادو سیکھنا اور سکھانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِيْنُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّيْنَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ O

(سورة البقرہ ـ ۱۰۲)

ان لوگوں نے اس چیز کی پیروی کی جو شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین کفر کرتے رہے وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو چیز شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی تھی، وہ دونوں فرشتے کسی کو اس وقت تک جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو آزمائش ہیں اس لئے تم کفر نہ کرو۔ لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ وہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادیتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ تھیں۔ نفع بخش نہیں تھیں اور یقیناً وہ بھی جانتے تھے کہ انہوں نے جس چیز کو خرید لیا ہے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ بہت بری چیز ہے جس کے عوض انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے۔ کاش! انہیں معلوم ہوتا۔

ان آیات سے جادو کی قباحتیں اور اس کا گناہ کبیرہ ہونے پر واضح دلیل موجود ہے۔ یہودیوں میں اس بات کا عام رواج تھا کہ جنات غیب کی باتوں کو جانتے ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جادو جانتے تھے۔ ان کی حکومت اسی وجہ سے مستحکم تھی۔ انہوں نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور ہواؤں پر جادو کر دیا تھا جو ان کے حکم کے مطابق چلتی تھیں اور سرکش

جن بھی ان کے تابع ہو گئے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو مشرکین مکہ نے کہا کہ آپ (ﷺ) تو ہمارے جیسے انسان ہیں کہ آپ پر تو جادو بھی اثر کرتا ہے اور آپ (ﷺ) کھاتے پیتے بھی ہیں۔

وہ لوگ جو ستاروں کی پوجا کرتے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ عالم کا نظام ستارے ہی چلاتے ہیں۔ انہی سے خیر و شر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہی لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے تا کہ ان کے باطل نظریات کی اصلاح کر سکیں۔ ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا جس کا یہ نظریہ تھا کہ جو لوگ مر جاتے ہیں ان کی ارواح کو جادو کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیک روحیں مسلمان ہیں اور شریر روحیں کفار کی ہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! سات ہلاکت کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جس وقت اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا حکم جاری کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کا فرمان سن کر خوف و عاجزی سے اپنے بازوؤں کو پھڑ پھڑانے لگتے ہیں (یعنی فرشتے حکم الٰہی کی ہیبت اور عظمت سے ڈر کے مارے پرندوں کی طرح اپنے پر پھیلا دیتے ہیں اور لرزنے اور کانپنے لگتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کی آواز گویا اس زنجیر کی آواز کی مانند ہوتی ہے جس کو صاف پتھر پر کھینچا جائے، پھر جب فرشتوں کے دل سے خوف دور ہو جاتا ہے تو وہ نیچے رہنے والے تمام فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم جاری کیا ہے۔ مقرب فرشتے وہ حکم بتاتے ہیں جو پروردگار نے جاری کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بلند قدر اور بلند مرتبہ ہے۔ چنانچہ ان باتوں کو جو فرشتوں کے درمیان ہوتی ہیں چوری چھپے سننے والے (یعنی جنات و شیطان) سن لیتے ہیں اور چوری چھپے سننے والوں کی ہیئت کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے ذریعہ بیان فرمایا۔ چنانچہ اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کر کے انگلیوں کے درمیان فرق کیا اور بتایا کہ جنات اور شیطان آسمان سے زمین تک اس طرح سلسلہ وار اوپر تلے کھڑے رہتے ہیں اور اوپر والا

جن فرشتوں کی بات کو چوری چھپے سن کے اپنے نیچے والے جنّ کو پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے نیچے والے جن کو پہنچاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخری جنّ جو سب سے نیچے ہوتا ہے اس بات کو ساحر یا کاہن کو پہنچا دیتا ہے۔ ادھر ان جنات اور شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لئے آسمان سے شعلے پھینکے جاتے ہیں کبھی تو یہ شعلے ساحر اور کاہن تک بات پہنچانے سے پہلے ہی چوری چھپے سننے والے جن کو آ پکڑتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ جن اس شعلے کے پہنچنے سے پہلے ساحر یا کاہن تک اس بات کو پہنچا دیتا ہے اور جب ساحر یا کاہن تک وہ بات پہنچ جاتی ہے تو وہ اس میں سو جھوٹی باتیں شامل کر دیتا ہے اور لوگوں کے سامنے ان جھوٹی باتوں کے درمیان وہ بات بھی بیان کر دیتا ہے جو اس تک جنت اور شیاطین کے ذریعہ پہنچتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص اس کاہن کی بتائی ہوئی جھوٹی بات کو جھٹلاتا ہے تو وہ گمراہ لوگ جو کاہن کی باتوں کو سچا جانتے ہیں اس شخص کو جھٹلاتے ہیں اور پھر کہا جاتا ہے کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے اور کیا تم نہیں جانتے کہ اس کاہن نے فلاں فلاں دن ہم سے یہ بات کہی تھی (جو سچی ثابت ہوئی) اور اس طرح کاہن کی سچائی کی تصدیق اس بات سے کی جاتی ہے جو اس تک جنات کے ذریعہ سے آسمان سے پہنچتی ہے۔ (صحیح بخاری)

بغیر کسی شرعی عذر اور مجبوری کے ستر کھولنا

مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے اور عورت کا ستر گردن سے پیر کے ٹخنے تک ہے۔ ایسا لباس جس میں مرد کے گھٹنے کھلے ہوئے ہوں عریانیت میں آتا ہے۔ پیشاب وغیرہ کرتے ہوئے باتیں کرنا سخت منع ہے۔

امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ حیادار ہے اور حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے اس لئے جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو اسے چاہئے کہ پردہ کر لے۔ مرد کا مردوں کے سامنے اور عورت کا عورتوں کے سامنے بھی ستر کھولنا حرام ہے۔

باب چہارم

اخلاقیات

امانت و دیانت

اس دنیا میں ہر انسان کی فطری طور پر یہی خواہش ہوتی ہے کہ اسے ایسا ماحول اور ایسا معاشرہ نصیب ہو جہاں امن و امان، سکون واطمینان، محبت اور ہمدردی کی فضا ہوا۔ اسی لئے کسی بھی معاشرے میں اس مقصد کے حصول کے لئے بنیادی شرائط میں " امانت و دیانت " بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جس معاشرے میں امانت ودیانت ختم ہوجائے وہاں ہر طرح کا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، امن وامان ، اطمینان وخوشحالی کے بجائے افراتفری، بے چینی، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔ گھریلو تعلقات ہوں چاہے کاروباری معاملات ہوں ہر جگہ خرابی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں اور یوں امعاشرہ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام میں " امانت و دیانت " کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کی جابجا تاکید کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً O (سورۃ النساء ۔ ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کوادا کرواور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگوتو انصاف سے کرو، بے شک اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے، بلاشبہ اللہ خوب سنتا اور دیکھتا ہے۔

مومن کے متفرق صفات میں سے ایک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ O (سورۃ المومنون ۔ ۸)

جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جوکوئی وعدے کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ تمہیں حاصل ہوجائیں تو پھر اور کچھ اگر تمہیں نہ بھی ملے تو غم کی کوئی بات نہیں۔ امانت داری، راست گوئی، خوش اخلاقی اور رزق حلال۔ (مسند احمد)

ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں ۔ جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے گا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح البخاری)

سخاوت و خیرات

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ إِنَّ رَبِّى يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ
وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ O

(سورۃ سبا ۔ ۳۹)

آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَلأنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاء
وَجْهِ اللّهِ وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۷۲)

اور تم جو کچھ خیرات کرتے ہو اور تم صرف اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہو اور تم جو کچھ خیرات کرو گے وہ تمہیں پوری پوری ملے گی اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہر دن صبح کے وقت آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے (کسی کی ضرورت کے وقت بھی مال کو) روکے رکھنے والے کو ہلاک کر دے۔ (صحیح بخاری ۔ کتاب الزکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم کھانا کھلاؤ اور سلام کرو خواہ کسی کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

(صحیح بخاری و مسلم ۔ کتاب الایمان)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور پھر اسے حق کی راہ میں خرچ کی ہمت اور توفیق بھی دی اور دوسرا وہ آدمی جس کو

اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت سے نوازا پس وہ اسی کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔
(صحیح بخاری ومسلم)

حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت ابوامامہ صدی بن عجلانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے ابن آدم! اگر تو زائد از ضرورت مال خرچ کر دے گا تو یہ تیرے لئے بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک لے گا تو یہ تیرے لئے برا ہے۔ اور برابر سرابر روزی پر ملامت نہیں کی جائے گی اور ابتداء اپنے اہل وعیال کے ساتھ کر، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔
(صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! صدقہ سے کبھی مال نہیں گھٹتا اور عفو ودرگزر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو ضرور اونچا کرتا ہے۔
(صحیح مسلم)

حضرت عمرو بن سعدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اسے یاد رکھو۔ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، جس پر ظلم کیا گیا اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو شخص مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایک بات اور میں تمہیں بتاتا ہوں پس اسے یاد رکھو! دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ بندہ جسے اللہ نے مال وعلم عطا کیا اور پھر وہ اس کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور ان میں جو اللہ کا حق ہے اسے پہچانتا (اور ادا کرتا) ہے یہ شخص جنت کے سب سے افضل درجہ میں ہوگا۔ دوسرا وہ بندے جسے اللہ نے علم تو دیا لیکن مال نہیں دیا۔ پس وہ سچی نیت رکھتا ہے اور کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو یقیناً میں بھی فلاں آدمی کی طرح خرچ کرتا۔ پس جب اس کی نیت یہ ہے تو اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے۔ تیسرا وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال دیا لیکن علم نہیں دیا پس وہ بغیر علم کے اندھا دھند خرچ کرتا ہے اور اس کے بارے میں نہ اپنے رب سے ڈرتا ہے اور نہ اس میں جو رشتہ داروں کے حقوق ہیں وہ ادا

کرتا ہے۔ اور نہ اس میں اللہ کا کوئی حق پہچانتا ہے وہ سب سے بدتر مرتبہ والا ہے۔ چوتھا وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال دیا نہ علم لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں آدمی کی طرح عمل (اندھا دھند خرچ) کرتا۔ پس جب اس کی نیت یہ ہے تو یہ دونوں کا گناہ برابر ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص پاکیزہ (حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ صدقہ ہی پاکیزہ کمائی کا قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور پھر اسے صدقہ دینے والے کے لئے بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے ایک شخص اپنے بچھڑے کو پالتا اور بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ (کھجور کا صدقہ) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالی تمہارے بارے میں شمار کرے گا۔ جو مال تمہاری حاجت اور ضرورت سے زائد ہو اسے حاجت مندوں سے روک کر مت رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد (عطا وبخشش) روک لے گا۔ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سخی اللہ کی رحمت کے نزدیک ہے، بہشت کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے اور آگ سے دور ہے۔ مگر بخیل جو اپنے اوپر واجب حقوق کی بھی ادائیگی نہ کرے اللہ کی رحمت سے دور ہے، بہشت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور آگ سے نزدیک ہے۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے جاہل سخی بہت پیارا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی شخص کا اپنی تندرستی کی حالت میں ایک درہم اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اپنے مرنے کے وقت ایک سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں نہ مکار داخل ہوگا نہ بخیل اور نہ اللہ کی راہ میں کسی کو مال دے کر احسان جتانے والا۔ (ترمذی)

صدق

الصادقین:

سچائی بہت بڑی صفت ہے۔ ایمان میں سچائی ہوتو انسان منافق نہیں ہوتا۔ جو انسان اقوال میں سچا ہوتو وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اعمال میں سچا ہوتو اسے اچھی طرح انجام دیتا ہے۔ نیت میں سچا ہوتو سب عمل درست ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم سچ کو لازم پکڑلو کیونکہ سچ نیکی کی راہ بتاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے کر جاتی ہے اور انسان برابر سچ کو اختیار کرتا ہے اور اہتمام سے سچ بات کی فکر کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق (بہت زیادہ سچا) لکھ دیا جاتا ہے۔ اور تم جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ گاری کی راہ بتلاتا ہے اور گناہ گاری دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔ جب انسان برابر جھوٹ اختیار کرتا ہے اور دھیان کر کے سوچ سوچ کر جھوٹ کو اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب (بہت زیادہ جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ ○

(سورۃ محمد ۔ ۲۱)

اگر وہ اللہ سے سچے رہتے تو ضرور ان کے لئے اچھا ہوتا۔

﴿ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ﴾

(سورۃ الاحزاب ۔ ۲۳)

جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً ○

(سورۃ مریم ۔ ۵۴)

اور آپ کتاب میں اسمٰعیل (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے بے شک وہ وعدے کے سچے تھے اور صاحب صدق نبی تھے۔

﴿ لِيَسْئَلَ الصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ ﴾ (سورۃ الاحزاب ۔ ۸)

تاکہ (اللہ) سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں پوچھے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ O

(سورۃ الحجرات ۔ ۱۵)

مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر پختہ ایمان لائیں اور شک میں نہ پڑیں اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں ، یہی لوگ سچے ہیں۔

صدیق اسے کہتے ہیں جو دین میں جس مقام کو حاصل کرے اس کو اپنے کمال تک پہنچا دے۔

'' **صدق** '' یعنی سچائی ہر خیر وخوبی کا منبع ہے اور ہر فضیلت کا سرچشمہ، جبکہ اس کے برعکس جھوٹ ہر خرابی اور ہر برائی کی بنیاد و جڑ ہے۔ صدق کے معنی پختگی کے ہیں۔ اس لئے ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام احوال، افعال اور اقوال میں سچا ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی بات میں سچا ہو اسے صادق الاقوال کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے اعمال میں سچا ہو اسے صادق الافعال کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے احوال و کیفیات میں سنت کا پابند ہو اس کو صادق الاحوال کہتے ہیں۔ اسے کسی خوشامد پرست کی خوشامد فریب نہ دے سکتی اور نہ ہی وہ کسی کی چاپلوسی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جب ایسے بندے کے اسرار و رموز عام لوگوں پر کھلتے ہیں جس سے اس کے قلب پر منفی یا مثبت اثرات مرتب ہونے لگیں تو فوراً ناپسندیدگی کے انداز میں لوگوں سے پہلو بچاتا ہے۔ اگر کوئی اس کی تعریف شروع کر دے تو اللہ کی حمد بیان کرنے لگتا ہے تاکہ غرور نہ کر سکے اور اس کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر نہ ہو سکیں۔

قرآن کریم میں صدیقین یعنی سچ بولنے والوں کا تذکرہ انبیاء اور شہداء کے ساتھ کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيْقاً O (سورۃ النساء ۔ ۶۹)

یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قَالَ اللّٰهُ هَذَا يَوْمُ يَنفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً رَّضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

(سورۃ المائدہ ۔ ۱۱۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا۔ ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہوں گے اور یہ اللہ سے راضی اور خوش ہیں، یہ تو بڑی کامیابی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سچ بولنے والا انسان ہمیشہ پرسکون اور مطمئن رہتا ہے جبکہ اس کے برعکس جھوٹا انسان ہمیشہ بے چین رہتا ہے۔ اس کو ذہنی سکون اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ جھوٹ بول کر انسان وقتی اور عارضی فائدے تو حاصل کر سکتا ہے مگر اس کا جھوٹ زندگی بھر کے لئے اس کا وبال جان اور عذاب بن جاتا ہے۔ ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں دنیا والوں کے سامنے اس کا جھوٹ ظاہر نہ ہو جائے۔ اس فکر کی وجہ سے اس کا سکون برباد رہتا ہے اور وہ زندگی کے صحیح لطف سے محروم رہتا ہے۔ مخلص انسان اللہ کا وہ بندہ ہے جو اپنے اعمال کو بے کار خیال کرتے ہوئے اللہ کے خوف سے ہر وقت کانپتا رہتا ہے۔ اور لوگوں کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کے علاوہ اپنے بُرے خیالات کے سبب بھی اللہ سے ڈرتا رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے بُرے افعال اور فاسد خیالات کو اللہ تو ضرور جانتا ہے۔ اسے خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کے خیالات اس کی ظاہری کیفیت سے بدتر نہ ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سچ میں سکون واطمینان ہے جبکہ جھوٹ بے اطمینانی اور شک وشبہ کا سبب بنتا ہے۔

(جامع ترمذی)

حدیث میں آتا ہے! دل کی مخفی بات جب ظاہر سے بدتر ہو تو اس کا نام ''جــوَر'' ہے (جور کے معنی ہیں ظلم و زیادتی)۔ جب ظاہری و باطنی حالتیں ایک جیسی ہوں تو اسے ''عدل'' کہتے ہیں اور جب باطن ظاہر سے افضل ہو جائے تو اسے ''فضل'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (جامع العلم والحکم: ابن رجب حنبلیؒ)

بندے پر لازم ہے وہ اپنی ریاضت اور عبادت کو اس قدر پوشیدہ رکھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اسے اور کوئی نہ جانتا ہو کیونکہ چھپ کر عبادت کرنے سے انسان بہت جلد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتا ہے، ثواب و اجر بھی اسے زیادہ ملتا ہے۔ نور سلامت اسے آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ دشمن کی تمام تر تدابیر کمزور پڑ جاتی ہیں اور بندہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ " عمل باطن ظاہری عمل سے ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔"

بندہ تنہائی میں چھپ کر کوئی اچھا عمل کرتا ہے جس کی بدولت شیطان اس سے بیس سال تک الگ ہو جاتا ہے مگر ایک وقت میں وہ خود شیطان کو بلاتا ہے یعنی لوگوں کو اپنی تنہائی کے عمل کو بتاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے ہے کہ اس کا وہ عمل دیوانِ السِر (خلوت کے اعمال کا دفتر) سے دیوانِ علانیہ (جلوت کے عمل کا دیوان) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس عمل کا ثواب گھٹ جاتا ہے اور اس کی فضیلت بھی کم ہو جاتی ہے۔ وہ اکثر اپنی تنہائی میں کئے ہوئے عمل دوسروں کو بتاتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں میں عام ہو جاتے ہیں پھر وہ لوگوں سے اپنے اعمال کا تذکرہ سن کر خوشی محسوس کرتا ہے اور اس بندے کا سارا عمل ریا کاری بن جاتا ہے۔

اگر ایسی صورت حال درپیش ہو کہ بظاہر سچ بولنے میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہئے، ہمیشہ سچائی کو پکڑے رکھنے میں ہی دونوں جہانوں کی سلامتی اور عافیت ہے، جھوٹ بول کر انسان وقتی طور پر اپنی جان بچا سکتا ہے لیکن کبھی نہ کبھی یہی جھوٹ اس کے لئے دونوں جہانوں کے لئے ہلاکت و بربادی کا سبب بن سکتا ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر" حضرت کعب بن مالک ؓ کے مشہور واقعہ جس میں وہ اپنی سستی کی وجہ سے جہاد میں شریک نہیں ہو سکے تھے" میں بھی رہتی دنیا کے لئے یہی پیغام ہے کہ " سچائی " کا راستہ اختیار کرنے میں ہی دنیا و آخرت کی فلاح و سلامتی کا راز پوشیدہ ہے۔

حضرت حکیم بن حزام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو سودا کرنے والوں کو اس بات کا اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ وہ دونوں سچ بولیں اور چیز کی حقیقت صحیح صحیح بیان کریں تو ان کے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم)

استقامت اور مستقل مزاجی

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ O نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ O نُزُلاً مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ O

(سورۃ فصلت [حم سجدہ]: ۳۲ ۔ ۳۰)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت کی۔ ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے کہ) نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور تم جنت کی خوشیاں مناؤ جس کا تم سے وعدہ کی جاتا تھا۔ دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں بھی ہم تمہارے رفیق ہیں اور تمہارے لئے اس میں وہ سب موجود ہے جو تمہارا جی چاہے گا اور تمہارے لئے وہ بھی جو تم مانگو گے۔ یہ اس بڑے بخشنے والے نہایت مہربان کی طرف سے بطور ضیافت ہوگا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ O أُوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاء بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ O

(سورۃ الاحقاف:۱۴ ۔ ۱۳)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ قائم رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ اہل جنت ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ان کاموں کا بدلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

حضرت ثوبان ؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایمان پر جم جاؤ اور اس پر استقامت اختیار کرو۔ لیکن لگتا نہیں کہ یوں کرسکو گے اور یقین رکھو کہ تمہارے دین میں بہترین چیز نماز ہے اور وضو خشوع وخضوع کے ساتھ مومن ہی کرسکتا ہے۔ (ابن ماجہ و مسند احمد)

'' استقامت '' ایک ایسا درجہ ہوتا ہے جس سے کام مکمل ہوتے ہیں اور اپنی انتہا کو پہنچتے ہیں۔ اسی سے بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور منظّم ہوتی ہیں۔

جو استقامت کے درجہ کو نہیں پہنچتا اس کی حالت ضائع ہو جاتی ہے اور کوششیں برباد ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثاً ﴾

(سورۃ النحل ۔ ۹۲)

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کات لینے
کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

جو شخص استقامت نہیں کرتا وہ اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ انسان کو زندگی میں مصائب اور مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ انسان کمزوری دکھاتا ہے تو وہ دین کے بہت سے احکامات پر عمل کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گناہوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دین کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے جو آدمی مستقل مزاجی اور پابندی کے ساتھ کرتا ہے۔

(صحیح بخاری و مسلم، مشکوٰۃ: باب قصد فی العمل)

مستقل مزاجی سے اگر تھوڑا کام بھی کیا جائے تو وہ نتائج کے لحاظ سے اس سے کہیں بہتر ہے کہ انسان وقتی جوش میں آ کر کوئی اچھا کام کرے پھر اس کو طویل عرصے کے لئے چھوڑ دے۔

فرائض و واجبات کی ادائیگی ضروری ہے لیکن نوافل کا بھی اہتمام کرتے رہنا چاہیئے۔

نیکی کا حکم دینا

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (87)

(سورۃ القصص۔۸۷)

اور ایسا نہ ہو کہ اللہ کی آیات نازل ہونے کے بعد لوگ ان کو ان کی تبلیغ سے روک دیں اور لوگوں کو اپنی رب کی طرف بلاتے رہئے اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔

ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (125)

(سورۃ النحل۔۱۲۵)

اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعہ بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے ، بیشک ان کے رب کو معلوم ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُحِلُّواْ شَعَآئِرَ اللّهِ وَلاَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلاَ الْهَدْيَ وَلاَ الْقَلآئِدَ وَلا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُواْ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُواْ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(2)

(سورۃ المائدہ ۔ ۲)

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں اور حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی مت کرو، اور نہ حرم میں قربان ہونے والے جانور کی اور نہ نذر کے ان جانوروں کی جن کے گلے میں میں پٹے پڑے ہوئے ہیں اور نہ بیت الحرام کا قصد کرنے والوں کی جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تو تم شکار کر سکتے ہو، اور ایسا نہ ہو کہ تم اس قوم پر زیادتی کرنے لگو جس سے تمہیں اس وجہ سے دشمنی ہے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ مِن بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُواْ يَعْتَدُوْنَ (78) كَانُواْ لاَ يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُواْ يَفْعَلُوْنَ (79)

بنی اسرائیل میں جو کافر تھے ان پر داؤد (علیہ السلام) اور عیسی بن مریم (علیہ السلام) کی زبان میں لعنت کر دی گئی ہے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے۔ وہ لوگ جس برے کام کو اختیار کر لیتے تھے پھر اس سے باز نہیں آتے تھے، بے شک بہت ہی برے کام تھے جو وہ کرتے تھے۔

(سورۃ المائدہ۔ ۷۸، ۷۹)

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(104)

(سورۃ آل عمران۔۱۰۴)

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، جو نیک کاموں کا حکم دے اور بری باتوں سے منع کرے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ (110)

(سورۃ آل عمران۔ ۱۱۰)

تم سب سے بہتر امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو بیشک یہ ان کے لئے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور اکثر نافرمان ہیں۔

وَالْعَصْرِ (1)إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (2)إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (3)

(سورۃ العصر: ۱۔۳)

اور قسم ہے زمانے کی۔ بیشک انسان خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور باہم حق پر قائم رہنے کی تلقین کی اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔

فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُواْ بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُواْ يَفْسُقُونَ (165)

(سورۃ الاعراف۔ ۱۶۵)

اور جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ہم نے ظالموں کو ان کی نافرمانی کے سبب عذاب میں مبتلا کر دیا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (199)

آپ (ﷺ) ان سے درگزر کرتے رہئے اور ان کو اچھ باتوں کا حکم کرتے رہئے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہئے۔ (سورۃ الاعراف۔۱۹۹)

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوف ِوَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَـئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّهُ إِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (71)

(سورۃ التوبہ۔۷۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، وہ نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ ضرور رحمت کرے گا، اللہ بلاشبہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (94)

(سورۃ الحجر۔۹۴)

جو کچھ آپ (ﷺ) کو حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکین سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لئے یہ آسان ہے۔ پھر فرمایا! اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور خانہ کعبہ کا حج کرو۔ پھر اس کے بعد فرمایا! اے معاذ ؓ! کیا تمہیں خیر و بھلائی کے دروازے تک نہ پہنچاؤں۔ تو سنو؛ روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے جو (گناہوں سے بچاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، رات کو مومن کا نماز پڑھنا (گناہوں کو ختم کر دیتا ہے)۔

آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (16)فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاء بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (17)

(سورۃ السجدہ: ۱۶۔ ۱۷)

" ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف وامید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے اور یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ "

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں اس چیز (دین) کا سر اور اس کے ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا؛ یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا! اس چیز (دین) کا سر اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں ان چیزوں کی جڑ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا؛ یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے زبان مبارک کو پکڑا اور اس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا! اس پر کنٹرول کرو۔ میں نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! ہم اپنی زبان سے جو بھی لفظ نکالتے ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! لوگوں کو ان کے منہ کے بل یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اس زبان کی باتیں ہوں گی۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عقبہ بن عمرو انصاری ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے کسی بھلائی میں راہنمائی کی تو اس کے لئے اس کے کرنے والے کے برابر اجر ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا۔ اور ان کی اجروں میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔ جو کسی کو کسی گمراہی کی طرگ بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا اتنا ہی وبال ہوگا جو اس کی پیروی کرنے والوں کو گناہ کرنے پر ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (مسلم)

حضرت زید بن خالد جہنی ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان تیار کر کے دیا بلا شبہ اس نے خود جہاد کیا اور جو کسی جہاد کرنے والے کا اس کے گھر میں جہاد کرنے والے کا جانشین (نگرانی اور خبر گیری کرنے والا) بنا تو یقیناً اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے بھی وہ چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے جو شخص کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے اس برائی کو روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو اسے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو امامہ ؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا؛ یارسول اللہ ﷺ! ایمان کی سلامتی کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو سمجھو کہ تم پکے مومن ہو، پھر اس شخص نے پوچھا؛ یارسول اللہ ﷺ! گناہ کی علامت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جب کوئی بات تمہارے دل میں کھٹکے اور تردد پیدا کرے (تو سمجھو کہ یہ گناہ ہے) اس کو چھوڑ دو۔ (مسند احمد)

حسن اخلاق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (سورۃ الاحزاب ۔ ۲۱)

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ہستی بہترین نمونہ ہے

الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاء وَالضَّرَّاء وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O (سورۃ آل عمران ۔ ۱۳۴)

جو فراخی اور تنگی کے وقت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ہر مومن کے لئے یہ لازمی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اپنے لئے " اسوۃ حسنہ " یعنی عمدہ نمونہ اور قابل تقلید مثال بنائے اور آپ ﷺ کی تعلیمات، احکامات اور ہدایات کو سچے دل سے تسلیم کرے اور آپ ﷺ کے طور طریقے، اخلاق و عادات کو مخلصانہ طور پر اپنانے کی کوشش کرے۔ آپ ﷺ کی عادات و اخلاق کو ایک عام فکر کرنے والا انسان بھی جان سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام زندگی انسانیت کے لئے ایسی بہترین نمونہ تھی جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت، بیماروں کی تیمارداری، پڑوسیوں اور قرابت داروں کے حقوق کا لحاظ، یتیموں، کمزوروں اور بیواؤں کی مدد، عہد کی پاسداری اور حق گوئی، عدل و نصاف کی پاسداری، دشمنوں تک کے ساتھ رحمدلی اور عفو و درگزر سے کام لینا آپ ﷺ کی عادت تھی۔ یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے آپ ﷺ رحمۃ للعالمین " کہلائے۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی تعریف اس طرح بیان فرمائی!

وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O (سورۃ القلم ۔ ۴)

بے شک آپ (ﷺ) تو بہت عمدہ اخلاق پر ہیں

ایک اور جگہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيْظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّواْ مِنْ

﴿ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۵۹)

اللہ کی رحمت کے باعث آپ (ﷺ) ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ (ﷺ) کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ (ﷺ) ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کیا کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ابتداء کے موقع پر جب غارِ حراء میں پہلی وحی نازل ہوئی تو اس منظر کو دیکھ کر اور جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ کے آپ ﷺ بہت گھبرا گئے تھے آپ ﷺ کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ آپ اسی کیفیت میں گھر پہنچے اور اپنی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ کے سامنے تمام واقعہ بیان فرمایا اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا تو حضرت خدیجہ ؓ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز اس کام میں رسوانہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں مہمان نواز ہیں، محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں، اور راہ حق میں لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں۔ (صحیح بخاری)

اس پوری بات میں ام المومنین حضرت خدیجہ ؓ نے آپ (ﷺ) کے حسن اخلاق کا ذکر کیا۔ بعثت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے اخلاق کی یہ بلندی اور عظمت تھی تو بعد میں تو اس میں چار چاند لگ گئے۔

اسی طرح سے اسلام کے ابتدائی دور سے ہی صحابہ کرام ؓ کو بھی ہمیشہ انہی اخلاقِ حمیدہ کو اپنانے کی تلقین و تاکید فرمائی۔ چنانچہ نجاشی بادشاہ حبشہ نے جب دین اسلام کے بارے میں پوچھا تو اس وقت وہاں موجود مسلمانوں کی جماعت میں سے حضرت جعفر طیار ؓ نے اس طرح فرمایا!

اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، ہمسائیوں کو تنگ کرتے تھے، ہم میں سے جو طاقت ور تھے وہ کمزوروں کو دبایا کرتے تھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ایک ہستی کو نبی بنا کر بھیجا، جس کی شرافت، خاندانی نسب، امانت و دیانت، راست بازی سے ہم بخوبی واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی۔ ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو پوجتے تھے ان سے کنارا کشی کی تاکید کی۔ اس نے ہمیں سچ بولنا، امانت و دیانت، صلہ رحمی، ہمسائے کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کا حکم دیا۔ ہر قسم کی فحاشی اور

بے حیائی سے بچنے، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال دبا لینے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ (مسند احمدؒ)

یہ حسن اخلاق کی ایک جھلک ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے ابتدائی دور میں تلقین فرمائی تھی۔ جس کی بدولت حق کی آواز کو لبیک کرنے والوں کی زندگیوں میں حیرت انگیز انقلاب آ گیا تھا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ذلت کی پستیوں سے نکل کر عزت کی بلندیوں پر جا پہنچے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے ان پڑھ ہونے کی وجہ سے اپنی جہالت پر ناز کرتے تھے۔ وہ علم کی روشنی حاصل کر کے دنیا کے لئے مشعل راہ بن گئے۔ جن لوگوں کی دشمنیاں صدیوں یاد رکھی جاتی تھیں ان کی دوستی اور اخوت و محبت دنیا کے لئے مثال بن گئی۔ لوگوں کے مال اور اسباب لوٹنے والا معاشرہ ہمدردی اور ایثار کا نمونہ بن گیا۔ جن کی زندگی شراب نوشی، جوئے اور لہو و لہب میں بسر ہوتی تھی اب ان کی راتیں اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود رہنے لگیں۔

چند احادیث جن میں حسن اخلاق کی تلقین فرمائی گئی ہے:

☆ اصل نیکی تو حسن اخلاق ہے۔ (صحیح مسلمؒ)

☆ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کا اخلاق عمدہ ہو۔ (صحیح بخاریؒ)

☆ تمام اہل ایمان میں سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (جامع ترمذی)

☆ قیامت کے دن مؤمن کے تمام اعمال میں " حسن اخلاق " سے بڑھ کر وزنی کوئی اور عمل نہیں ہوگا۔ (جامع ترمذی)

☆ قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔ (جامع ترمذی)

☆ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا! وہ کون سا عمل ہے جو دیگر تمام اعمال سے بڑھ کر انسانوں کے لئے جنت میں داخلے کا سبب بنے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خوف اور حسن اخلاق۔(جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدزبانی کرنے والے نہیں تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل انسانوں کے زیادہ جنت میں جانے کا سبب بنیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ اور پوچھا گیا کہ کون سی چیز انسان کو زیادہ جہنم میں جانے کا سبب بنے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! منہ اور شرم گاہ۔ (ترمذی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا! مومن یقیناً اپنے حسن اخلاق سے وہ درجہ پالیتا ہے جو ایک روزہ دار اور شب بیدار شخص کے حصہ میں آئے گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا چھوڑ دیا (یعنی اپنا حق چھوڑ دیا)، اس شخص کے لئے بھی جنت کے درمیان میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے مزاح کے طور پر بھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین حصہ میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے روز مجھے سب سے زیادہ محبوب اور ہم نشینی کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا اور تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور قیامت کے روز وہ ہوں گے جو بہت باتونی، تصنع سے بات کرنے والے اور تکبر سے باچھیں کھول کھول کر گفتگو کرنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! باتونی اور تصنع سے بات کرنے والے کو تو ہم جان گئے لیکن یہ ''متفیھقون'' کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! تکبر کرنے والے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اشج عبدالقیسؓ سے فرمایا! تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے، نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر اور اس کے علاوہ کسی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔ (صحیح مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری دو اور نفرت مت پھیلاؤ۔ (بخاری ومسلم)

عفو و درگزر

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ O

(سورۃ الاعراف ۔ ۱۹۹)

آپ ان سے درگزر کرتے رہیئے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیئے.

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ O (سورۃ الحجر ۔ ۸۵)

آپ ان سے خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَا يَأْتَلِ أُوْلُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُوْلِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O

(سورۃ النور ۔ ۲۲)

اورتم میں جو بزرگی اور وسعت والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اوراللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہ کرنے کی قسم نہیں کھانی چاہیئے بلکہ معاف کرنا اوردرگزر کرنا چاہیئے، کیاتم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کردے اوراللہ بخشنے والانہایت مہربان ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ O (سورۃ الشوریٰ ۔ ۴۳)

اور جوصبر کرے اورمعاف کردے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

حضور اکرم ﷺ دعا فرماتے تھے!

اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (صحیح البخاری)

اے باری تعالیٰ! تو عفو ہے اورعفو و درگزر کو پسند کرتا ہے، اس لئے تو مجھے معاف کردے

ہم اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے اس کی صفت عفو کے واسطے سے اپنے لئے عفو و درگزر طلب کرتے ہیں۔ ہمیں بھی اپنے اندر لوگوں کو معاف کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ جب ہم لوگوں کے قصوروں کو معاف کریں گے اور عفوو درگزر سے کام لیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ عفوو درگزر سے کام لے گا۔ اگر کسی پر کسی نے ظلم کیا ہو اور اس کو بدلہ لینے کا موقع ملا ہو تو اسلام اس کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جس حد تک اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس کا بدلہ لے لے لیکن اسلام اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ اگر وہ اسے معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بہت بڑا انعام دیتا ہے۔ بعض اوقات انسان اس انعام کو دنیا میں بھی دیکھ لیتا ہے اور اگر اسے دنیا میں نہیں نظر آیا تو آخرت میں تو ضرور اس کے لئے ذخیرہ ہوگا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی چادر پکڑ کر جھٹکا دیا، چادر کا کنارہ آپ ﷺ کی گردن میں پھنس گیا اور اس سے نشان پڑ گیا۔ اس سخت رویہ کے بعد وہ اعرابی اپنا مدعا پیش کرتا ہے۔ میں دو اونٹ لایا ہوں اس پر سامان لاد دو، اس لئے کہ جو مال و دولت تمہارے پاس ہے وہ نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا! مال اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا کہ تم نے جو حرکت میرے ساتھ کی ہے تم اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ اعرابی نے کہا! نہیں! آپ ﷺ نے پوچھا! کیوں؟ اس اعرابی نے کہا! مجھے معلوم ہے کہ آپ (ﷺ) برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ آپ ﷺ مسکرانے لگے اور اس کو ایک اونٹ کھجور اور ایک اونٹ جُو دینے کا حکم دے دیا۔ (صحیح البخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی عورت اور کسی خادم کو نہیں مارا۔ اللہ کی راہ میں کافروں سے جہاد کیا۔ ایسا بھی نہیں ہوا کہ آپ کو کسی کی طرف سے تکلیف پہنچی اور آپ ﷺ نے اس کا بدلہ لیا ہو۔ ہاں مگر اللہ کی محترم چیزوں میں سے کسی کی توہین کی گئی تو پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔

(صحیح بخاری ۔ کتاب الحدود)

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ ؓ کی ناک کان اور کلیجہ تک چبانے والے موجود تھے، آپ ﷺ پر پتھر برسانے والے، راستے میں کانٹے بچھانے والے، قتل کی سازشیں کرنے والے سب موجود تھے۔ آپ ﷺ سے چھپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے، ندامت سے سر جھکائے اپنے متعلق فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔ انتقام سے بچنے کے لئے کوئی مکہ سے فرار کا سوچ رہے تھے اور کوئی اپنے دل پر ہاتھ رکھے آپ ﷺ کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت اس پوزیشن میں تھے کہ جس سے چاہتے بدلہ لے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے جرأت مندانہ اعلان کر دیا کہ

﴿ لاتثریب علیکم الیوم و انتم الطلقاء ﴾ (صحیح البخاری)
آج کے دن تم سب آزاد ہو تم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی

آپ ﷺ کی ذات اقدس سے یہی امید کی جاسکتی تھی جو ہستی نبوت سے پہلے بھی اس قوم کی امین تھی۔
عفو و درگزر مؤمن کی خاص صفت اورنشانی ہے۔ قرآن وحدیث میں بے شمار جگہ اس کی تلقین وتاکید فرمائی گئی ہے اوراس صفت کے حامل لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس سنگدلی اور سخت مزاجی کی مذمت کی گئی ہے اوراس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس انسان کے دل میں خوف خدا ہوگا اس کے اندر رحمدلی ہوگی۔
اگر ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کو جب بھی کسی دشمن پر فتح نصیب ہوتی تھی تو وہ ان کے ساتھ فراخدلی اورحسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسلمانوں کے ساتھ کفار کے مظالم اور بدسلوکیاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو وہ بڑے بڑے بدبخت آپ ﷺ کے سامنے مجبور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو ایک ایک ظلم کا بدلہ لے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ان سب کو معاف کردیا اور تاریخ میں ایک بہترین مثال قائم کردی۔
مومن جس اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ رحیم وکریم ہے، جس نبی (ﷺ) پر ایمان ہے ان سے ہر مومن یہ تمنا کرتا ہے روز قیامت میری شفاعت کردیں، جس قرآن پر ایمان رکھتا ہے اوراسے سینے سے لگا کر رکھتا ہے وہ سراسر رحمت ہے۔ جس جنت میں داخلے کی آرزو رکھتا ہے وہ بھی رحمت ہے اوران سب کے باوجود بھی دل رحمت اور ہمدردی سے خالی ہو، یہ کیسے ممکن ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اب بھی (رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد) انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جسے اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کردیا تھا اوروہ نبی اپنے چہرے سے خون صاف کرتے تھے اور فرماتے تھے! اے اللہ میری قوم سے درگزر فرما کیونکہ یہ میرے مقام کو جانتے نہیں ہیں۔
(صحیح البخاری ۔کتاب الانبیاء)

شرم و حیاء اور پاک دامنی

شرم و حیاء مرد کی زینت اور عورت کا زیور ہے۔ اسلامی تعلیمات اور ادب کی رو سے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حیادار اور باوقار ہو۔ بے حیائی، فحش گوئی، اور لغویات اور بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرے۔ ایمان والے کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر قسم کی بے ہودہ لغوبات اور بے ہودہ کام سے پرہیز کرتے ہیں۔" شرم و حیاء" ایسی صفت ہے کہ جس پر انسانیت، شرافت، عزت، عفت، راست بازی، پاکدامنی کی بنیاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حیاء اخلاق کی روح اور ہر خیر و خوبی کا سرچشمہ ہے جبکہ بے حیائی ہر برائی کی جڑ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

" حیاء " ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ سے حیاء ایسی کیا کرو جیسا اس کا حق ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! الحمدللہ! ہم حیاء کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہ حیاء نہیں کہہ رہا (جسے تم سمجھ رہے ہو)۔ بلکہ جو اللہ سے حیاء کا سوچتا ہے اسے سر، کان، آنکھ، زبان، پیٹ اور اس سے متعلق چیزوں (شرمگاہ وغیرہ) کی حفاظت کرنی ہوگی۔ موت اور آزمائشوں کو یاد رکھنا ہوگا، اور جو آخرت کی بہتری چاہتا ہو تو دنیا کی رنگینی کو خیر آباد کہنا ہوگا۔ جو یہ کرے گا تو اس نے حیاء کرنے کا حق ادا کر دیا۔

حیاء سے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے فرمایا ہے! اللہ تو انتہائی با حیاء اور بہت ہی مہربان ہے۔ جب کوئی بندہ دعا کے لئے اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اسے خالی ہاتھ اور نامراد لوٹاتے ہوئے اللہ کو حیاء محسوس ہوتی ہے۔ (جامع ترمذی)

حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کسی پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر دین کا ایک خاص اخلاق ہوا کرتا ہے اور دین اسلام کا خاص اخلاق " حیاء " ہے۔ (ابن ماجہ)

یعنی دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماننے والوں اور پیروکاروں کا ایک خاص مزاج ہوا کرتا

ہے اوران میں ایسی کوئی خاص صفت یا عادت نمایاں ہوتی ہے جوانہیں دوسرے انسانوں سے ممتاز کرتی ہے اور جسے ان کی شناخت سمجھا جاتا ہے۔ " شرم و حیاء" دین اسلام کا بھی ایک خاص امتیازی وصف اور ایک خاص پہچان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیا وایمان دونوں ساتھی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک اگر ختم ہو جائے تو دوسری چیز بھی ضرور ختم ہو جائے گی۔ (الترغیب و الترہیب)

حیاء جنت میں داخلے کا سبب ہے اور بے حیائی انسان کو جہنم تک پہنچا دیتی ہے۔ حیاء ایسی صفت ہے جس میں انسان کے لئے بلکہ پورے معاشرے کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے، حیاء ایمان کا لازمی جزو ہے۔ مسلمان کو اس کی زیادہ سے زیادہ پاسداری اور حفاظت کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾

(سورۃ الاعراف ۔۳۳)

آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ یقیناً میرے رب نے حرام کیا ان تمام فحش باتوں کو جو اعلانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں، اور ہر گناہ کی بات کو، اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو۔

ہر قسم کی برائی سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا پاک دامنی یا عفت کہلاتا ہے۔ اس سے حیاء پیدا ہوتی ہے اور حیاء کا اثر ہر اچھی عادت و خصلت پر پڑتا ہے۔ پاک دامنی جھوٹ، بخل اور بد کرداری سے انسان کی حفاظت کرتی ہے۔ پاک دامن انسان کا کردار بلند ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾

(سورۃ النور ۔ ۳۱)

عورتیں اپنی زینت کا اظہار نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود بخود ظاہر ہو جائے۔

جو زینت بغیر ظاہر کئے ظاہر ہو جائے اس کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے اور بندوں کے ساتھ سختی کے بجائے آسانی چاہتا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانیؒ حدیث قدسی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! تو نے مجھ سے حیاء کی ہے تو (جب تک تو حیاء کرتا رہے گا) میں لوگوں کے ذہنوں سے تیرے گناہ بھلا دوں گا، زمین پر تمہارے گناہ بھلا دوں گا، لوح محفوظ پر تمہاری لغزشیں مٹا دوں گا اور قیامت کے دن حساب کتاب لیتے وقت تم سے نرمی کا معاملہ کروں گا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے روز اللہ کے ہاں سب سے بدتر مرتبے والا وہ ہوگا جو اپنی عورت سے ملاپ کرے اور پھر اس میاں بیوی کے راز کو پھیلائے (یعنی دوستوں میں بیٹھ کر مزے لے لے کر بیان کرے)۔ (مسلم)

حیاء کی اقسام:

۱۔ حیاء الجنایہ: (قصور پر حیاء کرنا) یہ حیاء وہ ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے کیا تھا۔ جب ان سے کہا گیا تھا: کیا ہم سے بھاگنے کی کوشش میں ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا نہیں! میں تو (یا اللہ) تجھ سے حیاء کر رہا ہوں۔

۲۔ حیاء تقصیر: (کوتاہی پر حیاء کرنا) جیسے فرشتوں کا یہ کہنا کہ ''مَا عَبَدْ نَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ'' یعنی اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے، ہم ویسی عبادت نہیں کر رہے جیسی عبادت کے تو لائق ہے۔

۳۔ حیاء اجلال: (تعظیم کی حیاء) جیسے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے کی تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ حیاء الٰہی کی وجہ سے اپنا پر اوپر کر لیا تھا۔

۴۔ حیاء کرم: (مہربانی کی وجہ سے حیاء کرنا) جیسے رسول اللہ ﷺ کسی سے یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ اب یہاں سے اٹھ جاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ''وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ'' (باتوں میں مگن نہ ہوا کرو)

۵۔ حیاءِ حشمت: (احترام کی حیاء) جیسے حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے مسئلہ مذی پوچھنے کے لئے حضرت مقداد بن اسود ؓ کو حضورا کرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا کیونکہ ان کو حضرت فاطمہ الزہراء ؓ کا مقام ومرتبہ پیش نظر تھا۔

٦۔ حیاءالاستحقار: (اپنے آپ کو حقیر جان کر کرنا) جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ اے اللہ! مجھے کوئی دنیوی ضرورت پیش آتی ہے تو تجھ سے مانگتے وقت حیاء محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! موسیٰ آٹے کے لئے نمک اور اپنی بکری کے لئے چارا تک مجھ سے مانگ لیا کرو۔

۷۔ حیاءانعام: (عطاءِ نعمت کے وقت) یہ حیاء اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا اور یہ اس وقت ہوگی جب اس کا بندہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اسے مہر شدہ ایک رجسٹر دے گا جس پر لکھا ہوگا " میرے بندے! تونے یہ کام کیا، تونے یہ کام کیا، میں نہیں چاہتا کہ سب کچھ ظاہر کروں۔ مجھے حیاء آرہی ہے اب تم چلے جاؤ کیونکہ میں نے تمہیں سب کچھ بخش دیا۔

حضرت استاذ ابوعلی دقاق ؒ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کتنی پاکیزہ ذات ہے اس باری تعالیٰ کی کہ گناہ تو بندے نے کئے لیکن حیاء وہ فرما رہے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ ص۲۷۳)

رازکی حفاظت

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ أُولـئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً (36) (سورۃ بنی اسرائیل۔۳۶)

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان سے ملا اور انہیں حفصہؓ سے نکاح کرنے کی پیش کش کیا ور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہؓ سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ پس میں کئی راتیں ٹھہرا رہا پھر وہ مجھے ملے اور مجھ سے کہا میرا ان دنوں شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ پھر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملا اور ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہؓ کا نکاح آپؓ کے ساتھ کر دوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس میں حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں اور بھی رنجیدہ ہو گیا۔ میں کئی راتیں ٹھہرا رہا پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے حفصہؓ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ ملے تو انہوں نے فرمایا! اے عمرؓ! شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہو گئے تھے، جب تم نے مجھ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی پیش کش کی تو میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا! ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا! جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میری لئے تمہیں جواب دینے میں یہ بات رکاوٹ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حضرت حفصہؓ سے نکاح کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر رسول اللہ ﷺ یہ ارادہ ترک فرما دیتے تو میں حفصہؓ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش یقیناً قبول کر لیتا۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ہم بچوں کو سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لئے بھیج دیا چنانچہ مجھے اپنی والدہ کے پاس آنے میں دیر ہوگئی، جب میں آیا تو والدہ نے پوچھا! تجھے کس چیز نے روک لیا تھا؟ میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا کہ یہ ایک راز ہے، والدہ نے کہا کہ ٹھیک ہے رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو مت بتانا۔ (مسلم)

عہد کی پابندی

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے! اے ایمان والو! عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ یعنی قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی کہ عہد پورا کیا تھا یا نہیں۔ عہد کا پورا نہ کرنا نفاق کی نشانی ہے۔

انسانی معاشرے میں روزمرہ کے ذاتی معاملات ہوں، تجارتی یا کاروباری لین دین ہو، کوئی سماجی مسئلہ یا قول وقرار ہو، خرید وفروخت کے عہد و پیمان ہوں، ان تمام معاملات میں آپس میں وعدوں اور معاہدوں پر انحصار کیا جاتا ہے۔ اگر ان تمام وعدوں اور معاہدوں پر پابندی سے عمل ہو رہا ہو تو معاشرتی نظام بخیر وخوبی سے چلتا رہتا ہے اور اگر معاہدوں کی خلاف ورزی اور وعدوں سے انحراف ہو تو معاشرے کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ معاشرے کے استحکام کے لئے عہد کی پابندی اور ایمانداری بنیادی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے!

الَّذِيْنَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّهِ وَلاَ يَنقُضُونَ الْمِيْثَاقَ O

(سورۃ الرعد ۔ ۲۰)

جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول وقرار کو توڑتے نہیں

جبکہ اس کے برعکس عہد شکنی یا وعدہ خلافی کو نفاق کی علامت اور فاسقوں کا شیوا بتایا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالٰی ہے!

وَمَا وَجَدْنَا لأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ O

(سورۃ الاعراف ۔ ۱۰۲)

ان میں اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا پابند نہیں پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ ﴾

(سورۃ المائدہ ۔ ۱)

اے ایمان والو! عہد و پیماں پورے کیا کرو

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً O

(سورۃ بنی اسرائیل ـ ۳۴)

اور پورے کرو وعدے کو، کیونکہ یقیناً وعدوں پر باز پرس ہوگی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (2) كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (3) (سورۃ الصّف: ۲، ۳)

اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلاَ تَنقُضُوا الأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلاً إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ O

(سورۃ النحل ـ ۹۱)

اور اللہ کے وعدے کو پورا کرو جب تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو حالانکہ تم اللہ کو ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔

ایفاءِ عہد اور وعدے کا پورا کرنا انسانیت اور اسلامی اخلاق وآداب کا بنیادی تقاضہ ہے۔ اس کے برخلاف بدعہدی اور وعدہ خلافی بہت بڑا عیب ہے۔ جو شخص اپنا عہد پورا نہ کرے اور اپنا وعدہ وفا نہ کرے وہ اسلام اور معاشرے دونوں کی نظر میں سخت ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور میں نے کہا کہ میں فلاں جگہ آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے آؤں گا میں بھول گیا تیسرے دن مجھے یاد آیا تو میں وہاں گیا تو آپ ﷺ وہاں میرے انتظار میں موجود تھے۔ آپ ﷺ فرمانے لگے، اے جوان میں تین دن سے تمہارے انتظار میں یہاں ہوں۔

جب کوئی معاہدہ اللہ کے نام پر کیا گیا ہو اور معاہدہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا گیا ہو یا اللہ کی قسم کھائی گئی ہو تو ایسے حلفیہ معاہدے کی قدر و قیمت اور اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی قسم کھانے کا مطلب ہے کہ اللہ کے ساتھ معاہدہ کرنا ایسے معاہدے کی حفاظت اور اس کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اب وہ ایمان کا حصہ بن گیا اور اس کی خلاف ورزی انتہائی سنگین اور قابل پکڑ جرم ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھائی جائے تو وہ خیانت کرے۔
(صحیح بخاری ومسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر بحرین سے مال آیا تو میں تم کو اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ پس نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بحرین سے مال نہیں آیا، حتیٰ کے آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ (آپ ﷺ کے وصال کے بعد) جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلان کروایا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی عہد کیا ہو یا آپ ﷺ پر کسی کا قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا تھا۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے لپ بھر کر مال دیا، میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو سکہ تھے، پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا اس سے دوگنا اور لے لو (تاکہ تین مرتبہ لپ بھر کر لینا ہو جائے)۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وعدہ قرض کی طرح ہے یعنی اس کے خلاف کرنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولاً نَّبِيّاً☆

(سورہ مریم۔54)

اور کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا بھی ذکر کرو وہ وعدے کے سچے اور (ہمارے) بھیجے ہوئے نبی تھے۔

قرآنَ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيْثَاقَهُمْ لَعنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ☆

(سورۃ المائدہ۔13)

تو اُن لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے کسی دوسرے شخص سے کسی جگہ آنے کا وعدہ کیا، وہ وہاں پہنچ گیا لیکن دوسرا شخص نماز کے وقت تک نہیں آیا، یہ پہنچ جانے والا شخص نماز پڑھنے کے لئے مقررہ جگہ سے چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (رواۃ ذرین)

مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ عہد نہ پورا کرنے والوں پر اللہ تعالٰی کی طرف سے گرفت ہو جاتی ہے۔ ایسا نہ کرو کہ عہد شکنی کر کے اپنے اوپر وبال آنے کا ذریعہ بن جاؤ۔ اگر کسی شخص نے کسی سے وعدہ کیا اور اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی تھی لیکن وہ کسی مجبوری کی وجہ سے وعدہ نہیں پورا کر سکا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

کھانے کے آداب

حضرت عمر بن ابی سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کا نام لو (یعنی کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھو) اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اللہ کا نام یاد کرے (بسم اللہ) پڑھے، اگر کھانے کے آغاز میں اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس طرح کہہ لے " بسم الله اوله و آخره " (اول و آخر دونوں حالت میں اللہ کے نام سے)۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)

حضرت امیہ بن مخشی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور ایک آدمی بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا اور اس نے منہ کی طرف اٹھایا تو (تو اسے یاد آیا) اس نے کہا " بسم الله اوله و آخره " تو نبی کریم ﷺ مسکرائے اور فرمایا! شیطان اس کے ساتھ کھانا کھاتا رہا پر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو اس نے پیٹ کا سارا کھانا قے کر کے نکال دیا۔ (سنن ابوداؤد، سنن نسائی)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے!

﴿ اَلْحَمْدُ للّٰهِ كَثِيْراً طَيِّباً مُبارِ كاً فِيْه غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَ لا مُوَدَّ عٍ وَلا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبُّنَا ﴾

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ایسی تعریف جو بہت ہو، پاکیزہ ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو، نہ اس سے کفایت کی گئی ہے نہ یہ آخری کھانا ہے اور نہ اس سے بے نیازی ہوسکتی ہے، اے ہمارے رب۔ (صحیح بخاری)

حضرت معاذ بن انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے کھانا کھایا پھر یہ دعا پڑھی!

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى أَطْعَمَنِى هٰذَا وَرَزَقَنِيْه مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّى
وَلا قُوَّةٍ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ﴾

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھلایا اور یہ رزق مجھے دیا،
بغیر میری طاقت اور تدبیر اور قوت کے۔

تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد، سنن ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر وہ کھانا پسند ہوتا تو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں سے کھانے کے لئے سالن مانگا تو انہوں نے کہا، ہمارے پاس سرکہ کے علاوہ کچھ نہیں تو آپ ﷺ نے وہی منگوا لیا اور اس کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اور فرمانے لگے کہ سرکہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اپنے دائیں ہاتھ سے کھا، اس نے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! نہ ہی رکھے گا۔ (اس نے تکبر کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے حکم سے انکار کیا تھا) اسے تکبر نے روکا پس وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ تک نہیں اٹھا سکا (یعنی آپ ﷺ کی بد دعا سے اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا اور وہ اسے اٹھانے کے قابل نہیں رہا)۔ (صحیح مسلم)

حضرت وحشی بن حرب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ صحابہ ؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! شاید تم الگ الگ کھاتے ہو، انہوں نے کہا! ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم کھانا اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور اللہ کا نام لو (بسم اللہ) پڑھو، تمہارے لئے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، تم اس کے دونوں کناروں سے کھاؤ اور اس کے درمیان میں سے مت کھاؤ۔ (سنن ابوداؤد، سنن ترمذی)

حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے دیکھا، پھر جب آپ کھا کر فارغ ہو گئے تو ان کو چاٹ لیا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے اور اس میں جو مٹی لگ گئی ہو تو اسے صاف کر لے اور کھا لے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ تولیہ سے نہ پونچھے یہاں تک کہ پہلے اپنی انگلیاں چاٹ لے۔ اس لئے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی مت پیئو بلکہ دو دو اور تین تین سانس میں پیا کرو اور جب کچھ پینے لگو تو اللہ کا نام (بسم اللہ) لو اور جب پی کر فارغ ہو تو (الحمد للہ) اللہ کی حمد کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابوقتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (کھاتے و پیتے وقت) برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو زم زم کا پانی پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا جبکہ آپ ؐ کھڑے ہوئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ریشمی لباس کے پہننے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ رات گزارنے کے لئے جگہ ہے اور نہ کھانا۔ اور جب انسان گھر میں داخل ہوتے ہوئے اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں یہاں رات گزارنے کا ٹھکانہ مل گیا ہے اور جب کھانے کے وقت اللہ کا نام نہیں لیتا تو شیطان کہتا ہے کہ تمہیں رات گزارنے کی جگہ اور کھانا دونوں مل گئے۔ (مسلم)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شریک ہوتے تو اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے جب تک رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ ڈال کر پہل نہ فرمادیں۔ ایک مرتبہ ہم کھانے میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ اچانک ایک بچی آئی گویا کہ اسے دھکیلا جا رہا ہے (یعنی تیزی سے آئی) اور کھانے میں اپنا ہاتھ ڈالنے لگی، رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک دیہاتی آیا (وہ بھی اتنی ہی تیزی سے آیا) جیسے اسے دھکیلا

جا رہا ہو۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا! جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو شیطان اس کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے اور وہی شیطان اس بچی کو لایا تھا تا کہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو اپنے لئے حلال کر لے تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر وہ اس دیہاتی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ سے کھانے کو حلال کر لے تو میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً اس شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ سمیت میرے ہاتھ میں ہے پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کھانا تناول فرمایا۔ (مسلم)

حضرت ابوجحیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو شیطان اپنے لئے حلال سمجھتا ہے۔ (یعنی بسم اللہ کر کے کھانا شروع کیا جائے) (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے، ہر طرح کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا دیا، ہمیں پہننے کو دیا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کوئی چیز پیئے تو داہنے ہاتھ سے (پانی وغیرہ کا) برتن پکڑے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے کوئی چیز پیئے۔ یہ شیطان کا شیوا ہے وہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت کعب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے (یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی) کو پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے اور پھر ہاتھ دھوتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد اپنا ہاتھ رومال سے پونچھتے تھے۔ (مسلم)

حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان تمہارے ہر کام کے وقت تمہارے پاس موجود رہتا ہے، یہاں تک کہ تمہارے کھانے کے وقت بھی وہ تمہارے پاس موجود رہتا ہے لہٰذا تم میں سے کسی شخص کا نوالہ گر جائے تو اسے چاہیئے کہ اسے اٹھالے اور جھاڑ کر کھالے۔ اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے، نیز جب کھانا کھا چکے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لیا کریں کیونکہ یہ نہیں معلوم کہ اس کے کون سے حصہ کھانے میں برکت ہے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔
(بخاری و مسلم)

بعض اوقات نفس لذیذ اور مزیدار کھانوں کی طرف بہت شدت سے مائل ہوتا ہے۔ اس شوق میں اس بات کا احساس بھی ختم ہو جاتا ہے کہ یہ کھانا حلال ہے یا حرام ہے۔ حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہے یا حرام و ناجائز اور غاصبانہ طریقے سے حاصل ہوا ہے۔

اس بات کا خیال رکھنا چاہیے جو جسم حرام خوراک سے پلتا ہے اس پر جنت حرام ہوتی ہے۔ حلال غذا کھانے سے دل میں نرمی اور رقت رہتی ہے جس کی وجہ سے دعاؤں میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ نفس میں سرکشی اور تکبّر نہیں پیدا ہوتا۔ گناہوں کی رغبت کم ہو جاتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اگر رزق حلال بھی ہو تو بھی بے تحاشہ نہ کھائے کھانے میں اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ دو چار لقمہ کی بھوک رکھ کر کھائے۔ اس سے نفس کو تکلیف پہنچتی ہے اور اللہ کی نعمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ بھوکوں اور مفلسوں پر رحم آتا ہے اور ان کے ساتھ ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ☆

(سورۃ الاعراف۔ 31)

اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اپنے نفس کو سمجھانے کا واقعہ:

ایک دن حضرت حسن بصری ؒ نے اپنے خدمت گار سے کہا کہ میرے لئے بازار سے نان اور مچھلی لے آؤ۔ جب وہ لایا اور آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ ؒ نے فرمایا کہ معاذ اللہ گناہ گار بندے کو ایسا لذیذ کھانا کھانے سے کیا سروکار۔ نوکر نے عرض کہا! حضور: میں تو آپ کے کہنے پر نان اور مچھلی لایا تھا۔ آپ نے نعرہ لگایا اور رونے لگے۔ چالیس دن تک کوئی لذیذ چیز نہ کھائی اور فرمایا کہ اے نفس! میں نے تجھے سزا دی کہ تو نے لذیذ کھانے کی خواہش کی تھی۔ اس طرح آپ نے تزکیۂ نفس کے لئے اپنے نفس کو سمجھایا کہ اللہ کی راہ میں چلنے کے لئے اللہ جو عطا کرے اسے قبول کرو اور خود خواہش نہ کرو۔

(خزینۃ الاصفیاء۔ جلد دوم)

تزکیہ نفس:

حضرت ذوالنون مصریؒ کی تمام عمر اپنے نفس کے خلاف جنگ کرتے ہوئے گزر گئی۔ آپ کا کہنا تھا کہ نفس سے صلح کرنے والا شخص خدا کا دوست نہیں ہوسکتا۔ عام انسانوں کی طرح آپ کو بھی لذیذ کھانوں کی خواہش تھی لیکن کبھی اپنی خواہش پوری نہیں کی۔ ایک مرتبہ عید کی رات جب ان کے نفس نے تقاضا کیا کہ آج تو کوئی لذیذ غذا ضرور ملنی چاہیے تو فرمایا کہ اگر تو دو رکعت میں قرآن ختم کر لے تو میں تیری خواہش پوری کر دوں گا۔ نفس نے آپ کی یہ شرط منظور کر لی اور پورا قرآن دو رکعتوں میں ختم کرلیا۔

ختم قرآن کے بعد جب آپ کے پاس لذیذ غذائیں لے کر آئے تو پہلا ہی لقمہ اٹھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ جب لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلے ہی لقمہ پر نفس نے خوش ہوکر کہا کہ آج دس برس کے بعد تیری خواہش پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے ہاتھ سے لقمہ چھوڑ کر کہا کہ میں تیری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن کچھ دیر بعد ایک شخص عمدہ کھانے کی دیگ لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مفلس اور بال بچے والا ہوں مگر آج عید کی وجہ سے میں نے کھانا پکوایا اور سو گیا۔ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو محشر میں مجھ سے ملنے کا آرزومند ہے تو یہ کھانا ذوالنون کو دے آ۔ اور میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ وقتی طور پر اپنے نفس سے صلح کر کے اس کھانے کے دو لقمے چکھ لے۔ حضور پاک ﷺ کا یہ پیغام سن کر انہوں نے دس سال کے دوران پہلی مرتبہ تھوڑا سا اچھا اور لذیذ کھانا چکھ لیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

لباس کا بیان

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالاً وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَاناً وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ كَذَلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ (81)

(سورۃ النحل ۔ ۸۱)

اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو تمہارے لئے سایہ دار بنا دیا اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنا دیں اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور کرتے (زرہیں) جو تمہیں جنگ سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تا کہ تم سر تسلیم خم کرو۔

اللہ تعالیٰ نے لباس کی نعمت اور ان کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ تمہیں موسم کی شدتوں (سردی گرمی) سے بچاتا ہے۔ جنگوں میں نیزوں، تلواروں سے بچنے کے مخصوص لباس تیار کئے جاتے تھے۔ آجکل بھی جنگوں میں استعمال کرنے کے لئے مخصوص لباس تیار کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ زیب وزینت اور حسن وجمال میں اضافے کا سبب بھی ہوتے ہیں۔ ہر قسم کے لباس پہنے کی اجازت ہے جو ستر کو پوری طرح ڈھانپ دے لیکن مردوں کو ریشم کے لباس پہننے کی ممانعت ہے۔ سفید رنگ کے لباس کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ مردوں کو عورتوں کے اور عورتوں کو مردوں کے لباس پہننے کی ممانعت ہے۔

حضرت حدیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تہ بند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا پس وہ آگ میں ہوگا۔ (بخاری)

حضرت بریدہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے ہمیں دکھانے کے لئے ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا تہبند نکالا اور فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض کی گئی تو آپ ﷺ ان دو کپڑوں میں تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا بچھونا جس پر آپ ﷺ سوتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا تکیہ جس پر آپ ﷺ سوتے تھے چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا جو غرور و تکبر سے اپنا پاجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ حضرت انس ؓ، حضرت زبیر ؓ، حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ سفید کپڑا بہت پاک اور زیادہ پاکیزہ و خوشتر ہوتا ہے اسی طرح اپنے مُردوں کو کفن بھی سفید کپڑوں کا دو۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیاں ڈالتے۔ (ترمذی)

حضرت رکانہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے۔ (ترمذی، نسائی)

مجلس کے آداب

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی یہ نہ کرے کہ کسی شخص کو اس کی مجلس سے اٹھا کر خود اس جگہ بیٹھ جائے۔ مجلس میں کشادگی اور فراخی پیدا کرو۔ حضرت ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ جب کوئی آدمی آپؓ کی خاطر مجلس سے اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا تو آپؓ اس جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

مجلس میں فراخی کی تاکید کی گئی ہے کہ ہر آنے والے کو بیٹھنے کی جگہ مل جائے اور وہ تنگی نہ محسوس کرے۔ کسی بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جانے کو منع فرمایا گیا ہے چاہے وہ بیٹھا ہوا شخص کمتر درجہ کا ہو۔ اگر وہ پہلے آ کر بیٹھ گیا ہے تو آنے والے شخص کو اس کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی اپنے سے افضل شخص کے لئے خود جگہ چھوڑ دے اور انہیں وہاں بیٹھنے کی پیش کش کرے تو اس صورت میں آنے والے شخص کا بیٹھنا جائز ہوگا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسی صورت میں بھی وہاں نہیں بیٹھتے تھے، یہ ان کے تقویٰ و زہد اور احتیاط کا نتیجہ تھا ورنہ اس کی ممانعت نہیں تھی۔ اگر بازار میں کسی سودا بیچنے والے نے اپنی ایک جگہ مخصوص کی تھی اور اس جگہ کوئی دوسرا بیٹھ جائے تو اسے اس کو اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ البتہ ملک کی انتظامیہ ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لئے بازاروں اور سڑکوں پر سودا بیچنے والوں کو اٹھانے اور منع کرنے کا قانون کے مطابق حق رکھتی ہے۔ سرکاری اہل کار کا اپنے طور پر رشوت لینے کی خاطر سرکاری زمین پر کسی کو تجارت کرنے سے منع کرنا ناجائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں سے اٹھے پھر واپس آ جائے تو اس جگہ کا وہ زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اس میں اللہ کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبی (ﷺ) پر درود بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لئے حسرت ہوگی۔ پس اگر اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو معاف فرما دے۔ (ترمذی)

سلام کے آداب

" سلام " کے معنی ہیں، نقائص اور عیوب سے نجات اور برأت پانا۔" سلام " اللہ تعالیٰ کا ایک اسم مبارک ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ ذات جو ہر عیب و آفت اور تغیر وفنا سے پاک ہے۔

" سلام " اسلامی تہذیب اور معاشرے کا خاص رکن ہے، اس کے لئے جو الفاظ مقرر کئے گئے ہیں وہ " السلام علیکم " ہے، اس کے معنی ہیں کہ آپ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر حال سے واقف ہے لہٰذا غفلت نہ اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا سایہ تم پر قائم رہے۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں رہیں۔ (اللّٰہ معک) اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ علماء کرام نے اس کی تشریح کی ہے کہ تم پر سلامتی ہو یعنی تم میری طرف سے سلامتی میں ہو اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی سلامتی میں رکھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (27)

(سورۃ النور۔۲۷)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں جانے کے لئے گھر والوں سے اجازت لئے بغیر اور سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ شاید تم اسے یاد رکھو۔

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُون (61)

(سورۃ النور۔ ٦١)

اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًاo

(سورۃ النساء۔۸۶)

اور جب تمہیں کوئی دعا دے (سلام کرے) تو تم اس سے بہتر کلمہ سے اس کو دعا دو یا انہی لفظوں میں دعا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ (24) إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ (25)

(سورۃ الذاریات۔ ۲۴،۲۵)

بھلا (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو ان کو سلام کیا، انہوں نے بھی ان کے سلام کا جواب دیا، دیکھا تو وہ جان پہچان کے لوگ نہیں تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بنایا (اور ان میں روح پھونکی) تو ان سے کہا کہ جاؤ، اس جماعت کو سلام کرو وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ جو جواب ہو گا وہی تمہاری اولاد کا جواب ہوگا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے حکم سے ان فرشتوں کی جماعت کے پاس گئے اور ان سے " السلام علیکم " کہا: فرشتوں نے جواب میں " اسلام علیک ورحمۃ اللہ " کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے جواب میں " ورحمۃ اللہ " کا لفظ بڑھا دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا (یعنی اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی، اور ان کا سا حسن و جمال ہوگا) پھر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ قد کو پہنچ گئی۔

(بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! یہ جبرائیلؑ ہیں جو آپؓ کو سلام عرض کر رہے ہیں۔ میں نے جواب میں کہا! وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوجری ہجیمی ؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا! علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا! علیک السلام مت کہو، اس لئے کہ یہ مُردوں کا سلام ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سوار پیدل چلنے والے کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کہے۔ پس اگر ان کے درمیان کو درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر اسے ملے تو اسے چاہئے کہ پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں سلام کرو، تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک ؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو انہیں سلام کرتے تھے۔ آپ ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب اٹھ کر جانے لگے تب بھی سلام کرے۔ اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ فائق نہیں ہے۔
(ابوداؤد، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اہل اسلام کی کون سی خصلت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کھانا کھلانا اور جاننے اور نہ جاننے والے کو سلام کرنا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جن میں مسلمان، یہودی، مشرکین اور بت پرست باہم بیٹھے ہوئے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے مجلس والوں کو سلام کیا۔
(بخاری و مسلم)

حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور کہا " السلام علیکم " رسول اللہ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ شخص بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس شخص کے لئے دس

نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا" اسلام علیکم ورحمۃ اللہ" آنحضرت ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا؛" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ " آنحضرت ﷺ اس کے سلام کا بھی جواب دیا اور جب وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہے۔ (بیہقی)

حضرت قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم اپنے گھروں میں گھسو تو گھر والوں کو سلام کرو، اور جب گھروں سے باہر نکلو تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ذریعہ رخصت کرو۔ (بیہقی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سلام کلام سے پہلے ہے (یعنی ملاقات کے وقت پہلے سلام کیا جائے اور اس کے بعد بات چیت شروع کی جائے) سلام کرنے سے پہلے بات چیت شروع کرنا اچھا نہیں ہے۔ (ترمذی)

مریض کی عیادت

حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے، جنازے کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو پھیلانے اور عام کرنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی (بے گناہ) کو رہا کرواؤ۔ (بخاری)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت کسی مریض کی مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے رہتے ہیں اور جنت میں اس کے لئے چنے ہوئے پھل کا حصہ ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا! اسلام قبول کر لے، اس نے اپنے باپ کو دیکھا جو اس کے پاس ہی تھا تو اس نے کہا کہ ابوالقاسم (ﷺ) کی بات مان لے۔ پس وہ مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچا لیا۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔

۱۔ سلام کا جواب دینا۔

۲۔ بیمار کی عیادت کرنا۔

۳۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔

۴۔ دعوت قبول کرنا۔

۵۔ چھینکنے والے کا جواب دینا۔
(بخاری ومسلم)

حضرت ثوبان ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان جو اپنے بیمار بھائی کی عیادت کرتا ہے تو گویا وہ بہشت کے میوے کھاتا ہے یہاں تک کہ وہ عیادت سے واپس نہ آجائے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ایک اعرابی (گنوار) کے پاس اس کی بیماری کا حال پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ کسی کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو اس سے فرماتے! کوئی ڈر نہیں (یعنی بیماری سے غم نہ کھاؤ اس لئے کہ) یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے اگر اللہ چاہے۔ چنانچہ آپ نے اس اعرابی سے یہی فرمایا! اس اعرابی نے کہا کہ ہرگز نہیں، بلکہ یہ بخار ہے جو بڑے بوڑھوں پر چڑھ آتا ہے اور اسے قبر کی زیارت کرا دیتا ہے (یعنی موت کے منہ میں پھینک دے گا)۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا! اچھا اگر تم یوں ہی سمجھتے ہو تو ایسا ہی ہے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا، آپ ﷺ اس پر داہنا ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے؛ اے لوگوں کے پروردگار! بیماری دور کردے اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کسی کی شفا ایسی نہیں جو بیماری دور کردے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام صائب ؓ کے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے وہ بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ ؓ کو کیا ہوا ہے کیوں کانپ رہی ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کرتی ہے۔ (مسلم)

حضرت عامر رامی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ بیماریوں کا ذکر فرما رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا! مومن جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے نجات دیتا ہے تو وہ بیماری نہ صرف اس

کے پچھلی گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے بلکہ آئندہ کے لئے باعث نصیحت بھی ہوتی ہے۔ (یعنی بیماری اسے متنبہ کر دیتی ہے اور وہ آئندہ گناہوں سے بچتا ہے)۔ جب منافق بیمار ہوتا ہے اور پھر اسے بیماری سے نجات دی جاتی ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جسے اس کے مالک نے باندھا اور پھر چھوڑ دیا، اونٹ نے یہ نہ جانا کہ مالک نے اسے کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا۔ یہ سن کر (محفل میں سے) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بیماری کیا چیز ہے؟ میں تو کبھی بھی بیمار نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہمارے پاس سے اٹھ کھڑے ہو، تم ہم میں سے نہیں۔

(ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مریض کی تین دن بعد عیادت کرتے تھے۔

(ابن ماجہ، بیہقی)

ایثاراور ہمدردی

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے!

وَالَّذِيۡنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالۡإِيۡمَانَ مِن قَبۡلِهِمۡ يُحِبُّونَ مَنۡ هَاجَرَ إِلَيۡهِمۡ وَلَا يَجِدُونَ فِيۡ صُدُورِهِمۡ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤۡثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفۡسِهِ فَأُوۡلَئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ O

(سورۃالحشر ۔ ۹)

اور(وہ مال) ان کے لئے بھی ہے جنھوں نے اس گھر(مدینہ) اورایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی جو ہجرت کر کےان کے پاس آتا ہے وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہیں پاتے اوران کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خودان کو شدید ضرورت ہو اور جس نے اپنے نفس کو حرص سے بچالیا، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَيُطۡعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسۡكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً O

(سورۃالدھر ۔ ۸)

وہ اللہ کی محبت میں مسکین اوریتیم اورقیدی کوکھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف (باری باری) پیغام بھیجا۔ پہلی بیوی نے جواب دیا! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا وہاں سے بھی پہلے کی طرح جواب آیا۔ حتیٰ کے تمام ازواجِ مطہرات نے یہ کہا کہ ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج کی رات کون اس کی مہمانی کرے گا؟ ایک انصاری صحابی نے کہا! یارسول اللہ ﷺ! میں ااس کی مہمان نوازی کے لئے تیار ہوں۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے اوراپنی بیوی سے کہا! رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا اور کہا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے۔ صحابی نے

کہا کہ بچوں کو کسی طرح سے بہلا کر سلا دو۔ جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو، مہمان کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے تو تم کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ کھانے بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا! تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تواضع اور نرمی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِيْنَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً ﴾

(سورۃ الفرقان ـ ۶۳)

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر تواضع سے چلتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے مزاج میں اور تمام امور میں تواضع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ O

(سورۃ الشعراء ـ ۲۱۵)

اور جو ایمان والے آپ (ﷺ) کے تابع ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِيْ اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَشَاءُ وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O

(سورۃ المائدہ ـ ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن کو

وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے، وہ مومنوں کے ساتھ نرم ہوں گے اور کافروں کے ساتھ سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمادے اور اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا علم والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **من تواضع اللّٰہ رفعه اللّٰہ**

یعنی جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بلندی عطا کرے گا۔

تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو حقیر سمجھے اور بڑائی اور تکبر سے بچے۔ اپنے نفس کو سچ مچ مٹانے کا عزم کرے۔ اس کا اصل مجاہدہ نفس ہے۔

تواضع صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اپنے آپ کو خاکسار، فقیر یا نیازمند کہے بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر تم کو کوئی حقیر یا کمتر کہہ کر بُرا بھلا کہے اور ذلیل کرے تو تم جوشِ انتقام میں بھڑک نہ جاؤ اور نفس کو یوں کہہ کر سمجھاؤ کہ واقعی میں ایسا ہی ہوں پھر غصہ کیوں کروں اور کسی شخص کو اپنی بُرائی کرتے ہوئے سن کر رنج و غم نہ ہو۔ تواضع کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ تعریف اور بُرائی کا ردعمل ایک جیسا ہو۔ تواضع میں جذب اور کشش کی خاصیت ہوتی ہے بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو۔

بعض اوقات شیطان تواضع میں بھی انسان کو گمراہ کر دیتا ہے اور اس کے اندر تکبر پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض اوقات تواضع اس طرح کرتا ہے کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ تواضع کے بعد اگر لوگ اس کی عزت و تعظیم نہ کریں تو برا مناتا ہے۔ اصلی اللہ والے اپنے کو اس تعظیم کا مستحق نہیں سمجھتے۔

حضرت عیاض بن حمارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ کوئی کسی کے مقابلہ میں فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔

(صحیح مسلم ۔ کتاب الجنۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! صدقہ کسی کے مال کو گھٹاتا نہیں ہے اور جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو کوئی اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم ۔ کتاب البر)

خواب

انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے اس کو " خواب " کہتے ہیں۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو دن بھر کی باتیں انسان کے دماغ اور ذہن پر چھائی ہوئی ہوتی ہیں وہ خواب کی شکل میں سوتے میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ دوسرا وہ خواب جو شیطانی اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کے برے اور ڈراؤنے خوب ہوتے ہیں۔ تیسری قسم رویاء صالحہ کہلاتی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں علم معرفت اور احسان کا نور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کے وہ جاگنے والوں کے دل علوم معرفت کی روشنی سے منور کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ چاہے وہ بیداری میں اور چاہے تو خواب میں معرفت کے علوم اور بصیرت کا نور عطا فرما دے۔ سونے والا خواب میں جن باتوں کا ادراک واحساس کرتا ہے اور جن چیزوں کا نور بصیرت دیکھتا ہے وہ دراصل وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کا اشارہ وعلامت ہوتا ہے اور یہی اشارہ وعلامت اس کی تعبیر کی بنیاد بنتا ہے۔ کبھی یہ اشارے غیر واضح ہوتے ہیں جس کو صرف عارفین اور معبر ہی سمجھ سکتے ہیں اور کبھی اتنا واضح ہوتا ہے کہ عام انسانی ذہن بھی اس کی مراد سمجھ لیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا علاوہ مبشرات کے، صحابہ کرام ؓ نے یہ سن کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! سچے خواب۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اچھا خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے درحقیقت مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرے صورت نہیں بن سکتا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے اپنے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حق دیکھا، یعنی اس کا خواب سچا ہے کہ اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو ناپسند ہو تو اس کو چاہیئے کہ بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اپنی کروٹ کو تبدیل کر لے جس پر وہ خواب دیکھنے کے وقت سویا ہوا تھا۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا سر کاٹ کرلایا گیا ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ خواب سن کر ہنس پڑے اور فرمایا! جب تم میں سے کسی شخص کے خواب میں اس کے ساتھ شیطان تماشہ کرے تو وہ اس خواب کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت ابوزرین عقیلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن کا (سچا) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور خواب کو جب تک بیان نہ کیا جائے وہ پرندے کے پاؤں میں رہتا ہے اور جب اس کو کسی کے سامنے بیان کردیا جاتا ہے تو وہ واقع ہوجاتا ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دانا اور دوست کے علاوہ کسی کے سامنے خواب نہیں بیان کرنا چاہئے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پچھلے پہر کا خواب سچا ہوتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بڑے بہتانوں میں سے ایک بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں سے وہ چیز دکھائے جو حقیقت میں آنکھوں نے نہیں دیکھی (یعنی جھوٹا خواب)۔ (بخاری)

چھینکنا اور جمائی لینا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ چھینکنے کو تو پسند کرتا ہے اور جمائی لینے کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص جب چھینکے تو اللہ کی تعریف کرے (الحمدللہ کہے) اس پر سننے والے ہر مسلمان کا حق ہے کہ وہ چھینکنے والے کے جواب میں " یرحمک اللہ " کہے۔ جمائی شیطان کے اثر سے ہوتی ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو روکنے کی کوشش کرے، جب کوئی شخص جمائی لیتے ہوئے منہ پھاڑتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لے کیونکہ شیطان اگر کسی کا منہ کھلا پاتا ہے تو اس میں گھس جاتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چھینکتے تھے تو اپنے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے یا کپڑے سے ڈھانک لیتے تھے اور چھینک کی آواز کو پست کرتے تھے۔ (ترمذی)

زبان کی حفاظت

انسان پر پروردگار کے بے شمار احسانات وانعامات ہیں ان میں ایک بڑا احسان " قوت گویائی " ہے۔ یعنی خالق کائنات نے انسان کو زبان کی شکل میں ایک انتہائی قیمتی نعمت عطا فرمائی ہے اور پھر اس زبان کے ذریعہ سے اسے بولنے کی قوت عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

خَلَقَ الْإِنسَانَ O عَلَّمَهُ الْبَيَانَ O (سورۃ الرحمان: ۴ ۔ ۳)

اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفّاً لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرحْمَنُ وَقَالَ صَوَاباً (38)

(سورۃ النباء ۔ ۳۸)

جس دن روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بات نہ کرے گا سوائے اس کے جسے رحمان تعالیٰ اجازت دیں گے اور وہ درست بات کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات انسان کی فطرت میں رکھی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے یا اس کی مدد کرے تو وہ شخص اپنے محسن کے بارے میں انتہائی احترام ومحبت کے جذبات رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی اور نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اس کا محسن اسے کسی کام کے لئے کہے تو وہ اسے منع کرتے ہوئے شرم محسوس کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو بہت قیمتی تحفہ یا انعام دے تو تحفہ یا انعام وصول کرنے والے شخص میں اتنی حیا ومروت تو ہوتی ہی ہے کہ وہ اس چیز کو اپنے محسن کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ یہ فطری بات معلوم ہونے کے بعد اگر ہم کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان جیسی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے جس سے وہ اپنی دکھ تکلیف، خواہشات وضروریات کا دوسروں پر اظہار کرتا ہے تو اس کو اس طریقہ سے استعمال کرے جس طرح کرنے کے لئے اس کے خالق ومالک نے ہدایت کی ہے۔ اس کی ہدایات وتعلیمات کے خلاف نہ کرے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کا سامان کرے۔ ایسی بات نہ بولے جس میں فتنہ وفساد ہو اس کی گفتگو میں دوسروں کے لئے خیر وعافیت، خوشی وسلامتی کا پیغام ہو۔

زبان کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا تاکید وتلقین کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً ﴾ (سورۃ البقرہ ۔ ۸۳)

لوگوں سے ہمیشہ خوش اخلاقی سے بات کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُواْ الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلإِنْسَانِ عَدُوّاً مُّبِيناً O (سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۵۳)

اور آپ (ﷺ) میرے بندوں سے فرمادیجئے کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہتر ہوں۔ بے شک شیطان لوگوں کے درمیان فساد برپا کرتا ہے، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيداً O (سورۃ الاحزاب ۔ ۷۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صحیح اور سیدھی بات کیا کرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ O (سورۃ ق ۔ ۱۸)

وہ منہ سے کوئی بات نہ کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے والا) تیار رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ہمیشہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے، بعض اوقات انسان اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے اگر چہ اس انسان کی نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مگر یہ بات اس کو جہنم میں جا گرنے کا سبب بنتی ہے۔(صحیح بخاری)

زبان کی اس قدر اہمیت اور اس کی نزاکت کے پیش نظر اسلامی آداب وتعلیمات کا علم ہونا ایک مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صفا پر تلبیہ پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے، اے زبان! اچھی بات کر اور

مزے کر یا خاموش رہ اور ندامت سے پہلے سلامتی میں رہ۔ ساتھیوں نے کہا کہ کیا یہ بات آپ ؓ اپنے طرف سے کہہ رہے ہیں یا آپ نے سنی ہے؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کی اکثر غلطیاں اس کی زبان سے سرزد ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس نے اپنی زبان قابو میں رکھی اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتے ہیں اور جو اپنے غصہ پر قابو رکھے اللہ تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں گے، اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگے اللہ تعالیٰ اس کی معافی کو قبول فرماتے ہیں۔

امام شعبی ؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے کہا کہ مجھ سے وہ بات بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہو تو حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اپنے رب کے ناپسندیدہ کام چھوڑ دے۔

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ ارشاد فرمایا! بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو اچھی بات کے سوا روکے رکھو۔

حضرت سلام بن مسکین ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن ؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے حق بات کہی یا خاموش رہا اور جو رات کو اٹھا اور تہجد پڑھی اور اپنی بیوی کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھایا۔

حضرت بشر بن عاصم ؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی سے نفرت کرتے ہیں جو اپنی زبان سے باتوں کو اس طرح گھیرتا ہے جیسے گائے زبان سے چارے کو سمیٹتی ہے۔

فضول اور بلاضرورت گفتگو ناپسندیدہ عادات میں شمار ہوتی ہے اور یہ مومن کی شان کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انسان کے لئے بہتر مسلمان ہونے کی علامات میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ ہر اس چیز سے کنارہ کشی اختیار کرے جس کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔ اللہ کے ذکر کے سوا دوسری باتیں ضرورت سے زیادہ نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر کے سوا کثرتِ کلام سے دل سخت ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت سے سب سے زیادہ دور اور محروم وہی شخص رہتا ہے جس کا دل سخت ہو۔

(جامع ترمذی)

بلاضرورت اپنے گھر سے باہر گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنے سے پرہیز کیا جائے۔ گناہوں سے بچنے کے باوجود اگر فطری انسانی کمزوری کے باعث کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر خوش ہونے یا اصرار کرنے کے بجائے جلد از جلد خلوصِ دل سے توبہ استغفار کیا جائے۔

کثرت کلام انسان کی ناپختگی اور نا سمجھی کی دلیل ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے یہ عادت انسان کے لئے کسی بھی وقت کسی بڑی آفت ومصیبت کا سبب بن سکتی ہے، جبکہ اس کے برعکس خاموشی اور کم گوئی عقلمندی اور سمجھداری کی نشانی ہے اس میں عافیت وسلامتی کا راز پوشیدہ ہے۔ قول مشہور ہے کہ " جب انسان کی عقل پختہ ہو جاتی ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے " ۔

ایک مشہور قول ہے کہ جو شخص خاموش رہا وہی سلامت رہا اور جو سلامت رہا اسی نے نجات پائی۔ قول ہے کہ انسان کی گفتگو چاندی کی طرح قیمتی ہے اور اس کی خاموشی سونے کی طرح قیمتی ہے۔ جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آ سکتا، بندوق کی گولی نکلنے کے بعد واپس نہیں ہوسکتی اسی طرح زبان سے ایک بات نکل گئی تو وہ بھی واپس نہیں ہوسکتی۔ یہ بات انسان کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ اپنی زبان سے کوئی بھی لفظ ادا کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بات اس کے اپنے لئے یا دوسروں کے لئے شر ونقصان کا باعث بن جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ انسان کو خاموش رہنے پر شرمندگی ہو بلکہ ایسے موقع بار بار آتے ہیں کہ کوئی بات بولنے پر ندامت وحسرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کسی کو دنیا و آخرت میں عافیت، سلامتی اور نجات مطلوب ہے اس کو فضول گفتگو سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے۔

باہمی ہنسی مزاق اگر ایک معقول حد کے اندر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ اس موقع پر شرعی آداب کو ملحوظ رکھا جائے۔ مثلاً ہنسی مذاق میں مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے اجتناب کیا جائے۔ کسی ایسی بات سے گریز کیا جائے جس سے کسی کی دل آزاری کا اندیشہ ہو۔ مومن کی یہ شان ہے کہ وہ باوقار وحیادار ہو، حد سے زیادہ ہنسی مذاق اس کے وقار کے منافی ہے۔ ضرورت سے زیادہ اور بے موقع ہنسی مذاق میں بعض اوقات زبان سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے کہ کہنے والے کو اس کی نزاکت کا احساس نہیں ہوتا لیکن وہی بات مخاطب کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو جاتی ہے جس سے تعلقات میں خوشگواری کے بجائے تلخی اور کشیدگی کا عنصر نمایاں ہونے لگتا ہے اور باہمی نفرت وعداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

مشہور قول ہے کہ خنجر کا زخم تو بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ باہمی ہنسی مذاق اور کھیل کود میں بعض اوقات ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے جس کی وجہ سے صورتحال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے، قہقہوں اور

مسکراہٹوں سے بھرپور محفل دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کے میدان کا نقشہ پیش کرنے لگتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر ؓ نے ایک بار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا! یارسول اللہ! ہر قسم کی آفتوں اور پریشانیوں سے سلامتی اور نجات حاصل کرنے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی جائے؟

آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا! اپنی زبان کو سنبھال کر رکھو، تمہیں تمہارا گھر کافی ہو جائے (یعنی فضول بازاروں اور گلیوں میں نہ گھومو)، اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ (جامع ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔ (صحیح بخاری)

امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ ہر مکلّف انسان کو چاہئے کہ ہر قسم کے غلط کلام سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ صرف مصلحت آمیز بات چیت کرے، جب کلام کرنا مناسب ہو تو بولے اور جب کلام ترک کرنا مناسب ہو تو خاموش رہے۔ غلط بات چیت میں رک جانا مسنون ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی مباح کلام حرام تک لے جاتا ہے اور یہ مکروہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ بے کار باتوں کو ترک کر دے۔

کسی مسلمان کو بے کار لفظ بھی منہ سے نہیں نکالنا چاہئے اور اپنی زبان کی ہر وقت حفاظت کرنی چاہئے۔ صرف وہ کلام کرے جو نفع بخش ہو یا جس میں نفع کی امید ہو اور دین و دنیا کے لئے فائدہ مند ہو۔ جب بھی بات کرے تو یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اس میں کوئی نفع یا فائدہ ہے اور اگر نفع نہ ہو روبات کرنے سے رک جائے۔ اگر نفع ہو پھر بھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس سے کوئی ایسی بات تو نہیں ہو رہی جس سے کسی دوسرے کا نفع متاثر ہو رہا ہو۔ اگر کسی دوسرے کے نفع کو نقصان پہنچ رہا ہو تو اس بات کو ترک کر دے۔

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آدمی کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو اور دل سیدھا نہیں ہوسکتا جب تک اس کے زبان سیدھی نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کے ہمسائے اس کی ایذا سے محفوظ نہ ہوں۔

حضرت فضیل بن عیاض ؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حج، جہاد فی سبیل اللہ اور دینی کوشش زبان کو قابو میں رکھنے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ اگر زبان کو چھوڑ کر رکھو گے تو شدید غم میں مبتلا ہو گے، مومن کی قید یہی ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور زبان کو قابو میں رکھنا سب سے مشکل کام ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا! کلام چار قسم کے ہوتے ہیں:

۱۔ جس میں تمہیں فائدے کی امید ہوتی ہے اور نقصان کا خوف ہوتا ہے۔ ایسے کلام سے خاموش رہنے میں بہتری اور سلامتی ہے۔

۲۔ وہ کلام جس میں تمہیں نہ کوئی فائدے کی امید ہو اور نہ نقصان کو خوف ہو، ایسا کلام چھوڑنے میں کچھ وقتی شرم ساری ہو سکتی ہے۔

۳۔ ایسا کلام جس میں تمہیں نفع کی امید ہو اور نقصان کا اندیشہ نہ ہو، یہ وہ کلام ہے جس کا پھیلانا تم پر واجب ہے۔

۴۔ وہ کلام جس میں نفع کی امید نہ ہو اور نقصان کا اندیشہ ہو ایسے کلام کو چھوڑ دینا واجب ہے۔

حضرت ربیع بن خیثمؒ فرماتے ہیں کہ کسی انسان کے کلام میں بالکل بھلائی نہیں مگر نو چیزیں ایسی ہیں جن میں بھلائی ہی بھلائی ہے:

۱۔ لا الہ الا اللہ کہنا۔

۲۔ اللہ اکبر کہنا۔

۳۔ سبحان اللہ کہنا۔

۴۔ الحمد للہ کہنا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرنا۔

۶۔ برائی سے بچنا۔

۷۔ امر بالمعروف کرنا اور اس کا حکم دینا۔

۸۔ کسی دوسرے کو برائی کرنے سے روکنا۔

۹۔ قرآن کریم پڑھنا۔

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا فتنہ یہ ہے کہ وہ سننے سے زیادہ سنانے کو محبوب رکھتے ہیں، اگر ضرورت کے مطابق بات کر چکا ہو پھر بھی بولنے کو جی چاہے اور یہ فتنہ اس لئے ہے کہ سننے میں سلامتی ہے، سننے سے علم میں

اضافہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ سننے والا بات کرنے والے کے کلام میں شریک ہونے لگتا ہے، آنکھ سے اشارے کرتا ہے، بنتا سنورتا ہے، اس کی بات کو بڑھاتا ہے یا کاٹتا ہے۔ ہاں بعض اہل علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس فتنہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

حضرت زید بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت کسی انسان کے منہ سے برائی کی ایک ایسی بات نکلتی ہے کہ اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا ہے تو ایک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ قاصد اس کو لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے برائی کا ارداہ نہیں کیا بلکہ ایسے ہی بے مقصد کہہ دی تو اس وقت دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتے سے کہتا ہے کہ لکھنے میں جلدی نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرلے، سو اگر وہ استغفار کرتا ہے تو وہ بری بات اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھی جاتی بلکہ اس کے استغفار کی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

☆ رسول کریم ﷺ نے فرمایا! جسم کا ہر عضو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔ (شعب الایمان)

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہمیں ایسا عمل بتائیں کہ جس کے ذریعہ ہم جنت میں داخل ہوجائیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ کبھی بھی گفتگو نہ کرو۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے نہیں ہوسکتا تو آپؑ نے فرمایا کہ صرف بھلائی کی بات کرو۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے دس اجزاء ہیں ان میں نو خاموشی اور ایک لوگوں سے دور بھاگنا ہے۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا! اگر گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونے سے کم نہیں۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت لقمان حکیمؒ سے پوچھا گیا کہ حکمت کیا ہے؟ فرمایا کہ جس بات کا علم ہوجائے وہ نہیں پوچھنا اور بے مقصد بات نہیں کرنا۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے منہ میں کنکریاں رکھتے تھے اور گفتگو سے حتیٰ الامکان پرہیز کرتے تھے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے کہ یہی مجھے مختلف (نامناسب) مقامات پر لے گئی ہے۔

☆ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا کہ اپنی زبان مبارک کو ہاتھ سے کھینچ رہے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا! اے خلیفۃ الرسول یہ آپؓ کیا کررہے ہیں۔ جواباً فرمایا کہ یہی مجھے کئی مشکل مقامات پر لے جاتی ہے۔

وسوسہ

نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونے کو وسوسہ کہتے ہیں۔ وہ بات چاہے کفر و شرک کی ہو یا کوئی گناہ کی ہو۔ دل میں خود بخود پیدا ہونے والے اچھے تصورات کو الہام کہتے ہیں۔ وسوسے دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک بے اختیاری اور دوسرا اختیاری۔ بے اختیاری اس کو کہتے ہیں کہ وہ وسوسہ بے اختیاری طور پر دل میں پیدا ہونے لگے اور نفس اس پر کام کرنا شروع کر دے۔ اگر کوئی گناہ کا کام کا خیال دل میں پیدا ہو تو چاہیے کہ اسے جھٹک دے۔ بعض اوقات ایسا خیال جھٹکنے سے بھی نہیں نکلتا انسان اس گناہ کے تصور میں بھی لذّت محسوس کرتا ہے۔ گناہوں کا تعلق عقائد سے بھی ہوتا ہے اور کردار سے بھی ہوتا ہے۔ جب تک عملی طور پر کچھ نہیں کرتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اس خیال کو دل و دماغ سے نکالنے کے لئے کوشش کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ثواب رکھا ہے۔ اس خیال کی وجہ سے اگر طبیعت میں پریشانی اور غم پیدا ہوتا ہے تو نفس کے اس حملہ کو آسانی سے قابو کیا جا سکتا ہے۔

وسوسہ کی دوسری قسم اختیاری ہے۔ اس قسم میں جب کبھی کسی گناہ کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے تو انسان اس کو جھٹکنے کے بجائے اس سے لذّت حاصل کرنے لگتا ہے۔ اور اسی کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ یہ بھی گناہ نہیں ہے جب تک کہ اس پر عمل نہ کرلے۔ لیکن گناہ کے خیال کو دل میں روکے رکھنا انتہائی خطرناک ہوتا ہے کیونکہ یہی خیال پھر گناہ کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے کہ پھر نفس اس کو مختلف رستے دکھلاتا ہے اور اس کو کرنے کی تاویلیں پیش کرتا ہے اور اس گناہ کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ کچھ گناہ کا تعلق عقیدے سے ہوتا ہے مثلاً شرک، کفر، نفاق، کینہ، حسد، تکبر وغیرہ اور کچھ گناہ کا تعلق اعضاء سے ہوتا ہے مثلاً زنا، چوری، نشہ، حرام کھانا وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے اس وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، وہ جب تک ان وسوسوں پر عمل نہ کرلیں اور ان کو زبان پر نہ لائیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ پھر وہ یوں کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب نوبت یہاں تک آجائے تو اس کو چاہئے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس سلسلہ کو ختم کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم اپنے دلوں میں بعض ایسی باتیں (وسوسے) پاتے ہیں جن کا زبان پر لانا ہم برا سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو کہ جب وسوسہ تمہارے دل کے اندر پیدا ہو تو تمہارا دل اس کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو زبان پر لانا برا سمجھتے ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا! جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ کھلا ہوا ایمان ہے۔(مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ ایک ہمزاد جنوں (شیطانوں) میں سے اور ایک ہمزاد فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا؛ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے مجھ کو اس کا مقابلہ کرنے میں مدد دے رکھی ہے اس لئے میں (اس کے مکروفریب اور اس کی گمراہی) سے محفوظ رہتا ہوں، بلکہ یہاں تک کہ وہ مجھے بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انسان کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جیسے رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

الہام اور وسوسہ میں فرق:

تاریخ کے دو بزرگوں کا سچا واقعہ۔

حضرت شیخ ابوسعیدؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نیشاپور سے طوس تشریف لے جارہے تھے۔ شیخ ابومسلم فارسیؒ آپ کے ہمراہ تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ ابومسلمؒ کو خیال آیا کہ اپنے کمر کی پٹی کو دو ٹکڑے کر کے حضرت شیخ ابوسعیدؒ کے پاؤں پر لپیٹ دوں تاکہ وہ سردی سے محفوظ ہوجائیں۔ مگر دوسرے ہی لمحہ نفس نے مخالفت کی اور جواز پیش کیا کہ یہ بڑی قیمتی ہے اس لئے وہ اپنے خیال پر عمل کرنے سے رکے رہے۔ ایک روز طوس میں علمی محفل جمی ہوئی تھی۔ شیخ ابومسلم فارسیؒ نے عرض کیا! یا شیخ! وساوسِ شیطانی اور الہام میں کیا فرق ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا! الہام وہ ہے جس میں تمہیں کہا گیا کہ کمر کی پٹی کاٹ کر میرے پیروں کو سردی سے محفوظ کرو اور شیطانی وسوسہ وہ تھا جس نے تمہیں اس کام سے روکا۔ (قصص الاولیاء)

موت کو یاد رکھنا اور آرزوئیں کم رکھنا

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُورِ (185)

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۸۵)

ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو جو شخص جہنم کی آگ سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا تو وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی کو دھوکہ کا سامان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (34)

(سورۃ لقمان ۔۳۴)

اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ وہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا، اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی، بے شک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (9)وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ الصَّالِحِينَ (10)وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْساً إِذَا جَاء أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (11)

(سورۃ المنافقون: ۹ ۔ ۱۱)

مومنوں! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں، اور جو ایسا کریں گے وہ خسارہ اٹھانے والے ہوں گے، اور جو مال ہم نے تم کو دیا اس میں سے اس وقت سے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی

کوموت آ جائے تو وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا، اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَآبَّةٍ وَلَكِن يُؤَخِّرُهُمْ إلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَإِذَا جَاء أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ (61)

((سورۃ النحل۔۶۱)

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین میں نہ چھوڑے گا لیکن اس کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دیئے جاتا ہے، اور جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

حَتَّى إِذَا جَاء أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (99)لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (100) فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءلُونَ (101)فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (102)وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ (103)تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (104) أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ (105)قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْماً ضَالِّينَ (106)رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ (107)قَالَ اخْسَؤُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ (108)إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ (109)فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيّاً حَتَّى أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ (110)إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا

صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ (111)قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ (112) قَالُوا لَبِثْنَا يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ (113)قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلاً لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (114)أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثاً وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (115) (سورۃ المومنون: ۹۹ ـ ۱۱۵)

(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں کسی کے پاس موت آجائے گی تو وہ کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں بھیج دے تا کہ میں اس میں جسے چھوڑ کر آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں، یہ ایسی بات ہے کہ وہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہوگا (لیکن اس کے ساتھ اس کا عمل نہیں ہوگا) اور اس کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ اس دن تک (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے رہیں گے۔ پھر جب سور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں ہوں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ تو جن کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا ہے، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگ ان کے منہ کو جھلسا دے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھائے ہوئے ہوں گے۔ کیا تم کو میری آیات پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، تم اس کو سنتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور ہم راستہ سے بھٹک گئے تھے۔

اے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال دے، اور اگر ہم پھر ایسے کام کریں تو ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے، تو تم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے پیچھے میری یاد بھی بھول گئے اور تم (ہمیشہ) ان سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ آج میں نے ان کو ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہ کامیاب ہوگئے۔ اللہ پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ اللہ فرمائے گا کہ ہاں تم بہت کم رہے، کاش تم جان لیتے۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ (16) (سورۃالحدید ۔ ۱۶)

کیا ابھی تک مومنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور قرآن جو برحق کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں، پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ کیا تم نہ بھلا دینے والی ناداری کا انتظار کر رہے ہو؟ یا سرکش کر دینے والی دولت کا یا بگاڑ دینے والی بیماری کا؟ یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا یا تیزی سے آنے والی موت کا؟ یا دجال کا؟ پس وہ تو ایک بدترین چیز ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت؟ پس قیامت تو نہایت دہشت ناک اور تلخ ہے۔ (ترمذی)

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ جب لوگ قبرستان جاتے تو آپ ﷺ ان کو یہ دعا سکھاتے تھے:

السلام علیکم اهل دیار من المومنین و مسلمین و انا ان شاء الله بکم للاحقون اسئال الله لنا و لکم العافية

اے مومنوں اور مسلمانوں کی بستی والو! تم پر سلام ہو اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہیں ملنے والے ہیں، میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے، اگر وہ نیک ہے تو نیکیوں میں بڑھ جائے گا اور اگر وہ بدکار ہے تو شاید اسے توبہ کا موقع مل جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں کچھ بولنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ کرنے کی تلقین کرتیں۔ کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انہیں اس کا اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے (کہ اسے ان کا فیض پہنچتا رہتا ہے) ایک صدقہ جاریہ، یا وہ علم جس کا بعد میں فائدہ اٹھایا جارہا ہو یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس مسلمان کے تین بچے بالغ ہونے سے قبل فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ان بچوں پر اپنی رحمت کی برکت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لئے آگ پر سے گزرے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اگر وہ شخص نیکوکار ہے تو ہوسکتا ہے اس کے نیک عملوں میں زیادتی ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو اسے توبہ کی توفیق مل جائے اور وہ لوگوں کے حق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرلے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا کی لذتوں کو کھو دینے والی چیز کو جو موت ہے کثرت سے یاد کرو۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مؤمن کا تحفہ موت ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبید اللہ بن خالدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ناگہانی موت اللہ کے غضب کی پکڑ ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ غضب کی پکڑ کافر کے لئے ہے اور مؤمن کے لئے رحمت ہے۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا! دنیا میں اس طرح رہو جیسا کہ پردیسی اور راستہ چلتا مسافر اور (رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اور تعلیم کا یہ اثر تھا کہ اپنے نفس کو یا دوسروں کو مخاطب کر کے) ابن عمروؓ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ جب شام آئے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور تندرستی کی حالت میں بیماری کے لئے اوا اپنے زندگی میں موت کے لئے کچھ کمائی کرلو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگو! موت کو یاد کرو اور یاد رکھو کہ موت دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

میت کو نہلانا اور کفنانا

حضرت ابورافع اسلم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی میت کو غسل دے (اور وہ اس میں کوئی عیب دیکھے) تو وہ اس کی پردہ پوشی کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف کرے گا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ام عطیہ ؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے جب کہ ہم آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب ؓ کو ان کی وفات کے بعد نہلا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ اور اگر مناسب سمجھو تو بیری کے پتوں سے پانی میں جوش دے کر اس پانی سے نہلاؤ (کیونکہ بیری کے پتوں سے جوش دئے پانی سے بہت زیادہ پاکی اور صفائی حاصل ہوتی ہے) اور آخری مرتبہ میں کافور پانی میں ملا لینا۔ جب آپ نہلانے سے فارغ ہو تو مجھے اطلاع کرنا۔ چنانچہ جب ہم فارغ ہوئے تو آنحضرت کو خبر دی گئی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہ بند ہماری طرف بڑھا دیا اور فرمایا کہ اسے کفن میں ایسے رکھو کہ یہ بدن سے لگا رہے۔ (بخاری و مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تین کپڑوں میں کفنائے گئے جو سفید یمنی اور سحول کی بنی ہوئی روئی کے تھے، نہ ان میں کرتا تھا اور نہ پگڑی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ وہ تمہارے لئے بہترین کپڑے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کپڑوں میں کفناؤ۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

غسل میت کا طریقہ:

میت کے نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے میت کا استنجا کرایا جائے لیکن رانوں اور استنجے کی جگہ غسل دینے والا ہاتھ نہ لگائے اور نہ اس پر نگاہ ڈالے بلکہ اپنے ہاتھ پر کوئی کپڑا لپیٹ کر جو کپڑا ناف سے زانوں تک پڑا ہے اس کے اندر سے دھلائے، پھر اسے وضو کرایا جائے لیکن نہ تو کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹے تک ہاتھ دھوئے جائیں۔ بلکہ منہ دھلایا جائے پھر ہاتھ کہنی سمیت، پھر سر کا مسح، پھر دونوں پیر۔ تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں اور مسوڑوں، اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے۔ اگر میت کو غسل کی حاجت تھی یا عورت حیض یا نفاس میں مر جائے تو اس کے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ میت کے ناک، منہ اور کانوں میں روئی بھر دی جائے تا کہ وضو کراتے اور غسل دیتے وقت پانی اندر نہ چلا جائے۔

اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر بٹھا دیا جائے اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ مسلا اور دبایا جائے اگر پیٹ سے کوئی پاخانہ وغیرہ نکلے تو اسے پونچھ کر دھو دیا جائے لیکن صفائی کے بعد دوبارہ وضو یا غسل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور پڑا ہوا پانی سر سے پیر تک تین مرتبہ ڈالا جائے۔ اگر بیری کے پتے اور کافور دستیاب نہ ہو تو سادہ نیم گرم پانی کافی ہے۔ اسی سے اس طرح تین دفعہ نہلایا جائے۔ نہلانے کے بعد ساری بدن کو کپڑے سے پونچھ دیا جائے اور پھر اس کے سر اور داڑھی پر عطر لگایا جائے اور ماتھے تک ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیا جائے، میت کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے اور نہ بال یا ناخن کاٹے جائیں۔ اسی طرح اگر اس کی ختنہ نہیں ہوئی تھی تو ختنہ نہ کی جائے۔ ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر کفنا دیا جائے۔ (مظاہر حق جدید)

مسنون کفن

مردے کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔

۱۔ کفنی یعنی کرتا جو کندھوں سے پیروں تک ہو۔

۲۔ ازار۔ سر سے پاؤں تک کی چادر۔

۳۔ لفافہ۔ یعنی چادر۔ لفافہ ازار سے ایک ہاتھ بڑی چادر ہوتی ہے۔

عورت کی میت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے:

۱۔ کفنی ۔ یعنی کرتا جو کندھوں سے پیروں تک ہو۔

۲۔ اوڑھنی یعنی سفید سر بند۔ تین ہاتھ لمبا ہونا چاہیئے۔

۳۔ ازار ۔ سر سے پاؤں تک کی چادر۔

۴۔ لفافہ یعنی چادر ۔ لفافہ ازار سے ایک ہاتھ بڑی چادر ہوتی ہے۔

۵۔ سینہ بند۔ بغل کے نیچے کے حصے سے لے کر گھٹنوں تک چوڑا اور اتنا لمبا ہونا چاہیئے کہ بندھ جائے۔

کفنانے کا طریقہ:

کفنانے سے پہلے تین، پانچ یا سات مرتبہ خوشبو کی دھونی دینی چاہئے، پھر میت کو اگر وہ مرد ہے اس طریقہ سے کفنایا جائے تو سب سے پہلے لفافہ (چادر) بچھائی جائے، اس کے اوپر ازار اور اس کے اوپر کفنی۔ میت کے دونوں ہاتھ سینے پر نہ رکھے جائیں بلکہ دونوں ہاتھ پھیلا دئے جائیں اور پھر ازار لپیٹ دیا جائے، پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف پھر چادر لپیٹی جائے پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔

عورت کے کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کفنی (چادر) اور ازار بچھا کر اس پر کرتہ رکھا جائے اور میت کو اس پر لے جا کر پہلے کرتہ پہنایا جائے اور سر کے بالوں کو دو حصوں میں کر کے کرتہ کے اوپر سینہ پر ڈال دیا جائے ایک حصہ دائیں طرف اور دوسرا حصہ بائیں طرف ہو۔ اس کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈالا جائے اور اسے نہ باندھا جائے اور نہ لپیٹا جائے، پھر اس کے اوپر ازار اور اس کے بعد لفافہ۔ اسی ترتیب سے پہلے بائیں طرف سے اور پھر دائیں طرف سے لپیٹ دی جائے اور پھر سب سے اوپر سینہ بند لپیٹا جائے۔ کفن کے کپڑے لپیٹنے کے بعد کسی دھجی سے سر اور پیروں کی طرف سے کفن باندھ دیا جائے۔ ایک بند سے کمر کے پاس بھی باندھ دینا چاہئے تا کہ راستے میں کہیں کفن کھل نہ جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی تکفین:

بقول ابن اسحٰق کے غسل سے فارغ ہو کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیض اور عمامہ نہ تھا، جس لباس میں غسل دیا گیا تھا وہ اتار لیا تھا۔

(بیہقی، البدایہ والنہایہ)

جنازے کا بیان

جنازے کے ساتھ پیدل چلنا اور سواری پر جانا دونوں جائز ہیں۔ اگر کوئی شخص جنازے کے ساتھ سواری یا پیدل چلے تو اس کو جنازے کے پیچھے چلنا چاہیئے، آگے چلنا بھی جائز ہے۔ جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو باقی کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر میت والی بستی میں کوئی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھے گا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

جنازے کی نماز کے لئے تین شرائط ہوتی ہیں:

(۱) میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

(۲) طہارتِ میت۔ یعنی میت کو غسل دیا گیا ہو۔

(۳) جنازے کا نمازیوں کے آگے رکھا ہونا چاہیئے۔

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور سواری پر بیٹھ کر بھی نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص جنازے میں حاضر ہوا یہاں تک کہ اس نے نماز جنازہ پڑھی، اس کے لئے ایک قیراط اجر ہے اور جو اس کے دفن تک موجود رہے اس کے لئے دو قیراط اجر ہے۔ دریافت کیا گیا کہ دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ام عطیہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مسلمان آدمی مر جائے اور اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی مغفرت کی سفارش قبول فرماتا ہے۔ (مسلم)

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی ؓ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ ؓ جب جنازے کی نماز پڑھنے لگتے اور لوگوں کا مجمع تھوڑا سمجھتے تو ان کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے پھر فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اس پر جنت واجب ہوگئی۔ (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا تو انہوں نے اس کو اچھے الفاظ میں مرحوم کی تعریف کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے پوچھا! کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! یہ شخص جس کی تم نے اچھے الفاظ میں تعریف کی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور یہ شخص جس کے بارے تم نے برے الفاظ کہے اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مردے کو برا مت کہو اس لئے کہ انہوں نے جو آگے بھیجا تھا اس کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اپنے مرے ہوئے لوگوں کی نیکیاں ہی ذکر کیا کرو اور ان کی برائی کے ذکر سے بچتے رہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مُردوں کی نیکیوں کا ذکر کرنے کا جو حکم دیا جا رہا ہے وہ نصیحت کے لئے ہے لیکن ان کی برائی سے بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو واجب کا درجہ رکھتا ہے یعنی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ کسی مرے ہوئے مسلمان بھائی کی برائی نہ کرے اور اس فعل سے خوب بچ کر رہے۔ مرے ہوئے لوگوں کی غیبت زندہ لوگوں کی غیبت کرنے سے کہیں گنا بدتر ہے، کیونکہ زندہ لوگوں سے امید کی جا سکتی ہے کہ کبھی اس سے معافی مانگ لی جائے لیکن یہ مردہ لوگوں کے ساتھ ممکن نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ:

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ منگل کے روز جب لوگ آپ (ﷺ) کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا گیا۔ پھر ایک گروہ حجرہ شریف میں جاتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر واپس آجاتا تھا، کوئی امامت نہیں کرتا تھا۔ جب مرد فارغ ہو جاتے تو عورتیں گئیں اور ان کے بعد لڑکے گئے۔ (ابن ماجہ)

میت کو دفن کرنا

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے آگے بڑھاؤ گے اور اگر اس کے برعکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار کر رکھ دو گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو لوگوں سے کہتا ہے ہائے ہلاکت و بربادی؛ تم کہاں لے کر جا رہے ہو۔ اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو یقیناً بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری)

حضرت سفیان تمار ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر کو دیکھا جو اونٹ کی کوہان کی طرح تھی۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! " لحد " یعنی بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور صندوقی قبر " شق " دوسروں کے لئے ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ان سے ایک شخص ملا اور کہنے لگا کہ میرا چھوٹا بچہ مر گیا جس کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوں۔ کیا آپ ؓ نے اپنے دوست (یعنی رسول اللہ ﷺ) سے کہ ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں کوئی ایسی بات بھی سنی ہے جو ہمارے مردوں (فوت شدہ بچوں) کی طرف سے ہمارے دلوں کو خوش کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں دریا کے جانوروں کی طرح ہوں گے، جب ان میں سے کسی کا باپ اسے ملے گا تو وہ بچہ اپنے باپ کے کپڑے کا کونہ پکڑ لے گا اور اسے اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ اپنے باپ کو جنت میں داخل نہ کرا دے گا۔ (مسلم، مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کی تدفین:

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عکرمہ ؓ سے روایتیں ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال

پیر کے دن ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو کی گئی۔

یہ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہاں دفن کیا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کی روح قبض کی جاتی ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرش کو جس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا تھا۔ اٹھا دیا اور اسی جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر بنادی۔ قبر بغلی کھودی گئی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو بھی نماز جنازہ انفرادی طور پر پڑھی گئی۔ (موطا امام مالک)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شدید علالت اور پھر انتقال کی خبر سن کر حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آ گئے تھے اور فوجی علم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر نصب کر دیا تھا۔

حضرت ابوطلحہ زید بن سہیل انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لحد تیار کی تھی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے دونوں صاحبزادوںؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لحد مبارک میں اتارا۔ (البدایہ والنہایہ)

قبر ۔ سیدھی قبر گہری کر کے بنائی جاتی ہے۔

لحد ۔ پہلے سیدھی قبر کھود کر پھر بغلی زمین سے قبر بناتے ہیں

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر پر پانی چھڑکا گیا تھا اور وہ شخص کہ جنہوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا تھا حضرت بلال بن رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے، چنانچہ انہوں نے مشک لے کر سر کی طرف سے قبر پر پانی چھڑکنا شروع کیا اور پاؤں تک چھڑکتے ہوئے لے گئے۔

میّت پر نوحہ کرنا، چہرہ پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور ماتم کی ممانعت کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (نوحہ کرتے ہوئے) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے دعوے کرے۔ (صحیح بخاری)

کسی عزیز و رشتہ دار، دوست یا متعلق شخص کی دائمی جدائی پر رنج و غم اور حسرت و افسوس کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ مرنے والا جتنا زیادہ قریبی اور عزیز ہوگا رنج اور غم اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی عزیز کا انتقال ہو جائے اس پر دل روئے نہیں اور آنکھ آنسو نہ بہائے اور چہرہ رنج و غم کی علامت نہ بن جائے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس موقع پر جو بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اس کے لئے اپنی امتیوں کو مفید ہدایت بیان فرمائی ہے۔ (مظاہر حق)

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نوحہ کرنا، میت کی عمدہ خصلتوں کو رو رو کر بیان کرنا۔ چلّا چلّا کے رونا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان پھاڑنا، بالوں کو بکھیرنا، مونڈنا اور نوچنا، منہ کالا کرنا، سر پر مٹی ڈالنا، ایسی اور تمام چیزیں جو بے صبری پر دلالت کریں حرام ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤدؒ)

رسول کریم ﷺ تعزیت کے لئے یہ الفاظ ارشاد فرماتے تھے: جو چیز بھی ہے اللہ کی ملکیت ہے اور جو اس نے لے لی وہ بھی اسی کی ملکیت ہے اور جو اس نے دے رکھی ہے اور اس نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے کے عزیز و محبوب کو کو اہل دنیا سے اٹھا لیتا ہوں اور وہ بندہ اس سے ثواب کا طلب گار ہوتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) تو میرے پاس اس کے لئے جنت سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔ (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مؤمن کا عجب حال ہے اگر اسے راحت اور بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تب بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور صبر کرتا ہے۔ لہٰذا مومن کو اس کے ہر کام پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ وہ لقمہ اٹھا کر بیوی کے منہ میں دیتا ہے (اس پر بھی ثواب ملتا ہے)۔ (بیہقی)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب کسی بندہ مومن کا کوئی بچہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی۔ وہ عرض کرتے ہیں؛ جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا۔ وہ عرض کرتے ہیں؛ جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ (اس حادثہ پر) میرے بندے نے کیا کیا؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اس نے تیری تعریف کی اور " انا للّٰہ و انا الیہ راجعون " پڑھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک بڑا گھر بنادو اور اس کا نام " بیت الحمد " رکھ دو۔ (مسند احمد، ترمذی)

حضرت مغیرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس میت کے لئے نوحہ کیا جاتا ہے اسے قیامت کے دن نوحہ کیا جانے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

قبروں کی زیارت

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا مگراب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو۔ اسے طرح قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھ کر کھانے سے منع کیا تھا اب تم جب تک چاہو اسے رکھ کر کھا سکتے ہو۔ (مسلم)

زیارت قبور کی قسمیں:

۱۔ محض موت کو یاد کرنے اور آخرت کی طرف توجہ کرنے کے لئے، اس مقصد کے تحت صرف قبروں کو دیکھ لینا کافی ہے خواہ قبر کسی کی بھی ہو، یہ ضروری نہیں کہ صاحب قبر کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون تھا اور کیسا تھا۔

۲۔ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے لئے۔ یہ ہر مسلمان کے لئے مسنون ہے۔

۳۔ حصول برکت اور سعادت کی خاطر کسی خاص مقصد کے تحت اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جاتی ہے کیونکہ عالم برزخ میں بزرگان دین اولیاء اللہ کے تصرفات اور ان کی برکتیں بے شمار ہیں۔

۴۔ عزیز، رشتہ دار اور دوست کی قبر پر ایصال ثواب کے لئے تاکہ ان کا حق ادا کیا جاسکے۔

حضرت ابونعیمؒ سے حدیث منقول ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت جمعہ کے روز کرے تو اس کا یہ فعل (ثواب کے لحاظ سے) حج کے برابر ہوتا ہے۔

۵۔ دینی اخوت اور محبت اور مہربانی کے تحت۔ حدیث میں منقول ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی کسی مومن بھائی کی قبر پر گزرتا ہے تو وہاں سلام اور دعائے مغفرت پیش کرتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

قبروں پر جانے کے آداب واحکام:

۱۔ جو شخص دعائے مغفرت کی خاطر کسی قبر پر جائے تو وہاں صاحب قبر کے منہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ منہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو۔

۲۔ قبر پر پہنچ کر صاحب قبر کو سلام پیش کرے۔

۳۔ قبر کو ہاتھ نہ لگائے۔

۴۔ قبر کو چومے نہیں۔

۵۔ قبر کے سامنے نہ تعظیماً جھکے اور نہ قبر کو سجدہ کرے۔

۶۔ قبر کی مٹی منہ پر نہ ملے، یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

قبر کے پاس قرآن کریم کی تلاوت مکروہ نہیں، یہ مستحب ہے جب کوئی شخص مر جائے تو وہاں سورۃ اخلاص سات مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب صاحب قبر کو بخش دے۔ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کا روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے۔ حرمین شریفین میں یہی معمول ہوتا چلا آ رہا ہے کہ لوگ جمعہ کے دن ابتدائی حصہ میں جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کے قبرستانوں میں زیارت قبور کے لئے جاتے ہیں۔ یہ منقول ہے کہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز میت کو زیادہ علم وادراک دیا جاتا ہے اور وہ جمعہ کے روز اپنی قبر پر آنے والوں کو دوسرے دنوں کی بنسبت زیادہ پہچانتا ہے۔ یہ مستحب ہے کہ مرنے کے بعد سات دن تک میت کی طرف سے اللہ کے نام پر کچھ صدقہ کرنا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر زیادہ جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

خرید وفروخت اور کاروبار

بیع کے معنی ہیں بیچنا یا فروخت کرنا، لیکن کبھی اس کے معنی خریدنا بھی مراد لئے جاتے ہیں۔ اس لئے بیع کا اصطلاحی ترجمہ خرید وفروخت کیا جاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں آپس کی رضامندی سے مال بیچنا یا خریدنا " بیع " کہلاتا ہے۔

وہ کاروبار اور اس کی کمائی جسے قرآن کریم میں حرام قرار دیا گیا ہے:

۱۔ رشوت اور کسی کا مال غصب کرنا۔	(سورۃ البقرہ ۔ ۱۸۸)
۲۔ خیانت۔	(سورۃ آل عمران ۔ ۶۱)
۳۔ بت سازی اور بت فروشی۔	(سورۃ المائدہ ۔ ۹۰)
۴۔ چوری۔	(سورۃ المائدہ ۔ ۳۸)
۵۔ ناپ تول میں کمی۔	(سورۃ المطففین ۔ ۱۳)
۶۔ مال یتیم میں حق تلفی۔	(سورۃ النساء ۔ ۱)
۷۔ اتفاقیہ آمدنی والے تمام ذرائع (جوا، لاٹری وغیرہ)	(سورۃ المائدہ ۔ ۹)
۸۔ شرب کی تیاری، خرید وفروخت، نقل وحمل۔	(سورۃ المائدہ ۔ ۹۰)
۹۔ فحاشی وبے حیائی پھیلانے والے کاروبار۔	(سورۃ النور ۔ ۱۹)
۱۰۔ سودی کاروبار۔	(سورۃ آل عمران ۔ ۳۰)
۱۱۔ قحبہ گری اور زنا کی آمدنی۔	(سورۃ النور ۔ ۳۳)
۱۲۔ قسمت کا حال بتانے والے کاروبار۔	(سورۃ المائدہ ۔ ۹۰)

۱۳۔ ایسے تمام ذرائع جو اوپر بیان کردی چیزوں کی مدد کے لئے ہوں یا جھوٹ، فریب اور دھوکہ پر مبنی ہوں۔

کسب اور طلب حلال

کسب کے معنی کمانا ہے جوفرض بھی ہے مستحب بھی ہے۔ اسی طرح مباح بھی ہے اور حرام بھی ہے۔ اتنا کمانا فرض ہے جو کمانے والے اور اس کے اہل وعیال کی معاشی ضرورت کے لئے اور اگر اس کے ذمہ قرض ہو تو اس کی ادائیگی کے لئے کافی ہو۔ اس سے زیادہ کمانا مستحب ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت یہ ہو کہ وہ زیادہ کما کر اپنے اہل وعیال سے جو بچے گا اسے ضرورت مند فقراء اور مساکین اور اپنے دوسرے مستحق اقرباء میں تقسیم کرے گا۔ اس سے زیادہ کمانا اس صورت میں مباح ہے کہ اپنی شان وشوکت اور اپنے وقار کی حفاظت ہو۔ محض مال ودولت جمع کر کے فخر وتکبر کے اظہار کے لئے زیادہ کمانا حرام ہے۔ اگر چہ حلال ذریعہ سے ہی کیوں نہ کمایا گیا ہو۔ کمانے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی کمائی کو اپنی ذات پر اور اپنے اہل وعیال پر اس طرح خرچ کرے کہ نہ تو اسراف میں مبتلا ہو اور نہ بخل وکنجوسی کرے۔

حضرت مقدام بن معدی کرب ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی مزدوری سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو جو مال ملے گا اس کے بارے میں وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔ (بخاری)

حضرت نعمان بن بشیر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک اور محفوظ کرلیا۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوگیا، وہ حرام میں مبتلا ہوگیا۔ اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چارہ گاہ کے کنارے اپنے جانور چراتا ہے اور ہر وقت اس بات کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراہگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراہگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراہگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور ہوتا ہے تو اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو کچھ تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ چیز ہے جو تمہاری کمائی سے حاصل ہوئی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ گوشت جس نے حرام مال سے پرورش پائی جنت میں داخل نہیں ہوگا، اور جو گوشت (یعنی جو جسم) حرام مال سے نشو نما پائے وہ دوزخ کی آگ ہی کے لائق ہے۔
(مسند احمد، دارمی، بیہقی)

حضرت حسن بن علی ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کی طرف میلان رکھو جو تم میں شک میں نہ ڈالے کیونکہ حق دل کے اطمینان کا باعث ہے اور باطل شک و تردد کا موجب ہے۔
(مسند احمد، ترمذی، نسائی، دارمی)

حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملے میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ شراب کشید کرنے والا، شراب کشید کرانے والا، شراب پینے والا، شراب اٹھانے والا، شراب اٹھوانے والا، شراب پلانے والا، شراب بیچنے والا، شراب کی قیمت کھانے والا، شراب خریدنے والا، اور شراب خریدوانے والا۔
(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت اور گانے والیوں کی کمائی کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (شرح السنۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حلال روزی کمانا فرض کے بعد ایک فرض ہے۔
(بیہقی)

حضرت ابو سعید ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (قول و فعل) میں نہایت سچائی اور دیانتداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا شخص نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی، دارمی، دارقطنی)

وصیتوں کا بیان

" وصیت " کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جس کے پاس جائداد یا کسی شکل میں سرمایہ ہو، وہ یہ طے کر لے کہ میری فلاں جائداد یا سرمایہ کا اتنا حصہ میرے انتقال کے بعد فلاں مصرف میں صرف کیا جائے یا فلاں شخص کو دے دیا جائے۔ شریعت میں اس طرح کی وصیت کو قانونی حیثیت حاصل ہے اور اس کے خاص شرائط اور احکامات ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر احادیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے ورنہ فقہ کی کتابوں میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اپنے متروکہ میں سے اس طرح کی وصیت اگر اللہ کے لئے اور آخرت میں ثواب کی خاطر نیت کی گئی ہے تو یہ ایک طرح کا صدقہ ہے اور شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی کی کوئی چیز امانت کے طور پر رکھی گئی ہے یا اس پر کسی کا قرض ہے تو اس کی واپسی اور ادائیگی کی وصیت کرنا فرض ہے۔ جو بھی وصیت ہو اس کو لکھ کر محفوظ رکھنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس مسلمان مرد کی (مال یا آپس کے) معاملات میں کوئی بات وصیت کے قابل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ دو راتیں بھی وصیت لکھے بغیر نہ گزارے۔
(بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارے پر پہنچ گیا۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس بہت مال ہے مگر ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں تو کیا میں اپنے سارے مال (دوسروں کے لئے) کے بارے میں وصیت کر جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ نصف کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایک تہائی کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ایک تہائی کے لئے تم وصیت کر سکتے ہو اگر چہ یہ بھی بہت ہے۔ اور یاد رکھو! اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار اور خوشحال چھوڑ جاؤ گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ جان لو! تم اپنے مال کا جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے جذبہ سے خرچ کرو گے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا، یہاں تک کہ تم اس لقمہ کا بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ تک لے جاؤ گے۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے۔ لہٰذا وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جنت کی میراث کاٹ دے گا۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی ایسے مسلمان بندے کے جس کے پاس کوئی ایسی چیز (جائداد، سرمایہ یا امانت اور قرض) ہو اس کے بارے میں وصیت کرنی چاہیئے، یہ درست نہیں کہ وہ وصیت کرے بغیر اس پر تین دن گزارے۔ وہ اس حال میں ہو کہ اس کا وصیت نامہ لکھا ہوا اس کے پاس موجود ہو۔
(بخاری و مسلم)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائی ہوئی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عزیزوں، قرابت داروں اور وارثوں میں تنازات اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی انتہا دشمنیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے وصیت کی حالت میں انتقال کیا (یعنی اس نے مرنے سے پہلے اپنے مالی معاملات کی صحیح وصیت کر دی تھی) تو اس کا انتقال ٹھیک رستے پر اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (کبھی ایسا ہوتا ہے) کوئی مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی گزارتا ہے، پھر اس کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو وہ وصیت میں وارثوں اور حقداروں کی حق تلفی کر کے ان کو نقصان پہنچا دیتا ہے، اس پر دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔
(مسند احمد۔ ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

قسموں اور نذروں کا بیان

قسم کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ **غموس:** اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ اللہ کی قسم میں نے یہ کام کیا ہے یا میں نے یہ کام نہیں کیا ہے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہو۔ اس طرح جھوٹی قسم کھانے والا گناہ گار ہوتا ہے لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے البتہ توبہ واستغفار ضروری ہو جاتا ہے۔

۲۔ **لغو:** اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے، اور قسم کھانے والے کو یہ گمان ہو کہ واقعہ اسی طرح ہے جس طرح میں کہہ رہا ہوں لیکن واقعہ کے اعتبار سے یہ بات اس طرح نہ ہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے، اس قسم کی نوعیت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح قسم کھانے والے کے بارے میں امید یہی ہے کہ اس سے معاخذہ نہیں ہوگا۔

۳۔ **منعقدہ:** اس قسم کو کہتے ہیں کہ آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کی بارے میں قسم کھائی جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کے خلاف کیا جائے تو کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا کپڑے پہنائے جائیں۔ اگر وہ یہ نہیں کرسکتا تو تو تین روزے مسلسل رکھے جائیں۔

بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں قسم کا نہ پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسے کسی نادان نے کسی گناہ کرنے کی قسم کھا لی ہو، اس قسم کو توڑنا ہی واجب ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اس طرح کی قسم کھایا کرتے تھے، قسم ہے دلوں کے پھیرنے والے کی۔ (بخاری)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ، جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے۔
(بخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کی قسم اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے کو بہتر سمجھوں تو میں قسم توڑ دوں گا اور اس کام کو کرلوں گا اور اس قسم کا کفارہ ادا کر دوں گا۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ سمجھے کہ اس کے خلاف کرنا قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہیئے کہ کفارہ ادا کرے اور اس کام کو کرلے (یعنی قسم توڑ دے)
(مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔
(ترمذی)

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص یوں کہے کہ (اگر میں نے ایسا کیا یا نہ کیا) تو میں اسلام سے بری ہوں (یعنی کافر ہوں گا)۔ اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا اور اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے تب بھی وہ اسلام کی طرف پوری طرح نہیں آئے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی چیز پر مقید ہو کر (یعنی حاکم کی مجلس میں) قسم کھائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو کہ اس کا مقصد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال حاصل کرنا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔ (بخاری)

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيلاً أُوْلَـئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّهُ وَلاَ يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ(77)

(سورۃ آل عمران۔۷۷)

جو لوگ اللہ کے اقراروں اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت میں بیچ ڈالتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے، ان سے اللہ نہ کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

حضرت امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا اور اس پر بہشت کو حرام کر دیا۔ ایک صحابی نے یہ سن کر عرض کیا! اگر چہ وہ معمولی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ اگر چہ پیلو کے درخت کا ایک ٹکڑا (یعنی مسواک) ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں اور اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں دھونڈے۔ (مسلم)

" **نذر** " منت کو کہتے ہیں یعنی کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا جو پہلے سے اس پر واجب نہیں ہے۔ مثلاً کوئی آدمی یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ روزے رکھوں گا۔ اگر وہ کام ہو جاتا ہے تو اس کا قسم کو پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ کوئی گناہ کا کام نہ ہو۔ اگر اس نے کسی گناہ کے کام کی قسم کھائی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ کام نہ کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم نذر نہ مانو کیونکہ نذر تقدیر کی کسی چیز کو دور نہیں کرتی البتہ نذر کے ذریعہ بخیل کا مال خرچ ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے تو اسے چاہئے کہ اس کی اطاعت کرے (یعنی وہ نذر پوری کرے) اور جو شخص ایسی نذر مانے جسے اللہ تعالیٰ کی معصیت (نافرمانی) ہوتی ہو تو اس نذر کو پورا نہ کرے۔ (بخاری)

حضرت عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو نذر گناہ کا باعث ہوں اس کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز کی نذر کرنا جائز ہے جس کا وہ بندہ مالک نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نذر کا کفارہ قسم کے کفارے جیسا ہے۔ (مسلم)

مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ داداؤں کی قسمیں کھاؤ۔ پس جب قسم کھانی ہو تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک آدمی کو خانہ کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ غیر اللہ کی قسم مت کھایا کرو۔ کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے وہ کفر وشرک کرتا ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ اپنے آباواجداد کے نام کی قسم نہ کھایا کرو۔ جس نے بھی قسم کھانی ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ کے نام کی قسم کھائے اور جس کے سامنے کوئی آدمی اللہ کی قسم کھالے تو اسے چاہئے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے کیونکہ جو اللہ کے نام پر راضی نہیں ہوتا وہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا حرام ہے۔ جیسے کسی پیغمبر، رسول، ولی، پیر یا فرشتے کی قسم کھائے۔ اپنے باپ دادا یا ان کی عزت اور شرافت کی قسم کھائے، یا اس کے علاوہ ایسی کوئی بھی قسم کھائے جو اکثر جاہل کھایا کرتے ہیں۔ ان تمام قسموں کو علماء نے مہلک گناہ کبیرہ شمار کیا ہے اور ان کی حیثیت گناہ کبیرہ کی اس وقت ہوگی جب قسم کھانے والے کا مقصد غیر اللہ کی اس درجہ تعظیم کرنا نہ ہو جیسی اللہ تعالیٰ کی شایان شان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرح ان کی بھی تعظیم کی نیت کی تو ایسی قسم کھانے والا کافر شمار ہوگا۔

اس قسم کی بے ہودہ عادت آج کل کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ جاہلوں میں یہ رجحان عام ہوتا جارہا ہے کہ اللہ کی قسم کھانے والے کی بات کو سچ نہیں سمجھا جاتا، جب تک وہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائے۔ مثلاً جب کوئی اپنی اولاد کی قسم کھاتا ہے، پیغمبر کی، حضرت امام حسینؓ کی، یا کسی پیر، فقیر یا ولی کی قسم کھاتا ہے تب یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص سچ کہہ رہا ہے۔ اس قسم کی مشرکانہ قسمیں اس میل جول کا نتیجہ ہے جو اہل بدعت اور گمراہ فرقوں کے ساتھ ان دنوں عام ہیں۔ ان گمراہ فرقوں کی بھاری اکثریت بات بات پر حضرت عباسؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور اہل بیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی قسمیں کھانے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لئے ان حالات میں علماء اسلام اور دینی تعلیمات کے ماہرین کا فرض ہے کہ وہ عوام میں صحیح شرعی احکامات اور بیداری کو عام کریں اور لوگوں کے عقائد درست کرائیں۔ خاص طور پر ان کفریہ قسموں سے

بچنے کی تلقین کریں اور ناسمجھ عوام کو اس بات سے روکیں کہ وہ کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی برابر تصور کرے۔

اکثر جاہل عوام بے معنی قسموں میں گرفتار ہیں اور معمولی معمولی باتوں پر بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ جیسے اگر تو فلاں کے گھر گئی یا فلاں کام کیا تو تجھے طلاق۔ اگر اسی طرح میں نے یہ کام کیا یا کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق۔

جھوٹی قسم کھانا یا بکثرت قسمیں کھانا

جھوٹی قسم کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ گزشتہ کسی فعل پر جھوٹی قسم کھائی جائے، جو کام نہیں کیا اس کے بارے میں قسم کھالے کہ میں نے کیا ہے، اور جو کام کیا تھا اس کے بارے میں قسم کھائی کہ میں نے نہیں کیا۔ یہ سب گناہ کبیرہ میں آتے ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ آئندہ کسی کام کے بارے میں قسم کھائے مثلاً یوں کہے کہ اللہ کی قسم یہ کام ضرور کروں گا، یا اللہ کی قسم فلاں کام نہیں کروں گا۔ اس کی خلاف ورزی پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيلاً أُوْلَـئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّهُ وَلاَ يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۷۷)

جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اللہ ان سے ہم کلام ہوگا نہ ہی قیامت کے دن ان پر نظر کرم کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص ناحق کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لئے قسم اٹھائے تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! گناہ کبیرہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور جھوٹی قسم کھانا۔

امام حاکمؒ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال ہتھیا لے، وہ اس کے دل میں ایک سیاہ داغ بن جاتی ہے جسے قیامت تک کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکے گی۔ اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام اور جہنم کو واجب قرار دے دیتا ہے۔

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے (جھوٹی) قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا حق لے لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کی آگ کو واجب اور جنت کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔ تو اس شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! چاہے وہ تھوڑی سی چیز ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا! چاہے وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت زید بن خالدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (تو سنو) گواہوں میں بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی طلب کئے جانے پر گواہی دے دے۔ (مسلم)

حضرت اشعث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی کا مال جھوٹی قسم کھا کر غصب کر لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا، نہ ان پر عنایت کی نظر کرے گا، نہ ان کو گناہوں اور گندگیوں سے پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ! یہ لوگ اتنے نامراد اور نقصان اٹھانے والے ہوگئے، یہ تین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اپنا تہبند حد سے نیچے لٹکانے والا (غرور و تکبر سے) اور احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سودا بیچنے والا۔ (صحیح مسلم)

حدودوتعزیرات

" حد " کی جمع حدود ہے اور حد کے اصل معنی ممنوع چیز کے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو۔ شریعت کی اصطلاح میں حدود ان سزاؤں کو کہتے ہیں جو قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی ان کی حد بھی متعین ہے۔ جیسے چوری، زنا اور شراب خوری وغیرہ۔ ان کو حدود اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سزائیں بندے کو ان گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور ان کا خوف انسان اور جرم کے درمیاں حائل رہتا ہے۔

شریعت میں تین طرح کی سزائیں ہیں:

ا۔ وہ سزائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے مگر ان کے اجراء کو خود بندوں پر چھوڑ دیا ہے۔ ان میں کسی خارجی طاقت جیسے حکمران یا حکومت کو دخل اندازی کا حکم نہیں ہے۔ شریعت نے اس طرح کی سزا کا نام کفارہ رکھا ہے۔

۲۔ وہ سزائیں جو قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ساتھ ہی متعین بھی ہیں۔ ان سزاؤں کا جاری کرنے کا اختیار حاکم یا حکومت کو ہے مگر اس میں قانون سازی کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اس طرح کی سزاؤں کو شریعت کی اصطلاح میں " حد " کہتے ہیں، جیسے چوری، زنا اور شراب نوشی کی سزائیں۔

۳۔ وہ سزائیں جنہیں قرآن کریم یا سنت رسول ﷺ نے متعین تو نہیں کیا مگر ان برے کاموں کی سزائیں ہیں۔ یہ سزائیں ہیں اور جن کو جرائم کی فہرست میں داخل کیا گیا ہے اور سزا کے تعین کا مسئلہ حاکم اور حکومت کے سپرد کر دیا گیا ہے کہ وہ موقع ومحل اور ضرورت کے مطابق خود اس کی سزا متعین کرے۔ اس قسم کی سزاؤں کا حکومت کو قانون سازی کا حق ہے مگر اس دائرے کے اندر رہ کے جو شریعت نے متعین کر رکھا ہے اس طرح کی سزا کو شریعت کی اصطلاح میں " تعزیرات " کہتے ہیں۔

حدود اور تعزیرات میں فرق:

" حد " اور " تعزیرات " میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حد تو شریعت کی متعین کی ہوئی سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی

ہے، اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہا جاتا ہے۔ اس میں بندہ اپنی طرف سے ردوبدل نہیں کرسکتا۔ تعزیرات میں اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ اس میں موقع ومحل کے حساب سے ردوبدل کرسکتا ہے اور چاہے تو معاف بھی کرسکتا ہے۔

" قصاص " بھی بندے کا حق ہے وہ اپنے اختیار سے مجرم کو معاف کرسکتا ہے اس لئے اس کو حد نہیں کہا گیا یا دیت لے کر اس کو چھوڑ سکتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! زانیہ کے بارے میں مجھ سے یہ حکم حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے راہ مقرر کردی ہے جو غیر محصن مرد کسی غیر محصن عورت سے زنا کرے تو ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کردیا جائے۔ اور جو محصن مرد کسی محصن عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ کہا کہ ان کی قوم میں سے ایک عورت اور مرد نے جو دونوں محصن تھے (یعنی شادی شدہ تھے) نے زنا کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم نے تورات میں رجم کے بارے میں کیا پڑھا ہے؟ یہودیوں نے کہا کہ ہم زنا کرنے والے کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں اور ان کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ ان کی یہ بات سن کر عبداللہ بن سلام ؓ (جو قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے) نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں بھی رجم کا حکم لکھا ہوا ہے۔ تم تورات لاؤ میں تمہیں رجم کا حکم دکھاتا ہوں۔ چنانچہ جب تورات لائی گئی اور اس کو کھولا گیا تو تو پڑھنے والے نے اس رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ دیا اور اس آیت کو چھپانے کی کوشش کی اور آگے اور پیچھے کی آیات پڑھ دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن سلام ؓ (جو اسلام لانے سے پہلے ایک یہودی عالم تھے) نے ان سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ اور جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو وہاں رجم والی آیت لکھی ہوئی تھی۔ اس آیت کو چھپانے والے نے کہا کہ اے محمد (ﷺ)! تورات میں رجم کی آیت موجود ہے مگر ہم آپس میں اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا اور وہ دونوں سنگسار کردئے گئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا تو اس عورت کو حد سے برأت دے دی گئی، لیکن زنا کرنے والے پر حد لگائی گئی۔ (ترمذی)

حضرت عکرمہؒ حضرت عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر تم کسی شخص کو قوم لوطؑ کا سا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنی امت کے بارے میں مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے وہ قوم لوطؑ کا عمل (اغلام بازی) ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کو قتل کر دو اس کے ساتھ جانور کو بھی قتل کر دو۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جانور کے بارے میں یہ حکم کیوں ہے (یعنی جانور تو نہ عقل رکھتا ہے اور نہ مکلّف ہے) تو اس کے قتل کا حکم کیوں ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کی حکمت اور مصلحت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے تو کچھ نہیں سنا، البتہ میرا گمان ہے کہ آنحضرت ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں کہ جس جانور کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہے اس کا گوشت کھایا جائے یا اس کا دودھ پیا جائے، اس کے بالوں اور افزائش نسل سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جب اس جانور سے اس قسم کے فائدے اٹھانا مکروہ ہے تو پھر اس کا قتل کر دینا ضروری ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

چور کی سزا

اسلامی قانون میں چور کی سزا اس کا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ لیکن اس بارے میں فقہاء کرام نے تفصیلات بیان کی ہیں کہ کن صورتوں میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سب سے پہلے ہاتھ کاٹنے کی سزا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک ڈھال چوری کرنے پر دی گئی تھی۔ حدود کے بارے میں حاکم یا کسی اور کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! چور پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت رافع بن خدیج ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! درخت پر لگے ہوئے میوے (پھل) اور کھجور کے گچھے کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے۔ (موطا امام مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (38)فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (39)

(سورۃ المائدہ:۳۹۔۳۸)

جو کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے سزا ہے، اور اللہ زبردست، نہایت حکمت والا ہے۔ پھر جس نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک اللہ اس کی توبہ قبول کر لیا ہے، بلا شبہ اللہ بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

شرابی کی سزا

يَسۡأَلُونَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ قُلۡ فِيهِمَا إِثۡمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثۡمُهُمَا أَكۡبَرُ مِن نَّفۡعِهِمَا وَيَسۡأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الۡعَفۡوَ كَذَلِكَ يُبيِّنُ اللّهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُونَ (219)

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۹)

(اے نبی ﷺ) لوگ تم سے شراب اور جوئے کے حکم کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑے نقصانات ہیں اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصانات فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں، اور یہ بھی آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں، کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو، اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم سوچو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواۡ إِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزۡلاَمُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطَانِ فَاجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ (90)إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيۡطَانُ أَن يُوقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَاء فِيۡ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَن ذِكۡرِ اللّهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلۡ أَنتُم مُّنتَهُونَ (91)

(سورۃ المائدہ ۔ ۹۰،۹۱)

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام شیطانی عملوں میں سے ہیں، سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ جوئے اور شراب کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تمہیں ان کاموں سے باز رہنا چاہئے۔

شراب جس کو " ام الخبائث " کہا گیا ہے بعثت سے پہلے اس معاشرے میں زندگی کا ایک لازمی جزو کا درجہ رکھتی تھے۔ اس بات پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن اور سنت کے حکم اور اجماع امت کے مطابق شراب حرام ہے اور جو شخص
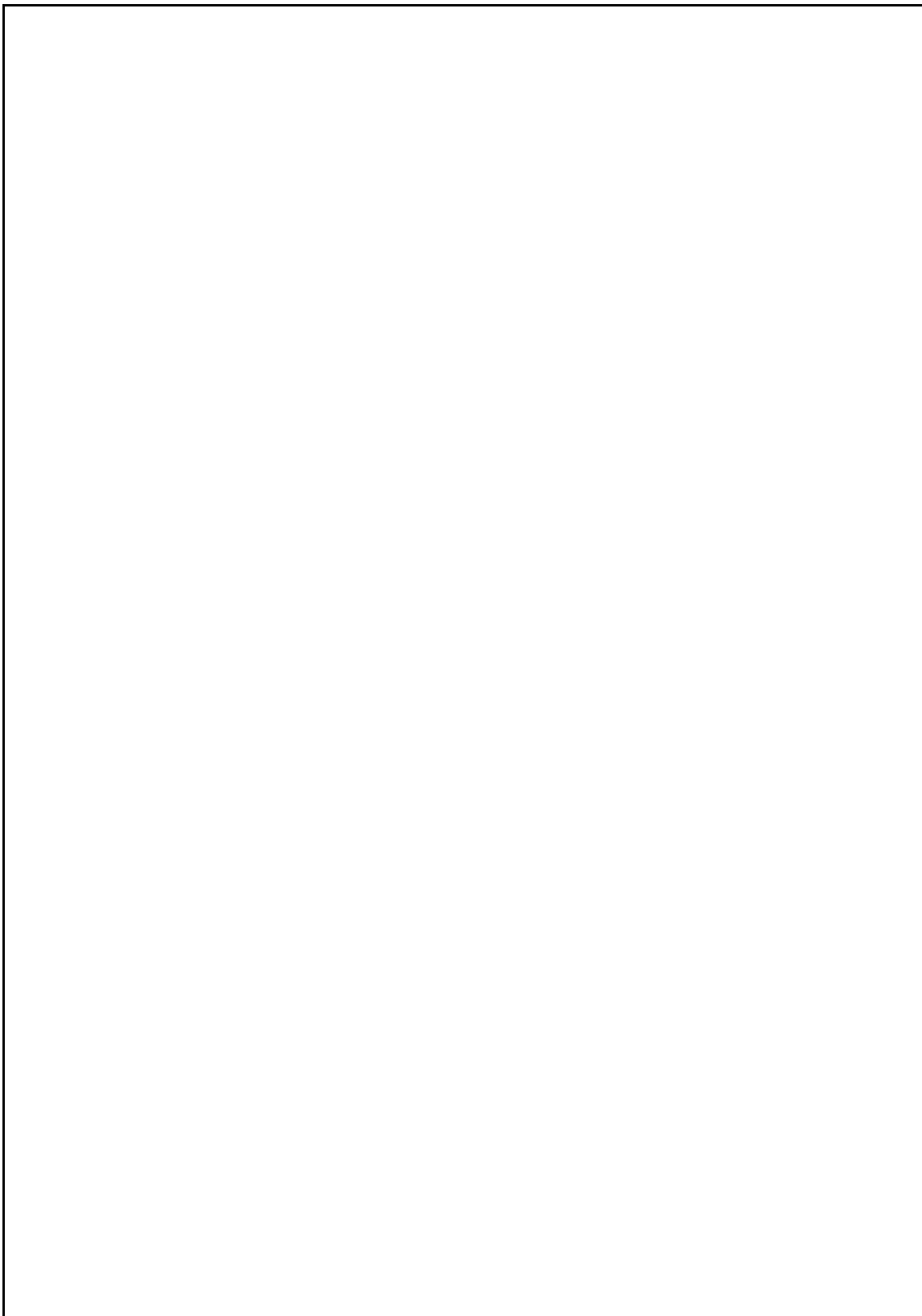
شراب پیئے گا تو اس پر شرعی سزا (حد) واجب ہو جائے گی۔ شرابی کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔ اگر کسی کو زبردستی شراب پلائی گئی ہو تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

حضرت سائب بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر ؓ کے عہد خلافت میں ابتدائی دور میں یہ معمول تھا کہ جب کوئی شراب پینے والا لایا جاتا تو ہم اٹھ کر اپنے ہاتھوں سے، جوتوں سے اور اپنی چادر سے کوڑے بنا کر اس کے پٹائی کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر ؓ کے آخری دور میں چالیس کوڑے مارنے کی سزا دینے لگے یہاں تک کہ جب شراب پینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور سرکشی بڑھ گئی تو حضرت عمر ؓ نے اسی کوڑوں کی سزا متعین پر دی۔ (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص پہلی مرتبہ شراب پیتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا، پھر اگر وہ خلوص دل سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، پھر اگر وہ دوسری مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا اور پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو توبہ قبول کر لیتا ہے۔ اگر وہ تیسری مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں کرتا اور اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ چوتھی مرتبہ شراب پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ چالیس دن تک اس کی نماز کو قبول نہیں کرتا بلکہ اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتا اور آخرت میں اس کو دوزخیوں کی پیپ اور خون کی نہر سے پلایا جائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

باب پنجم

باطنی اصلاح

تصوف اور قرآن

" **باطنی اصلاح** " جس کو آج کل کی زبان میں " تصوف " بھی کہا جاتا ہے، اس کی ابتداء بعثت نبوی ﷺ کے ساتھ ہی ہوگئی تھی۔ ہادی عالم ﷺ کی بعثت کا مقصد آیات کی تلاوت کرانا، ان کا تزکیہ نفس کرنا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے۔ نبوت کا اعلان ہونے کے فوراً بعد ہی سورۃ مزمل نازل ہوگئی جس کی پہلی گیارہ آیات میں تزکیہ نفس کی تعلیم دی گئی جن کو تصوف کا نچوڑ کہا جا سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (1)قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلاً (2)نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً (3)أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً (4)إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْکَ قَوْلاً ثَقِيْلاً (5)إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْءاً وَأَقْوَمُ قِيْلاً (6)إِنَّ لَکَ فِيْ اَلنَّهَارِ سَبْحاً طَوِيْلاً (7)وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلاً (8)رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَکِيْلاً (9)وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيْلاً (10)وَذَرْنِيْ وَالْمُکَذِّبِيْنَ أُوْلِيْ النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلاً (11) (سورۃ مزمل: ۱ ۔ ۱۱)

اے (محمد ﷺ) کپڑے اوڑھنے والے! ۱۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات ۔۲۔ (قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم ۔۳۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ۔۴۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کرنے والے ہیں ۔۵۔ کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (اپنے نفس پر) قابو پانے کے لئے بہت کارگر ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے ۔۶۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سی مصروفیات ہوتی ہیں ۔۷۔ تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔۸۔ (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ ۔۹۔ اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو ۔۱۰۔ اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولتمند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو ۔۱۱

اللہ تعالیٰ نے بڑے جامع انداز میں تصوف کی بنیادی باتوں کو بیان کر دیا، جن کی مختصر تشریح اس طرح ہے۔

پہلی بات جو بیان کی گئی ہے وہ رات میں جاگنا ہے۔ سلوک کی تعلیم میں شیخ ومرشد اپنے مریدوں کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ رات کے پچھلے پہر میں قیام کیا کرو۔ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادت ہی سے منزل تک پہنچنے کی راہ آسان ہوتی ہے۔ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ درجات بلند ہوتے ہیں روح کو تقویت ملتی ہے تقویٰ کو استحکام وعروج حاصل ہوتا ہے۔

دوسری بات ترتیل کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنے سے اس پر غور کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور ایک ایک لفظ واضح ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے معنی اور مطلب پر غور کرنا ہوتا ہے کیونکہ راہِ سلوک میں کتاب اللہ کا علم ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جب کتاب اللہ کے معنی پر غور فکر ہوگی تو اس کا اثر قلب پر پڑے گا اور دلوں کی سختی دور ہوگی اور رقت پیدا ہوگی۔ دل نرم پڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں گھر کرے گی اور خشیتِ الٰہی سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں گے۔ حضرت حسن ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو قرآن کی آیت پڑھ کر رو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا '' **ورتل القران ترتیلا** '' فرمایا! اس شخص کو دیکھو یہ ہے ترتیل۔

قرآن کریم ایسے ہی پڑھنا چاہئے کہ اللہ کے ذکر سے ایمان والوں کے دل کانپ اٹھیں اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ مرشد کی رہنمائی سے جب سالک قرآن پر غور وفکر کرتا ہے تو وہ کتاب کے علم کا وارث بن جاتا ہے۔ اس کے لئے حجابات اٹھا لئے جاتے ہیں۔ قوتِ ایمانی میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے پھر اس کے لئے ملکہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکتے ہی لے آنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔

تیسری بات نفس امارہ کو مغلوب کرنا ہے۔ سورۃ مزمل میں اس کا یہ حل بتایا کہ نفس کو قابو کرنے کے کئے تہجد میں اٹھو اس سے نفس پر چوٹ پڑتی ہے اس وقت جو بھی اٹھے گا اللہ کا خالص بندہ بن کر ہی اٹھے گا۔ جب دنیا سو رہی ہوتی ہے تو اللہ کے مخلص بندے اللہ کی بارگاہ میں قیام، رکوع و سجود کر رہے ہوتے ہیں۔ خلوص کا پتہ اس وقت چلتا ہے کہ جب نفس آرام کرنے کے لئے کہہ رہا ہوتا ہے اور ایمان اٹھنے کا تقاضا کر رہا ہوتا ہے۔ تہجد میں اٹھ کر مومن اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ اس وقت اللہ اور بندے کے درمیان کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ اس کا جسم اور قلب دونوں اللہ کی بندگی کر رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت نہ ریا کاری کا خوف ہوتا ہے نہ دکھاوے کا۔ ایسے مخلصین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا۔ قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے کہ

اللہ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ ہے۔ وہ اس کی پناہ میں ہے۔

چوتھی بات یہ کہ جب غافل سوئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ فجر کا انتظار نہیں کرتے بلکہ پہلے سے ہی اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں جس کی وجہ سے نفس کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے اور اس کا بندے پر زور نہیں چلتا۔ عام مسلمان کے لئے اللہ معبود ہے مگر مخلصین کے لئے اللہ مقصود ہے۔ جب بندے کا مقصود اللہ تعالیٰ ہو تو اس کی آرزو ہوتی ہے کہ اس کا قرب حاصل کرے۔ پھر اس کا کوئی عمل اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ اس کے پاس کتاب اللہ کا علم ہوتا ہے اور سنتِ رسول ﷺ کی پیروی میں زندگی گزارتا ہے۔

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاء رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدا ☆

(سورۃ الکہف۔ ۱۱۰)

جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور
اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

پانچویں بات یہ کہ تہجد کے وقت دل کی گہرائیوں سے جو آواز نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے جو استغفار کیا جاتا ہے وہ گناہوں کو دھو ڈالتا ہے اس وقت بندہ اپنے رب کی خاص نظر کرم میں ہوتا ہے۔

چھٹی بات اللہ کا ذکر ہے۔ بندہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرے۔ جب سالک اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کے قلب کو روحانی قوت عطا ہوتی ہے اس کے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس کے روحانی ترقی کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے فرمایا! " واذکر اسم ربک " اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔ یہی ذکر اسم ذات ہے جس سے صوفیاءِ کرام کی زبانیں ذکر الٰہی سے تر و تازہ رہتی ہیں اور وہ کبھی غفلت کا شکار نہیں ہوتے۔

جو دم غافل سو دم کافر ۔۔۔ مرشد نے فرمایا ھو

ساتویں بات جو سورۃ مزمل میں ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اصول تصوف میں انتہائی اہم ہے۔

" وتبتل الیه تبتیلا " سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو رہو۔

یہ رجوع الی اللہ ہے۔ سب تعلقات رشتے ناطے اور محبتیں ایک طرف اور حقیقی محبت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کی جائے۔ عبد اور معبود کا تعلق دنیا کے تعلق سے بلند ہو۔ مومن کو دنیا چھوڑنے کا حکم نہیں اور نہ ہی رہبانیت کی اجازت

ہے۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بنائی ہے اسی میں ہماری روزی رکھی ہے اور اسی میں تمام آسائشوں کا سامان رکھا ہے اور اس کے حصول کے جائز طریقے بھی بتلا دئے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ دنیا ایک آزمائش گاہ ہے۔

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهِ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ O (سورۃ التوبہ ۔ ۲۴)

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہ آیت صوفیاء کرام کے سامنے رہتی ہے اس سے وہ سبق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کو یہ بات سمجھا دی ہے۔ کسی مسلمان کے ایمان کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب اس سے قربانی مانگی جاتی ہے۔ یہ قربانی دو طرح کی ہوتی ہے ایک جانی دوسری مالی۔ جب نفس کا تزکیہ ہو چکا ہوتا ہے تو اسی وقت مومن قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے۔ پھر یہ تمام باتیں جن کا آیت میں ذکر کیا گیا ہے قربانی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں محمد (ﷺ) اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔ (بخاری، ومسلم)

آٹھویں بات جو سورۃ مزمل میں فرمائی گئی وہ یہ کہ اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ وہ اللہ جو مشرق ومغرب کا رب ہے اور کل کائنات کا مالک ہے۔ وہی مسبب الاسباب ہے تو کیوں نہ اسے ہی اپنا وکیل وکارساز بنایا جائے۔ دنیاوی اسباب کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اسباب پیدا کرنے والے کے حوالے اپنے آپ کو کر دیا جائے۔ راہ حق پر چلنے میں جو تکالیف آئیں ان پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں اور اللہ پر مکمل بھروسہ کریں۔ اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اہل اللہ توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں۔

نویں بات صبر کی تلقین ہے۔ طاغوت کے مقابلہ میں جو بھی تکلیفیں آئیں اس سے پریشان ہو کر ایمان کمزور نہیں کرنا ہے بلکہ صبر و استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا ہے اور اللہ سے مدد کی امید رکھنی ہے۔ مخالفین کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر حق کی راہ پر چلتے رہنا ہے۔ خواہ جہاد کا میدان ہو یا برائی کا میدان یا اپنی نفسانی خواہشات کا میدان ہو سب میں ڈٹ کر شیطان اور نفس سے مقابلہ کرنا ہے۔

دسویں بات یہ بتائی کہ جاہلوں اور مخالفین سے کنارہ کش رہو۔ لڑائی جھگڑے سے نہیں بلکہ عمدہ طریقہ سے حکمت کے ساتھ۔ صوفیاء کرام ایسے ہی اخلاق سے مزین ہوتے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ کسی سے نہیں الجھتے۔ بلکہ حسن خلق اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ظالم کی زیادتی پر بھی دعا دیتے ہیں اور نرمی کے ساتھ الگ ہو جاتے ہیں۔

تصوف کے یہ دس بنیادی اصول ہیں جو سورہ مزمل کی ابتدائی دس آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔

جس طرح قرآن میں ﴿ واقیموا الصلوۃ و اتوالذکوٰۃ ﴾ موجود ہے اسی طرح ﴿ یایّھا الذین آمنوا اصبروا ﴾ یعنی اے ایمان والو صبر کرو اور واشکرو للّٰہ ، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ موجود ہے۔ اگر ایک مقام پر (کتب علیکم الصیام) اور (للّٰہ علی الناس حج البیت) لکھا ہے تو دوسرے مقام پر (یحبھم و یحبونہ) اور (والذین اٰمنو اشد حب اللّٰہ) بھی موجود ہے۔ جہاں (اذاقامو الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ) ہے اس کے ساتھ ہی (یرآءُون الناس) بھی موجود ہے۔ اگر ایک مقام پر نماز وزکوۃ چھوڑنے پر مذمت ہے تو دوسرے مقام پر تکبر و عجب کی برائی موجود ہے۔

اسی طرح احادیث میں دیکھا جائے کہ جس طرح نماز روزہ، بیع وشرا، نکاح وطلاق کے ابواب ہیں اسی طرح ریا و کبر کے ابواب بھی ہیں۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ احکام الٰہی ہیں۔ اسی طرح اعمالِ باطنہ کے لئے بھی اللہ کے احکامات ہیں۔

﴿ واقیمو االصلوۃ و اتوالذکوٰۃ ﴾ امر کا صیغہ ہے اور ﴿اصبروا واشکروا﴾ بھی امر کا صیغہ ہے۔ (کتب علیکم الصیام) سے روزے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور (والذین اٰمنوا اشد حباللّٰہ) بھی امر کا صیغہ ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ظاہری اعمال سب ہی باطن کی اصلاح کے لئے ہیں اور باطن کی صفائی ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (قد افلح من زکّٰھا و قد خاب من دسّٰھا) یعنی بے شک جس نے نفس کو صاف کیا وہ کامیاب رہا اور جس نے میلا کیا وہ ناکام رہا۔ (یوم لا ینفع مال و بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم) یعنی اس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت قلب لے کر آیا۔

پہلی آیت میں تزکیہ باطن کو فلاح کا ذریعہ بتایا ہے اور دوسری آیت میں سلامتیِ قلب کے بغیر مال و اولاد کا کام نہ آنا بتایا ہے۔ ایمان اور عقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر کے جتنے اعمال ہیں سب ایمان کی تکمیل کے لئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود دل کی اصلاح ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہوتا ہے اور جو مقام حاصل کرتا ہے۔ اسی کا نام اصطلاح و عرف میں تصوف ہے۔

معترضین کا اعتراض ہے کہ " تصوف " کا لفظ نہ تو قرآن میں ہے اور نہ احادیث کی کتابوں میں ہے، نہ عہد رسالت میں، نہ دور صحابہ ؓ میں اور تابعین کے دور میں بھی یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا یہ تو بعد کی پیداوار ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

دراصل یہ اعتراض لفظ تصوف پر تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے طریق کار پر نہیں ہو سکتا۔ یہ درست ہے کہ یہ لفظ نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں ہے۔ لیکن یہ لفظ جس مقصد اور لائحہ عمل کے لئے بولا جاتا ہے کیا وہ لائحہ عمل قرآن و حدیث میں ہے یا نہیں؟

اگر ہم صلوٰۃ کی جگہ نماز اور صوم کی جگہ روزہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو کیا نماز و روزے کا طریقہ بدل جاتا ہے۔ جس مقصد کے لئے نماز پڑھی جاتی ہے یا روزہ رکھا جاتا ہے کیا لفظ کی تبدیلی سے وہ مقصد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر صرف، نحو، منطق اور قواعد کے الفاظ قرآن و حدیث میں موجود نہیں تو کیا آج ان کا سیکھنا ناجائز ہے۔

قرآن و حدیث میں تصوف کا لفظ نہیں مگر جس مقصد کے لئے تصوف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیا اس مقصد کے حصول کے لئے قرآن و حدیث میں تاکید نہیں آئی ہے؟ کیا یہ مقصد حاصل کرنا تکمیل دین نہیں ہے؟

مقصد کے حصول کے لئے کسی بھی طریقہ کار کو کوئی بھی لفظ یا اصطلاحی معنی پہنائے جا سکتے ہیں۔ اسے کوئی بھی نام دیا جا سکتا ہے۔ سورۃ مزمل کی پہلی گیارہ آیات میں تصوف کے مقاصد اور ان کا خلاصہ ہی تو بیان کیا گیا ہے۔ تصوف کا کوئی اصول ایسا نہیں جو قرآنی آیات پر مبنی نہ ہو۔ ان لوگوں پر حیرت ہے جو تصوف کے اصولوں اور لائحہ عمل کو یونان، ایران، اور ہندستان سے درآمد شدہ کہتے ہیں۔ یہ ان کی قرآن فہمی میں کمی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے!

والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ

جولوگ ایمان لائے ان کی سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کی جائے۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں سمجھ لیں کہ ایمان لانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی شدید محبت کا حصول ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین باتیں تم میں ہوں تو تم ایمان کی حلاوت پاؤ گے۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تم کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

۲۔ کسی سے دوستی ہو تو صرف اللہ کے لئے ہو۔

۳۔ تمہیں کفر میں جانا اس قدر نا گوار ہو جیسے آگ میں خود کو جھونک دینا۔

(بخاری و مسلم)

یہ بات واضح ہوگئی کہ ایمان لانے کا اصل مقصد اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کامل محبت کرنا ہے۔ محبت قلبی میلان اور دل کی چاہت کا نام ہے۔ یہ قلب میں اٹھتی ہے اسی میں پروان چڑھتی ہے اور اسی میں شدت پیدا ہوتی ہے۔ پس اس کا مقام مومن کا قلب ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جہاں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اس کا تزکیہ (صفائی) کیا جائے۔ کیونکہ اگر دل پاکیزہ اور صاف ستھرا نہ ہو تو وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اللہ کی محبت پیدا کرنا اس کو پروان چڑھانا اور اس کو عشق کی حد تک لے کر جانا ہی ایمان کا تقاضا ہے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کو حاصل کرنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تصوف کی ضرورت ہوتی ہے۔

اصل میں ہمارا مقصود تصوف نہیں بلکہ مقصود اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ اس کی رضا اور اس کی محبت ہے۔ یہ محبت کوئی معمولی محبت نہیں کہ صرف زبانی دعوے کر دئے جائیں۔ اس کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اس محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ جس کام کا حکم دیں اس کو فوراً پورا کیا جائے اور جس کام سے روک دیں اس سے فوراً رک جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نبی کریم ﷺ کی اتباع میں سر تسلیم خم کر دیا جائے۔ جب ہم اس کی محبت میں نماز پڑھیں تو نماز بوجھ نہیں لگے گی۔ اگر روزہ رکھیں گے تو بھوک پیاس تنگ نہیں کرے گی۔ زکوٰۃ دیں گے تو مال کی کمی کا

خوف نہیں ہوگا۔ حج صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے کریں گے حاجی کہلانے کے لئے نہیں۔ ہر نیکی کرنے پر دل کو راحت اور تسکین ملے گی اور گناہ سے نفرت ہونے لگے گی۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب نفس کی صفائی ہو چکی ہو۔ تزکیہ نفس اپنے اثرات دکھانے لگا ہو۔

سورۃ الزمر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَفَمَن شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِّن رَّبِّهِ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللّٰهِ أُوْلَئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ ☆

(سورۃ الزمر ۔ ۲۲)

بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوسکتا ہے) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

تزکیہ قلب کے بعد جب قلب کی صفائی ہو جاتی ہے اور اللہ کی محبت دل میں سما جاتی ہے تو مومن کو اللہ تعالیٰ کی خشیت دھڑ کا لگا رہتا ہے۔ اس محبت کے اندر ایک خوف سا چھا جاتا ہے اس خوف کا چھا جانا ہی شدید محبت کی دلیل ہے اسی کو خوف الٰہی کہتے ہیں۔ یہی معرفت کی بنیاد ہے۔ یہ ڈر اور خوف اس کی ذات کا نہیں بلکہ اس کی ناراضگی کا خوف ہے۔ اس کی ذات سے تو مومن شدید محبت کرتا ہے۔ یہ محبت کا اصول ہے کہ جس سے شدید محبت ہوتی ہے اس کے ناراض ہو جانے کا خوف بھی ہوتا ہے۔ اسی سورۃ کی اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَاباً مُّتَشَابِهاً مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ ذَلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلُ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ☆

(سورۃ الزمر ۔ ۲۳)

اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی ہیں جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان

کے بدن اور دل نرم (ہوکر) اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے
جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں کامل ایمان کے لئے حب الٰہی اور رضا الٰہی کو شرط قرار دیا اور فرمایا! جس کا حال یہ ہو کہ وہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے اللہ ہی کے لئے بغض رکھے اور اللہ ہی کے لئے اس کو راہ دے اور اللہ ہی کے لئے اس پر ہاتھ کو روکے تو اس نے ایمان مکمل کرلیا۔ (مشکوۃ شریف)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا حاصل ہونا ایمان کا مقصد ہے اور اس کا تقاضا ہے۔ اس محبت کا مرکز مومن کا قلب ہے اور یہی اس کے سمانے کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نہ تو زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ آسمان میں سما سکتا ہوں۔ اگر سما سکتا ہوں تو بندۂ مومن کے قلب میں۔

قلب کا تزکیہ ہر وقت رہنا چاہئے تاکہ اصل مقصد پورا ہو اور یہ تصوف کا کام ہے۔ اس قلب کے لئے رسول اللہ ﷺ خود دعا مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا!

اللّٰھم افتح مسامع قلبی لذکرک

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دے۔

ایک موقع پر یہ دعا فرمائی!

اللّٰھم انی اسالک قلو با او اھة مخبتة منیبة فی سبیلک

اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درس آشنہ ہوں
اور تیری طرف رجوع کرنے والے ہوں

حب الٰہی کے لئے دعا مانگی۔

اللّٰھم اجعل حبک احب الی من نفسی و اھلی و من الماء البارد

اے اللہ! مجھے ایسا بنادے کہ تیری محبت مجھے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے
اور (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

خشیت اور یاد الٰہی کیلئے دعا فرمائی۔

اللّٰھم اجعل وساوس قلبی خشیتک و ذکرک و اجعل ھمتی و ھوای فیھا تحب و ترضی

اے اللہ! میرے دل میں وسوسے اور خیالات بھی بس تیری خشیت اور تیری یاد ہی کے آئیں اور میری تمام تر توجہ اور چاہت ان چیزوں کی طرف ہو جو تجھے محبوب ہوں اور جن سے تو راضی ہو۔

نور قلب کے لئے بھی حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی!

اللّٰھم اجعل لی فی قلبی نورا و فی سمعی نورا و فی بصری نورا
و عن شمال نورا و فوقی نورا و تحتی نورا و اجعل لی نورا

اے اللہ! تو میرے دل میں نور کر دے اور میرے کانوں میں نور اور میری آنکھوں میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور مجھے سراپائے نور کر دے۔
(بخاری و مسلم)

ان دعاؤں کو دیکھا جائے تو ان سب میں قلبی کیفیات کا ذکر ہے اور ان میں اصلاح قلب کا پہلو نکلتا ہے۔ حضورِ انور ﷺ نے نہایت انہماک اور فکر کے ساتھ قلوب کے بارے میں دعائیں مانگی ہیں۔ کیونکہ اگر یہ قلب بگڑ جائے تو انسان کے تمام افعال و اعمال بگڑ جاتے ہیں اور اگر یہ سنور جائے تو انسان کی سیرت اور کردار سنور جاتے ہیں۔ انسانی قلب افکار و خیالات، جذبات و احساسات اور تمام حرکات و سکنات کا مرکز و محور ہوتا ہے۔ سب سے پہلے قلب میں ارادہ پیدا ہوتا ہے پھر اس کے مطابق عمل شروع ہوتا ہے۔ اسی لئے اعمال کا دار و مدار قلب کی نیت پر ہے۔ قلب کی درستگی انتہائی ضروری ہے کیونکہ انسانی جسم قلب کا تابع ہے۔ اس قلب کا براہ راست تعلق ذہن سے ہے جہاں انسان اچھائی و برائی کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے اور عقل و شعور کے ذریعہ کام کرنا چاہتا ہے اس کا ادراک کرتا ہے اور پھر قلب اس پر عمل درامد کراتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! خبردار! تمہارے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہو تو سارا بدن درست رہے گا اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔ یاد رکھو وہ قلب ہے۔

یہی قلب ہے جو روح کا مرکز اور مسکن ہے اس لئے تزکیہ نہایت ضروری ہے اس کے بغیر اعمال کی درستگی کی امید رکھنا محال ہے۔ یہی تزکیہ تصوف کی بنیاد ہے جب تک تزکیہ نفس نہ ہو تو فلاح و کامیابی ناممکن ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى ☆ (سورۃ الاعلیٰ۔۱۴)

بے شک فلاح پائی جس نے تزکیہ نفس کیا

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُوْلَئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى☆

جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّى☆

(سورۃ طہٰ: ۷۵ ۔ ۷۶)

اور جو اُس کے رُوبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے اونچے اونچے درجے ہیں۔۷۵۔ (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اُس شخص کا بدلا ہے جس نے تزکیہ نفس کیا۔۷۶

نفس کی اصلاح اشد ضروری ہے۔ کامیابی اسی میں ہے کہ نفس امارہ کو نفس مطمئنہ میں تبدیل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8)قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9)وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا (10)

(سورۃ الشمس: ۸ ۔ ۱۰)

پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔۹۔ کہ جس نے (اپنے) نفس کا تزکیہ کیا وہ مُراد کو پہنچا۔۱۰۔ اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔۱۰

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام ؓ کے قلوب کا تزکیہ کرتے تھے اور ان کے نفسوں کو دنیاوی آلائشوں سے پاک کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا صحابہ کرام ؓ نے تابعین کا تزکیہ کیا اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور اولیاء کرام بعد میں آنے والوں کا تزکیۂ نفس کرتے رہے۔ اسی استاد وشاگرد کے تعلق کا نام تصوف ہے۔ یہ دین کی روشنی قیامت تک جاری رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيراً (45)

وَدَاعِياً إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُّنِيراً (46)

(سورۃ الاحزاب: ۴۵ ۔ ۴۶)

اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔۴۵۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔۴۶

یہی وہ راہ سلوک، مسلک اور تصوف ہے جو عہد نبوی ﷺ، صحابہ کرام ؓ اور تابعین کے دور میں تھا۔ قرآن نے اسی کو تزکیہ اور حکمت کہا۔ حضور اکرم ﷺ نے کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ معلم انسانیت تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ☆

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

یہی اولیاء کرام کی جماعت ہر دور میں نیکی کا حکم دیتی رہی اور بُرائی سے بے خوف وخطر روکتی رہی۔ اپنا تزکیہ کیا اور پھر دوسروں کا بھی تزکیہ کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا تعلق فلاح پانے والی جماعت سے ہے۔

تصوف و روحانیت اورارشاداتِ نبوی (ﷺ)

رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ اور اقوال صحابہ ؓ میں تعلیمات تصوف کا واضح ذکر ملتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے فرمایا! کیا میں تمہیں دنیا و مافیھا نہ دکھاؤں۔ انہوں نے عرض کہا ضرور، یارسول اللہ ﷺ! اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر مدینہ طیبہ کی ایک وادی میں لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ گندگی کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا جس میں کچھ کھوپڑیاں اور بوسیدہ ہڈیاں اور دوسری گندگی پڑی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے ابوہریرہؓ! یہ سب تمہاری (یعنی عام لوگوں کی) طرح لالچی تھے اور تمہاری طرح آرزوئیں کرتے تھے آج یہ بغیر جلد کے ہڈیاں ہیں پھر کچھ عرصہ بعد خاک ہوجائیں گی اور یہ گندگی وہ کھانے ہیں جن کو انہوں نے کھائے۔ نہ جانے کہاں سے کمایا اور پھر پیٹوں میں ڈال دیا۔ اب ان کی یہ حالت ہے کہ لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اور یہ پھٹے پرانے چیتھڑے ان کے لباس اور زینت کا باعث تھے۔ اب ہوائیں انہیں اڑاتی پھرتی ہیں اور یہ ان کے چوپاؤں کی ہڈیاں ہیں جن پر وہ دوردراز کا سفر کرتے تھے۔ پس جو دنیا کے لئے روتا ہے اسے چاہئے کہ وہ روئے۔ دنیا کی یہ تصویر کشی رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں فرمائی۔ حضور ﷺ کے نزدیک بھی دنیا کی یہی حیثیت ہے پس اس دنیا کو جو پسند کرتا ہے کرتا رہے اور جو آخرت اور معرفت الٰہی کا طالب ہے اس کے لئے راستہ بالکل صاف ہے۔

حضور انور ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی نے ہدیہ پیش کیا۔ آپ ﷺ اس کے لئے برتن تلاش کرنے لگے تا کہ اس کا برتن خالی کر کے اس کو واپس کردیں۔ لیکن کوئی برتن نہ مل سکا تو ارشاد فرمایا! اسے زمین پر ہی رکھ دو پھر اس میں سے کچھ حصہ تناول فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں ایسے ہی کھاتا پیتا ہوں۔ جس طرح ایک عام آدمی کھاتا ہے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی عطا نہ کرتا۔ یہ دنیا جس کی قدر مچھر کے پر سے بھی کم ہے ایک وسیلہ ہے منزل مقصود نہیں۔ پس جو انسان منزل مقصود سے منہ پھیر کر اس وسیلہ سے دل لگا لیتا ہے اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کردی ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ میری اور دنیا کی مثال اس مسافر کی طرح ہے جو سخت گرمیوں میں دوپہر کے وقت تھوڑا سا آرام کرتا ہے اور پھر اس جگہ کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں انگلی ڈالے اور پھر نکال کر دیکھے کہ کتنا پانی اس کے ساتھ نکلتا ہے۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ سخت چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب یہ منظر دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا عمر کیوں روتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ تو ریشم اور استبرق پر آرام کریں اور آپ ﷺ اس چٹائی پر۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ جلال میں آ گئے اور فرمایا! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت پائیں۔

رسول کریم ﷺ کا اخلاق اور دین دنیاوی فکر پر مبنی نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کا اخلاق اور دین عبادت، تواضع پر مبنی تھا۔ رسول اللہ ﷺ دنیاوی زیب و زینت سے الگ تھے۔ صوفیاء کرام بھی انہیں اصولوں پر کاربند ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے!

اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھنا اور مساکین کے ساتھ میرا حشر کرنا

یہ بڑی عظیم دعا ہے جس کو سیّد الانبیاء ﷺ نے پسند فرما کر اپنے لئے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ نے دنیا و آخرت میں مساکین کی معیت کو پسند فرمایا۔ یہاں مسکین سے مراد ضعیف اور گھٹیا نہیں بلکہ اس سے مراد مطیع اور پرہیز گار اور دنیا سے اعراض کرنے والا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو بزرگوں میں شمار کرو۔ یہ نصیحت بڑی عظیم اور معنی خیز ہے اس لئے اپنی جان سے زیادہ محفوظ رکھو کیونکہ انسان گناہوں کی کثرت نے گھیرا ہوا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ نجات کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو لگام دو، گھر پر رہو اور اپنی خطاؤں پر روؤ۔ یہ حضور ﷺ کے فضائل و شمائل ہیں۔ صوفیاء کرام نے انہیں مشعل راہ بنایا اور ایسی راہ پر گامزن رہے۔

(مقاماتِ سلوک)

ذکر کی محافل کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے! جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرا کرو (ذکر کی محافل) تو کچھ کھا لیا کرو (یعنی ان سے روحانی غذا حاصل کر لیا کرو) (جامع ترمذی)

صوفیاء کرامؒ کے اقوال

ہر دور میں صوفیاء کرام نے تصوف کی بے شمار تعریفیں کی ہیں اور اپنے ذوق اور وجدان کے مطابق اس کی تشریح فرمائی ہیں۔ ان تمام کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تصوف درحقیقت شریعت کے تمام پہلوؤں کا بیان ہے۔ بعض صوفیاء کرام کے نزدیک تصوف الہام اور بصیرت کا نام ہے اور بعض کے نزدیک علم الٰہی اور علم لدنی ہی تصوف ہے۔ چند ایک حوالہ جات تحریر کئے جاتے ہیں جو تذکرۃ اولیاء از شیخ فرید الدین عطارؒ، کشف المحجوب از حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ، عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، تاریخ تصوف از عبدالصمد صارم الازھری سے لئے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت معروف کرخیؒ (۲۰۰ھ): حقیقت کی معرفت حاصل کرنا، دقائق (گہری باتیں) پر گفتگو کرنا اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے اس سے ناامید ہو کر اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا تصوف ہے۔

۲۔ حضرت ذوالنون مصریؒ (۲۴۵ھ): تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کرنا اور اس کے احکامات کے مطابق مستقل رہنا۔ جب بولے تو زبان حقائق سے پردے اٹھائے اور سکوت اختیار کرے تو اس کے اعضاء و جوارح دنیا سے ترکِ تعلقات کی گواہی دیں۔

۳۔ حضرت خواجہ سری سقطیؒ (۲۵۷ھ): تصوف معرفت الٰہی کا نام ہے۔

۴۔ حضرت بایزید بسطامیؒ (۲۶۱ھ): اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کرنا اور مجاہدہ اختیار کرنا (یہاں آسائش سے مراد دنیاوی عیش و عشرت ہے جس میں پڑ کر انسان اللہ کو بھول جاتا ہے)۔

۵۔ حضرت ابوالحفص حدادؒ (۲۶۵ھ): تصوف مکمل ادب ہے جو ادب کو ضائع کرے وہ قرب الٰہی اور قبولیت سے دور جا پڑتا ہے اور مردود ہو جاتا ہے۔

۶۔ حضرت جنید بغدادیؒ (۲۹۷ھ): تصوف مستقل مجاہدہ نفس کا نام ہے۔

۷۔ خواجہ دینوریؒ (۲۹۹ھ): اسرار کی صفائی، اسرار شریعت میں مغالطہ نہ رکھنا، راضی بہ رضا رہنا اور لوگوں سے محبت کرنا تصوف ہے۔

۸۔ شیخ ابوالحسن نوریؒ (۲۸۶ھ): تصوف نہ رسوم ہے اور نہ فقط علوم میں سے ہے بلکہ یہ اسرار اخلاق ہے۔ اگر تصوف رسم ہوتا تو صرف مجاہدے سے حاصل ہوتا علم ہوتا تو فقط تعلیم سے حاصل ہوتا۔

۹۔ حضرت خواجہ محمد ادھمؒ (۳۰۳ھ): افعال پر ثابت قدم رہنا اور نفس کا اللہ کے ساتھ اس کی مرضی پر جوڑ دینا۔

۱۰۔ حضرت احمد بن یحییٰ ابن الجلاؒ (۳۰۶ھ): تصوف ایک حقیقت ہے اوراس میں کوئی رسم نہیں۔ رسم انسان کے لئے ہے اور حقیقت اللہ کے لئے ہے۔ دنیا کی رنگینیوں سے منہ پھیر لینا تصوف ہے۔

۱۱۔ حضرت خواجہ ابوبکر شبلیؒ (۳۳۴ھ): تصوف یہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کے ہو رہنا۔ غیر کے تصور سے بھی دل کو صاف رکھنا، بلکہ یوں سمجھنا کہ غیر کا کوئی وجود ہی نہیں۔

۱۲۔ خواجہ ابومحمد مرتعشؒ (۳۳۸ھ): تصوف حسن خلق اور رجوع الیٰ اللہ ہے۔

۱۳۔ خواجہ ابوعمر تخیلؒ (۳۶۶ھ): اوامر ونواہی پر صبر کرنا تصوف ہے۔

۱۴۔ خواجہ ابوالعباس نہاوندیؒ (۳۷۰ھ): اپنے حال کو پوشیدہ رکھنا، ایثار واحسان کا نام تصوف ہے۔

۱۵۔ حضرت ابوالحسن حضرمیؒ (۳۹۱ھ): دل کو حق کی مخالفت سے بچانا اور تزکیہ نفس کرنا تصوف ہے۔

۱۶۔ حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ (۴۶۵ھ): اپنے اخلاق ومعاملات کو صاف رکھنا۔ ہر پہلو سے صفت صفا کو لازم رکھنا اور صوفی "قد افلح من تزکیٰ" کا مظہر ہوتا ہے۔

۱۷۔ عبدلاکریم بن ہوازن قشیریؒ (۴۶۵ھ): کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی پابندی کرنا تصوف ہے

۱۸۔ حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ): تصوف علم اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے، علم کے ذریعہ نفسانی خواہشات سے کنارہ کشی کرنا، تزکیہ نفس کرنا، قلب کو غیر اللہ سے خالی کر کے ذکر الٰہی سے آراستہ کرنا۔

۱۹۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۰۵ھ): تصوف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر ہے۔

- سخاوت ابراہیمؑ
- رضائے اسمٰعیلؑ
- صبر ایوبؑ
- مناجاتِ زکریاؑ
- غربتِ یحییٰؑ
- خرقہ پوشی موسیٰؑ
- سیاحت و تجرد عیسیٰؑ
- فقر محمد مصطفیٰ ﷺ

۲۰۔ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ (۶۳۲ھ): تصوف قولاً، فعلاً اور حالاً اتباع رسول اللہ ﷺ کا نام ہے۔

بزرگوں کے کچھ اور اقوال

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کو کرامت والا دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے تو دھوکہ میں نہ آؤ۔ جب تک یہ نہ دیکھو کہ امر و نہی، حدود اللہ کی حفاظت اور پابندیِ شریعت میں کیسا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ مخلوق کے لئے سب راہیں بند ہیں سوائے اس کے جو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے۔

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں کہ جس کو دیکھو کہ اللہ کے ساتھ کسی ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو اس کو شرعی حدود سے باہر کر دے تو اس کے پاس بھی نہ پھٹکو۔

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے فرمایا کہ قولاً فعلاً اور ارادۃً پیغمبر ﷺ کی تابعداری ضروری ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا! جو آدمی شریعت پر قائم رہا اور اس کے احکامات کی تعمیل کی اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی تو وہ مرتبہ میں آگے بڑھتا ہے۔ یعنی تمام ترقیاں شریعت پر ثابت قدم رہنے پر موقوف ہیں۔

امام طوسیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف نام ہے مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا، اتباعِ سنت کا، اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے کا، خالقِ کائنات پر مکمل اعتماد کرنے کا اور اپنے قلب کو ہر قسم کی کثافتوں سے پاک کرنے کا۔

امام ابوبکر قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف صفائے قلبی اور مشاہدۂ حق سے عبارت ہے۔

امام شعرانیؒ کے نزدیک احکامِ شریعت پر عمل کا نچوڑ ہے جبکہ یہ عمل ریاکاری اور خواہشاتِ نفسانیہ سے خالی ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ تصوف وہ نور ہے جو صوفیاء کرام کے دل میں اس وقت اترتا ہے جب ان کا دل قرآن وسنت سے مزین ہو جاتا ہے۔ قرآن وسنت پر عمل کرنے سے قلوب پر وہ اسرار و رموز اور حقائق آشکار ہوتے ہیں جن کو زبان بیان کرنے سے عاجز ہے۔

اصحابِ صفہ

اکثر مورخین کا خیال ہے کہ تصوف کی ابتداء اصحابِ صفہ سے ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں صوفی نہیں کہا جاتا تھا اور نہ ہی تصوف کا نام ابھی وجود میں آیا تھا۔

اخبار مکہ اور البرہان المويد کے مطابق اصحابِ صفہ بنوصوفہ میں سے جو لوگ اسلام لائے انہیں مسجد نبوی کے ایک چبوترے " صفہ " پر رسول اللہ ﷺ سے براہ راست فیض وتربیت پانے کا موقع ملا۔ ابن منذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اصحابِ صفہ کی تعداد تقریباً چار سو تھی جو فقراء اور مہاجرین میں سے تھے۔ مدینہ منورہ میں ان کے پاس رہنے کے لئے جگہ نہ تھی، نہ ان کا وہاں کوئی قبیلہ تھا وہ مسجد کے چبوترے پر زندگی بسر کرتے تھے اور ہمہ وقت تعلیم حاصل کرتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب جہاد کے لئے لشکر روانہ کرتے تھے تو یہ ان میں حصہ لیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اصحابِ صفہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ ان کے کھانے کا بندوبست کر دیتے تھے۔ بعض صحابہ کئی کئی آدمیوں کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے تھے جبکہ ان کی بھی مالی حالت کچھ بہت اچھی نہیں ہوتی تھی۔ یہ لوگ محتاج اور مفلوک الحال تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اہل صفہ کے پاس کھڑے ہوئے اور ان کی محتاجی، کوشش اور خوش دلی دیکھی پھر فرمایا!

اے اصحابِ صفہ! تمہیں بشارت ہو جو تم میں سے اس صفت پر قائم رہا جس صفت پر آج کے دن تم قائم ہو وہ قیامت کے روز میرا رفیق وساتھی ہوگا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا! تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں یہ لوگ پیدا فرمائے میں اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھوں گا۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل صفہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: السلام علیکم! یا اہل صفہ۔ اصحابِ صفہ جواب دیتے۔ وعلیک السلام یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ارشاد فرماتے! تم لوگ آج کے دن بدر جہا بہتر ہو اس دن سے کہ جب تم میں سے کسی ایک کے کھانے سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ صبح کے کھانے کے لئے لایا جائے گا اور پھر ایک شام کے وقت اور وہ صبح کو ایک عالی شان جوڑے میں ملبوس ہو کر نکلے گا اور شام کو دوسرے میں۔ تم لوگ اپنے گھروں میں اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبہ پر پردے لٹکائے جاتے ہیں۔ (یعنی تم پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمہارے پاس مال ودولت کی خوب ریل پیل ہوگی)۔ اہل صفہ کہنے لگے کہ پھر ہم تو اس دن بہت بہتر ہوں گے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں آسودگی عطا فرمائے گا ہم اس کا شکر ادا کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلکہ تم لوگ آج

بہت بہتر ہو۔ (مجمع الزوائد)

شیخ ابونعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ مختلف قبائل کے اچھے لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر نور کے تاج سجائے۔ انہوں نے اذکار سے اپنے دلوں کو پاکیزہ کیا۔ ان کے اعضاء نے راحت پائی۔ ان کے باطنی اسرار روشن چاند کی طرح کھل اٹھے چونکہ حق تعالیٰ نے اپنی رضا کو ان کے شامل حال کر دیا تھا۔ انہوں نے دنیاوی بکھیڑوں میں مشغول ہونے سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور دنیا جمع کرنے والوں سے دور رہے۔ حاسد دشمنوں کے ساتھ مصالحت کر لی اور حق تعالیٰ کی حمایت کو انہوں نے تھامے رکھا۔ دنیا سے بالکل قطع تعلق رہے۔ دنیاوی ملبوسات ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے حق تعالیٰ کی محبت و رضا کو اپنا مقصدِ حیات بنایا۔ حتیٰ کے فرشتوں نے بھی ان کی زیارت اور دوستی کا شوق ظاہر کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کے ساتھ مل بیٹھنے اور گفتگو کرنے کا حکم ہوا۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ا ص ۳۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جنت میں سب سے پہلے کون لوگ داخل ہوں گے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جنت میں سب سے پہلے فقراء مہاجرین داخل ہوں گے۔ وہ اپنی حسرتیں اور تمنائیں سینوں میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ قضاء وقدر نے انہیں اپنی حسرتیں پوری کرنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ فرشتے بھی رشک آمیز لہجے میں کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے فرشتے ہیں اور تیرے آسمان کے رہنے والے ہیں لہٰذا انہیں ہم سے پہلے جنت میں داخل نہ کیجئے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں! میرے ان برگزیدہ بندوں نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔۔ بلکہ مصیبتوں میں ان کے طفیل لوگوں کا تحفظ کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے دلوں ہی میں آرزوئیں لئے ہوئے دنیا کو خیرآباد کہہ آئے۔ تقدیر نے انہیں آرزوئیں پوری کرنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ پس یہ جواب سن کر فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے!

" سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبیٰ الدار "

(یعنی) تمہارے صبر کے بدلے میں تمہارے اوپر سلامتی ہو۔ آخرت کا ٹھکانا بہت اچھا ہے

(مسند احمد ۲/۱۶۸، مجمع الزوائد ۱۰/۲۵۹، تفسیر ابن کثیر ۴/۳۷۳)

لغت میں صفہ سایہ دار درخت کو کہتے ہیں، تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رخ بیت اللہ کی طرف ہوگیا تو قبلہ اول کی طرف والی دیوار اور اس سے متصل جگہ ان اصحاب کے لئے چھوڑ دی جنہوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کے لئے وقف کر دی تھی۔ جن کا کوئی ٹھکانا اور گھر بار موجود نہ تھا، یہ جگہ صفہ کے نام سے مشہور ہوگئی اور یہ لوگ اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

یہ لوگ دن رات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، یہ نہ تجارت کرتے تھے، نہ زراعت اور نہ مزدوری نہ ان کے بال بچے تھے ان کی ہر وقت کوشش ہوتی تھی کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی بات ہم سننے سے نہ رہ جائیں۔ ان لوگوں کو کبھی کبھار دو دو دن تک کھانا نہ ملتا تھا۔ جب رسول اللہ (ﷺ) نماز کے لئے تشریف لاتے تو یہ بھی نماز میں شریک ہوجاتے بعض وقت بھوک اور کمزوری کی وجہ سے نماز کی حالت میں گر پڑتے تھے باہر کے لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے ستر (70) ایسے اصحابِ صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس ایک چادر بھی ہو، صرف ایک تہ بند یا کمبل ہوتا جس کو انہوں نے گردنوں میں باندھا ہوا ہوتا تھا اور یہ کمبل بھی اتنے چھوٹے ہوتے کہ آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنے تک اور وہ ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے تھے کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔
(صحیح بخاری)

امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اصحاب صفہ کو لوگوں پر تقسیم کر دیتے کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ تو کوئی دو کو لے جاتا، کوئی تین کو وغیرہ۔ حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہایت فیاض اور مالدار تھے وہ اپنے ہمراہ اسی اسی (80) آدمیوں کو لے جا کر کھانا کھلاتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ لوگ رات کو مسجد میں سو جاتے تھے۔ (فتح الباری)

بیعت کی اہمیت

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَإِن کَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ O

(سورۃ الجمعہ ۔ 2)

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جوان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اوران کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اوردانائی سکھاتے ہیں اوراس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ چار کام ان کے ذمہ لگائے گئے تھے۔

۱۔ قرآن کریم کی تلاوت سکھانا

۲۔ قرآن کریم کے معنی سکھانا

۳۔ حکمت کی باتیں سکھانا

۴۔ تزکیہ نفس کرانا

پہلے تین کام تو علماء ظاہر نے سنبھالے اور چوتھے کام کی ذمہ داری علماء باطن نے سنبھال لی جو خانقاہوں میں پوری کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ ممتحنہ (آیت ۔ ۱۲) میں خواتین سے بیعت لینے کے لئے فرمایا۔ یہ بیعت اسلام اور جہاد کی بیعت نہیں تھی بلکہ اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو فرض قرار دیا اور زندہ نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کو بھی فرض قرار دیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّٰهَ وَکُونُواْ مَعَ الصَّادِقِیْنَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۹)

اے ایمان والوتقویٰ اختیار کرواور نیک ہوجاؤ نیک لوگوں کے ساتھ۔

مقصد یہ ہے کہ نیک لوگ (جوزندہ ہوں) کی صحبت اختیار کرنے سے متقی بننا آسان ہوتا ہے اور مرشدِ کامل نیک انسان ہی ہوسکتا ہے۔ مرشد کامل کی بیعت اور صحبت کے بغیر وعظ ونصیحت سے انسان متقی نہیں بن سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنے گہرے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

﴿ اَلْمَرْأُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَا لْیَنْظُرْ مَنْ یُّخَالِلُ ﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک اصول بتلادیا کہ جس کا دوست اچھا ہوگا وہ خود بھی اچھا ہوگا اور جس کا دوست بُرا ہوگا وہ خود بھی اس برائی میں مبتلا ہوسکتا ہے۔

مرشد کامل ہی ایک اچھا دوست ہونا چاہئے۔ دنیا کا ہر کام مخلص دوست کی مدد سے آسان ہوجاتا ہے اسی طرح دین کا بھی معاملہ ہے۔ مرشد کامل کا دل محبت الٰہی، معرفت الٰہی، عشق اور تقویٰ سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس کا دل چاہتا ہے کہ میرے دل میں بھی محبت، معرفت، تقویٰ اور عشق الٰہی آجائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے دل کو اپنے شیخ کے دل کے ساتھ جوڑ دے۔ محبت ومعرفت، عشق الٰہی، تقویٰ، اتباع سنت اور بدعات سے اجتناب مرید کے دل میں آنا شروع ہوجائیں گی۔ انوارات اور فیوضات منتقل ہونا شروع ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ ملفوظات کمالات اشرفیہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ کے بغیر اگر کوئی لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ جس طرح کاٹتی تلوار ہی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی۔ بیعت سے مرشد کے ذریعہ سے القائے نسبت ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا ذکریاؒ ''صقالۃ القلوب'' میں لکھتے ہیں کہ ایک علم نبوی ہے جو کتابوں میں ملتا ہے اور دوسرا نور نبوی ہے جو مرشد کامل کے سینوں سے ملتا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بیعت ہونے کے ایک ماہ بعد اپنے شیخ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مکیؒ سے ملاقات ہوئی تو شیخ نے ان سے پوچھا! میاں رشید احمد بیعت سے کچھ تبدیلی نظر آئی۔ تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر فرمایا کہ تین تبدیلیاں نظر آئیں۔ پوچھا کون سی؟

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا!

۱۔ پہلے شریعت پر عمل کرنے کے لئے اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑتا تھا اب بے تکلفی کے ساتھ شریعت پر عمل ہو جاتا ہے۔ یعنی طبیعت شریعت کے موافق بن گئی۔ شریعت جس طرح چاہتی ہے طبیعت بھی اسی طرف جاتی ہے۔

۲۔ پہلے مطالعہ میں نصوص کے درمیان تعارض نظر آتا تھا اب نصوص کے درمیان تعارض ختم ہو گیا کہیں جھول نظر نہیں آتا۔

۳۔ مجھ پہلے کسی مداح میں خوشی اور برائی سننے میں ناراضگی محسوس ہوتی تھی۔ اب دونوں برابر ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے مخلوق راضی ہو یا نہ ہو کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

حضرت مکیؒ نے فرمایا! دین میں تین درجے ہیں:

علم، عمل، اخلاص۔

علم میں دو درجہ ہیں۔ علم غیر کامل اور علم کامل۔ علم غیر کامل عام علم ہوتا ہے۔

علم کامل وہ ہوتا ہے جس میں نصوص کے درمیان تعارض نظر نہیں آتا۔

عمل بھی ناقص اور کامل ہوتا ہے۔ عمل ناقص وہ عام عمل ہے اور عمل کامل وہ ہوتا ہے کہ طبیعت شریعت کے مطابق بن جائے۔

اخلاص کے دو درجہ ہیں۔ اخلاص ناقص اور اخلاص کامل۔ اخلاص ناقص عام اخلاص ہے اور اخلاص کامل وہ ہوتا ہے کہ دوسروں سے اپنی برائیوں کا سننے کے بعد بھی دوسروں پر غصہ نہ آئے۔

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیعؒ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں کہ ہدایت کے لئے صرف قرآن پاک کا پڑھنا کافی نہیں جب تک کہ قرآن پاک پر عمل کرنے والے کی صحبت (مرشد کامل) اختیار نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اتارا اور رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا کہ قرآن پاک پر اس طرح عمل کرو اور نبی کریم ﷺ کے عمل کو دیکھ کر اس کی اتباع کرو۔ اگر اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی زبان میں صرف قرآن پاک نازل فرماتے کہ اس پر عمل کرو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ کتاب اللہ کے ساتھ رہبر بھی بھیجا (یعنی زمانے کا رسول)۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد رہبری کے لئے مرشد کامل ہوتا ہے کیونکہ مرشد کامل پر مرید کا اعتقاد اور اعتماد ہوتا ہے۔ نفع حاصل کرنے کے لئے یہ صفات ضروری

ہیں۔ دنیاوی معاشرے میں دیکھیں کہ ماہر کی صحبت کے بغیر کام ناکام ہو جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی ؒ نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ مثلاً درزی کتابوں سے پڑھ پڑھ کر لوگوں کے کپڑے نہیں بنا سکتا جب تک کہ کسی درزی کی صحبت اختیار نہ کرے۔ اسی طرح ڈاکٹر بننا، ڈرائیور بننا، کھانے پکانے کا ماہر بننا صرف کتابوں کے پڑھنے سے نہیں ہوتا جب تک کہ اسی فن کے ماہر کی صحبت اختیار نہ کی ہو جس پر اعتماد اور اعتقاد ہو۔ اسی طرح تقویٰ، محبت الٰہی، عشق الٰہی کی دولت، تقویٰ والوں اور محبت وعشق الٰہی رکھنے والوں سے ملتی ہے۔

بیعت کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بیعت توبہ ہے یعنی گناہوں سے توبہ کی جائے یہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے۔ یعنی ہر شخص یہ بیعت کر سکتا ہے اور جو چاہے بیعت لے سکتا ہے۔ ایک بیعت تبرک ہے یعنی صلحاء کے سلسلہ میں شامل ہونے کے لئے بیعت کرے یہ بھی عام ہے۔

ایک قسم بیعت تحکیم ہے یعنی راہ سلوک کے مجاہدات میں شیخ کو راہنما اور مرشد قرار دے اور پوری جدوجہد اور ہمت سے یہ راستہ طے کرے۔ بیعت کی یہ قسم ارباب ارادت کے لئے خاص ہے اور اس بیعت کے کئی طریقے ہیں۔

حقیقتِ بیعت

بیعت جو اپنے اندر بیع کے معنی لئے ہوئے ہے شیخ کے ہاتھ بک جانا ہے۔ جس میں اپنے آپ کو شیخ کے ہاتھ احکام ظاہرہ و باطنہ پر عمل کرنے کے لئے بیچ دینا ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کو اپنے شیخ پر پورا اعتقاد اور اعتماد ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا میرے لئے نہایت نفع بخش ہوگا اور اس پر دل کا اطمینان بھی ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّة ﴾

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال خرید لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں اُن کیلئے جنت (تیار کی) ہے۔

فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُم بِهِ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۱)

(اے ایمان والو) تو جو سودا تم نے اُس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ سودا بہت سستا ہے کہ دو کم قیمت چیزیں یعنی جان و مال جو فانی اور ناپائیدار ہیں ان کی کتنی بڑی قیمت لگائی جا رہی ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا یعنی جنت۔ جس کے اندر دائمی نعمتیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ جان اور مال اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہمارے پاس امانت ہیں اور ہمیں اختیار دیا گیا ہے کہ جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ مالک جب چاہے اپنی چیزیں واپس لے سکتا ہے تو ہمیں چاہیئے جب وہ یہ چیزیں مانگے تو ہم رضا و رغبت سے واپس کر دیں۔

شیخ کی تجویز اور تشخیص میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے اور ایسا یقین رکھے کہ دنیا بھر میں میری جستجو اور میری تلاش میں میرے نفع کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں اس کو تصوف کی اصطلاح میں وحدتِ مطلب کہا جاتا ہے اس کے بغیر بیعت نفع نہیں دیتی کیونکہ نفس کی اصلاح کے لئے شیخ سے مناسبت شرط ہے اور مناسبت کی پہچان یہی ہے کہ اس کی تعظیم، قول و فعل اور حال پر قلب کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ اور اگر کبھی شیخ پر اعتراض کا خیال آئے تو رنجیدہ ہو اور گھٹن محسوس کرے۔ عوام کے لئے بیعت کی یہ صورت نفع بخش ہوتی ہے اس کا اثر یہ ہے کہ وہ مرشد کے قول کو قابل احترام سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خواص کے لئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے۔ بیعت سے دونوں میں قلبی تعلق اور اخلاص پیدا ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کو اپنا سمجھنے لگتے ہیں جس سے عمل میں استقامت آ جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ سے مختلف اوقات میں مختلف امور پر بیعت لیتے رہتے تھے اور ایسا ہی صحابہ کرامؓ نے تابعین سے کیا۔ پھر صوفیاء کرام میں بھی یہ سلسلہ قائم رہا اور آج تک طریقت کے سلسلے اسی سنت پر عمل کرتے آئے ہیں۔ بیعت کرتے وقت سالک خلوص نیت سے ہاتھ بڑھائے اور بیعت کے تمام آداب و شرائط کا خیال رکھے۔ بیعت ایک وعدہ ہے جو مرید اپنے مرشد کو گواہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے۔ اور جو کوئی عہد توڑتا ہے اس کا وبال اس پر پڑتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْراً عَظِيماً O

(سورۃ الفتح ۔ ۱۰)

جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر
جو عہد کو توڑے اور عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے
پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجرِ عظیم دے گا۔

بیعت کرنے کے بعد شیخ و مرشد کی صحبت بہت ضروری ہے، قربت کے ایک لمحہ کو بھی غنیمت سمجھنا چاہئے۔
مولانا رومؒ فرماتے ہیں!

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اچھے اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک (کستوری) اٹھانے والے اور دھونی جھونکنے والے کی ہے۔ مشک فروش یا تو تمہیں مشک کا تحفہ دے گا یا تم اسے خود خریدو گے۔ ورنہ خوشبو تو ضرور تمہیں پہنچے گی۔ اسی طرح دھونی جھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑوں کو جلائے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔
(صحیح بخاری)

شیخ و مرشد کیونکہ روحانی استاد ہوتا ہے اس لئے اس کی صحبت میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنا طریقت کا لازمی جزو ہے۔ مرید جب مرشد کی صحبت میں بیٹھے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی رہے گی۔ اسے تسکین قلب حاصل ہوگا اور کم از کم اتنی دیر تک وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ شیطان اس سے دور رہے گا۔ اولیاء کرام نے شیخ کی صحبت کو بہت اہمیت دی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو اعلیٰ مقام حاصل کیا وہ صحبت کی وجہ سے ہی تھا۔

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں! مرید کے لئے سب سے اہم چیز اپنے شیخ کی ہم نشینی ہے۔ اور ہم نشینی کے حقوق کی پاسداری فرض ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے۔
(بخاری و مسلم)

بیعت کی اقسام

رسول اللہ ﷺ نے چار طرح کی بیعت کی ہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ بیعت اسلام:

جب کوئی دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا اور کفر و شرک سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہتا تو نبی کریم ﷺ اس سے بیعت لیتے تھے۔ روایات سے ثابت ہے کہ ہجرت سے قبل حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے لوگ حاضر خدمت ہوکر آپ ﷺ سے بیعت ہوئے۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانی کا تذکرہ احادیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

۲۔ بیعت جہاد:

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت صحابہ کرام ؓ سے عہد لیا تھا کہ اگر دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئی تو بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ﴾

(سورۃ الفتح ۔ ۱۸)

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ (ﷺ) سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ اس بیعت میں شریک تھے ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے درخت کے نیچے کس بات پر بیعت کی تھی تو انہوں نے فرمایا! " علی الموت " یعنی ہم مر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں۔

۳۔ بیعت ہجرت:

حارث بن زیاد ساعدی ؓ فرماتے ہیں کہ میں یوم خندق میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں سے ہجرت کرنے کے لئے بیعت لے رہے تھے میرا گمان ہوا کہ یہ لوگ بیعت کے لئے بلائے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ان سے بھی بیعت لے لیجئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ

میرے چچیرے بھائی حوط بن یزید ہیں یا یزید بن حوط ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو تم لوگوں سے بیعت نہیں لیتا (یعنی تمہیں یہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں، وہ انصاری تھے)۔ لوگ تو تمہاری طرف ہجرت کر کے آتے ہیں تم لوگوں کی طرف ہجرت کر کے نہیں جاؤ گے۔ الخ۔

اس حدیث کو احمد، ابونعیم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۴۔ بیعت توبہ (بیعت طریقت)

امت کی تعلیم کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بعض اوقات صحابہ کرام ؓ سے بعض گناہوں کے نہ کرنے پر بیعت لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میری بیعت کرو۔ (اوران کے گرد صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت موجود تھی) یہاں صحابہ کا لفظ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو بیعت اسلام سے پہلے ہی مشرف ہو چکے تھے۔ ان کے دل ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے۔ رحمۃ للعالمین کی نظر رحمت نے ان کو روحانیت کی اس بلندیوں تک پہنچا دیا تھا کہ امت کے اولیاء ان کے مرتبہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان صحابہ کرام ؓ سے بیعت توبہ لی گئی۔ بیعت توبہ سنت عمل ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے فسادات کے وقت میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

ولی کی تعریف

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (62)الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ (63)لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ لاَ تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (64)

(سورۃ یونس: ۶۲ ۔۶۴)

سن رکھو! جو اللہ کے دوست ہیں انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے، ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

''شرح العقائد'' میں علامہ سعد الدین تفتازانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عارف ہو۔ وہ حتیٰ الامکان گناہوں، لذات وشہوات سے بچتا ہو اور طاعات کی تمام تر کوشش کرتا ہو۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جس نے میرے کسی ولی کو ایذاء دی یقیناً اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور کوئی بندہ میرا قرب اس چیز سے زیادہ اور کسی شے سے حاصل نہیں کرسکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ البتہ بندہ مسلسل نوافل کے ساتھ میرا قربت میں اور اضافہ کرسکتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پس اگر وہ بندہ سے مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنا متردد نہیں ہوتا جتنا کہ مؤمن بندے کی روح قبض کرنے میں کیونکہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ناپسند کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عیاض بن غنمؓ سے مروی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے درجاتِ اعلیٰ میں ملأ اعلیٰ نے بتایا کہ میرے امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے رب العزت کی رحمت وسیع ہونے پر خوش ہوتے ہیں اور اپنے رب کے عذاب کے خوف سے روتے ہیں۔ صبح وشام اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں، اپنی زبانوں کے ساتھ امید اور خوف کی حالت

میں اس کو پکارتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو اس کے آگے پھیلا کر پست اور بلند آواز کے ساتھ اس سے سوال کرتے ہیں۔ اپنے قلوب کے ساتھ اس کی ملاقات کے اول و آخر مشتاق ہوتے ہیں۔ ان کا بوجھ لوگوں پر ہلکا ہوتا ہے لیکن اپنی جانوں پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ ننگے قدم زمین پر چیونٹیوں کی طرح عاجزی اور مسکنت کے ساتھ چلتے ہیں۔ وسیلے کے ساتھ قرب خداوندی پاتے ہیں۔ بوسیدہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔ حق کی اتباع کرتے ہیں۔ فرقان (قران کریم) کی تلاوت کرتے ہیں۔ قربان گاہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے گواہ فرشتے اور نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ظاہر ہیں۔ وہ لوگ نورِ فراست سے بندوں کو جان لیتے ہیں، دنیا میں غور و فکر کرتے ہیں۔ ان کے جسم زمین پر ہوتے ہیں لیکن ان کی نگاہیں آسمان پر ہوتی ہیں۔ ان کے قدم زمین پر ہوتے ہیں لیکن ان کے قلوب آسمان میں ہوتے ہیں۔ ان کے پاکیزہ نفوس زمین پر ہوتے ہیں اور دل عرش پر۔ ان کی ارواح دنیا میں ہوتی ہیں اور عقلیں آخرت کی سوچ میں ہوتی ہیں۔ پس ان کے لئے وہی ہے جو وہ چاہیں گے۔ ان کی قبریں تو دنیا میں ہیں لیکن ان کا مقام اللہ عزوجل کے پاس ہے۔

پھر آپ ؓ نے درج ذیل آیت پڑھی:

ذَلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِی وَ خَافَ وَعِیْدِ

(سورۃ ابراہیم ۔ ۱۴)

یہ اس شخص کے لئے ہے جو میرے آگے کھڑا ہونے سے اور میری وعید سے ڈر گیا۔

یہ لوگ حقوق کی ادائیگی میں آج اور کل کا انتظار میں تاخیر نہیں کرتے اور بغیر کمی کے اطاعت کو پورا پورا بجالاتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء)

ولایت کسے کہتے ہیں؟

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ O

(سورۃ یونس ۔ ٦٢)

خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! وَ اللّٰهُ وَلِيّ الْمُومِنِيْن " اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔"

وَلایت : اس قرب کو کہتے ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔

وِلایت : اس کمال کو کہتے ہیں جو بندے کو حاصل ہوتا ہے، جس سے وہ لوگوں کو فیض پہنچا تا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! جس نے کسی ولی کو تکلیف دی اس نے مجھ سے جنگ کرنے کو حلال سمجھا۔ کوئی شخص میرے اتنا قریب نہیں آ سکتا جتنا فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ آ سکتا ہے اور پھر بندہ نوافل ادا کر کے میرے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے اور بالآخر میں اس سے محبت کرتا ہوں اور کسی شے کے بارے میں اسے انجام دیتے وقت مجھے اس قدر تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح قبض کرتے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور مجھے بھی اس کی تکلیف گوارا نہیں ہوتی حالانکہ یہ ضرور آنی ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری و مسند احمد)

حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء ہیں نہ شہداء، لیکن اللہ کی طرف سے قیامت کے روز ان کو ملنے والے رتبے پر انبیاء بھی رشک کریں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں اور ان کے اعمال کیا ہیں؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت رکھیں۔ فرمایا وہ ایسی قوم ہیں جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھیں گے، بغیر کسی آپس کی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لین دین کے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے مجسم نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور جب دوسرے لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ دوسرے لوگ غم اور فکر میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی غم لاحق نہ ہوگا۔

(سنن نسائی، سنن ابوداوٗد اور مشکوۃ المصابیح)

حضرت عمرو بن مجموحؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء اور میری مخلوق میں سے میرے محبوب بندے وہ ہیں جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ (مسند احمد)

ولایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی دوست کو الہام کے ذریعہ اپنی بات پہنچائے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی سچی زبان سے جاری ہوتی ہے اس میں سکون ہوتا ہے۔ مجذوب کا دل اسے قبول کر کے اس سے سکون حاصل کرتا ہے۔ انبیاء کے لئے کلام اور اولیاء کے لئے الہام مخصوص ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

کوئی بھی ولی انبیاء میں سے ادنیٰ درجہ کے نبی کے برابر بھی ہرگز نہیں ہوسکتا اس مسئلہ پر اجماع کا اتفاق ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے تو یہ اعلانیہ غلط ہے۔ صرف انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اولیاء کرام سے غلطیاں سرزد ہوسکتی ہیں۔ دور نبوی ﷺ کے بعد آنے والے تمام اولیاء کرام سے ادنیٰ درجہ کے صحابیؓ کا درجہ بھی بلند ہے۔ ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے اور نبی معصوم ہوتا ہے۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں! وہ بے کیف نسبت جس کو ولایت کہتے ہیں کبھی کبھار نظر کشف میں جسمانی قرب کی صورت میں محسوس ہوتی ہے جتنی زیادہ اس قرب میں ترقی ہوتی ہے کشفی نگاہ میں یوں دکھائی دیتا ہے گویا ذات باری تعالیٰ کی سمت سیر کر رہا ہوں یا اس کی ایک صفت سے دوسری کی طرف جا رہا ہوں۔ اسی مثالی صورت کی بنا پر اس نسبت کو اللہ تعالیٰ کا قرب کہتے ہیں اور اس ترقی کو سیر الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سیر) سیر فی اللہ (اللہ تعالیٰ کے اندر سیر) اور سیر من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیر) اور سیر باللہ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیر) کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بصواب

(ارشاد الطالبین)

ولایت عامہ و خاصہ

شریعت کے ظاہری و باطنی اعمال کے جمع و اہتمام کا نام تصوف ہے۔ فرائض و واجبات کی حد تک ان دونوں کے جمع و اہتمام کو تصوف کی اصطلاح میں " ولایت عامہ " کہتے ہیں۔ جس کا حصول ہر مومن پر فرض ہے۔ دوسرا درجہ فرائض و واجبات کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل و مستحبات کا اہتمام اور ان کی کثرت کرنا ہے۔ یعنی " **اذکر اللّٰہ ذکر ا کثیرا** " اور " **یذکر ون اللّٰہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم** " وغیرہ۔

آیات و احادیث کے مطابق اپنی زندگی کے تمام حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور دھیان رکھنا، ذکر و استغفار سے کبھی غافل نہ ہو۔ ان سارے اعمال سے عبادت میں احسان کی کیفیت پیدا ہو جائے کہ جو کچھ بھی کریں اس طرح کریں گویا اللہ تعالیٰ کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اگر ہم نہ بھی دیکھیں تو وہ تو بہر حال ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ درجہ " ولایت خاصہ " کا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ولایت و بزرگی سے یہی مراد لیا جاتا ہے۔

ولی وہ شخص ہوتا ہے جو ولایت خاصہ کا حامل ہو۔ آپ اسے ولی اللہ کہیں، شیخ کہہ لیں، پیر و مرشد کہہ لیں۔ بہر صورت صرف وہ شخص اس منصب کا حقدار ہے جو خود ولایتِ خاصہ کے مدارج طے کر رہا ہو اور سالکین یا مریدین کو بھی مقامات سلوک تک لے جانے کا اہل ہو۔

حضرت ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ ولی کی نشانی یہ ہے کہ شریعت کے ظاہر پر اس کو پوری استقامت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

ان اولیا اللّٰہ الا المتقون

بے شک اولیاء اللہ متقی ہوتے ہیں

ولایتِ خاص یہ ہے کہ بلا کسی امید کے اللہ کی یاد دل میں ایسی مستحکم ہو اور ذات پاک سے دل کا تعلق اس قدر مضبوط ہو کہ راحت ہو یا تکلیف کسی حال میں اسے غفلت نہ ہو۔ اصطلاح صوفیاء میں اسے نسبت و مشاہدہ کہتے ہیں جو فنا و بقاء کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (مقامات تصوف)

ولایت خاصہ کے حامل وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں کا ذاتِ باری سے رابطہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے روبرو وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ نہ رواج، نہ دولت نہ سطوت، نہ ظالم کا ظلم و ستم، ساری کائنات بے اثر ہو جاتی ہے سوائے

اس ذات کے نام کے، اسی کی آرزو، جستجو اور طلب باقی رہ جاتی ہے۔

ولایت خاصہ کی جو نشانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب مانا اور پھر اس پر ڈٹ گئے تو ان پر دنیا کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جو انہیں بشارت دیتے ہیں اور ہر خوف و فکر سے آزادی کی خبر دیتے ہیں۔ مگر کون اس فیصلہ پر کب تک قائم رہتا ہے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے اگر خود اس شخص کو اپنی ولایت کا ادراک ہو بھی تو دوسرے لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے؟ لہٰذا ہر نیک و باعمل مسلمان سے حسن ظن ہوتا ہے کہ یہ ولی اللہ ہے۔ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہاں یہ کہنا درست ہے کہ فلاں صاحب حال ہے یا اسے کوئی ذرہ معرفت کا حاصل ہے۔ (کنز الطالبین)

اولیاء کا ارشاد ہے کہ کرامت کے طالب مت بنو استقامت کے طالب بنو۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت کا طلبگار ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا طالب ہے۔

اولیاءاللہ کو اذیت دینا اور ان سے دشمنی کرنا

امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا کہ جو شخص میرے کسی ولی کی توہین کرتا ہے وہ مجھ سے جنگ کا کھلم کھلا اعلان کرتا ہے۔

ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے صحابہؓ کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ غریب و فقراء تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں اپنے پاس سے بھگا دیجئے کیونکہ ہم اچھا نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ بیٹھیں تو ہم آپ (ﷺ) کی بات سننے کے لئے تیار ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی آیت نازل ہوئی جس میں نبی کریم ﷺ کو ہدایت کی گئی تھی کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے دور مت کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اسی کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب مشرکین اس بات سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے ایک نئی درخواست پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مشرکین کے لئے اور ایک دن صحابہؓ کے لئے وقف کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے بھی انکار کر دیا۔

ولایت کسبی ہے

ولایت کسبی ہےاورصرف نبوت وہبی ہوتی ہے۔ وہبی اور کسبی میں فرق یہ ہے کہ جو چیز وہبی ہےاسے حاصل کرنے میں محنت درکارنہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے، دوسری جو چیز کسبی ہےاس میں بھی بات سراسر محنت کی نہیں ہے۔ بات طلب کی بھی ہے، بات محنت، جستجو اور آرزو کی ہے۔ وہ آرزو جو طلب کرنے کی طرف سے آتی ہے۔ کسبی چیز بھی اللہ ہی دیتا ہے ملتی وہبی طریقہ سے ہی ہے۔ محنت کے معاوضہ میں نہیں ملتی کیونکہ انسان اتنی محنت تو کر ہی نہیں سکتا۔ انسان جتنی نعمتیں ہر روز استعمال کرتا ہے، مثلاً طاقت، صحت، قوت بینائی، بولنے کی قوت، سننے کی قوت وغیرہ کا شکرادانہیں کرسکتا تو محنت سے ولایت خاصہ کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔ لیکن جب وہ دل سے طے کرلیتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب، اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی ولایت اس کی دوستی و پناہ چاہئے اوراس کی ساری محنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے بڑھ کر تھام لیتا ہے۔ دل میں ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت آسان ہوجاتی ہے گویا اتباع شریعت کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر جس قدر دل میں خلوص بڑھتا جاتا ہے اعمال کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

بنی اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے اطاعت کا وعدہ لیا اوراس کے پورا کرنے پر فرمایا کہ

"**انی معکم**" یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔

یوں تو اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہے مگر معیت کے معنی ہیں اس کی اپنی رضا اور خوشنودی کے ساتھ ہونا۔ ذاتی، معاشرتی یا قومی کوئی سے امور ہوں معیتِ باری تعالیٰ اتنا بڑاانعام ہے کہ یہ ساری ولایت خاصہ ہے۔ چونکہ معیت کا دارومدار انسان کی طرف سے اطاعت کا وعدہ پورا کرنے پر ہے۔ اگر پورانہیں کرے گا تو محروم ہوجائے گا اس لئے جب شرط نہ رہے تو مشروط بھی نہیں رہتا، گویا بڑے سے بڑا ولی بھی تب تک ولی ہے جب تک اطاعت شعار ہے، اطاعت گئی تو ولایت بھی گئی۔

کیا " ولی " اپنی ولایت جانتا ہے

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ولی اپنی ولایت کا علم رکھتا ہے یا نہیں۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ اسے اپنی ولایت کا علم ہونا جائز ہے کیونکہ ولی اپنے آپ کو حقیر جانتا ہے۔ اگر اس سے کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو وہ ڈرا ڈرا رہتا ہے کہ کہیں یہ مکر وفریب نہ ہو۔ اور خود وہ اپنے خوف سے ہمیشہ واقف رہتا ہے کیونکہ اسے ڈر رہتا ہے کہ جس مرتبہ پر وہ فائز ہے۔ اس سے کہیں گر نہ جائے اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا انجام حالتِ ولایت کے خلاف ہو۔ یہ علماء ولی کی شرائط میں اس بات کو بھی شرط قرار دیتے ہیں کہ اس کی موت صحیح اور اچھی ہو۔ اس سلسلہ میں مشائخ کی بہت سے حکایات بیان کی جاتی ہیں۔ صوفیاء کرام میں کچھ کا قول یہ ہے کہ ولی اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں ولی ہوں۔ ایک ولی کو اپنی عاقبت کا مسلسل خوف رہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت چھائی رہتی ہے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دس صحابہ کرامؓ جنتی ہیں تو وہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی تصدیق پر پورے اترے۔ انہیں یقیناً معلوم ہو گیا کہ ان کی اخروی زندگی محفوظ ہے لیکن اس علم کے بعد بھی ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور ان کے زندگی کے نیک اعمال اسی طرح جاری وساری رہے۔ اللہ کا ولی جب یہ دیکھتا ہے کہ اس سے کرامت کا ظہور ہو رہا ہے تو اس کے لئے کرامت اور غیر کرامت میں امتیاز کرنا ناممکن نہیں ہوتا۔ جب اس کا علم ہو جائے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ راہ راست پر چل رہا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ولی بننا چاہتا ہے تو وہ دنیا وآخرت بھر کی کسی شے سے تعلق نہ رکھے اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہے کہ وہ تمہیں اپنا دوست بنا لے۔

(رسالۃ قشیریہ ص ۳۱۳)

صحبت

یک زماں صحبت با اولیاء　　　بہتر از صد سال طاعت بے ریا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگوں کے لئے اللہ کی محبت واجب ہو جاتی ہے:

۱۔　اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرنے والے

۲۔　اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والے

۳۔　اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرنے والے

۴۔　اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مرید کے ساتھ محبت کرتا ہے، بیٹھتا ہے، ملاقات کرتا ہے اور خرچ کرتا ہے۔ اگر مرشد کامل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں ملتی تو رسول اللہ ﷺ نے کیوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہے۔ صحابہ کرامؓ کو جو مقام ملا وہ صحبت کی وجہ سے ملا نہ کہ مجاہدہ اور ذکر و اذکار سے۔ اگر چہ وہ مجاہدہ اور ذکر و اذکار بھی کرتے تھے۔

آج رسول اللہ ﷺ کی صحبت نہیں ملتی لیکن رسول اللہ ﷺ کے نائب یعنی مرشد کامل تو ملتے ہیں مگر طلب کرنے سے۔ اگر ہم مرشد کامل سے نسبت نہیں جوڑیں گے تو شیطان کے جال اور چالوں میں پھنس جائیں گے۔ شیطان کی دو قسم کی چالیں ہوتی ہیں۔ ظلمانی اور نورانی۔ نورانی چالیں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔ مرشد کامل کو نورانی چالوں کا پتہ چل جاتا ہے اس لئے مرشد کامل کی بیعت اور صحبت بے انتہا ضروری ہے۔

تزکیۂ نفس

تزکیہ کا لغوی معنی:

تزکیہ کا لفظ زکاۃ سے ماخوذ ہے۔ زکاۃ کا لفظ اصل میں زکوۃ تھا کاف کے فتحہ کی وجہ سے واوٗ الف میں تبدیل ہوگیا تو زکوۃ سے زکاۃ ہوگیا۔ امام ابن اثیرؒ فرماتے ہیں! لغت میں زکاۃ کے معنی ہیں طہارت، بڑھنا، برکت اور مدح۔ امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں۔ زکاۃ کے اصل معنی ہے وہ اضافہ اور پھلنا پھولنا جو قدرتی برکتوں سے حاصل ہو۔ اس کے معنی کا تعلق دنیوی اوراخروی تمام امور سے ہوتا ہے۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زکا الزرع یزکو (کھیتی بڑھ گئی) اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کھیتی سے برکت اوراضافہ حاصل ہو، اوراسی سے وہ زکاۃ ہے جوانسان فقراء کے لئے اللہ تعالیٰ کا حق نکالتا ہے۔ اس کو زکاۃ کہنے کی توجیح یہ ہے کہ اس میں برکت کی امید کی جاتی ہے یا اس لئے اس کو زکاۃ کہتے ہیں کہ اس سے نفس کی طہارت ہوتی ہے یعنی نفس کی نیکی اورصلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور مال میں برکت ہوتی ہے۔ نفس کی زکاۃ اورطہارت سے انسان دنیا میں نیک اوصاف کا مستحق ہو جاتا ہے اور آخرت میں اجر وثواب کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا انسان کو غور کرنا چاہئے کہ کس طرح سے یہ صفائی اور پاکیزگی ہوسکتی ہے۔

تزکیہ کے اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں انسان کا اپنے آپ کو تمام قسم کی فسق وفجور، کفر وضلالت، معصیت، ظلم وعداوت، جھوٹ وخیانت، حسد وبغض، کدورت ومخاصمت، منافرت، خباثت وکینہ، غیبت، غفلت وغصہ، تکبروغرور وغیرہ رذائل سے پاک کرنا تزکیہ ہے۔

تزکیہ نفس:

تزکیہ، احسان اورتصوف، ایک حقیقت کے تین نام ہیں۔ جسے قرآن مجید تزکیہ کہتا ہے۔ اس کو حدیث جبرئیلؑ میں احسان سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب قرآن کریم کا ترجمہ فارسی زبان میں ہوا تو عربی کا لفظ تصوف جو فارسی میں مستعمل تھا اسے فن تزکیہ کے لئے استعمال کیا گیا۔

دنیا میں انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنا، کفر، شرک، ظلم اور معصیت کو مٹانا۔ لوگوں کی زندگیوں کو گناہوں سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ تمام ادیان وشرائع اور انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصود تزکیہ نفس ہے۔ اسلام میں جو اہمیت تزکیہ نفس کو حاصل ہے وہ دوسری کسی چیز کو حاصل نہیں۔ دوسری ساری چیزیں وسائل اور ذرائع کی حیثیت رکھتی ہیں۔

انبیاء کرامؑ اپنے تمام دعوتی اور اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز تزکیہ باطن سے کرتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کی خاطر انہیں بہت سے ایسے کام انجام دینے پڑتے ہیں جو اس مقصد کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے وہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں انہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت کا درس دیتے ہیں۔ مگر مقصود سارے کام میں صرف دوسرے لوگوں کے نفسوں کا تزکیہ ہوتا ہے جو شروع میں بھی ان کے پیش نظر ہوتا ہے اور آخر میں بھی ان کی جدوجہد کا سبب ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو رسول اللہ ﷺ کے لئے فرمائی وہ بھی یہی تھی۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُولاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُو عَلَيۡهِمۡ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ
وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ إِنَّکَ أَنتَ العَزِيۡزُ الحَكِيۡمُ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان (کے نفسوں وقلوب) کو خوب پاک صاف کردے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کا حوالہ ان الفاظ میں دیا۔

كَمَا أَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُولاً مِّنكُمۡ يَتۡلُو عَلَيۡكُمۡ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ
وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواۡ تَعۡلَمُونَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۱)

اس طرح ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے اور

تمہیں (نفس اور قلب سے) پاک وصاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرار معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اسی طرح سورۃ جمعہ میں آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ اور اس کے اغراض ومقاصد کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْأُمِّیِّیْنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ O

(سورۃ الجمعہ ۔ ۲)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر وباطن) کو پاک وصاف اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بیشک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

کائنات میں انسان کے حق میں مکمل فلاح اور کامیابی اس بات میں ہے کہ وہ دنیا میں پاکیزہ زندگی گزارے تاکہ وہ آخرت کی ابدی اور دائمی راحت والی زندگی حاصل کر سکے۔ پاکیزہ زندگی گزارنے کے طریقے اللہ کے رسول اور نبی علیہ السلام سکھاتے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے بعثت رسول (ﷺ) کو عظیم احسان فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِیْنَ إِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ یَتْلُو عَلَیْهِمْ آیَاتِهِ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ O

(سورۃ آل عمران ۔ 164)

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

فرائض نبوت کی ترتیب پر غور فرمائیں تو تزکیہ تلاوتِ آیات کے بعد آتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ بغیر تزکیہ کے تعلیم کتاب وحکمت سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی۔ اسی تناظر میں رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے!

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم " وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَ تْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَاوَهِيَ الْقَلْبُ ☆

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہوتا ہے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔

(صحیح بخاری)

تزکیہ کا تعلق چونکہ قلب سے ہے اسی لئے پہلے قلب کو پاک کرنے کا حکم ہوا ہے۔ کیونکہ اگر یہ رزائل اخلاق سے آلودہ رہا تو صرف جسم کو سکھانے پڑھانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ وہ ان تعلیمات کو سمجھ ہی نہیں پائے گا۔ پھر جسم تو قلب کے تابع ہے اور ہمہ وقت اس کے حکم پر کمر بستہ ہے۔ لہٰذا ایمان کے بعد فوراً تزکیہ اور اس کے بعد تعلیم کتاب وحکمت ہے۔

جیسے ہی ایمان نصیب ہوتا ہے شہادت کے ذریعہ اور زبان سے اقرار کے بعد تصدیق قلب تک پہنچتی ہے یعنی جوں ہی اسلام میں داخل ہوا تو باطن کے شدید ترین بت کفر وشرک پاش پاش ہو گئے۔ لیکن اس سے وہ بت جو اس کے خالق نے تخلیقی طور پر اسی کی فطرت میں رکھے ہیں جسے اصطلاحاً رزائل اخلاق کہا جاتا ہے وہ بغیر تزکیہ کے نہیں ٹوٹتے۔ اس لئے تزکیہ نفس ہر بندہ مسلم کا بنیادی اور داخلی معاملہ ہے اور اتنا اہم کہ خالق کائنات نے اسے محسن انسانیت کے فرائض میں شامل کر دیا۔ یہ بت کیا ہیں؟ انا پرستی، شہرت کے بت، حب جاہ کے بت، حب مال کے بت، خود بینی، خود پسندی، خودنمائی، تکبر، عجب، حسد، طمع اور ریا کاری کے بت۔ ان تمام بتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے نفس کا تزکیہ انتہائی ضروری ہے۔

قرآن مجید میں لفظ تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہے۔ اس کے رسول ﷺ کی طرف بھی اور بندے کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ان آیات میں اس کا ذکر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيْلاً O

(سورۃ النساء ۔ ۴۹)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاک ظاہر کرتے ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک فرماتا ہے

اوران پرایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

﴿ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَن يَشَاءُ ﴾

(سورۃالنور ۔ ۲۱)

جسے اللہ چاہتا ہے پاک فرمادیتا ہے

اوررسول اللہ ﷺ کی طرف تزکیہ کی نسبت ان آیات میں ہے۔

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾

(سورۃالتوبہ ۔ ۱۰۳)

آپ (ﷺ) ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے کہ آپ اس (صدقے) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اورانہیں (ایمان ومال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اوران کے حق میں دعافرمائیں۔

بندے کی طرف تزکیہ کی نسبت ان آیات میں ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى ○

(سورۃاعلیٰ ۔ ۱۴)

بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اورگناہ کی آلودگیاں سے) پاک ہوگیا

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ○

(سورۃالشمس ۔ ۹)

بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رزائل سے) پاک کرلیا۔ (اوراس میں نیکی کی نشونما کی)

نفس کے جتنے بھی رزائل ہیں ان میں سب کی بنیاد عجب اور خود پسندی ہے یعنی جوانسان اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اور خود کو صاحب جاہ ومرتبہ سمجھتا ہے اور پھر اسے کوئی اور شخص ایسا نظر آتا ہے جس کی اس سے زیادہ عزت ہورہی ہوتو وہ حسد کرنے

لگتا ہے۔ پہلے وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ خود کو اس شخص سے بلند ثابت کرے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ اس کی دوسری کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس شخص کے مرتبہ کو ختم کر دے اور اس کے لئے وہ ہر جائز و ناجائز حربے استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اگر وہ اپنے مد مقابل کو مٹا سکے یا نہ مٹا سکے وہ خود ہر حال میں نقصان میں رہتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اپنے حریف کو زیر کرنے میں کامیاب ہوتا ہے تو کسی ناجائز ہتھکنڈے سے ہوتا ہے اور اگر ناکام رہا تو ہر وقت اس کی وجہ سے حسد میں مبتلا رہتا ہے اور حسد کی نحوست کی وجہ سے دن رات اس کی غیبتیں کرتا پھرتا ہے اور یہ ایسا مرض ہے جس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ یہ بات عام مشاہدے میں ہے کہ ایک تاجر دوسرے تاجر سے، ایک زمیندار دوسرے زمیندار سے، ایک سیاستدان دوسرے سیاستدان سے، ایک قاری دوسرے قاری ہے، ایک عالم دوسرے عالم سے، ایک نام نہاد پیر یا صوفی دوسرے نام نہاد پیر یا صوفی سے حسد میں مبتلا رہتا ہے۔

خود پسندی اتنی بُری چیز ہے کہ سب سے پہلے خود پسندی ابلیس لعین نے اختیار کی۔ اس نے کہا" **انا خیر منه** " (میں اس سے بہتر ہوں) اس کا خود کو بہتر سمجھنا اس کا اپنا خیال تھا۔ سب سے پہلی نافرمانی حسد کی وجہ سے ہوئی۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ حسد کیا اور اللہ کے واضح حکم کے باوجود اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حسد پر شیطان کو جس چیز نے اکسایا وہ خود پسندی تھی۔

قرآن وسنت میں عجب کی بُرائی بیان کی گئی ہے۔

﴿ وَيَوۡمَ حُنَيۡنٍ إِذۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنكُمۡ شَيۡـًٔا ﴾

(سورۃ التوبہ ۔ ۲۵)

اور (خصوصاً) حنین کے دن جب تمہاری (افرادی قوت کی) کثرت نے تمہیں نازاں بنا دیا تھا اور پھر وہ کثرت تمہیں کچھ بھی نفع نہ دے سکی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین چیزیں تباہ کر دیتی ہیں۔ وہ بخل وحرص کہ انسان اس کا پابند ہو جائے اور ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے اور انسان کا خود پسند ہونا۔ (المعجم الاوسط، حدیث ۵۴۵۳ ج ۵ ص ۲۳۸)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ثعلبہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا! جب تم ایسا بخل وحرص دیکھو کہ انسان جس کا قیدی بن گیا ہے اور ایسی خواہش دیکھو جس کی پیروی کی جا رہی ہو اور ایسے رائے دینے والا دیکھو جو اپنی رائے پر اترا رہا ہو تو

اپنے آپ کو اس سے دور رکھو۔ (سنن ابن ماجہ حدیث ۴۰۱۴، جلد۲ص ۱۳۳)

بعض انسانوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ جب کوئی عبادت کر لیتے ہیں تو اپنے آپ کو نیک گمان کرنے لگتے ہیں اور اپنی زبان سے اس کا چرچا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن جریج ؒ نے " فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ " کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی نیک عمل کرو تو یہ نہ کہو کہ ہم نے نیک عمل کیا ہے۔

حضرت رشید بن اسلم ؒ نے کہا کہ تم اسے نیکی مت سمجھو کیونکہ اسے نیکی سمجھنا ہی عجب ہے۔

حضرت مطرف ؒ کہتے ہیں کہ اگر میں ساری رات عبادت سے غافل ہو کر نیند میں گزاروں اور صبح ندامت کا سامنا کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں ساری رات قیام کروں اور صبح خود پسندی میں مبتلا ہو جاؤں۔

جس طرح جسمانی امراض کے ماہر ہر مرض کی بنیاد معدہ کی خرابی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح اسی کا علاج کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی امراض میں بنیادی مرض عجب ہے اور اس مرض کے بھی اکثر لوگ شکار ہوتے ہیں خواہ اطاعت گزار ہوں یا گناہ گار۔ عجب ایسا مرض ہے جس میں گناہ گار سے زیادہ نیک لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔

حضرت امام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ اپنے اعمال کی خالصیت اور قلوب کی صفائی کے باوجود یہ تمنا کرتے تھے کہ کاش وہ راہ میں پڑی ہوئی مٹی ہوتے، گھاس کا تنکا ہوتے یا کوئی پرندہ ہوتے۔ یہ واقعات پڑھنے اور سننے کے بعد کوئی عقلمند کس طرح اپنے اعمال پر فخر کر سکتا ہے۔

عجب کا علاج تواضع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اسے رفعت عطا فرمائی۔

حضرت بایزید بسطامی ؒ فرماتے ہیں کہ جب تک بندے کا یہ گمان باقی رہے کہ مخلوق میں کوئی شخص اس سے زیادہ بُرا موجود ہے تو وہ متکبر ہے۔

نفس کے حق میں تو یہ بات بھی انتہائی مضر تھی کہ وہ کسی عبادت یا اچھے کام کے بعد عجب میں آئے۔ لیکن بعض نفس (لوگ) اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں جو ان اچھی باتوں پر بھی اپنی تعریف چاہتے ہیں جو انہوں نے نہیں کئے ہوتے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَن يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا

فَلَا تَحْسَبَنَّهُم بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۸۸)

آپ ایسے لوگوں کو ہرگز (نجات پانے والا) خیال نہ کریں جو اپنی کارستانیوں پر خوش ہو رہے ہیں اور ناکردہ اعمال پر بھی اپنی تعریف کے خواہش مند ہیں۔ پس آپ انہیں ہرگز عذاب سے نجات پانے والا نہ سمجھیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

شریعت میں تو یہ بات بھی ممنوع ہے کہ کوئی شخص بلاضرورت اپنی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے جو اس کے اندر موجود ہیں۔ چہ جائیکہ وہ ان خوبیاں کا چرچا کرے جو سرے سے اس کے اندر ہیں ہی نہیں۔ معاشرے میں ایسے مکار لوگ موجود ہیں جو عالم نہیں ہیں اور خود کو عالم کہتے ہیں، مفتی نہیں ہیں مگر مفتی کہلاتے ہیں، شیخ یا مرشد نہیں ہیں پھر بھی خود کو شیخ و مرشد کہلاتے ہیں۔

نماز اور صدقہ کرنے سے ان بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ نماز قائم کرنے والا بن جائے کیونکہ نماز برائیوں اور فواحشات سے روکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے آمادہ کرے اور حرام مال سے پرہیز کرے۔

ذکرالٰہی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں لیکن ان میں ایک نام " اللہ " اسم ذات ہے اور باقی سب نام اسماء صفات ہیں۔ یہ ذات کا نام اس وقت بھی تھا جب کائنات میں کچھ بھی نہیں تھا اور اس وقت بھی ہوگا جب کچھ بھی باقی نہ ہوگا۔ یہ نام کائنات کی روح، شان، اور جان ہے۔ یہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کسی ایک کی زبان پر بھی یہ مقدس اور پاک نام جاری رہے گا۔ اگر کوئی ایک زبان بھی " اللہ اللہ اللہ " کہنے والی باقی نہیں رہے گی تو یہ زندگی کا نظام الٹ دیا جائے گا۔ زمین و آسمان اور جو کچھ بھی اس میں ہے سب تل پٹ کر دیا جائے گا۔ ذکر سے انسان کے دل کی ظلمت دور ہو جاتی ہے اور اسے قلب سلیم عطا ہو جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے!

﴿ لِكُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ ﴾ (مشکوۃ شریف)

ہر چیز کا ایک صیقل ہوتا ہے اور دل کا صیقل (صفائی) اللہ کا ذکر ہے۔

جب دل صاف اور شفاف ہوگا تو عبادت میں لذت ملے گی اور نیکی کی ہر بات دل پر اثر کرے گی اور اگر دل ہی صاف نہیں ہوگا تو اس کے دل پر خیر کی کوئی بات اثر نہیں کرے گی اور نہ اس کا دل عبادت اور اطاعت کی طرف مائل ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے!

" وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَ تْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَاوَهِيَ الْقَلْبُ ☆

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو ہوتا ہے۔ سنو وہ ٹکڑا دل ہے۔

(صحیح بخاری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے! فَاذْكُرُوْ انِیْ اَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۲)

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اسی دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس سے بہتر مجمع (فرشتوں) میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت آتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ متوجہ ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندے کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس شخص کا ہمنشین (ساتھی) ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ (متفق علیہ)

یعنی ذکر کرنے والے کا دل زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والے کا دل مردہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

﴿ اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ ﴾ (سورۃ الرعد ـ ۲۸)

خبردار! دلوں کا اطمینان اللہ کے ذکر سے وابستہ ہے۔

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں ہے وہ دنیاوی عیش و آرام کے باوجود بے سکون اور پریشان ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اطمینان اسی وقت ملتا ہے جب اللہ کو یاد کیا جائے۔ آج دنیا میں جو لوگ دنیا کی تمام نعمتوں کے باوجود بے سکون ہیں اس کی وجہ یاد الٰہی سے غفلت ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِىْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى O

(سورۃ طٰہٰ ـ ۱۲۴)

اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا اُس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اُسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شیطان آدمی کے دل پر جم کر بیٹھا ہوتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

گناہ کی ابتداء وسوسوں سے شروع ہوتی ہے جب وسوسہ دل میں جم جاتا ہے تو عمل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ وقوف قلبی سے دل میں اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا موقع نہیں ملتا۔ جب بھی دشمن کسی کو قابو کرتا ہے تو سب سے پہلے اس سے وہ تمام ہتھیار چھین لیتا ہے جو اس کے لئے خطرناک ہوں۔ اسی طرح جب شیطان انسان پر قابو پاتا ہے تو سب سے پہلے اسے یاد الٰہی سے غافل کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ O

(سورۃ الاعراف - ۲۰۱)

جولوگ پرہیزگار ہیں جب اُن کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں کن لوگوں کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا تو فرمایا جو لوگ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (ترمذی و بیہقی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے نجات اور شیطان سے حفاظت ہے جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا عمل عذاب قبر سے نجات دلانے والا نہیں۔ (رواۃ احمد)

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ غافل آدمی پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور شیطان کے ساتھ رہنے سے وہ شیطان کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے!

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ

أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ O (سورۃ المجادلہ - ۱۹)

شیطان نے ان کوقابو میں کرلیا ہے اوراللہ کی یاد ان کو بھلادی ہے یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے
اورسن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔

انسان دنیا میں مال اوراولاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ O (سورۃ المنافقون ۔ ۹)

مومنو! تمہارا مال اوراولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردے اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَاباً صَعَداً O (سورۃ الجن ۔ ۱۷)

اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ (45)

(سورۃ العنکبوت۔۴۵)

(اے محمد ﷺ)! یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو، کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اوراللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا (افضل) ہے۔
جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (10) (سورۃ جمعہ۔۱۰)

پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اوراللہ کا فضل تلاش کرو، اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْنَ (205)

(سورۃ الاعراف۔۲۰۵)

اپنے رب کو اپنے دل ہی دل میں صبح وشام گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور پست آواز میں یاد کیا کرو، اور غافلوں میں سے مت ہو جاؤ۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللَّهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً (35)

(سورۃ الاحزاب۔۳۵)

(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيْراً (41)وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً 42)

(سورۃ الاحزاب۔ ۴۲،۴۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا کرو۔ اور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُوْلِي الأَلْبَابِ (190)الَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَىَ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (191) (سورۃ آل عمران: ۱۹۰۔۱۹۱)

بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن ورات کے بدل کر آنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جولوگ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار! تو نے ان کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے تو ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً (28)

(سورۃ الکہف۔۲۸)

اور جولوگ صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے طالب رہتے ہیں، ان کے ساتھ صبر کرتے ہیں، تمہاری نگاہیں (اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم زندگی کی آرائش کے خواہشمند ہو جاؤ، جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا (ہرگز) نہ ماننا۔

فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاء اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى (130)

(سورۃ طہ۔۱۳۰)

پس جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو، اور سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح وتمہید کیا کرو، اور رات کی ساعات میں بھی اس کی تسبیح بیان کیا کرو اور دن کے اطراف میں تا کہ تم (اللہ) سے راضی ہو جاؤ۔

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِکَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِO (سورۃ غافر۔۵۵)

اور صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

فِيْ بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ (36) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (37)

(سورۃ النور:۳۶۔۳۷)

ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں گے اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے گا، ان میں صبح وشام تسبیح کرتے رہیں گے۔ وہ لوگ جن کو اللہ کا ذکر کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ ان کا کاروبار غافل کرتا ہے اور نہ خرید وفروخت، وہ اس دن سے جب دل (خوف وگھبراہٹ سے) الٹ جائیں گے اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی ڈرتے ہیں۔

ذکر کی قسمیں:

ذکر کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہوتی ہیں!

۱۔ ذکر لسانی

۲۔ ذکر قلبی

ذکرلسانی زبان سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور ذکر قلبی دل سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ دونوں ذکر میں ذکر قلبی کی عظمت اور فضیلت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں، جبروت وملکوت میں اور قدرت کی نشانیوں میں جو زمین و آسمان میں ہیں غور وفکر کرنے اور اس میں استغراق (مراقبہ) کرنے کو ذکر خفی کہتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ ذکر خفی دوسرے ذکر سے ستر (۷۰) درجہ افضل ہے، جسے (حفظہ) اعمال لکھنے والے فرشتے بھی نہیں سنتے چنانچہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کتاب کے لئے جمع کرے گا تو حفظہ (اعمال لکھنے والے فرشتے) وہ تمام ریکارڈ لے کر حاضر ہوں گے۔ وہ تمام ریکارڈ دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندوں کے اعمال میں کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ وہ عرض کریں گے؛ اے پروردگار! بندوں کے اعمال کے سلسلہ میں جو کچھ ہمیں معلوم ہوا اور جو کچھ ہم نے دیکھا اور یاد رکھا ہم نے وہ سب اس رکارڈ میں جمع کر دیا ہے۔ اس ریکارڈ میں ہم نے کوئی ایسی چیز محفوظ کرنے سے نہیں چھوڑی جس کی ہمیں خبر ہوئی۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائے گا میرے پاس تیری ایسی نیکی محفوظ ہے جسے کوئی نہیں جانتا اور وہ ذکر خفی ہے, میں تمہیں اس نیکی کا اجر عطا کروں گا۔

ذکر بالقلب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو کام دئے ہیں، خواہ ان کا تعلق اوامر (کرنے والے کام) سے ہو یا نواہی (نہ کرنے والے کام) ہے ان کی ادائیگی وقت پر کرنے پر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔ ذکر بالقلب کی ان دونوں قسموں میں پہلی قسم افضل واعلیٰ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری اور رحمان کو پیارے ہیں۔

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم

اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ، اللہ پاک ہے عظمتوں والا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر

مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔(مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہے:

لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شئ قدیر

اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو برائیاں مٹا دی جائیں گی، اور کلمات اس کے لئے اس دن شام تک شیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گے، اور قیامت والے دن کوئی شخص اس سے زیادہ فضیلت والا عمل لے کر حاضر نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھتے؛ (مسلم)

اللّٰھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذوالجلال و الاکرام

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہے۔ اس کے بعد **لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ له الملک و له الحمد و هو علی کل شیٔ قدیر** پڑھتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا زندہ اور مردہ شخص کی مثال ہے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں اور راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں ادھر آؤ یہاں تمہاری حاجت (مطلوبہ چیز) ہے، پس وہ ان کو آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر اللہ کے پاس جاتے ہیں تو) ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، میرے بندے کیا کہتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح و تکبیر اور تیری حمد و تمجید کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے، کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں! اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے دیکھا تو نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! فرشتے عرض کرتے ہیں، اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری اس سے زیادہ عبادت کریں گے اس سے زیادہ تیری بزرگی اور

اس سے زیادہ تیری پاکیزگی بیان کریں گے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ وہ کیا مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ جنت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں اللہ کی قسم اے رب! انہوں نے جنت تو نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا! فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو ان کے لئے ان کی حرص اور طلب اور زیادہ شدید ہو جائے اور اس میں ان کی رغبت اور زیادہ بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا! فرشتے عرض کرتے ہیں، نہیں اللہ کی قسم انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہوگا۔ فرمایا! فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے زیادہ اس سے دور بھاگیں اور اس سے زیادہ کہیں ڈریں۔ فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ فرمایا! فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ ان میں فلاں آدمی جو تھا وہ ان میں سے نہیں تھا وہ تو صرف ایک کام کے لئے آیا تھا (کہ ان کے ساتھ اس مجلس میں ذکر میں بیٹھ گیا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی یاد کرنے والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ (اپنے دور خلافت میں) مسجد میں حاضرین کے ایک حلقہ میں آئے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھ ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، ہم صرف اسی مقصد کے لئے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے تم سے اس لئے قسم نہیں اٹھوائی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں۔ (یاد رکھو) کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھ جیسا قرب حاصل ہوا اور وہ پھر مجھ سے کم حدیثیں بیان کرنے والا ہو۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے تو ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر اور اس بات پر اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت سے نوازا اور اس کے ذریعہ سے ہم پر احسان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ اللہ کی قسم! تمہیں اسی چیز نے بٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا؛ اللہ کی قسم! ہمیں اسی مقصد نے بٹھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا؛ خبردار! میں نے تم سے قسم اس لئے نہیں اٹھوائی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں، بات یہ ہے کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرشتوں کے

سامنے فخر کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم جنت کے باغات میں سے گزرو تو میوہ خوری کر لیا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت کے باغات سے مراد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ذکر کے حلقے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! شیطان انسان کے دل سے چپکا رہتا ہے، جب وہ دل سے اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (بخاری)

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسا کوئی عمل نہیں ہے جسے بندہ کرے وہ ذکر الٰہی سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دلائے۔ (موطا امام مالک، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو اس کا یہ بیٹھنا اللہ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اس طرح کہ اللہ کو یاد نہ کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا۔ (ابوداؤد)

غفلت ایسی بُری چیز ہے کہ جنتیوں کو بھی ان لمحات پر افسوس ہوگا جن میں انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا تھا۔ حضرت معاذ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی دکھ اور افسوس نہیں ہوگا سوائے اس گھڑی کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔ (طبرانی و بیہقی)

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، یا اللہ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ کون تیرا دوست ہے اور کون دشمن؟ حکم ہوا کہ میرا ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور مجھ سے غافل میرا دشمن۔ پس طالب حق کا فرض ہے کہ اپنے دل کو جو اللہ تعالیٰ کے نوروں اور بھیدوں کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر رکھے اور اسے دنیا کہ محبت اور کثافتوں سے پاک وصاف کر لے تاکہ دوستی کے مرتبے پر فائز ہو جائے۔ جب دل اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے پاک ہو جائے اور ذکر کرنے والے کا مطلوب ومقصود غیر نہ رہے تو ظاہر و باطن میں اس کا مطلوب رونق افروز ہوتا ہے۔ ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیئے اور اپنے دن رات کے تمام وقتوں کو ذکر الٰہی میں لگا دینا چاہیئے کیونکہ اس کے راستے کی بنیاد بہت ذکر کرنے پر ہی موقوف ہے اور آخرت کی بھلائی کثرت سے ذکر الٰہی پر منحصر ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا! **انا جلیس من ذکرنی** (ابن ابی شیبہ)

میں اس شخص کا ساتھی ہوں جو مجھے یاد کرے۔

حکایت ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک آدمی سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اتنی بڑی سلطنت اور دولت کا مالک بنایا ہے کہ کسی شخص کو نصیب نہ ہوئی اور نہ ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا! اے نادان! خدا گواہ ہے کہ ایک خدا کے ماننے والے مومن کا صدق اور اخلاص کے ساتھ ایک مرتبہ کلمہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنے کا ثواب سلیمانؑ کی بادشاہت سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ بادشاہت فانی ہے اور تسبیح کا ثواب باقی رہے گا اگر چہ اندازاً تھوڑی ہی ہو، فانی سے بہت بہتر ہے۔ (عمدۃ السلوک)

- جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا دل اللہ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ ذکر کی برکت سے ذکر کرنے والوں کو گناہوں سے دور رکھتا ہے۔
- جب بندہ بہت ذکر کرتا ہے تو حق تعالیٰ کی دوستی کی عظمت و بزرگی اس کے دل میں مضبوط ہو جاتی ہے
- جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتا ہے۔
- جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس فنا ہونے والی دنیا سے چل بسے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر قبر میں بھی اس کو تسلی دیتا اور اس کے غم کو دور کرتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے اگر جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو بھی عطا کرتا تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کرتا۔

اس سے زیادہ نیک بختی کیا ہوگی کہ حق تعالیٰ اس بندے پر اپنی یاد سے مہربانی کرے اور برخلاف اس کے اس سے بڑھ کر بد بختی کیا ہوگی کہ انسان بڑے بڑے رتبے اور اونچے درجوں پر پہنچنے کی قابلیت کے ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو ان نعمتوں سے بے نصیب رکھے۔ آدمی کے دماغ میں ہزاروں بلکہ لاکھوں بے ہودہ خیالات گزرتے ہیں اگر ان کی جگہ ذکر الٰہی کو اختیار کرے اور اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، بولتے چالتے، تنہائی اور مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہی

مشغول رہے تو اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس میں پوری پوری کوشش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی ترکیب یہی ہے کہ ہر کام کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی یا نا مرضی معلوم کرے یعنی یہ معلوم کرے کہ شریعت نے اس کام کے کرنے کا حکم یا اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا یا اجازت نہیں دی اور وہ ناراض ہوگا۔ پس ناپسندیدہ کاموں کو چھوڑ کر پسندیدہ کاموں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے اور اپنی نیت کو اس کے لئے خالص کر دے کیونکہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

جو شخص اپنے دل کو ایک طرف لگا کر اور ادھر ادھر بھٹکنے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمیشہ لگا رہے اور کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر غافل نہ رہے اور اس کے سوا اس کے دل کو چین نہ آئے۔ وہ ایسی دولت کو پاتا ہے جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا اور حقیقت میں یہی وہ ذکر ہے جو دل کے کاموں کو لذت اور ذوق بخشتا ہے۔ یہی ذکر ہے جو مفلسوں کی پونجی ہے اور عاشقوں کی جھونپڑی کا چراغ ہے۔ یہی ذکر ہے جو مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور طالبوں کو مطلوب تک پہنچاتا ہے۔ یہی ذکر ہے جو سالکوں کو ان کی ہستی سے الگ کرتا ہے اور حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے۔

ابن حبان کی روایت ہے کہ **خیر الذکر الخفی** سب سے بہتر ذکر " ذکر خفی " ہے۔

یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا (بغیر آواز کے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ذکر جہری سے ستر درجہ بڑھا ہوا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کراماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہے۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں ہے، وہ یہ ذکر خفی۔ (مسند ابو یعلیٰ)

پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظروں سے اس کو چھپا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے تو اس جیسا نیک بخت کوئی نہیں۔ اگر تم میں کچھ ہمت ہے تو راستے میں بہادرانہ آؤ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی چابی سے غفلت کے تالے کھولو۔ زندگی بہت تھوڑی ہے اور سفر بہت لمبا ہے، موت

کی گھڑی سر پر کھڑی ہے اور ایک سخت ڈراؤنی جگہ میں جانا ہے، وہاں نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی دوستی کا حق ادا کر سکے گا، نہ کوئی مددگار ہوگا جو کسی قسم کی مدد کر سکے گا، صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نیک اعمال کام آئیں گے۔ اگر آج کے دن تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عادت ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہاں کی دولت اور نیک بختی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ جب ذکر الٰہی کی برکت سے انسان کا دل ماسوا کے میل سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو اس کی صفائی حد درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول بن جاتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے محو رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس سال تک آپ کی خدمت میں ہر روز آتا تھا لیکن ہر روز آپ اس سے اس کا نام پوچھتے تھے۔ ایک دن اس نے کہا اے حضرت شیخ میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں ہر روز جس وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ دراصل ایک نام (اللہ) میرے دل پر غالب آ گیا ہے اور باقی تمام ناموں کو اس نے بھلا دیا ہے۔ جس وقت تمہارا نام لینا چاہتا ہوں تو اس نام کی شرم سے تمہارا نام چوک جاتا ہے۔ پس اے عزیز! جو شخص خدا کا طالب ہے وہ ہر وقت اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے اور اللہ والوں کی جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

ویسے تو ہر قسم کی عبادت اور ہر کام شریعت کے مطابق اور سنت کے موافق ذکر کہلاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا ورد کرنا بلکہ ان میں سب ذکروں سے بہتر اور بڑھ کر " لا الہ الا اللّٰہ " کا ذکر ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ " افضل الذکر لا الہ الا اللّٰہ " کا ذکر ہے۔ (جامع ترمذی)

یہ بھی آیا ہے کہ " لا الـــہ الا الـلّـــہ " کا ثواب ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں سات زمینوں و آسمانوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو رکھا جائے تو کلمہ طیبہ والے پلڑے کا وزن بھاری ہو گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر حق تعالیٰ تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو یہ اس بات کی گنجائش رکھتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی برکتیں تمام جہاں میں بانٹ دیں جائیں تو یہ ہمیشہ سب کی کفایت کریں اور تر و تازہ رکھیں۔ انسان جان لے کہ کفر کی کدورت دور کرنے کے لئے کلمہ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا عمل نہیں ہے اس لئے ہمیشہ کی نیک بختی اور دولت کا راز یہی کلمہ

طیبہ ہے یعنی " لا الہ الا اللہ " کیا ہی اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے اسی سے حاصل ہے اور جو بھید ہے اسی سے حل ہوتا ہے اور طالب کا مطلب بھی اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے جس قدر اس کلمہ کی کثرت مفید ہوتی ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں، اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایمان کی تجدید (تازہ) کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ایمان کی تجدید کس طرح سے کریں۔ ارشاد فرمایا! " لا الہ الا اللّٰہ " کو کثرت سے پڑھا کرو۔

یہی کلمہ سو برس کے کافر کو ایک بار پڑھنے سے دوزخ کی آگ سے بچا دیتا ہے اور بہشت کا حقدار بنا دیتا ہے۔ یہی کلمہ دردمندوں کے زخم کا مرہم ہے اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے۔ یہی کلمہ عاشقوں کا وظیفہ ہے۔ یہی کلمہ اس راہ پر چلنے والوں کو اپنے آپ سے دور اور اللہ تعالیٰ سے نزدیک کرتا ہے۔ یہی کلمہ انسان کے دل کو " لا " کے ذریعہ صاف کرتا ہے اور سالک کو غیر کی پکڑ سے چھڑا کر اپنے آپ سے بھی بے خبر کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں نے الفاظ اور معنی دونوں کے ساتھ فرمایا ہے اور لکھ دیا ہے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے تمام ذکروں سے " لا الہ الا اللہ " کا ذکر بہت بہتر ہے۔

مراقبہ

مراقبہ ماخوذ ہے رَقَبَ سے، جس کے معنی ہیں منتظر، نگہبان، پاسبان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْباً ﴾ (سورۃ الاحزاب ۔ ۵۲)

اور بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ O (سورۃ ق ۔ ۱۸)

وہ منہ سے کوئی بات نہیں کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لے) تیار رہتا ہے۔

أَلَمْ يَعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۷۸)

کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیب کی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ O

(سورۃ التغابن ۔ ۴)

جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی (راز کی) باتوں کو (بھی) خوب جاننے والا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِيْ الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ (4)

(سورۃ الحدید ۔ ۴)

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا، جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے

اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے سب اس کو معلوم ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاءِ (5) (سورۃ آل عمران۔۵)

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (14) (سورۃ الفجر ۔ ۱۴)

بے شک تمہارا رب تاک میں ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (19) (سورۃ غافر۔۱۹)

وہ آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔

جو بندہ حالِ محبت پر فائز ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ انعامات کو اپنی بصیرت کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اپنے معبود حقیقی کو ہر وقت اپنے قلب میں موجود پاتا ہے۔ قلب میں اس کی عنایات، ہدایات اور دائمی محبت کو محسوس کرتا ہے۔ جس بندے کو اس طرح کی کیفیات حاصل ہوں اسے بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔

حصولِ معرفت کے سلسلہ میں قریب ترین راستہ توجہ اور مراقبہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ مومن اسم ذات یعنی "**اللہ**" کی طرف اپنے ذہن کو منتقل کرے۔ اپنے خیال میں اس کی صورت اور حفاظت نقش کرے اپنی قوت اور ادراک کے ساتھ قلب صنوبری میں اس کو معنی کے ساتھ جگہ دے۔ اس ریاضت کو ہمیشہ قائم رکھے۔

مراقبہ کے لغوی معنی سوچنا اور غور و فکر کرنا ہیں۔ تصوف کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام حالات سے باخبر ہے اور ہمیشہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے اور اس مرتبہ پر انسان اس وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ محاسبہ (نفس کا حساب رکھنا) سے فارغ ہو جائے اور جب انسان اپنے گذشتہ افعال پر محاسبہ کرے۔ اس وقت اپنی حالت درست کرنا، راہ حق پر پختگی سے

چلنا، اپنے اور اللہ کے درمیان دل پر دھیان رکھنا، سانسوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر لینا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو سامنے رکھنا ہوتا ہے اس سے اسے اس بات کا یقین ہو جاتا کہ اللہ اس کا نگہبان ہے۔ اس کے دل کے قریب اور اس کی حالت سے واقف ہے۔ اس کے افعال کو دیکھتا ہے اور اقوال کو سنتا ہے۔ جس شخص نے ان سب امور سے غفلت برتی وہ وصل کی ابتدائی مراتب تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حقائق تک پہنچنا تو دور کی بات ہے۔

مراقبہ کے تین درجہ ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ سالک کے دل میں اس بات کا یقین ہو کہ اللہ اس کے اندرونی حالات سے باخبر ہے اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود پائے اور نفسانی خواہشات سے بچارہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرلے اور دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال نہ رہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ سالک مراقبہ میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خواہشمند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام کا نگہبان ہو جائے۔

تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کو کہتے ہیں۔

کسی خاص فکر کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا یا محو ہو جانے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ فکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ غور و فکر کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہے۔ انسان جب اپنی فکری صلاحیتیں کسی خاص طرف مرکوز کر دیتا ہے تو اس کے اثرات مرتب ہونے لگتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ اپنی کتاب "القول الجمیل" میں بیان فرماتے ہیں!

اَلْمُرَاقِبَةُ اَنْ تُلازِمْ قَلْبَکَ لِعِلْمِ اَنَّ اللّٰهَ نَاظِرٌ اِلَیْکَ

مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے دل میں یہ یقین بٹھالو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پچھلے زمانوں سے مشائخ اپنے سالکین سے مختلف قسم کے مراقبے کرواتے آئے ہیں۔ بعض مشائخ مراقبہ موت کرواتے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے یہ تصور کرے کہ ایک دن میں مرجاؤں گا اور یہ دنیا، مال اسباب کچھ بھی نہیں رہے گا میں قبر

میں تنہا ہوں گا۔ بعض مشائخ کسی کے دل سے محبوبِ مجازی کی محبت نکالنے کے لئے محبوب کی صورت بگڑ جانے کا مراقبہ کرواتے ہیں۔ بعض مشائخ اپنے سالکین سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ جم جانے کے لئے بیت اللہ کا مراقبہ کرواتے ہیں تا کہ دل میں جو شیطانی وسوسے اور خیالات ہیں وہ نکل جائیں۔ ان کے علاوہ اور بھی مراقبے ہوتے ہیں جن سے سالک کی توجہ غیر اللہ سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں مراقبے کا طریقہ:

سلسلہ نقشبندیہ میں جو مراقبہ کیا جاتا ہے اس میں سالک کو چاہئے کہ ہر کام سے فارغ ہو کر ایک طرف یکسو ہو کر بیٹھ جائے بہتر ہے کہ باوضو ہو اور قبلہ رخ ہو، آنکھیں بند کر لے سر کو دل کی طرف جھکا لے اور دل کو تمام خیالات اور تصورات سے خالی کر لے اور نہایت توجہ اور ادب کے ساتھ اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لے۔ تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچے کہ نہ زمین ہے، نہ آسمان ہے، نہ انسان ہے، نہ حیوان ہے، نہ شیطان ہے کچھ بھی نہیں ہے بس اللہ ہی اللہ ہے اور اس کی رحمت آ رہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے۔ جس کی وجہ سے میرے دل کی ظلمت وسیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل ''**اللہ اللہ اللہ**'' کر رہا ہے۔ شروع میں سالک کا دل ذکر کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ دنیاوی خیالات اور وسوسوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے اس لئے کہ دل میں دنیا بھری ہوئی ہے وہی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اس صورت حال سے گھبرانا یا پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ بعض لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں ہے لیکن ایسی بات نہیں ہے صرف تھوڑی سی استقامت دکھانے پڑتی ہے تو منزل کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ جو سینے میں ہوگا نکال لیں گے۔ (سورۃ العادیات ۔ ۱۰)

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ وہ دن جب بھید کھول دئے جائیں گے۔ (سورۃ الطارق ۔ ۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان کے مطابق ہوں اگر بندہ سوچے گا کہ اللہ کی رحمت آ رہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے تو سمجھو کہ یقیناً آ رہی ہے۔ دنیاوی خیالات پہلے دن زیادہ آئیں گے دوسرے دن اس سے کم آئیں گے اسی طرح رفتہ رفتہ کم ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جہاں سر جھکایا اللہ تعالیٰ کے تصور میں کھو گیا اور دنیا

کی محبت کم ہوتی جائے گی۔

مراقبہ کے دوران اگر سالک کو اونگھ طاری ہو جائے تو گھبرانے کی بات نہیں ہے اس کی روحانی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ **اذ یغشیکم النعاس** (جب تمہارے اوپر اونگھ طاری کردی گئی) کے مصداق کسب فیض ہی کی علامت ہوتی ہے۔ نقشبندیہ سلسلہ میں مراقبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ اسباق کو مراقبات کے ذریعہ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ قرآن اور احادیث مبارکہ میں اس کے واضح دلائل موجود ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْنَ O (سورۃ الاعراف ـ ۲۰۵)

اور ذکر کرو اپنے رب کا اپنے نفس میں گڑگڑاتے ہوئے خفیہ طریقہ سے (یعنی دل میں) اور مناسب آواز سے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً O (سورۃ المزمل ـ ۸)

تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اس آیت میں تبتل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم ہے۔ سب سے کٹ کر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے محبوب کو یاد کرنے کو ''تبتل'' کہتے ہیں۔ مشائخ عظام نے اس کام کو آسان کرنے کے لئے یہ طریقہ اپنایا کہ روزآنہ اپنے تمام کاموں سے فارغ ہو کر یکسو ہو کر ایک طرف بیٹھ جاؤ اور آنکھیں بند کر کے اللہ تعالیٰ کا تصور کرو اور یہ سوچو کہ آج تو میں اپنی مرضی سے آنکھ بند کر رہا ہوں ایک وقت آئے گا کہ یہ آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گی۔ اس فانی دنیا سے ہمیشہ رہنے والی دنیا کہ طرف چلا جاؤں گا۔ جہاں کی زندگی کے لئے جو سرمایہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اس سے تبتل کی کیفیت میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح روزآنہ پندرہ منٹ تا ایک گھنٹہ بیٹھ کر دل میں اللہ اللہ کرنے سے یہ سبق پکا ہو جائے گا۔ اسی عمل کو مراقبہ کہتے ہیں۔

بخاری شریف میں (**کیف کان بدء الوحی**) کے باب میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ وحی آنے سے پہلے کئی کئی دن غار حرا میں وقت گزارا کرتے تھے۔ اس وقت نہ نماز تھی، نہ قرآن تھا، نہ روزہ تھا، تو پھر وہاں بیٹھ کر آپ ﷺ کیا عبادت کرتے تھے؟ محدثین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنا وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں گزارا کرتے تھے۔ وہ وہاں

بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا تصور کیا کرتے تھے جسے'' **تحنث** '' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مخلوق سے ہٹ کٹ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگانے کا نام ہی مراقبہ ہے۔ اسی مراقبہ کی تعلیم دے کر مشائخ نے اس سنت کو زندہ رکھا ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ عقل مند لوگ کہاں ہیں۔ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مند سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اور آسمان اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کی ہی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

امام غزالی ؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر افضل ترین عبادت اس لئے ہے کہ اس میں ذکر کے معنی موجود ہوتے ہیں اور دو چیزوں کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ معرفت غور و فکر کی کنجی ہے اور دوسری اللہ تعالیٰ کی محبت کہ یہ بھی فکر سے مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور و فکر ہے جسے صوفیاء مراقبہ کہتے ہیں۔

حضرت ام درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت ابو درداء ؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی تو انہوں نے فرمایا۔ غور و فکر

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کی غور و فکر تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ افضل عبادت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسری عبادات کی ضرورت نہیں ہر عبادت کا اپنا مقام اور درجہ ہے۔ اگر فرائض و واجبات اور آداب و سنن کو چھوڑ دیا جائے تو انسان عذابِ الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کی پابندی کرنے سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے ایمان کی حلاوت بڑھتی ہے۔ سالک جتنا مراقبہ کثرت سے کرتا ہے اس کی نماز میں حضوری، اعمال کا شوق، آخرت کی فکر اور محبتِ الٰہی کی کیفیات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مراقبہ کی کثرت سے سالک کو روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں مختلف مراقبوں پر مبنی اسباق کا ایک نصاب ہے جو سالک کو درجہ بدرجہ طے کروائے جاتے ہیں۔ ہر سبق پر سالک کی روح نفس کی کثافتوں سے آزاد ہوتی ہے یہاں تک کہ سالک کو اللہ تعالیٰ سے نسبت قائم ہو جاتی ہے اور پھر شرعی احکامات پر عمل کرنا اس کو بہت آسان لگتا ہے۔

محاسبہ

صبح اٹھنے کے وقت سے شام کو سونے کے وقت تک اپنے اعمال کا سوچنا، عبادت وطاعات پر شکر کرنا اور طلب توفیق کرنا اور اپنی کوتاہیوں اور نامناسب باتوں پر ندامت کرنے کو محاسبہ کہتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی کثرت کرنے کا ایک بہترین طریقہ استقامت کے ساتھ اپنے اَعمال پر غور وفکر کرنا بھی ہے۔ جو مسلمان بھی اس بہترین عادت کو اپنا لے اور روزانہ اپنا محاسبہ (Self accountability) کرے تو اس کے گُفتار و کردار میں خود بخود نکھار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، وہ گناہوں سے پیچھا چھڑانے لگتا ہے، اعمال کے بارے میں غور وفکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث میں باقاعدہ اس کی تَرغِیب دِلائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ
وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (18)

(سورۃ الحشر ۔ ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے لئے کیا
(سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں) کہ اللہ سے ڈرتے رہو
بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا کہ اپنا مُحاسَبہ کرلو، اس سے پہلے کہ تمہارا مُحاسَبہ کیا جائے اور غور کرو کہ تم نے قیامت کے دن اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے نیک اَعمال کا کتنا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک گھڑی غور وفکر کرنا بہت سے ذکر کرنے سے بہتر ہے۔ اپنے اعمال کے بارے میں سوچنا بہت افضل عمل ہے اور یہی مُراقبہ ہے۔

احادِیثِ کریمہ میں رحمتِ عالم ﷺ نے بھی بارہا اَعمال کا مُحاسَبہ کرنے کی تَرغِیب اِرشاد فرمائی ہے، آیئے اس ضمن میں کچھ فرامینِ مُصطَفٰے ﷺ سے استفادہ کرتے ہیں:

1. فرمایا: جب تم کسی کام کو کرنا چاہو تو اس کے اَنجام کے بارے میں غور کرلو، اگر وہ اچھا ہے تو اسے کرو اور اگر اس کا نتیجہ (Result) غَلَط ہو تو اس سے باز رہو۔

2. عَقل مند کے لئے ایک ساعت ایسی ہونی چاہئے جس میں وہ اپنے نَفْس کا مُحاسَبہ کرے۔

3. (اُمُورِ آخرت میں) گھڑی بھر غور و فِکْر کرنا ساٹھ (60) سال کی عِبادت سے بہتر ہے۔

آیتِ مبارکہ، اس کی تفسیر اور فرامینِ مصطفےٰ ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دِین میں اپنا محاسبہ کرنے کی زبردست ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ محاسَبہ نفس کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچنے لگتا ہے۔ مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے نیکیاں کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے حُقوقُ اللہ اور حقوقُ العباد کی پاسداری کا ذہن بنتا ہے۔ مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے دل میں خوفِ خدا بیدار ہوتا ہے۔

مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے انسان کے ظاہر و باطن میں نکھار پیدا ہوتا ہے، مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے موت سے پہلے موت کی تیاری کا ذہن بنتا ہے۔ مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے اللہ پاک کے نیک بندوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا ذہن بنتا ہے۔ مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے اچھی عادتیں بنتی ہیں، مُحاسَبہ نفس کی وجہ سے بُری خصلتوں سے چھٹکارے کا ذہن بنتا ہے۔

حضرت ابویعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد آنے والی زندگی کی تیاری کرے۔ اور بے وقوف وہ ہے جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے اور اللہ سے (بڑی بڑی) آرزوئیں وابستہ کرے۔ (ترمذی)

مجاہدہ

وَالَّذِ یْنَ جَاھَدُ وْا فِیْنَالَنَھْدِ یَنَّھُمْ سُبُلَنَا

یعنی جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کوقرب وثواب
یعنی جنت کے راستے ضرور دکھائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجاہدہ وہ ہے جواللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔
(بیہقی ومشکوۃ شریف)

" مجاہدہ " نفس کی مخالفت کی مشق و عادت ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا و طاعت کے مقابلہ میں نفس کی جانی و مالی و من چاہی خواہشات ومرغوبات کومغلوب رکھا جائے۔ مجاہدہ کا مقصد نفس کو پریشان کرنا نہیں ہے بلکہ نفس کومشقت کا عادی بنانا ہےاورراحت کی عادتوں سے باہر نکالنا ہے۔ مجاہدہ دوقسم کا ہوتا ہے ایک تونفس کوجسمانی مشقت کا عادی بنانا اوردوسرا اپنے جذبات کوقابو میں رکھنے کی عادت ڈالنا ہے۔

حضرت حسن قزازؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد تین باتوں پر ہے۔

ا۔ قلتِ طعام: جب تک فاقہ کی حالت نہ ہو، نہ کھاؤ۔
۲۔ قلتِ منام: جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو، سونے سے گریز کرو۔
۳۔ قلتِ کلام: ضرورت کے بغیر بات نہ کرو۔

مجاہدہِ نفس کا دارومداراس پر ہے کہ بندہ مرغوب چیزوں سے اپنے نفس کو ہٹالےاور ہروقت اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف عمل کرے۔ دوہی باتیں ہیں جونفس کو نیک کام سے روکتی ہیں۔ ایک خواہشاتِ نفسانی میں پڑ جانا اور دوسرا عبادتوں سے رک جانا۔

جب نفس سرکشی کی حالت میں اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرنا چاہےتو اسے تقویٰ کی لگام دو۔ (یعنی خوف خدا کی پابندی پرلگادو)۔ اگروہ دین کی مخالفت پرڈٹ جائےتو اسے اس کی خواہشات کے خلاف چلنے پرمجبور کرواوروہ جب غصہ سے

بپھر جائے تو اس پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ بحالتِ غصہ اسے مقابلہ کے وقت حسنِ اخلاق برتنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس سے اس کا غرور توڑا جاسکتا ہے اور اس کی آگ کو نرمی سے بجھایا جاسکتا ہے۔ اور جب یہ نفس رعونیت کا جواز تلاش کرے تو اس کی اچھائیاں بیان کرو اور اسے بنا سنوار کر دکھاؤ۔ ایسے نفس کو سزا دینا ضروری ہوتا ہے۔ اسے ذلت کی سزا دینے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اس کی قدر و قیمت میں کمی ہو۔ اس کی بنیادی کمینگی ظاہر ہو اور اس کے فعلِ بد کا پتہ چل سکے۔

دعائیں

دعا کے معنی ہیں " اعلیٰ ذات سے ادنیٰ چیزوں میں سے کچھ بطریق عاجزی طلب کرنا " ۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ کے علماء اس بات پر متفق رہے ہیں کہ ان کی دلیل قرآن و حدیث کی ظاہری اور واضح مفہوم کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کا فعل بھی تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگا کرتے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ کی رضا، قسمت اور تقدیر پر کامل ایمان کے باوجود دعا مانگا کرتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

ادْعُواْ رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (55)

(سورۃ الاعراف۔۵۵)

(لوگو)! اپنے پروردگار کو عاجزی سے اور چپکے چپکے دعاؤں میں پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (60) (سورۃ غافر۔٦٠)

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کتراتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِي

وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (186) (سورۃ البقرہ۔۱۸۶)

اور (اے پیغمبر ﷺ) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں ان کے قریب ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو (میں اس کی پکار کو سنتا ہوں) اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ میرے احکامات کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (62) (سورۃ النمل۔۶۲)

بھلا کون ہے جو بے قرار کی دعا کو قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اور (کون) تم کو زمین میں جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں)، تم بہت کم غور کرتے ہو۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (10)

(سورۃ الحشر۔۱۰)

اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے گناہ معاف فرمادے اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے، اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ (19) (سورۃ محمد۔۱۹)

پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مرد اور مومن عورتوں

کے لئے بھی، اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرُ لِیُ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (41)

(سورۃ ابراہیم۔۴۱)

اے پروردگار! حساب کے دن میری اور میرے ماں باپ کی اور مومنوں کی مغفرت فرمانا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر ایک نبی کے لئے ایک دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا کے بارے میں جلدی کی لیکن میں نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کی خاطر قیامت کے دن تک کے لئے محفوظ رکھی ہے ۔ پس میری یہ دعا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میری امت کے ہر اس شخص کو فائدہ پہنچائے گی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ) بارگاہ حق میں یوں دعا کہ کہ " اے میرے پروردگار! میں نے تیری خدمت میں ایک درخواست پیش کی ہے تو مجھے اس کی قبولیت سے نواز مجھے ناامید نہ کرنا، یعنی میں امیدوار کرم ہوں کہ میری درخواست ضرور ہی منظور ہوگی اور وہ درخوست یہ ہے کہ میں ایک انسان ہوں، لہٰذا جس مومن کو میں نے کوئی ایذا پہنچائی ہو، میں نے اسے برا بھلا کہا ہو، میں نے اس پر لعنت کی ہو، میں نے اسے مارا ہو تو ان سب چیزوں کو مومن کے حق میں رحمت کے سبب گناہوں سے پاکی کا ذریعہ اور اپنے قرب کا باعث بنادے کہ تو ان چیزوں کے سبب اس کو قیامت کے دن بخش دے اور اپنا قرب عطا فرمائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دعا عبادت ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہو۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اپنے لئے بددعا نہ کرو، نہ اپنی اولاد کے لئے بددعا کرو اور نہ اپنے مالوں کے لئے بددعا کرو۔ (کہیں ایسا نہ ہو) تم اللہ کی طرف اس گھڑی کو پالو جس میں اس سے جو کچھ مانگا جائے وہ تمہارے لئے قبول کرلے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، پس اس حالت میں خوب دعا مانگو۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کسی کی دعا اس وقت قبول کر لی جاتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی لیکن قبول ہی نہیں کی گئی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! رات کے پچھلے پہر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! زمین پر جو مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے یا اس سے اس کی مثل کوئی برائی (تکلیف) دور کر دیتا ہے، جب کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہیں کرتا۔ لوگوں میں سے ایک شخص نہ کہا تب تو ہم خوب دعا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ بھی خوب دینے والا ہے اور قبول کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے، اے اللہ! مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے تو مجھے رزق عطا فرما۔ (تو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ) یقین، اعتماد اور عزم کے ساتھ دعا مانگے (شک وشبہ کا کلمہ نہ ادا کرے) کیونکہ اللہ تعالیٰ خود وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اس پر کوئی زور زبردستی کرنے والا نہیں۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **اَلدُّعَاءُ مُخُّ العِبَادَہِ** دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی)

یہ دعا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگنے کی چابی ہے۔ راہ خدا میں فاقہ کرنے والوں کے لئے سکون کا سبب ہے۔ مانگنے والے مجبور لوگوں کو پناہ فراہم کرتی ہے، مجبور لوگوں کو سکھ کا سانس فراہم کرتی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتے تو اللہ ان سے ناراض ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تقدیر کو دعا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بڑھاتی۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ دعا اس چیز کے لئے بھی نافع ہے جو پیش آ چکی ہے اور اس چیز کے لئے بھی نافع ہے جو پیش نہیں آئی۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو: دعا کو اپنے لئے ضروری سمجھو۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو بھی شخص دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ یا تو وہ چیز اسے عطا کر دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے یا اس کے عوض اس پر آنے والی کوئی برائی کو روک لیتا ہے، یعنی اس چیز کا دینا اس کے مقدر میں لکھا نہیں ہوتا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کے مانگنے کے بقدر اس سے مصیبت و بلا دور کر دیتا ہے، جب تک وہ گناہ کی کوئی چیز یا قطع رحمی کی کوئی دعا نہیں مانگتا۔ (ترمذی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا جائے اور عبادت (یعنی دعا) کی سب سے بہترین چیز کشادگی کا انتظار ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے کیونکہ ترک دعا اللہ سے تکبر اور استغناء کی علامت ہے۔ (ترمذی)

حضرت سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا فرمائی تو انہیں فرمایا کہ مجھ سے رازداری سے باتیں کرتے رہنا، یہ نہ ہو سکے تو تم مجھے دیکھتے رہنا، یہ نہ ہو سکے تو میری بات سنتے رہنا، یہ ممکن نہ ہو تو میرے دروازے پر آ جانا، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنی حاجات پیش کرتے رہنا۔

بندے کو چاہیئے کہ حالتِ دعا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں غافل نہ رہنے دے اور یہ بھی لازم ہے کہ اپنے حال کو ملاحظہ کرتا رہے۔ اگر دعا کے وقت دعا کی چاہت ہو تو بار بار دعا کرنی چاہیئے لیکن اگر دل میں گھٹن، نفرت اور قبض کی کیفیت دکھائی دے تو اس وقت دعا نہیں کرنی چاہیئے بلکہ استغفار کرنی چاہیئے۔ دعا کی قبولیت کے لئے شرط ہے کہ دعا کرنے والے کا رزق حلال ہو، کاروبار پاکیزہ ہو۔

دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا کے وقت دل پوری طور پر یکسوئی میں ہو، غفلت میں دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ غفلت میں دعا کرنے والوں کی دعا قبول نہیں کرتا۔ (جامع ترمذی)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ جس بندے سے محبت کرتا ہے تو وہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ ابھی اس کی ضرورت پوری نہ کرو کیونکہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں جب بندہ اللہ کی حالتِ ملال میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے! اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت پوری

کردو کیونکہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعاؤں میں چھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی ہے۔

۱۔ عذاب قبر ۲۔ فتنہ دجال ۳۔ فتنہ زندگی

۴۔ فتنہ موت ۵۔ فتنہ گناہ ۶۔ فتنہ قرض

یہ چھ چیزیں اپنی ہیبت و ہلاکت اور دنیاوی اور دینی نقصان کے باعث بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی اور اپنا فضل و کرم فرمادیا تو دینی و دنیاوی دونوں زندگی کامیابی اور رحمت کا باعث ہوگی۔ اگر خدانہ خواستہ کسی بدنصیب کو اس میں سے کسی ایک سے بھی پالا پڑ گیا تو اس کی دنیا بھی تباہ ہو جائے گی اور آخرت کی رحمتیں بھی اس سے دور ہو جائیں گی۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار سے ان چیزوں سے پناہ مانگے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رحمت عالم ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا! معاذؓ! میں تمہیں دوست رکھتا ہوں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی آپ ﷺ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (جب تم مجھے دوست رکھتے ہو تو) کسی بھی نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنا ترک نہ کرنا۔

﴿ رَبِّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ ﴾

اے پروردگار! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اچھی عبادت میں میری مدد فرما۔

(مسند احمد، ابوداوٗد، النسائی)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شرک نہیں، اسی کے لئے شہادت ہے اور اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو نے عطا کی ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں، اور جس چیز کو تو نے روک دیا نے فرمایا! اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور دولت مند کو دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اور طلوع آفتاب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے پھر دو رکعت (اشراق) پڑھے تو اسے حج و عمرے کے مانند ثواب ملے گا۔

(ترمذی)

خشیت الٰہی کا بیان

إِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِيْدٌ (12)

(سورۃ البروج ۔۱۲)

بیشک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

وَكَذَلِکَ أَخْذُ رَبِّکَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (102) إِنَّ فِيْ ذَلِکَ لآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الآخِرَةِ ذَلِکَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِکَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ (103)وَمَا نُؤَخِّرُهُ إِلاَّ لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ (104)يَوْمَ يَأْتِ لاَ تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلاَّ بِإِذْنِهِ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ (105)فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُواْ فَفِيْ النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَشَهِيْقٌ(106) خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ إِلاَّ مَا شَاء رَبُّکَ إِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (107)

(سورۃ ھود:۱۰۲ ۔ ۱۰۷)

اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور سخت ہے۔ ان (قصوں) میں اس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے عبرت ہے، یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔ اور ہم ان کے لانے میں ایک وقت معین تک تاخیر کر رہے ہیں۔ جب وہ روز آجائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔ تو جو بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے، اس میں ان کا چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔ اور جب تک آسمان اور زمین ہیں اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے، بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

لاَّ يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاء مِن دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِکَ فَلَيْسَ مِنَ اللّهِ فِيْ شَيْءٍ إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّهِ الْمَصِيْرُ (28)

(سورۃ آل عمران ۔ ۲۸)

مومنوں کو چاہئے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کوئی عہد نہیں، ہاں اگر اس طرح سے تم ان کے شر سے بچنے کی صورت پیدا کرو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (33) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (34) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (35) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (36) لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (37)

(سورۃ عبس ۔۳۴ ۔ ۳۷)

تو جب (قیامت) کا غل مچے گا، اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے، ہر شخص اس روز اپنی فکر میں ہوگا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ (1) يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ (2) (سورۃ الحج: ۱۔۲)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہوگا۔ جس دن تو اس کو دیکھے گا، تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھول جائیں گی، اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے، اور لوگوں کو تم نشے کی حالت میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ (46) (سورۃ الرحمٰن ۔۴۶)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءلُونَ (25)قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ (26)فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ (27)إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (28) (سورۃ الطّور:۲۵ ۔ ۲۸)

اورایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے وہ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے تھے سواللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں گرم ہوا کے عذاب سے بچالیا، سوآپ نصیحت کرتے رہئے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ انخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا وہ ادمی ہوگا جس کے پاؤں کے تلوے میں دو انگارے رکھے ہوں گے جس سے اس کا دماغ کھولے گا اور وہ خیال کرے گا کہ اس سے سخت عذاب والا ہو ہی نہیں سکتا، حالانکہ وہ جہنمیوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انخضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اور وہ لوگ اس طرح پسینہ میں شرابور ہوں گے حتیٰ کے ان میں سے کوئی اپنے آدھے کانوں تک پسینہ میں ڈوباہوا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انخضرت ﷺ نے ہمیں ایک ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ ہم نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ پس رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے اپنے چہرے ڈھانپ لئے اور ان کے آہ وزاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!" واخشونی " یعنی مجھ سے ڈرو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

(من خاف ادلج و من ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة اللّٰه غاليه الا ان سلعة اللّٰه الجنة)

یعنی جو ڈرتا ہے رات ہی ہے چلتا ہے اور جو رات ہی سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کا سودا قیمتی ہے، اللہ تعالیٰ کا سودا جنت ہے۔

نا گوار چیز کا خیال اور اس کے واقع ہونے کا اندیشہ جو قلب کے لئے تکلیف دہ ہو خوف کہلاتا ہے۔ خوف کی حقیقت عذاب کا احتمال ہے کہ شاید مجھے عذاب ہو۔ یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ یہ تو ایمان کی شرط ہے اور اسی کا نام خوفِ عقلی ہے کہ ہر وقت گناہ کرتے وقت اس پر اللہ کی وعید کا دل میں خیال رکھنا اور عذابِ خداوندی کو ذہن میں رکھنا۔ یہ درجہ فرض ہے اس سے بے پرواہ ہونا گناہ ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا خوف نیک کاموں میں رغبت اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ خوف کرنے والوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت، رحمت، علم، اور رضا کی پاکیزہ خصلتیں جمع کر دیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خوف کے بارے میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا ہے!

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۷۵)

بے شک یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو
تم اس سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ إِنِّيَ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ O

(سورۃ الانعام ۔ ۱۵)

(اے نبی ﷺ) فرما دیجئے! اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو
مجھے بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ
لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۵۱)

اور آپ اس قرآن کے ذریعہ ایسے لوگوں کو خبر دار کر دیجئے جن کو اس بات کا ڈر ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا، شاید وہ پرہیزگار بن جائیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَلاَ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّآ أَن يَشَاءَ رَبِّى شَيْئاً وَسِعَ رَبِّى كُلَّ شَىْءٍ عِلْماً ﴾

(سورۃ الانعام ۔ ۸۰)

اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس (اللہ) کا شریک مانتے ہو، سوائے اس کے کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ إِنِّىَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴾

(سورۃ الاعراف ۔ ۵۹)

مجھے تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَن لَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّا اللَّهَ إِنِّىَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ O

(سورۃ ھود ۔ ۲۶)

یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تمہارے حق میں ایک دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَإِنِّىَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۴)

اور مجھے تمہارے متعلق ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو سب کو گھیر لے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ فِى ذَلِكَ لآيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الآخِرَةِ ذَلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ O

(سورۃ ھود ۔ ۱۰۳)

بے شک ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے، یہ ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کے پیش ہونے کا دن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوءَ الحِسَابِ O

(سورۃ الرعد ۔ ۲۱)

وہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن تعلقات کو قائم کرنے کا حکم دیا وہ ان کو قائم رکھتے ہیں
اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور بڑے حساب سے خوف کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْد ﴾

(سورۃ ابراہیم ۔ ۱۴)

اس لئے کہ وہ میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اس نے
میرے عذاب سے خوف کھایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَخَافُوْنَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O (سورۃ النحل ۔ ۵۰)

وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کو بجا لاتے ہیں۔

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْماً وَلَا هَضْماً O

(سورۃ طٰہٰ ۔ ۱۱۲)

اور جس نے اچھے کام کئے اور وہ مومن بھی ہے تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ حق تلفی کا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ يَخَافُوْنَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ ﴾

(سورۃالنور ۔ ۳۷)

یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ إِنِّیٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ O

(سورۃالزمر ۔ ۱۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً O

(سورۃالدھر ۔ ۷)

وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيراً O

(سورۃالدھر ۔ ۱۰)

ہم تو اپنے رب سے اس دن کا خوف کھاتے ہیں جو بہت سخت اور رنج دینے والا ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى O فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى O

(سورۃالنازعات: ۴۱ ۔ ۴۰)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کی خواہش سے رکا رہا تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ کسی کو دو خوف نصیب نہیں ہوں گے۔ یعنی جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھے کا آخرت میں بے خوف ہوگا۔ اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے بے خوف رہا تو اس کو آخرت میں اطمینان اور امن نصیب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی سوائے اس آنکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھنے سے روکی گئی تھی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرا دیا اور وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا۔

مشکوۃ شریف کی ایک اور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جو کسی بھی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ ایمان والے کا دل بے خوف نہیں ہوتا اور اس کے خوف کو کسی طرح سکون نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال، اقوال، ظاہر اور باطن کے تمام بھیدوں کو جانتے ہیں اور مجھ سے قیامت کے دن حساب لیں گے۔

خشیت الٰہی مومن کے لئے لازم ہے، اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ احتمال ہے کہ مجھ سے کوئی اختیاری کوتاہی نہ ہو جائے، دوسری یہ کہ شاید کوئی اختیاری کوتاہی ہوگئی ہو جس کا احساس نہ ہوا ہو۔ یہ بھی اختیاری ہے کہ ڈاکو سزا کے خوف سے ڈاکہ نہیں ڈالتا۔ بچہ پٹنے کے خوف سے شرارت سے رکا رہتا ہے۔ لوگ جرمانے کے خوف سے جرم سے باز رہتے ہیں۔ بے عزتی ہونے کے خوف سے محفل میں تمیز سے بیٹھتا ہے۔ اگر خوف اٹھ جائے تو دنیا کا نظام بھی نہیں چل سکتا یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ سزا کے خوف سے برائیوں سے بچا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (53)

(سورۃ الزمر۔۵۳)

(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو! اے میرے بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَى مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّى (48)

(سورۃ طہٰ۔۴۸)

اور ہماری طرف سے یہ وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب تیار ہے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَـذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَـا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاء وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَـاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ (156)

(سورۃ الاعراف۔۱۵۶)

اور ہمارے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، ہم تیری طرف رجوع کر چکے ہیں، فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اسے جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز میں شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (44)
فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (45)

(سورۃ غافر: ۴۴۔۴۵)

جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آ گے چل کر یاد رکھو گے، اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ غرض اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان لوگوں کی تدابیر کی برائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔

أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ اللّهِ فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (99)

(سورۃ الاعراف۔۹۹)

کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ کا ڈر نہیں رکھتے، اللہ کی پکڑ سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہوتے ہیں۔

وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الأَرْضِ أُمَماً مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (168)

(سورۃ الاعراف۔۱۶۸)

اور ہم نے ان کو ملک میں متفرق جماعتیں کر دیا، ان میں سے بعض تو نیک تھے اور بعض دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو نعمتوں اور سختیوں سے آزمایا تا کہ وہ لوٹ آئیں۔

يَا بَنِيَّ اذْهَبُواْ فَتَحَسَّسُواْ مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلاَ تَيْأَسُواْ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللّهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (87)

(سورہ یوسف۔۸۷)

اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف (علیہ السلام) اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بیشک اللہ کی رحمت سے وہی ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُم بَعْدَ

إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُواْ الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (106)

(سورۃ آل عمران۔۱۰۶)

جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ ہوں گے، سو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے، پس تم اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (13)وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (14)

(سورۃ انفطار: ۱۳،۱۴)

یقیناً نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے۔ اور بدکار جہنم میں ہوں گے۔

فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (6)فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ (7)وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (8)فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ (9)

(سورۃ القاریہ: ۶۔۹)

پھر جس کا (میزان) وزن بھاری ہوگا تو وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا، اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ گڑھا ہوگا۔ اور تمہیں کیا معلوم وہ کیا ہے، وہ دہکتی ہوئی آگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو عذاب سے ڈراتا ہے ہے اور ان کو ثواب اور انعامات کا ذکر کر کے استغفار کرنے اور توبہ کرنے سے امید کی کرن بھی دکھاتا ہے۔ اگر کسی نے ساری زندگی نافرمانی میں ہی گزار دی اور آخر وقت تک انہیں ایمان اور توبہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو ان کے لئے جہنم کا ہمیشہ کے لئے عذاب ہے۔ تاہم جن لوگوں میں توبہ اور ندامت کا احساس پیدا ہو گیا چاہے وہ کتنے بھی گناہ گار ہوں انہیں ایمان اور توبہ کا راستہ اختیار کر کے کفر وشرک اور گناہوں سے باز آجانا چاہیئے۔ ایسے لوگوں کو یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہم نے تو تمام عمر گناہوں میں گزار دی اور اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے کہ میری تو گناہ بہت ہیں اللہ مجھے نہیں بخشے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے در پر تو آؤ اس کی رحمت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور غفور ورحیم ہیں۔ وہ تمام گناہوں کو بخشنے اور بلکہ ان کو نیکیوں میں

بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے زندگی کے آخر وقت میں بھی سچے دل سے توبہ کرتا ہے یا ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور معاف کرتا ہے اگر اس نے حقوق العباد ادا کئے ہوئے ہوں۔ اگر کسی نے لوگوں کے حق مارے ہیں تو اس کو ان کا بدلہ ضرور دینا پڑے گا۔ اللہ کی رحمت کی امید رکھنا ایک مومن کے ایمان کا حصہ ہے۔ رحمت الٰہی سے مایوسی کفر و گمراہی ہے لیکن امید کی بنیاد بھی ہونی چاہئے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں جائے گا اور جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں بندے کے گمان کے مطابق ہوں (یعنی اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں) اور میں اس کے ساتھ ہوں جہاں وہ مجھے یاد کرے۔ اللہ کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گمشدہ چیز کو پالیتا ہے (اور اس پر خوش ہوتا ہے) اور جو میرے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اس کے ایک ہاتھ قریب آتا ہوں، اور جو میرے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب آتا ہوں۔ اور جو میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔
(بخاری و مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے اچھی امید رکھے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا چاہے تیرے عمل کیسے ہی ہوں میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہوں کے ساتھ آئے اور مجھے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا تو میں تیرے پاس زمین بھر بخشش لے کر آؤں گا۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر مومن کو اس سزا و عذاب کا علم ہو جائے جو اس کے ہاں نافرمانوں کے لئے ہے تو اس کو جنت کی امید نہ رہے، اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا صحیح علم ہو جائے تو اللہ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامیدی نہ ہو۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (لو یعلم الکافر ما عند اللّٰہ من الرحمة ما قنط من جنتهٖ احدٌ)
یعنی اگر کافر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال جان لے تو اس کی جنت سے ناامیدی نہ ہو۔ (متفق علیہ)
حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ دوں گا اور جس نے برائی کی تو اس کا بدلہ اس کے برابر ہے (زیادہ نہیں) یا میں اسے بخش دوں گا۔ جو مجھ سے ایک بالشت کے برابر (نیکیوں کے ذریعہ) قریب ہوگا میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا۔ جو میرے پاس چل کر آئے گا تو میں اس کے پاس دوڑ کر آؤں گا۔ جو مجھ سے زمین بھر برائی لے کر ملے گا لیکن وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اس سے اسی قدر بخشش لے کر ملوں گا۔ (صحیح مسلم)
محبوب چیزوں یعنی اللہ کا فضل، مغفرت، نعمت، اور جنت کے انتظار میں قلب میں ایک راحت کا پیدا ہونا اور ان چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش اور تدبیر کرنے کو " رجا " کہتے ہیں۔
جو شخص اللہ کی رحمت اور جنت کا منتظر ہو اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب اختیار نہ کرے اس کو مقام رجا حاصل نہیں ہوسکتا وہ دھوکہ میں ہے۔ جیسے کوئی شخص بیج بوئے بغیر غلہ پیدا ہونے کا منتظر رہے اس کو ہوس کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے رحمت کا امیدوار رہنا ایمان کا جزو ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی خوب فرمانبرداری اور عبادت کرے اور اس کی نافرمانیوں سے ہمت کر کے بچے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ انسان جس کی اطاعت کرتا ہے اس سے امیدیں پیدا ہونے لگتی ہیں اور جس کی نافرمانی کرتا ہے اس سے خوف وخطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ توبہ کرتے وقت امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود وسعتوں پر نظر رکھے اور پورا یقین رکھے کہ میری توبہ ضرور قبول ہوگی۔
حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے۔ ان میں سے ننانوے (۹۹) اپنے پاس محفوظ رکھ لئے اور ایک حصہ زمین پر اتار دیا۔ اسی ایک حصہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنا کُھر (پیر) اپنے بچے سے ہٹا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں گے اور وہ انہیں معاف فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کافر جب دنیا میں کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو اسے اس کا بدلہ دنیا کی کچھ لذتوں میں دے دیا جاتا ہے (یعنی آخرت میں اسے اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا) لیکن مومن کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اس کی نیکیوں کا ذخیرہ آخرت میں صلہ دینے کے لئے کر لیتا ہے اور دنیا میں اسے رزق اس کی فرماں برداری کی وجہ سے دیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا! جو مسلمان مر جائے اور ایسے چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

نیکی کے مقامات

۱ ۔ مقام توبہ

توبہ سلوک کا اولین مقام ہے۔ تصوف میں بیعت کا آغاز توبہ سے ہوتا ہے۔ یہ طریقہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً﴾ (سورہ التحریم ۔ ۸)

مومنو! اللہ کے آگے صاف دل سے توبہ کرو

وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۳۱)

اور اللہ کی توبہ کرو، اے مسلمانوں! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور اس سے استغفار کرو کیونکہ میں خود روزآنہ سومرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم) بعض جگہ ستر مرتبہ کا بھی ذکر آیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے! اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ ندامت ہی توبہ ہے۔

توبہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا طریقہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ ہو کر گناہوں کی ایسی معافی مانگے جس میں ریا اور نفاق کا ذرا بھی عمل دخل نہ ہو۔ توبہ کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت کی وجہ سے ملتی ہے۔ اور یہ وہی رحمت کا دروازہ ہے جو خالق نے اپنے مخلوق کی نجات کے لئے کھول رکھا ہے۔ توبہ کا دروازہ موت تک کھلا رہتا ہے۔ جب موت کے وقت فرشتے اس کے سامنے آجاتے ہیں تو یہ دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے رسول اللہ ﷺ سے توبۃ النصوح کا مطلب پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا! جب تم سے کوئی قصور ہوجائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمساری کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور ارادہ کرو کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا۔

باطنی اصلاح کے لئے توبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے وہ اس لئے کہ قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے اس کی حیثیت ثابت ہے۔ لہٰذا تصوف کا کوئی پہلو بھی شریعت سے ہٹ کر نہیں بلکہ شریعت کی حقیقی منشاء اور مقصود کے مطابق ہے۔

توبہ ہر اس چیز سے رجوع کا نام ہے جو قابل مذمت ہو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں ستارالعیوب اور علام الغیوب کی طرف رجوع کر کے گناہوں سے توبہ سالکین طریقت کی ابتداء ہے اور منزل تک پہنچنے والوں کا سرمایہ اور مریدین کا پہلا قدم ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ توبہ ہر مقام کی اصل اور ہر حال کا سہارا اور ہر خیر کی چابی ہے۔ یہ مقاماتِ طریقت میں سے سب سے پہلا مقام ہے اور یہ عمارت کے لئے زمین کے قائم مقام ہے۔

توبہ کے نتائج:

توبہ کرنے سے ظاہری گناہوں سے چھٹکارہ حاصل ہو جاتا ہے یعنی زیادتی، ظلم اور غضب وغیرہ سے اور باطنی گناہوں سے بھی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے مثلاً جھوٹ، حسد، اور بدخلقی وغیرہ سے۔

بندہ جب اپنے رب سے رجوع کرتا ہے اور اپنے قلب کی طرف توجہ کرتا ہے اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور ہر شے سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کی روح صاف اور دل پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ اس کی بصیرت کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رب کے نور سے روشنی حاصل کر کے اس کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ ہر اس چیز سے جو مذموم ہو اس سے علیحدگی اور ہر وہ چیز جو محمود ہو اس کو اپنانا ہی اصل توبہ ہے۔ پہلے کبائر سے پھر صغائر سے پھر مکروہات سے پھر نیکیوں میں ریاء سے اور پھر بُرے گمان سے توبہ کرنا مومن کے لئے ضروری ہے۔ توبہ میں استقامت انتہائی ضروری ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں ایسی لذت پائے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اگر یہ کیفیت نہیں ہے تو دوبارہ توبہ کرے کیونکہ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اگر بار بار توبہ ٹوٹے تو بار بار توبہ کرے آخر ایک وقت آئے گا کہ اس کی توبہ میں استقامت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہوں سے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُواْ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ

وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ O

(آل عمران ۔ ۱۳۵)

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ (بے حیائی) یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ O

(سورۃ الزمر ۔ ۵۳)

(اے پیغمبر! میری طرف سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ جب بندہ سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے تو منیب بن جاتا ہے کیونکہ انابت توبہ کا دوسرا درجہ ہے۔ جو شخص ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو اسے اللہ سے غافل کر دے اسے منیب کہتے ہیں۔

توبہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ ایک جو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

۲۔ جو غفلتوں سے تائب ہوتے ہیں۔

۳۔ وہ جو اپنی طاعتوں اور نیکیوں پر نگاہ رکھنے سے توقف کرتے ہیں۔

۲ ۔ مقام ورع

یہ سلوک کا دوسرا مقام ہے۔ ورع (پرہیز گاری) ایک بلند مقام ہے۔ ہر مشتبہ چیز کو چھوڑ دینا " ورع " کہلاتا ہے۔ اس کی تعلیم بھی کتاب وسنت میں دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ﴾

(سورۃ الحج ۔ ۳۰)

یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے
تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔

حلال اور حرام کی حدود کے درمیان کچھ ایسی چیزیں ہیں جن پر نہ تو حلال کا حکم آتا ہے اور نہ حرام کا۔ ان اشیاء کو شبہات کہتے ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا سالک (مومن صادق) کے لئے ضروری ہے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا! ان امور کو ترک کرو جو شک میں ڈالیں اور وہ باتیں اختیار کرو جو شک وشبہ سے بالاتر ہوں۔ (ترمذی شریف)

حضرت وابصہ بن معبد ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے وابصہ ؓ تو پوچھنے آیا ہے کہ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی حضور ﷺ! یہ سن کر آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا! اپنے دل سے پوچھ؟ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے اور پھر فرمایا! نیکی وہ ہے جس سے دل مطمئن ہو اور سکون نصیب ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے اور دل میں کھٹکے، اگر چہ لوگ اس کے جواز کا فتویٰ دیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ ہم حلال جانتے ہوئے بھی کئی کام چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں ہم حرام میں نہ پھنس جائیں۔

صوفیاء نے ورع کا ہمیشہ خیال رکھا کیونکہ اسی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے مثلاً ممنوعات اور محرمات سے بچنا تو ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے لیکن تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشکوک چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑ دے جس میں گناہ کا اندیشہ ہو۔ (ابن ماجہ، ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن نعمان ؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا!

" بے شک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو مشکوک چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو مشکوک چیزوں میں پڑا وہ حرام میں جا پڑا۔ وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو (ممنوعہ) چراہ گاہ کے گرد اپنے مویشی چراتا ہے بہت ممکن ہے کہ اس کے مویشی اس چراہ گاہ میں چرنے لگیں۔ خبردار رہو! ہر بادشاہ کی ایک چراہ گاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراہ گاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔

خبردار! تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو گیا تو سارا جسم درست ہو گیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ جان لو! وہ (قلب) دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

تصوف میں اصلاح قلب پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصلاح قلب کے لئے ورع یعنی مشکوک اشیاء سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔ اس لئے صوفیاء ہمیشہ مکروہات سے بچتے ہیں۔ کیونکہ دل میں ذرا سی بھی کثافت اس کی طہارت اور پاکیزگی کو میلا کر دیتی ہے اور تزکیہ نفس کے لئے اس کا ہر وقت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دل کی اصلاح سے ہی اعمال کی اصلاح ہوگی۔

حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ فرماتے ہیں! " ورع " دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو ظاہری ورع ہے اور وہ یہ کہ اس کی حرکتِ جسمانی بھی رضائے الٰہی کے لئے ہو اور دوسرا باطنی ورع ہوتا ہے، وہ یہ کہ دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور چیز داخل نہ ہو سکے۔

اہل ورع کے تین طبقے ہیں:

۱۔ جو شبہات سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہ شبہات حلال و حرام کے واضح احکام یا مبہم احکام سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ یہ طبقہ ہر اس شے سے اجتناب کرتا ہے جس سے قلب دوری چاہے اور جسے اختیار کرنا انہیں ناگوار ہو۔ یہ مقام اہل تصدیق اور ارباب قلب (اہل دل) کو حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ یہ طبقہ عارفین اور واجدین کا ہے۔ ان کی ورع کی کیفیت کے بارے میں ابوسلیمان دارانی ؒ فرماتے ہیں کہ ورع یہ ہے کہ ہر اس چیز کو برا سمجھے جو اللہ سے دور کر دے۔

۳ ۔ مقام زہد

سلوک کا تیسرا مقام '' زہد '' ہے۔ اس کی تعلیم بھی کتاب وسنت میں دی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں حیات دنیا کو متاع غرور کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی دھوکے کا سامان۔ اس میں دنیا سے کم سے کم دل لگانے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اسی کا نام '' زہد '' ہے۔ یعنی دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنا اس کو حقیر سمجھ کر اس طرف متوجہ نہ ہونا۔ مومن کو دنیا چھوڑنے کا حکم نہیں ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جائے بس حکم یہ ہے کہ اس کی چمک دمک میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ تصوف میں ترک دنیا یا زہد سے مراد یہ ہے کہ مومن اس دنیا میں رہ کر اللہ سے لو لگائے۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھے اس میں نیکی کے بیج بوئے گناہ کی فصل تیار نہ کرے۔ دنیا بڑی دلکش اور دل فریب ہے اس میں نفسانی خواہشات کو نشو نما دینے کی بڑی صلاحیت ہے۔ جس کے پیچھے شیطانی قوتیں پوشیدہ طور پر کام کر رہی ہیں۔ دنیا مومن کے لئے ایک امتحان گاہ ہے اور وقت بھی مقرر ہے اس میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور اس کا نتیجہ موت کے بعد سامنے آئے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ O (سورۃ العنکبوت ۔ ۶۴)

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاء أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالأَنْعَامُ حَتَّىَ إِذَا أَخَذَتِ الأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلاً أَوْ نَهَاراً فَجَعَلْنَاهَا حَصِيداً كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (24) (سورۃ یونس ۔۲۴)

دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا پھر اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہوگئی اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس

پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر رکھ دیا گویا وہاں کچھ بھی نہ تھا، جولوگ غور کرنے والے ہیں ان کے لئے ہم اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاء أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيماً تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِراً(45) الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَيْرٌ أَمَلاً (46) (سورۃ الکہف: ۴۵-۴۶)

اوران سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کردو جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی پھر وہ چورا چورا ہوگئی جسے ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں، اور اللہ تو ہر چیز ہر قدرت رکھتا ہے۔ مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں، اور نیکیاں کو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں۔

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرّاً ثُمَّ يَكُونُ حُطَاماً وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (20) (سورۃ الحدید-۲۰)

جان رکھو کہ دنیا کہ زندگی محض کھیل وتماشہ اور زینت وآرائش ہے اور تمہارے آپس میں فخر اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب کرنا اس بارش کی مانند ہے جس کی اگائی ہوئی فصل کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے اور پھر جب وہ خشک ہوجاتی ہے تو تم اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) شدید عذاب ہے اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہے اور دنیا کہ زندگی تو دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاء وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ (14) (سورۃ آل عمران۔۱۴)

لوگوں کے لئے مرغوب چیزوں کی محبت مزین کردی گئی ہے (مثلاً) عورتیں، اولاد، سونا اور چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، مویشی اور کھیت، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ O

(سورۃ فاطر۔۵)

اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے سو دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ ڈالے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ (1)حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (2)كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (3)ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (4)كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (5) (سورۃ التکاثر:۱۔۵)

کثرتِ مال کی حوس نے تمہیں غافل کردیا، یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے، خبردار! بہت جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا، اور خبردار! تمہیں بہت جلد معلوم ہوجائے گا، ہرگز نہیں، کاش تم یقینی طور پر جان لیتے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

(لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُ) (سورۃ الحدید ۔ ۲۳)

تاکہ فوت شدہ چیز پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو دیا ہے اس پر خوشی سے اترا نہ جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿ اول صلاح هٰذا الامة اليقين و الذ هد و اول فساد ها البخل و الامل ﴾

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی اول بہتری اس امت کی یقین اور زہد ہے اور اول بگاڑ اس امت کا بخل اور طول امل (لمبی لمبی امیدیں) ہے۔
کسی رغبت کی چیز چھوڑ کر اس سے بہتر کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت سے علیحدہ ہو کر آخرت کی رغبت کرنا " زہد " ہے۔

زُہد کا اصل وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے قلب میں ڈالا جاتا ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے اور بات واضح ہو جاتی ہے۔ دنیا کی مال و دولت مکھی کے پر کے برابر لگنے لگتی ہے۔ اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ آخرت کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے۔ جس وقت یہ نور انسان کے قلب میں داخل ہوتا ہے تو دنیا حقیر لگنے لگتی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ دنیا کے بیش قیمت ہیرے جوہرات کے مقابلہ میں پھٹے پرانے کپڑے اچھے لگنے لگتے ہیں۔ زہد کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے اندر قناعت آجاتی ہے۔ تھوڑی سی مقدار اس کے لئے کافی ہوتی ہے بہت زیادہ کی ہوس ختم ہو جاتی ہے۔ اتنے پر قناعت کرتا ہے جتنا ایک مسافر اپنے ساتھ توشہ لے کر جاتا ہے۔ زہد ترک لذات کا نام نہیں بس قلیل پر راضی ہو جائے۔ اگر اللہ کی نعمت کے طور پر دنیاوی لذات حاصل ہوتی ہیں تو ان پر شکر ادا کرے۔ نفس پر بلا وجہ جبر نہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن کی نظر اللہ پر ہوتی ہے ان کی نظر میں سونا چاندی تو کیا دنیا و مافیہا بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے اور اپنے اہل بیت اور خاص لوگوں کے لئے دنیا کو پسند نہیں کیا۔ فرمایا کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے متاع دنیا ہے۔ جس کے دل میں اس کی لالچ ختم ہو جائے گی وہ راحت میں رہے گا۔ کیونکہ زہد سے قلب اور بدن دونوں کو راحت ملتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین چیزیں میت کے پیچھے ہوتی ہیں۔ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے اعمال۔ پھر دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال واپس آجاتے ہیں۔ اس کا عمل (اس کے ساتھ) باقی رہ جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت والے دن جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال رہا ہوگا۔ اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پھر اس سے پوچھا جائے گا۔

اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی راحت دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا: نہیں! اے میرے رب! اور جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پھر اس سے پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے؟ کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گزر ہوا؟ وہ کہے گا نہیں اللہ کی قسم! میرے ساتھ کبھی سختی کا گزر نہیں ہوا، نہ کبھی میں نے سختی اور تکلیف دیکھی۔ (مسلم)

حضرت مستورد بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر نکال لے اور دیکھے کہ سمندر کا کتنا پانی اس انگلی کے ساتھ آیا ہے۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گزر رہے تھے، آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپ کا بکرے کے ایک چھوٹے کان والے مردار بچے کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے اس کے کان سے پکڑا اور فرمایا تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو اسے کسی بھی چیز کے بدلے لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اسے لے کر کریں گے بھی کیا؟ اگر زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا کیونکہ چھوٹے کانوں والا ہے۔ تو اب اسے کون لے گا جب کہ یہ مردار ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ کی قسم! یقیناً اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنا بکری کا یہ مردار بچہ تمہاری نظروں میں حقیر ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو، سوائے اتنے حصہ کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا! تم دنیا میں ایسے رہو گویا تم دنیا میں ایک پردیسی یا راہ گیر ہو۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو، اور اپنے صحت میں بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں موت کے لئے کچھ حاصل کر لو۔ (بخاری)

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جسے میں کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھے محبوب جانیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ، اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ تو لوگ محبت کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ میرے گھر میں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو کوئی جاندار کھائے، سوائے اس تھوڑے سے جَو کے جو میرے طاق میں رکھے ہوئے تھے۔ پس میں ایک مدت دراز تک اس میں سے لے لے کر کھاتی رہی بالآخر ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ ختم ہو گئے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر دنیا کہ وقعت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پلاتا۔ (ترمذی)

حضرت کعب بن عیاضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا! ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے (یعنی اس چیز کے ذریعہ اس کی آزمائش کی جاتی ہے) میرے امت کے لئے فتنہ مال ہے۔ (ترمذی)

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو بھوکے بھیڑیے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کا مال اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں فقراء مال داروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ (جامع ترمذی)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے زیادہ مسکین ہیں اور مال دار لوگوں کو (حساب کے لئے) روکا ہوا تھا۔ البتہ جہنمیوں کو جہنم کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ (**الھاکم التکاثر ۔۔**) تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ اے انسان تیرا مال (تو وہ ہے جو) تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دیکھ تو کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے پھر کہا! اللہ کی قسم! میں یقیناً آپ ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تین مرتبہ اس نے اس طرح کہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقر اور غربت کا ٹاٹ تیار کر، اس لئے کہ فقر اس شخص کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا اس تیزی سے جاتا ہے کہ اتنا تیز سیلاب کا پانی بھی اپنے بہاؤ کے رخ پر نہیں جاتا۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم بھی ان کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں اپنے بعد تمہارے بارے میں جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر دنیا کی رونق اور اس کی زیب و زینت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔ (بخاری و مسلم)

زہد کے درجات

پہلا درجہ:

خواہشات نفسانیہ کی مخالفت میں زہد اختیار کرنا پہلے درجہ کا زہد ہے۔ جب کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر و ذلیل سمجھ لیتا ہے تو اسے یہ پرواہ نہیں رہتی کہ اس کے صبح شام کیسے گزر رہے ہیں۔ بشرطیکہ اس کے دل میں محبت الٰہی گھر کر گئی ہو اور اپنی پسندیدہ شہوات ولذات سے کنارہ کش ہو چکا ہو۔ اپنی صحبت میں تمام بھٹکے ہوئے دوستوں سے دوری اختیار کر لی ہو۔ بقدر ضرورت خوراک، کپڑے، مکان، سواری رکھنا زہد کے خلاف نہیں، بس دنیاوی اشیاء کی تمنا دل سے نکال دے۔

دوسرا درجہ:

حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت وکیع بن جراحؒ، حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زاہد بن کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی آرزوئیں کم سے کم ہوں۔ کیونکہ جس آدمی کی آرزوئیں کم ہوں گی وہ عیش پرست نہیں ہوسکتا اور غفلت میں نہیں رہ سکتا۔ دنیا میں زہد اختیار کرنے والا آخرت سے رغبت رکھتا ہے۔ گویا وہ عذاب وثواب کی حقیقت کا مشاہدہ کرتا ہے اسی لئے دنیا سے کنارہ کش رہتا ہے۔

تیسرا درجہ:

اشیاء کی قدر و قیمت کا دل سے نکل جانا زہد کہلاتا ہے۔ زہد ایک مشکل ترین شئے ہے۔ ہر آدمی کا زہد اس کی معرفت الٰہیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اپنے زہد کی کیفیت انسان کو خود معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے یہ اس کا راہنما ہی بتا سکتا ہے۔ اگر اس کے دل میں دنیا کہ محبت دھیرے دھیرے کم ہو رہی ہو تو اندازہ کر سکتا ہے کہ صحیح راستہ پر جا رہا ہے۔ جو شخص نفس کے مقابلہ میں کمزوری دکھا گیا تو وہ کسی صورت میں دنیا سے بے رغبت نہیں سمجھا جائے گا۔ اور جس شخص نے خواہشات کو کچلنے کی کوشش نہیں کی تو اسے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے آخرت کی بڑی فکر ہے۔

دنیا میں رہ کر زہد اختیار کرنے والا شخص دنیا کو نہ بُرا بھلا کہے گا اور نہ اس کی تعریف کرے گا۔ جب دنیا اس کے پاس آئے گی تو وہ خوش نہیں ہوگا اور اگر دنیا اس سے پیٹھ پھیر کر چل دے گی تو اس کو کوئی رنج و ملال بھی نہیں ہوگا۔

ایک ابدال کا کہنا ہے کہ جب تک زاہد کی نظر میں سونا اور پتھر برابر نہ ہو جائیں وہ زہد میں کامل نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم دیکھو کہ دنیا میں کوئی شخص زہد اور سلیقہ سے آراستہ ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ حکمت کی تعلیم دے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو گویا ایک مسافر ہو یا ایک راستہ عبور کرنے والا۔ (مشکوۃ شریف)

صحابہ کرام ؓ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ میں زہد کی صفت بہت زیادہ تھی۔ وقت کا تقاضا تھا اور صورت حال کی مجبوری کہ آپ ؓ نے خلافت کا بوجھ اٹھایا۔ آپ ؓ نے بارہا اپنے خطبوں میں ارشاد فرمایا! اگر کوئی اس بار کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے تو وہ نہایت خوشی سے اس سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ (خلفائے راشدین)

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اکثر کہا کرتے تھے کہ کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا جسے بکری کھا جاتی۔

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دوران خطبہ حضرت عمر فاروق ؓ کو دیکھا کہ ان کے لباس میں تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر ؓ زہد کے بلند درجے پر تھے۔ مال غنیمت کے ڈھیر تقسیم کر دیتے اور خود چادر جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت علی ؓ ایک یہودی کے باغ میں محنت مزدوری کرتے اور رزق حلال کما کر لاتے اور اکثر خیرات کر دیتے تھے۔ صحابہ کرام ؓ کی زندگیاں زہد وتقویٰ کا کامل نمونہ تھیں۔

ابن ماجہ میں سہل بن سعد الساعدی ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ میں اس پر عمل کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ اور اس کے بندے تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

دنیا عارضی ہے اس میں قیام عارضی ہے اس کا مال ومتاع عارضی ہے۔ اس کی بے ثباتی کا اندازہ حضور ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دنیاوی زندگی اخروی زندگی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لو تو جو تری اس کے ساتھ لگ جائے۔ (صحیح مسلم)

انگلی کے ساتھ چند قطرے پانی لگ گیا اس کی حیثیت سمندر کے سامنے کیا ہے۔ بس دنیا کی حقیقت اور حیثیت آخرت کے مقابلہ میں اتنی سی ہے اور انسان کتنا بد بخت ہے جو اتنی قلیل دنیا کے حصول کے لئے نہ حلال دیکھتا ہے نہ حرام کا خیال کرتا ہے اور نہ ہی اللہ کا خوف دل میں آتا ہے۔ تصوف میں زہد کو اس لئے بلند مقام حاصل ہے کہ قرآن وسنت میں اسے اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ زہد یہ ہے کہ تم دنیاوی املاک سے ہاتھوں کو خالی کردو اور دل کو بُرے خیالات سے محفوظ کرلو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے اعراض (لاتعلقی) اور آخرت سے رغبت کا نام زہد ہے۔ غیر اللہ سے اللہ کی طرف رجوع زہد کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت حارثہؓ سے پوچھا!

كَيۡفَ اَصۡبَحۡتَ يَا حَارِثَة ؟ اے حارثہ! تم نے صبح کیسے کی؟

قَالَ اَصۡبَحۡتُ مُؤۡمِنًا حَقًّا ۔ عرض کیا میں نے خالص مومن ہونے کی حالت میں صبح کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا! ہر حق کی حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ میرا دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا ہے۔ میرے نزدیک سونا اور پتھر برابر ہیں۔ گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں وہ ناز ونعم میں ہیں۔ اور اہل نار کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے میں نے راتیں قیام میں اور دن روزہ کی حالت میں گزارے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم نے حقیقت کو پالیا ہے پس اس کو لازم پکڑو۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ O (سورۃالنور ۔ ۳۷)

(یعنی ایسے) لوگ جن کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت وہ اس دن سے جب دل (خوف وگھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔

زہد کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ **عوام کا زہد:** ترک حرام ۔ بندہ حرام اور مشتبہات سے بچے اور خالص حلال کی تلاش کرے۔

۲۔ **خواص کا زہد:** حلال اشیاء میں فضول کا ترک کرنا۔ انسان دنیا سے زہد اختیار کرے اور اس کو ناپسند کرے۔ اس وجہ سے کہ یہ اللہ کے ہاں مبغوض ہے نہ کسی اور سبب سے یعنی راحت بدن یا حساب کے خوف سے۔

۳۔ **عارفوں کا زہد:** رب سے غافل کرنے والی ہر چیز کا ترک کرنا۔ بندہ ماسویٰ اللہ کو ترک کردے یعنی اللہ کے سوا ہر چیز سے زہد اختیار کرے۔ دنیا کو پوری طرح ترک کر کے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرے۔ اپنے ارادے اور اختیار کی نفی کرے۔ اس کے نزدیک عزت ذلت، شہرت وگمنامی، مدح وذم، بلندی وپستی سب برابر ہوں۔

جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو صوفیاء کرام کے نزدیک زہد درزہد کا مقام حاصل کرلیتا ہے۔ وہ اپنے ارادے اور اختیارات کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس کے نزدیک وجود دنیا اور اس کا عدم برابر ہوجاتے ہیں۔ نہ وہ دنیا کی مذمت کرتا ہے اور نہ ہی وہ تعریف کرتا ہے۔ جب اسے دنیا حاصل ہوتی ہے تو وہ خوش نہیں ہوتا اور جب دنیا اس سے منہ پھرلیتی ہے تو وہ غم نہیں کرتا۔ اس کا ارادہ تدبیر کے تابع ہوجاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اختیار سے کسی چیز کو چاہتا اور اختیار کرتا ہے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں! دین کو شیطان سے کچھ خوف نہیں بلکہ دو شخصوں سے ہے ایک عالم حریص دنیا اور دوسرا زاہد بے علم۔

۴ ۔ مقام فقر

یہ سلوک کا چوتھا مقام ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاء إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ O (سورہ فاطر۔ ۱۵)

لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی اور حقدارِ حمد (وثنا) ہے۔

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيّاً (59)إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً فَأُوْلَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئاً (60) (سورۃ مریم: ۵۹۔۶۰)

پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی، پھر ان کی گمراہی بھی بہت جلد ان کے آگے آئے گی۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے، سو یہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (79)وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ (80)

(سورۃ القصص: ۷۹۔۸۰)

پھر وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی پوری آن بان سے نکلا تو دنیوی زندگی کے طالب کہنے لگے کاش ہمارے لئے بھی ایسا ہی ہوتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے، بیشک وہ بڑا نصیب والا ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس، جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کئے تو اس کے لئے اللہ کے ہاں اس سے کہیں زیادہ اجر ہے اور یہ صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۔

ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (8) (سورۃ التکاثر۔۸)

اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاء لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلاهَا مَذْمُوماً مَّدْحُوراً (18)

(سورۃ بنی اسرائیل۔۱۸)

جوشخص دنیا کی آسودگی کا خوہشمند ہوتو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھراس کے لئے جہنم کوٹھکانہ مقرر کردیتے ہیں اس میں وہ ذلیل وخوار ہوکر داخل ہوگا۔

سرورکائنات ﷺ نے فرمایا! **الفقر فخری** ۔۔ کہ فقر میرا فخر ہے۔

اس فقر کے معنی وہ غربت ومحتاجی نہیں کہ مومن ہرکسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرتا رہے بلکہ فقر سے مرادصرف اللہ کے سامنے محتاج ہونا ہے۔ دنیاوی امیدوں سے الگ ہوکر صرف اسی کا ہوکر رہنا فقر ہے۔ رجوع الی اللہ، توکل الی اللہ۔ اللہ کے سوا ہر چیز سے بے نیاز ہوجائے۔ مومن کے اندر جب زہد پیدا ہوتا ہے تو اس کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور مومن فقر کی حلاوت محسوس کرنے لگتا ہے۔ فقیر دنیا کو منہ نہیں لگاتا کیونکہ لالچ طمع اور حرص اور ایسی بُری خصلتیں اس مومن کے قریب نہیں آتیں۔ دنیا کی امیری غریبی اس فقر پر بےاثر ہوجاتی ہیں۔ اس کی قناعت کے سامنے ہر قسم کی ضرورت کمتر ہو جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ میں اصحاب صفہ ایسے لوگ تھے جن کے دن رات فقر کی حالت میں عبادت و ریاضت میں اور مجاہدہ نفس میں گزرتے تھے۔ کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ بیت المال سے کچھ وظیفہ ملتا تھا لیکن وہ ناکافی ہوتا تھا۔ انہیں اپنی زندگی میں دو کپڑے کبھی کبھی ہی ملتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لِلْفُقَرَاء الَّذِينَ أُحصِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ ضَرْباً فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاء مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ O (سورۃ البقرہ ۔ ۲۷۳)

(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) اُن حاجتمندوں کیلئے جو اللہ کی راہ میں رُ کے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص اُن کو غنی خیال کرتا ہے اور تم چہرے سے اُن کو صاف پہچان لو (کہ حاجتمند ہیں اور شرم کے سبب) لوگوں سے (منہ پھاڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ اللہ اُس کو جانتا ہے۔

اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہی۔ سات سے لے کر چار سو تک ایسے مہاجرین تھے جن کے پاس دنیاوی مال و دولت نہیں تھی۔ محنت مزدوری کرتے تھے جہاد کرتے تھے مگر زیادہ وقت قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے میں گزارتے۔ ان کی رہائش کے لئے مسجد میں چھپر بنا دیا گیا تھا۔ فقر و تنگدستی کے باوجود عزت نفس اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔

حضرت علی ہجویریؒ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کے ساتھ قیام فرمایا۔ جب ان کے فقر، طہارت اور مجاہدہ قلب کو دیکھا تو فرمایا!

اے اصحاب صفہ! تمہیں بشارت ہو۔ میری امت میں جن لوگوں میں یہ صفات ہوں گی اور ان پر برضا ورغبت قائم رہیں گے تو وہ میرے ساتھ جنت میں رفیق ہوں گے۔

تصوف میں فقر کا مقام بہت بلند ہے اور صوفیاء اس صفت سے متصف ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ وہاں کا آدھا دن ہوگا۔ مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس اتنا کچھ نہیں ہوتا جو اس کی ضرورت کے لئے کافی ہو اور لوگوں سے سوال کرتے وقت بھی شرمندگی محسوس کرتا ہو اور پھر لوگوں کو اس کی ضرورت مندی کا علم بھی نہیں ہوتا کہ اسے کچھ دے دیں۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ کی قسم! اے میرے بھتیجے! ہم چاند دیکھے اور پھر ایک چاند کے بعد تیسرا چاند، (یعنی دو تین مہینے) لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا کہ خالہ جان آپ کا گزارہ کس چیز پر ہوتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا! دو سیاہ چیزیں، کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے بعض انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں (ہدیہ کے

طور پر) دودھ بھیج دیتے تھے تو آپ ﷺ ہمیں بھی پلا دیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی! اے اللہ! محمد (ﷺ) کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے ان کے جسم کا رشتہ (روح سے) برقرار رہ سکے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی پتلی چھال بھری ہوئی تھی۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کیا اور اسے برابر سرابر روزی حاصل ہوئی اور اللہ نے اسے دئے ہوئے پر قانع بنا دیا۔ (مسلم)

فقراء کی اقسام:

۱۔ وہ جن کے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ کسی سے ظاہراً کچھ طلب کرتے ہیں نہ باطناً۔ کسی سے کوئی چیز ملنے کی توقع بھی نہیں رکھتے اور نہ ہی کسی سے کچھ لینے کی لالچ رکھتے ہیں۔ یہ مقام مقربین کا ہے۔

۲۔ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کچھ نہ رکھتے ہوئے بھی کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ نہ براہ راست مانگتے ہیں اور نہ بلاواسطہ۔ کوئی کچھ دے دے تو اسے رد نہیں کرتے قبول کر لیتے ہیں۔

۳۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کی ملکیت میں کچھ نہیں ہوتا۔ جب کبھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو اپنے ہی کسی ہم مسلک بھائی سے مانگ لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا ہم مسلک بھائی اس کے ایسا کرنے سے خوش ہوگا۔ اس طبقے کے فقراء اپنے ہم مسلک بھائیوں سے کچھ طلب کرنے کا کفارہ خلوص کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔

۵ ۔ مقام صبر

تصوف میں سلوک کا پانچواں مقام صبر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں صبر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآن کریم میں صبر اور صبر کرنے والوں کے بارے میں کثیر تعداد میں آیات موجود ہیں اور معلم انسانیت ﷺ نے بھی اس کی خاص تعلیم دی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۲۰۰)

اے اہلِ ایمان! (کفار کے مقابلے میں) صبر کرو اور (ایک دوسرے) کو صبر کی تلقین کرو۔
اور مل جل کر ربط وضبط سے کام ہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ مراد حاصل کرو۔

قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ
وَأَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ O

(سورۃ الزمر ۔ ۱۰)

کہہ دو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے پروردگار سے ڈرو جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بیشمار ثواب ملے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ
صَالِحاً وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ O

(سورۃ القصص ۔ ۸۰)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس مومنوں اور نیکوکاروں کیلئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ) کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملے گا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے!

﴿ اللّٰھم اجعلنی شکورا و اجعلنی صبورا ﴾ (مشکوۃ شریف)

اے اللہ! مجھے شکر کرنے والا بنا دے اور صبر کرنے والا بنا۔

صبر کے لغوی معنی ہیں کسی چیز سے رک جانا۔ ''صبر'' کو صبر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے لئے دل کو گریہ وزاری، زبان کو شکوہ اور شکایت اور اعضاء کو بے قراری میں الٹی سیدھی حرکت سے روکنا ہے۔

صبر کے تین ارکان ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی پر صبر

۲۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت پر صبر

۳۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش و امتحان پر صبر

صبر کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

صبر علی العمل: یعنی کسی عمل پر صبر

صبر فی العمل: یعنی کسی عمل کے کرتے وقت صبر

صبر العمل: یعنی کسی عمل کے نہ کرنے پر صبر

صبر علی العمل یہ ہے کہ نفس کو کسی کام پر روک لینا اور اس پر قائم رہنا، جم جانا۔ مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ کی پابندی کرنا اور بلا ناغہ ان کو ادا کرتے رہنا۔

صبر فی العمل یہ ہے کہ عمل کے وقت نفس کو دوسری طرف توجہ کرنے سے روکنا۔ طاعات بجالاتے ہوئے تمام ارکان اطمینان سے ان کے آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ اور اپنے پوری توجہ کام کی طرف رکھنا۔ مثلاً نماز پڑھنے کھڑے ہوئے یا ذکر میں مشغول ہوئے تو نفس کو یہ سمجھا دیا جائے کہ تم اتنی دیر تک سوائے نماز یا ذکر کے کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے یا دوسری طرف توجہ کرنا فضول ہے۔ اتنی دیر تک نماز یا ذکر کی طرف ہی متوجہ ہونا ہوگا۔

صبر عن العمل میں نفس کو اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے روکنا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَعِيْنُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ O وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلاَّ بِاللّهِ ﴾

(سورۃ النحل: ۱۲۷۔۱۲۶)

اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر بہت اچھا ہے صبر کرنے والوں کے لئے اور
(اے محبوب) آپ صبر کریں اور نہیں آپ کا صبر مگر اللہ کی توفیق سے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيْلاً O

(سورۃ المزمل ۔ ۱۰)

اور صبر کیجئے کافروں کی باتوں پر اور انہوں خوش اسلوبی کے ساتھ چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ O (سورۃ انفال ۔ ۴۶)

اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ O

(سورۃ الشوریٰ ۔ ۴۳)

البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ بڑے اولوالعزم کاموں میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ O

(سورۃ محمد ۔ ۳۱)

ہم ضرور ان کو آزمائش میں ڈالیں گے تا کہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں

کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! ﴿ یایھا الذین اٰمنوا اصبروا ﴾ یعنی اے ایمان والو! صبر کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات میں بہتری ہے یہ کسی اور کو میسر نہیں مگر مومن ہی کو۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو وہ شکر کرتا ہے اور اگر اس کو سختی (آزمائش) پہنچے تو صبر کرتا ہے پس (دونوں صورتوں میں) اس کے لئے بہتر (خیر) ہے۔

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین حق پر چلنے کے لئے ابھارتی ہے اور دوسری نفس کی خواہشات کو پورا کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔ نفس کی خواہشات کو دبا کر دین پر عمل درامد کرنے کو صبر کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے

(حبس النفس علیٰ مانکرہ)

یعنی ناگوار باتوں پر نفس کو جمانا، اس پر قائم رہنا اور آپے سے باہر نہ ہونا۔

حالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ نعمت اور مصیبت

نعمت سے مسرت ہوتی ہے اور مسرت کی وجہ سے نعمت عطا کرنے والے سے محبت ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف مصیبت سے ناگواری ہوتی ہے اور مصیبت میں صبر کرنا ہوتا ہے۔ مصیبت اس حالت کو کہتے ہیں جو نفس کو ناگوار ہو۔ ایک صورتِ مصیبت ہوتی ہے اور دوسری حقیقتِ مصیبت۔ جس سے تکلیف اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے۔ حقیقتِ مصیبت سے اللہ تعالیٰ کے تعلق میں ترقی، تسلیم و رضا زیادہ ہو۔ وہ حقیقت میں مصیبت نہیں ہے گویا مصیبت کی صورت میں ہے۔ عارفین کو مصیبت کا احساس تو ہوتا ہے بلکہ ادراک لطیف ہونے کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے مگر ان کا رنج و غم حد سے بڑھا ہوا نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے۔

مصائب بہت سے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا کرنا چاہتا ہے جو اس کو اپنے عمل سے حاصل نہیں ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ اسے کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتا ہے جس سے وہ اس درجہ عالیہ کو پالیتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اہل مصائب کو دیکھ کر اہلِ نعمت کہیں گے کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی جاتیں تاکہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے جو اہل مصائب کو عطا ہوئے ہیں۔ مصائب کو سزا سمجھیں یا آزمائش سمجھیں، اس کے ثواب کو یاد کریں۔ شریعت نے مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تعلیم دی ہے اسی پر کاربند رہیں۔ یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ ہر مصیبت پر نعم البدل ملتا ہے اس میں نفع ضرور ہوتا ہے۔ آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ اسی کے سپرد کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے تو اس کی طرف سے حق تعالیٰ انتقام لیتے ہیں۔ کبھی دنیا میں ہی مزا چکھا دیتے ہیں اور کبھی آخرت تک پوری سزا کو ملتوی کر دیتے ہیں۔

یعنی مصیبت اور غم کے وقت زبان کو " انا للّٰہ وانا الیه راجعون " کے ورد میں مشغول کرلیا جائے اور دل کو اس کے معنی کے تصور میں کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں اور مالک کو ہمارے ساتھ ہر قسم کے سلوک کرنے کا اختیار ہے اور غلام کو چاہئے کہ مالک کے تصرف پر راضی رہے۔

مصیبت کے وقت اپنے گناہوں اور خطاؤں کو یاد کر کے توبہ کرے اور پریشان نہ ہو۔ کیونکہ خطاؤں پر جو سزا ہوتی ہے اس پر شکایت نہیں کی جاتی بلکہ نادم ہوا جاتا ہے کہ میں اسی قابل تھا۔ پھر اس بات کو بھی ذہن میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر بہت اجر رکھا ہے اس طرح مصیبت میں ثابت قدم رہے گا اور کوئی شکایتی الفاظ زبان سے نہیں نکلیں گے اور کوئی بات ایمان اور اسلام کے خلاف دل میں نہیں آئے گی۔ یہ کبھی مت سمجھیں کہ اللہ ہم سے ناراض ہے کیونکہ یہ خیال انتہائی خطرناک ہے اور اس سے ایمان کمزور ہوتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ ختم ہونے لگتا ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے جیسے استاد کی سزا نفرت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اصلاح کے لئے ہوتی ہے۔

ایک صبر یہ ہے کہ لوگوں کی ہر سچی بات اور درست تنقید کو کھلے دل سے تسلیم کرے۔ اگر وہ کوئی نصیحت کریں تو سر تسلیم خم کر دے کیونکہ ہر سچی بات کی تردید انسان کے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں۔ جس نے حق کو قبول نہ کیا بلکہ اسے مسترد کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فیصلہ صادر فرماتا ہے۔

صبر ایک ایسی صفت ہے جس کی بدولت انسان ہر اس چیز کو برداشت کر لیتا ہے جو اس کے نفس پر ناگوار ہوتی ہیں۔ صبر کی موجودگی کا قلب میں اس طرح احساس ہوتا ہے کہ نفس پر گراں گزرنے والے واقعات کو آسانی سے برداشت کر لیتا ہے اور لوگوں کے سامنے شکوہ وشکایت نہیں کرتا۔ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں، اور حدیث میں آتا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ انسان کے اندر دو قوتیں ہیں، ایک قوت دین پر اور نیک کاموں پر ابھارتی ہے اور دوسری قوت نفس کی خواہشات کو ابھارتی ہے۔ پہلی قوت کو دوسری قوت پر غلبہ دلانے کا نام صبر ہے۔ یہ خواہش نفس کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے اور اللہ کا ذکر، موت اور قبر کو یاد کرنے اور دوزخ کا تصور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ نفس کا دین کی باتوں پر عمل کرنا اور دین کے خلاف باتوں میں عمل کرنے سے رکنے کا نام صبر ہے۔ مالدار کا صبر یہ ہے کہ دولت کا حصول ایسے طریقہ سے نہ ہو جو دین نے منع کئے ہوئے ہیں۔ اللہ کو ہر وقت یاد رکھا جائے، غریبوں کو حقیر نہ سمجھا جائے اور ان کے ساتھ نرمی اور احسان کا سلوک کیا جائے۔

صبر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ عبادت میں سستی نہ آئے چاہے نماز ہو، زکوۃ ہو یا روزہ ہو۔ نماز میں نیت درست ہو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے لئے ہو نفس کی خواہشات کا اس میں دخل نہ ہو۔ نماز اپنے سر سے بوجھ اتارنے کے لئے نہ ہو دل بھی پوری طرح حاضر اور حضوری میں ہو اور ریاکاری سے پاک ہو۔

صبر کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ نفس کو گناہوں کے تقاضوں سے روکے۔

صبر کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ لوگوں کی خلاف مزاج باتوں پر صبر کرے، بدلہ لینے کی کوشش نہ کرے اور خاموش رہے۔ کوشش کرے کہ زیادتی کرنے والے کو معاف کر دے۔ یہ سوچے کہ اگر آج ہم اس کی خطا معاف کر دیں گے تو کل روز محشر اللہ تعالیٰ بھی میری خطاؤں کو معاف کر دیں گے۔

صبر کا پانچوں درجہ یہ ہے کہ بیماریوں، مصیبتوں، نقصانات اور کسی عزیز کے فوت ہونے پر صبر کرے۔ بے قراری کی حالت میں کوئی خلاف شرع کلمہ زبان سے نہ نکالے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے کہ میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا۔ یا تکلیف اور نقصان کی باتیں ہر ایک سے نہ کہتا پھرے۔ تکلیف کی حالت میں غم کو ہلکا کرنے کے لئے آنسو بہانا جائز ہے۔ لیکن ایسے موقعوں پر صبر کرنے کے اجر کو ضرور یاد رکھے۔ یہ یاد رکھے کہ تقدیر کو نہیں ٹالا جا سکتا تو پھر میں اپنا ثواب کیوں ضائع کروں۔

حضرت ابو مالک حارث بن عاصم الاشعری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پاکیزگی نصف ایمان ہے، اور'' الحمدللہ '' کہنا اعمال کے ترازو کو بھر دیتا ہے، اور '' سبحان اللہ الحمدللہ '' میزان کو بھر دیتے ہیں کہ یہ دونوں کلمات زمین وآسمان کے درمیان تمام حصہ کو بھر دیتے ہیں، اور نماز نور ہے، اور صدقہ برہان (ایمان کی دلیل) ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن تمہارے لئے یا تمہارے خلاف دلیل ہے، ہر شخص صبح اپنی جان کا سودا کرتا ہے۔ پس بعض لوگ اسے آزاد کرنے والے ہوتے ہیں اور بعض ہلاک کرنے والے۔ (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

حضرت صہیب بن سنان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، درحقیقت اس کی ہر حالت اچھی ہے۔ مومن کے لئے ہی یہ بات ہے کہ اگر اسے خوشحالی نصیب ہو پھر وہ شکر کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے نقصان دہ معاملہ پیش آئے اور وہ صبر کرے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔ (اس پر بھی اجر وثواب ملے گا)

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ بیمار ہوئے اور آپ پر بے چینی چھانے لگی تو حضرت فاطمہ الزہراء ؓ نے فرمایا! اف والد گرامی کی تکلیف: تو آپ ﷺ نے فرمایا! آج کے بعد تمہارے باپ کو بے چینی نہیں ہوگی اور جب رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو حضرت فاطمہ الزہراء ؓ فرمانے لگیں۔ اے میرے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر ورضاء کا مظاہرہ کرے) تو اس کے لئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوسعید خدری ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان کو جو بھی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے حتیٰ کے کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچی ہو موت کی آرزو نہ کرے اگر (تکلیف کی نوعیت ایسی ہو کہ اس کے بغیر) چارہ نہ ہو تو اس طرح دعا کرے!

اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو اور اس وقت مجھے موت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔ (صحیح بخاری و مسلم)

صبر کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ صبر جو انسان اپنے کئے پر کرتا ہے اور دوسرا وہ جس میں اس کا اپنا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اپنے کئے پر صبر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کام جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے اور دوسرا اس پر صبر جسے اللہ تعالیٰ نے کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ جس پر انسان کا اپنا کوئی دخل نہیں اس پر صبر یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبت کی تکلیف پر صبر کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے شعب ابی طالب میں اپنے خاندان کے ساتھ صبر سے تمام مظالم برداشت کئے، اہل طائف کی بدسلوکی پر صبر کیا۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی سراپا صبر تھی۔ صحابہ کرام ؓ نے بھی کفار اور مشرکین کے ظلم و ستم کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حضرت عثمان ؓ غنی اور حضرت امام حسین ؓ کی شہادتیں صبر و شکر کی لازوال مثالیں ہیں۔

فقر کے بعد جب اللہ سے محبت بڑھتی ہے تو آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اس لئے کہ زہد و فقر سے دنیا کی محبت دل سے نکل جاتی ہے۔ دل دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ روحانی سرور حاصل ہو جاتا ہے۔ سب بت ٹوٹ جاتے ہیں۔ محبت جو کئی جگہ تقسیم تھی اب اصل مقام پر مرکوز ہو جاتی ہے اور بندے کی اپنے خالق سے محبت بڑھ جاتی ہے۔ جب محبت بڑھتی ہے تو آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفس وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ○الَّذِينَ إِذَآ أَصَبَتهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيهِ رَاجِعُونَ ()

(سورۃ البقرہ: ۱۵۵ ـ ۱۵۶)

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنادو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

صوفیاء کرام صبر و شکر کے پیکر ہوتے ہیں سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو دنیا کے مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ نفسانی خواہشات کو کچل دیتا ہے۔ اس کے دل میں حضرت بلالؓ، عمار بن یاسرؓ اور صہیب رومیؓ کے عشق کی طرح تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا صبر اس کے لئے تقویت کا باعث بنتا ہے اور وہ استقلال کی چٹان بن جاتا ہے۔ یہی متقین کی راہ ہے اور یہی مقربین کا مقام ہے۔

صبر کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ جب حضرت زکریہ علیہ السلام کے سر مبارک پر اللہ کے دشمنوں نے آرا چلایا تو انہوں نے ایک دلدوز آہ نکالی تو اللہ نے وحی کے ذریعہ ان کو خبردار کیا اے زکریہ! اگر تیری دوسری آہ مجھ تک پہنچی تو میں تمام زمینوں اور آسمانوں کو ایک دوسرے پر الٹ دوں گا۔ (کتاب اللمع فی تصوف ص ۸۹)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے لئے دنیا سے آخرت کو جانا آسان ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہوتا ہے۔ پھر خواہشات کو چھوڑ کر اللہ کی طرف توجہ اس سے بھی مشکل ہے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ پر نظر رکھ کر صبر کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔

صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا اور جن باتوں سے روکا گیا ہے اس سے رک جانا۔

۲۔ مصائب اور سختیوں پر اللہ کے لئے صبر کرنا اور قضاء و قدر پر راضی رہنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے رزق، کشادگی، کفایت، مدد اور آخرت میں ثواب کا جو وعدہ کیا ہے اس پر یقین رکھنا۔

۶ ۔ مقام توکل

یہ سلوک کا چھٹا مقام ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی تعلیم بڑے جامع انداز میں دی گئی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے!

**وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفٰى
بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيْراً** O (سورۃ الفرقان ۔ ۵۸)

اوراس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو جس کو (کبھی) موت نہیں آئے گی اور اُس کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا!

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ O (سورۃ آل عمران ۔ ۱۲۲)

اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیئے ۔

اللہ کی مدد اس پر بھروسہ کرنے والے کے ساتھ ہوتی ہے۔ جب بندہ اپنے رب پر توکل کرتا ہے تو سخت مصائب و تکالیف پر بھی ہمت اور استقلال کی چٹان بن جاتا ہے اور پھر اللہ ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا!

**وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ
إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً** O (سورۃ طلاق ۔ ۳)

اوراس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کی کفایت کرے گا اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ساری زندگی اللہ کے توکل پر مبنی تھی۔ مکی زندگی میں کفار اور مشرکین کی عداوتوں، اذیتوں اور تکلیفوں میں رسول اللہ ﷺ نے صرف اللہ ہی پر توکل کیا۔ غزوہ بدر میں ایک ہزار کے ہتھیاروں سے لیس لشکر کے سامنے تین سو تیرہ نہتے صحابہ کو کھڑا کرنا اللہ کے توکل پر ہی تھا۔

حضورانور ﷺ کے وصال کے بعد حالات انتہائی خراب ہو گئے۔ منافقین، مشرکین قبائل اور یہودی ہر طرف سے اسلامی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کررہے تھے۔ اس وقت خلیفہ اول سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کا لشکر اسامہؓ کو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق مدینہ سے روانہ کرنا اللہ پر توکل کی ہی وجہ سے تھا۔ صحابہ کرامؓ ہر حال میں اللہ پر توکل کرتے تھے۔ اصحاب صفہ کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

صوفیاء کرام ہمیشہ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ مشکل ترین حالات میں بھی توکل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ہیں اور اپنے اعمال میں کوشش اور جدوجہد سے کام لیتے ہیں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھتے اور خلوص اس قدر ہوتا ہے کہ اسباب پر بھروسہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہوتا ہے وہ عشق رسول ﷺ میں اتنے آگے بڑھ گئے ہوتے ہیں کہ سنت کی روح کو سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ پر بھروسہ کرکے انسان کام کرنا چھوڑ دے کہ وہی رازق ہے اور وہی روزی دے گا۔ بلکہ توکل کا اصل مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو پوری تدبیر اور کوشش سے انجام دیا جائے اور نتائج اللہ کے سپرد کردئے جائیں۔

ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے اونٹ باندھ کر توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ کے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! پہلے اپنے اونٹ کو باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے!

اسعوا فان اللّٰہ کتب علیکم السعی

کوشش کرو تم پر اللہ نے کوشش کرنا فرض کردیا ہے (مسند امام احمدؒ)

توکل سے دلیری پیدا ہوتی ہے کیونکہ توکل کرنے والا سمجھتا ہے کہ نفع ونقصان تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ توکل مومن کے دل کو غنی کردیتا ہے۔ لالچ، طمع، حرص اور نفسانی خواہشات کو دور کرتا ہے۔ مومن دعا کرتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

رَّبَّنَا عَلَيۡکَ تَوَكَّلۡنَا وَإِلَيۡکَ أَنَبۡنَا وَإِلَيۡکَ الۡمَصِيۡرُ O

(سورہ الممتحنہ ۔ ۴)

اے ہمارے پروردگار! تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں (ہمیں) لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ ؒ نے فرمایا! توکل کرنے والا کسی سے سوال نہیں کیا کرتا، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا اور نہ ہی کچھ اپنے پاس بچا کر رکھتا ہے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ اختیار اور تدبیر کے اندھیروں سے پاک ہوجائے اور تقدیر الٰہی پر بھروسہ کرے۔ بندے کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کے مقدر میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور جو کچھ اس کے نصیب میں ہے وہ اسے ضرور ملے گا اور جو اس کے مقدر میں نہیں ہے وہ اسے نہیں ملے گا۔ اس پر اس کا دل سکون اختیار کرلے گا اور اپنے مالک کے وعدے پر مطمئن ہوجائے گا۔

حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اگر تم اللہ تعالیٰ پر پورا پورا توکل کرو تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہوکر لوٹتے ہیں۔

محمد بن کعب حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس آدمی کو یہ پسند ہو کہ وہ لوگوں میں زیادہ باعزت ہو تو اسے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور جو شخص سب سے زیادہ بے نیاز ہونا چاہتا ہے اسے اپنے ہاتھوں والی چیز کے مقابلہ میں اس چیز پر زیادہ توکل کرنی چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

توکل کے تین درجات ہیں:

ابتدائی درجہ: **توکل** (توکل عام) یہ مومنوں کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرنا۔ ابوتراب نخشی ؒ نے فرمایا! توکل جسم کو عبدیت کا عادی بنانے اور قلب کو ربوبیت اور کفایت پر مطمئن رکھنے کا نام ہے۔ یعنی بندے کو اگر کچھ عطا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور اگر محروم رکھا جائے تو قضا و قدر پر صابر و شاکر رہے۔

درمیانی درجہ: **تسلیم** (توکل خاص) یہ اولیاء کرام کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا۔ توکل خاص یہ ہے کہ اللہ پر اسی کے لئے اور اسی کے ذریعہ ہو۔ اللہ پر توکل صرف مقام توکل پانے کی خاطر ہی اختیار کیا جائے۔ یہ دنیاوی لذتوں سے محرومی اور نفس کی موت کا نام ہے۔

انتہائی درجہ: **تفویض** (توکل خاص الخاص) یہ موحدین کی صفت ہے کہ اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔ اللہ کے لئے خود کو اس طرح وقف کردو کہ اپنا وجود باقی نہ رہے اور فقط ذاتِ الٰہی ہی باقی رہ جائے جس کو زوال نہیں۔

۷ ۔ مقام ایثار

ایثار سلوک کا ساتواں مقام ہے اس کے بغیر مقام رضا کا حصول ناممکن ہے۔ یہ محسنوں کا شعار ہے اور رضائے الٰہی کا پیش خیمہ ہے۔ قرآن وسنت میں اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ آپس میں ایثار واحسان کا عملی نمونہ تھے۔ ان کی زندگیاں ان اعلیٰ خوبیوں سے مزین تھیں۔

قرآن کریم میں ان کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

(سورۃ الحشر ۔ ۹)

اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود ضرورت ہی ہو اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاء ذِيْ الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ O

(سورۃ النحل ۔ ۹۰)

اللہ تمہیں انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انصاف یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کہےاوراحسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا اسے دیکھ رہا ہےاوراگر یہ نہیں ہوسکتا تو اللہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ دوسروں کے لئے وہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

الَّذِیۡنَ یُنفِقُوۡنَ فِیۡ السَّرَّاء وَالضَّرَّاء وَالۡکَاظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَالۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ O

(سورہ آل عمران ۔ ۱۳۴)

جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ نہ چاہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ (صحیح بخاری)

حضور انور ﷺ نے خیر خواہی، ایثار اور احسان، اور خدمت خلق کو ایمان کی بنیاد بتایا ہے۔ آپ ﷺ کی ساری زندگی اس کا نمونہ ہے۔ واقعہ طائف میں آپ ﷺ نے جن لوگوں سے پتھر کھائے ان کو دعائیں دیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے جانی دشمنوں تک کو معاف کر دیا۔ ایک دفعہ ایک کافر نے آپ ﷺ کے پاس پناہ لی رات گزاری، آپ ﷺ نے اسے دودھ پلایا۔ رات کو اس نے رسول کریم ﷺ کا بستر خراب کر دیا۔ آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ بستر صاف کیا صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم صاف کر دیتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرا مہمان تھا اس لئے صفائی بھی میں ہی کروں گا۔

دین اسلام ایثار کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک بوڑھی عورت اپنا سامان اٹھا کر جارہی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کی مدد کی اوراس کا سامان اٹھا کر اس کی منزل کی طرف ساتھ چل دئے۔ راستے میں اس بڑھیا نے بتایا کہ یہاں ایک شخص محمد (ﷺ) ہے جو اس کے پاس جاتا ہے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیتا ہے میں اس سے بچ کر جارہی ہوں۔ تو تو بہت نیک ہے۔ بیٹا تم نے میرا بوجھ اٹھایا ہے میں تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اس کے پاس مت جانا۔ حضور ﷺ نے فرمایا! جس محمد (ﷺ)

کی آپ بات کررہی ہیں وہ میں ہی ہوں۔ حضوراکرم ﷺ کا اخلاق دیکھ کروہ عورت مسلمان ہوگئی۔

یہی اخلاق صحابہ کرامؓ اوراولیاء کرامؒ کے تھے ان کے اس اخلاق کی بدولت لاکھوں کافروں نے اسلام قبول کیا۔ انہی بزرگوں کی وجہ سے آج دنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیل گیا ہے۔ یہ سب ان اولیاء کرام کا فیضان ہے کہ آج ہم مسلمان ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے جوامر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا عملی نمونہ ہے۔ یہ ہر دور میں رہی، ہر دور میں رہے گی اور قیامت تک رہے گی اس بات کی گواہی قرآن کریم بھی دیتا ہے۔ اگرصحابہ کرامؓ کا عمل دیکھا جائے جو کہ دور نبوی ﷺ کےصوفی تھےتو حیرت انگیز واقعات سامنے آئیں گے۔

یہی ایثار واحسان اور خیر خواہی تصوف کی روح ہے۔ اسی سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْن

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۴۸، سورۃ المائدہ ۔ ۹۳)

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۸ ۔ مقام رضا

رضا سلوک کا آٹھواں مقام ہے۔ قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اس کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ﴾

(سورۃ الفتح ۔ ۲۹)

محمد (ﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۷۲)

اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْه ﴾

(سورۃ البینہ ۔ ۸)

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے

ارشادِ نبوی ﷺ ہے!

﴿ ذَاقَ طَعْمُ الْاِيْمٰنِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا ﴾

(مسلم، ترمذی)

اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوگیا

حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو خط لکھا کہ تمام تر بھلائی رضائے الٰہی میں ہے اگر تم اس مقام کو حاصل کر سکتے ہو تو کر لو ورنہ صبر کا دامن تھامے رہو۔

معرفت الٰہی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ اور دنیا کی جنت ''رضا'' ہے۔ رضا کے معنی ہیں کہ اللہ کے حکم کے سامنے بندے کا دل جھک جائے۔

جب اللہ کے نیک بندے اللہ سے رضا اور خوشنودی طلب کرتے ہیں اور ہر حال میں اللہ سے راضی رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا ان پر رحمت بن کر نازل ہوتی ہے۔ اللہ بھی ان سے راضی ہونے کی خوشخبری سناتا ہے۔ مقام رضا کا حصول ولایت کی انتہا ہے کیونکہ اس پر کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ تسلیم و رضا کا مجسمہ تھی۔

آپ ﷺ کی عبادت کی کثرت کو جب حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے دیکھا تو آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو معصوم ہیں تو پھر اتنی سخت مشقت کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

صحابہ کرام ؓ کی زندگیاں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ میں بسر ہوئیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں شب و روز بسر کئے۔

ابن عطاء سکندری ؒ فرماتے ہیں رضا سے مراد یہ ہے کہ دل کی نظر اللہ جل شانہ کے اختیار پر ہو۔ کیونکہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب اس کے لئے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے پس وہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ نفس جب اللہ سے راضی ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کے حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کی ربوبیت پر مطمئن اور الوہیت پر مکمل اعتماد کرتا ہے۔ اس کی قضاء و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔

امام قشیری ؒ فرماتے ہیں کہ عراق و خراساں کے صوفیاء کرام اس بات پر اختلاف کرتے ہیں کہ رضا مقامات میں سے ہے یا احوال میں سے۔ اہل خراساں فرماتے ہیں کہ رضا کا تعلق مقامات سے ہے اور توکل کی انتہا رضا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ محنت کر کے اسے حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اہل عراق کے صوفیاء کرام کا خیال ہے کہ رضا احوال میں سے ہے اور بندے کے کسب کا اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ دوسرے احوال کی طرح دل پر بھی وارد ہوتی ہے۔ اگر ان دونوں کا تعلق جوڑا جائے تو اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ رضا کی ابتداء کسب سے ہوتی ہے اس لئے یہ مقامات میں سے ہے اور اس کی انتہا احوال سے ہے۔

حضرت محمد بن حنیف ؒ فرماتے ہیں کہ رضا دو طرح کی ہوتی ہے۔

ایک تو ''رضا باللہ'' اور دوسری ''رضا عن اللہ''۔

رضا باللہ یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ پر یوں راضی ہیں کہ اس نے ساری کائنات ایک تدبیر سے بنائی

اور رضا عن اللہ یہ ہے کہ ہم اس کی قضاء پر راضی ہیں۔

صوفیاءِ کرام کے نزدیک رضا بندے کا اپنے آپ کو رب کے سپرد کر دینا ہے اور اس کے ارادے کی مطلقاً اطاعت کرنا ہے۔ یعنی خالقِ زمین و آسمان اور مالکِ موت و حیات کی بارگاہ میں سر کو جھکا دینا اور فقر و غنا، منع و عطا، دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہونا ہے۔

امام شعرانی ؒ کے نزدیک مقام رضا حاصل کرنے کے لئے سالکین کو تین مراحل سے گذرنا پڑتا ہے:

پہلا مرحلہ: بندہ اپنے اوپر ہونے والی مشکلات کو ظاہر نہ ہونے دے۔ کسی سے شکایت نہ کرے چاہے دوست ہو یا دشمن اور ہر مصیبت میں راضی برضا رہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرتا رہے۔

دوسرا مرحلہ: بندے کو پختہ یقین ہو کہ اس پر نازل ہونے والی مصیبتیں اور مشکلات تین صورتوں سے خالی نہیں ہیں۔

۱۔ یہ مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔

۲۔ کسی گزشتہ گناہوں کی سزا ہیں۔

۳۔ بلندی درجات اور نیکیوں میں اضافے کا باعث ہیں۔

تیسرا مرحلہ: سالک کے لئے مصیبت اور نعمت دونوں برابر ہوں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دونوں من جانب اللہ ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورۃ النساء ۔ ۷۸)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے مقام رضا کے حصول کے لئے چار اصول بیان کئے ہیں:

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے کہ تونے عطا کیا تو قبول کرلوں گا۔

۲۔ اگر منع کیا تب بھی راضی رہوں گا۔

۳۔ اگر تونے دھتکار دیا تب بھی تیری عبادت کرتا رہوں گا۔

۴۔ اگر تونے اپنی بارگاہ میں بلالیا تو حاضر ہو جاؤں گا۔

تصوف کی یہ بنیادی حقیقتیں قرآن وسنتِ رسول ﷺ اور عمل صحابہ میں بڑی واضح اور جامع طور پر موجود ہیں۔ کیا یہ مقاماتِ تصوف دین کی اصل نہیں ہیں۔ کون کہتا ہے کہ تصوف بعد کی پیداوار ہے۔ اسی تصوف کی تبلیغ اور ترقی کے لئے رسول کریم ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے یہی کتاب وحکمت کی تعلیم ہے۔ یہی تزکیہ نفس ہے جس کو اولیاء کرام نے آگے بڑھایا ہے۔

حضرت علی بن عثمان الہجویریؒ اپنی تصنیف ''کشف المحجوب'' میں لکھتے ہیں۔

"منکرین طریقت سے پوچھو کہ انکار تصوف سے ان کی مراد کیا ہے؟ اگر صرف اسم (تصوف کا نام) سے انکار ہے تو خیر اور اگر معنی سے انکار ہے تو اس کا مطلب مکمل شریعتِ پیغمبر ﷺ اور تمام اخلاق حسنہ کا انکار ہے۔

﴿ان آٹھ مقامات کے علاوہ بھی کچھ مقامات کا ذکر آتا ہے ان میں سے کچھ بیان کئے جاتے ہیں﴾

مقام صدیقیت و شہادت

﴿مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾(سورۃ المائدہ ۔ ۷۵)

مسیح ابن مریم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر تھے اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے اور اُن کی والدہ (مریم) اللہ کی ولی اور سچی فرمانبردار تھیں دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا O(سورۃ مریم ۔ ۵۶)

اور کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے بے شک وہ صدیق نبی تھے

صدیقیت بھی مقام طریقت کا ایک مقام ہے اور ولایت کے مراتب میں ایک مرتبہ ہے۔ صدیقیت تمام منہیات (اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزیں) کو ترک کرنے کا نام ہے۔ جس نے تمام منہیات کو ترک کر دیا اور موت کو یاد رکھا اور مرغوب چیزوں کو چھوڑ دیا، نفسانی خواہشات سے کنارہ کش ہوا تو اسے استقامت حاصل ہو جاتی ہے۔

شریعت اوامر اور منہیات کا مجموعہ ہے۔ اوامر بندے کی تربیت کے لئے ہوتے ہیں تاکہ اس کے دل کے راستے کھل جائیں اور حجابات منکشف ہو جائیں اور اسے اپنے رب کا وصال حاصل ہو جائے۔ اوامر خالقِ کائنات کی طرف سے انسان کے لئے راستہ متعین اور واضح کرنے کے لئے ہوتے ہیں تاکہ بُرائی کی نشاندھی اور رب تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستے کی نشاندھی کرتا ہے اور دنیا کے معاملات ان احکامات کی روشنی میں چلانا اور اپنی روح کے ذریعہ معرفت الٰہی حاصل کرنا۔ اس کے مقابلہ میں شریعت کا دوسرا حصہ نواہی پر مشتمل ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے اس سے تجاوز نہ کرے۔ دین نے جن چیزوں سے منع کیا ہے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ عقل انسانی کبھی تو آسانی سے قبول کر لیتی ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے ان حدود سے تجاوز کیا جن کو شریعت نے منع کیا ہے تو اس میں اس کا ہی نقصان ہے۔ کیونکہ وہ چیز عقل، تجربہ اور لوگوں کے علم کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی ہماری

عقلیں اس حقیقت کو پانے سے قاصر ہوتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ہم پر یہ لازم ہے کہ شریعت نے ہمیں جس چیز سے منع کیا ہے اس سے منع ہو جائیں۔ کیونکہ دین کا تعلق انسانی عقل سے نہیں بلکہ وحی الٰہی سے ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا تعلق عقل سے ہوتا تو موزہ پر مسح اوپر والے حصہ کے بجائے نیچے کا ہوتا۔ بندے کو چاہئے کہ وہ استقامت پر قائم ہو کر اپنے رب کے حکم کو بجالائے۔

سب سے بلند مقام صدیقیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حاصل ہوا۔ آپ ؓ کو مقام تسلیم اور تصدیق سے بھرپور حصہ ملا۔ حدیث پاک کی رو سے آپ ؓ پر " خلت " کا اطلاق ہوا۔ اس حدیث پاک میں جان، مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے سے جو مقام خلت حاصل ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ حضور انور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے۔

حضرت عمر فاروق ؓ باوجود اس کے کہ آپ ؓ تمام احکام الٰہی پر عمل پیرا تھے۔ حضرت حدیفہ ؓ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کے راز دان تھے اور تم منافقوں کے نام اور ان کی تعداد جانتے ہو۔ دیکھو کہیں مجھ میں نفاق کی کوئی علامت تو نہیں اور اگر ہے تو ضرور بتاؤ تو وہ عرض کرتے ہیں ہیں کہ اے امیر المومنین! میں آپ ؓ میں نفاق کی کوئی علامت نہیں پاتا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا! گہری نظر سے دیکھو تو حضرت حدیفہ ؓ رو پڑے۔ حضرت عمر ؓ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔ حضرت حدیفہ ؓ حضرت عمر ؓ کی گفتگو کے اس انداز سے روتے اور حضرت عمر ؓ اس خوف سے روتے کہ کہیں ان میں نفاق کی کوئی علامت تو نہیں جس کا انہیں علم نہیں۔ جبکہ انہیں رضائے الٰہی اور حصول جنت کی خوشخبری کا پہلے سے ہی علم تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (سورہ الفتح ۔ ۱۸)

بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (62)

الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ(63) (سورۃ یونس: ۶۳-۶۲)

سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

(یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔

مقام محبت

﴿ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ﴾

(سورۃ المائدہ ۔ ۵۴)

تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۳۱)

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو خواہش رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔

طبیعت میں ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہلاتی ہے۔ یہی میلان اگر قوی ہو جائے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

محبت کی دو قسمیں ہوتی ہیں، محبت طبعی اور محبت عقلی۔ محبت طبعی پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔ اس کا پیدا ہونا اور پرورش پانا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ یہ غیر اختیاری عمل ہمیشہ نہیں رہتا اور اس پر پکڑ بھی نہیں ہے۔ محبت عقلی میں پائیداری ہوتی ہے اور یہ انسان کے اختیار میں ہوتی ہے اس کے متعلق جواب دہی بھی ہے۔ چونکہ محبت طبعی کی بنیاد طبیعت کے جوش سے ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہتا۔

محبت کے تین سبب ہوتے ہیں یا تو کوئی ہم پر کوئی احسان کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اس سے محبت ہو جاتی ہے، یا کسی کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کی طرف میلان ہو جاتا ہے یا یہ کہ کسی میں کوئی کمال پایا جاتا ہو اور وہ کمال باعثِ محبت

ہو۔ حسن و جمال جب تک قائم ہے محبت جوان رہتی ہے۔ حسن جیسے جیسے ڈھلتا جاتا ہے محبت میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح سے جب تک کمال باقی ہے محبت باقی ہے جب اس کا کمال ختم ہوگیا تو محبت بھی جاتی رہتی ہے۔ محبوب حقیقی کے نہ کمال کبھی ختم ہوتے ہیں اور نہ جمال، اس لئے اس کی محبت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی کمالات بالذات نہیں ہیں اسی لئے کاملین اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتے۔ حبِ طبعی یعنی عشق غیر اللہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا جذبہ حبِ عقلی ہے نہ کہ حبِ طبعی۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعامات کو کثرت سے یاد کرنا چاہئے، احکامات شریعہ کی بجا آوری، کثرت سے ذکر الٰہی کرنے سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ کی محبت دل میں گھر کر لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص روزآنہ تھوڑی دیر کے لئے کس کے پاس حاضر ہوتا ہے تو کچھ دن بعد اس سے محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک عرصہ تک ملاقات کا سلسلہ رہے تو جب کسی دن ناغہ ہوجائے تو دل بے چین ہوجاتا ہے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تھوڑی دیر کی ملاقات شروع کردے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ فرض عبادات کے علاوہ تھوڑی دیر باوضو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اس ذکر میں کلمہ طیبہ کا ورد، درود شریف، استغفار اور تلاوت قرآن مجید ہو۔ اس کے علاوہ ذکر خفی بھی کرتا رہے جس میں دل میں اللہ تعالیٰ کا تصور کرے اور قلب کو جاری کرے۔ یہی ذکر کرنا ہی اللہ سے ملاقات کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ذکر کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی نعمتوں کو سوچا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر تمام نعمتیں انسان کے لئے پیدا کی ہیں اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو ہمیں چاہئے اپنی حاصل کی ہوئی ہر نعمت پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اس سے انسان کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

ایک طریقہ یہ ہے کے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی صحبت اختیار کی جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ والوں کے دل تقویٰ کی کانیں ہوتی ہیں، جس طرح سونا سونے کی کان سے ملتا ہے، چاندی چاندی کی کان سے ملتی ہے، نمک نمک کی کان سے ملتا ہے اسی طرح تقویٰ اور اللہ کی محبت کے خزانے اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو اس کے عیب دکھا دیتے ہیں جو اس کے اندر ہوتے ہیں، اس کے دل میں تمام

مخلوق کے لئے محبت اور شفقت پیدا کر دیتے ہیں، اس کو سخی اور مہمان نواز بنا دیتے ہیں، اس کے اندر عاجزی اور مسکنت پیدا کر دیتے ہیں، وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر سمجھتا ہے۔ اس کے دل سے کبر اور عجب نکال دیتے ہیں، وہ دوسروں کا ادب کرتا ہے۔ اس درجہ تک اپنے نفس کو مٹانا آسان نہیں ہوتا ورنہ آج ہر شخص ولی اللہ ہوتا، یہ نعمت تو کسی بزرگ، اللہ کے عاشق کی صحبت سے ملتی ہیں اس کے لئے مجاہدہ اور محنت کرنی پڑتی ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر فاروق ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا؛ یا رسول اللہ ﷺ! دنیا میں صرف اپنی جان کے علاوہ آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ یعنی دنیا کے اور تمام رشتوں اور چیزوں سے زیادہ میں آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اب بھی کامل مومن نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ میں تمہیں تمہاری اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ رسول کریم ﷺ کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر ؓ کے دل و دماغ پر ایک بجلی سی دوڑ گئی اور وہ بے اختیا بولے، یا رسول اللہ ﷺ! میری جان آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی پیارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پھر ان کو بشارت سنائی کہ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے اور تم پکے مومن ہو گئے ہو۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا؛ اول یہ اسے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ کسی بندے سے اس کی محبت محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو، تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ تعالیٰ نے کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور اسلام کی روشنی سے نواز دیا تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور (حضرت) محمد (ﷺ) کو اپنا رسول خوشی سے مان لیا تو سمجھو کہ اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ''جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور ساتھ ہی آسمانی مخلوق میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ محبت کررہا ہے تم بھی اس سے محبت کیا کرو تو وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے ساتھ ہی زمین والوں میں اس کو مقبولیت دے دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو حضرت مالک علیہ السلام (دوزخ کے منتظم) سے کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ کی ناراضگی کے بارے میں بھی وہی بات ارشاد فرمائی جو محبت کے بارے میں تھی۔ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو مخصوص انعام دینے کا ارادہ فرماتا ہے۔ جیسے اللہ کی رحمت سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ بندے پر انعام فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رحمت ارادے سے خاص ہے اور ارادہ رحمت سے خاص ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارادہ کہ وہ بندے کو انعام وثواب پہنچاتا ہے تو اس کو ''رحمت'' کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے نوازتا ہے اور بلند مقام عطا فرماتا ہے تو اسے ''محبت'' کہتے ہیں۔

بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت ایک ایسی حالت کا نام ہے جو بندے کے دل میں پیدا ہوتی ہے جو عبارت اور الفاظ کے ذریعہ بیان نہیں ہوسکتی۔ یہی وہ حالت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم پر ابھارتی ہے۔ اپنی رضا پر اللہ کی رضا کو ترجیح دینے پر مجبور کرتی ہے۔ بندے میں صبر وقرار نہیں رہنے دیتی۔ اللہ تعالیٰ سے دیوانگی کی حد تک تعلق بنادیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر چین نہیں لینے دیتی اور چاہتی ہے کہ انس ہوتے ہوئے بندہ ہمیشہ دل سے اس کی یاد میں لگا رہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! میں تجھ سے نیکی کرنے، بُرائی ترک کرنے اور مسکینوں کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور تیری رحمت اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور جب تو کسی قوم کو آزمانے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر کسی آزمائش کے اپنی بارگاہ میں بلالے۔ میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے چاہنے والوں کی محبت اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کردے۔

ابن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ سے دعا فرماتے تھے۔ اے اللہ! اپنی محبت کو میری جان، سمع وبصر اور میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

محبت ہی تصوف کی روح اور منبع ہے اور محبت سے ہی اسلام کا دارومدار ہے۔ یہی اسلام کے انوار وتجلیات کا محور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللّٰهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّٰهِ ﴾

(سورۃ البقرہ ۔ ۱۶۵)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

صوفیاء کرام کا محبت کے حال یا مقام ہونے میں اختلاف ہے۔ امام طوسیؒ فرماتے ہیں کہ محبت حال ہے مقام نہیں۔ ان کے نزدیک محبت کے تین مراتب ہیں۔

۱۔ عوام الناس کی محبت

۲۔ صادقین کی محبت

۳۔ متحققین کی محبت

عوام الناس کی محبت اللہ تعالیٰ کے ان پر احسان اور مہربانی کرنے سے پیدا ہوتی ہے اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارکہ ہے کہ " دلوں کی فطرت ہے کہ کوئی ان پر احسان کرے تو وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرے تو وہ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

صادقین اور متحققین کی محبت اس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب دل اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی، علم اور قدرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

صدیقین اور متحققین کی محبت ۔ یہ محبت دل میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت بغیر سبب اور علت کے ہوتی ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے نزدیک محبت حال بھی ہے اور مقام بھی۔

وہ فرماتے ہیں کہ محبت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ محبت عام ۲۔ محبت خاص

وہ اپنی کتاب " عوارف المعارف " میں فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ نے محبت کو روحانی مقامات میں شامل کیا ہے۔ ایسی صورت میں اس سے مراد وہ عام محبت ہے جس میں انسان کی تدبیر اور کوشش کا دخل ہوتا ہے

محبت خاص محبت ذات ہے۔ جو مشاہدہ روح سے پیدا ہوتی ہے اور اسی محبت سے سکرات لاحق ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے بندے پر احسان وعنایت ہے۔ اس کا تعلق احوال سے ہے کیونکہ یہ محض عطیۂ خداوندی ہے۔ اس میں تدبیر اور کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق مومنوں سے عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ عاشق صادق محبوب اور اس کے پسندیدہ لوگوں کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں۔

قطب الاقطاب امام ابوالحسن شاذلیؒ محبّ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقی محبّ وہ ہے جو اپنے دل کو غیر اللہ سے پاک رکھتا ہے اور دل کے دروازے پر پہرے دار بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ شیطان اور اس کے وسوسوں سے، نفس اور اس کی خواہشات سے، مختلف قسم کے امراض سے دفاع کرتا ہے۔

ابن عطاء سکندریؒ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبّ وہ ہے جس کے دل میں اس کے محبوب کے علاوہ کسی اور کا غلبہ نہ ہو اور محبوب کی مشیت کے علاوہ اس کی کوئی مرضی نہیں۔

خالص توحید اور معرفت جب بندے کو حاصل ہو جاتی ہے تو بندے کا دل محبت سے بھر جاتا ہے۔ جب بندے کو مقام محبت حاصل ہو جائے تو شیطان اس کے دل سے نکل جاتا ہے اور وہ بندہ اس کے وساوس سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِیْنَ O

(سورۃ الحجر ۔ ۴۲)

بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی

محبین کی صفات:

حضرت جنید بغدادیؒ کے نزدیک محبّ صادق وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ اپنے رب کا ذکر کرتا رہے اور کبھی اس سے غافل نہ ہو۔ وہ اپنے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کوتاہی اور سستی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ جب بندے کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو اس پر پردے منکشف ہو جاتے ہیں اور اپنے عمل اور ترک عمل، نینداور بیداری میں عبادت گزار بندہ بن جاتا ہے۔

صوفیاء کرام کے نزدیک حصول محبت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی وحدانیت کو استعمال کرنا ہے توحید دل کو نفسانی خواہشات یعنی کینہ، حسد، اور شیطان کے وساوس سے پاک کرتی ہے۔ توحید نفسانی خواہشات اور بندے کے درمیان ڈھال بن جاتی ہے۔ جب دل شہوات سے خالی ہو اور نفسانی خواہشات سے پاک ہو تو دل رب کی محبت کا گھر ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ مَا وَسَعْنِیُ اَرْضِیُ وَ لَا سَمَانِیُ وَلٰکِنْ وَسِعِنِیُ قَلْب عَبْدِیُ الْمُؤمِن ﴾

میں نہ تو زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ آسمان میں مگر مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں

محبت ایک ایسی جلن ہے جو ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ ایسا آدمی اس وقت سوتا ہے جب نیند کا غلبہ ہو، اس وقت کھانا کھاتا ہے جب سخت بھوک ہو اور ضرورت کے وقت کلام کرتا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہے۔ منع کی ہوئی چیزوں کی طرف جانے سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔ دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہے اور خلوت کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے، قضاء وقدر پر راضی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترجیح دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے اپنی تمام تر کوششیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف کر دیتا ہے۔ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔ بندوں کی طرف سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں محض اس کی رضا کے لئے کثرت سے نفلیں پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

مقامِ شکر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! ''وَاشْکُرُوا لِی'' ۔ اور میرا شکر کرو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ان اصابته سرائشکر یعنی اگر اس کو خوشی پہنچی تو شکر کیا۔

﴿ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ (سورۃ الزمر ۔ ۷)

اگر تم شکر ادا کرو تو وہ (اللہ) اسے پسند کرے گا۔

نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا اور پھر اس کو اللہ سے خوش ہونا اور اس کے حکم کی تعمیل میں سرگرمی کرنے کا نام شکر ہے۔ نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنے میں دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے خوش ہونا دوسرے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگ جانا۔ خواہ یہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا اس کی دی ہوئی نعمتوں سے اپنے اعضاء گناہوں سے پاک رکھنا، اس کی نعمتوں سے راضی رہنا شکر کہلاتا ہے۔ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مخلوق کی پیدائش کے اغراض و مقاصد اور یہ بات معلوم ہو کہ کیا کیا چیز کس کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ مثلاً سر کا شکر یہ ہے کہ سرکشی نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے آگے سر بسجود ہو، آنکھ کا ایک شکر یہ ہے کہ قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کے پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوقات اور اشیاء پر غور وخوض کرنے اور ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے میں خرچ کرے اور ممنوعات کو دیکھنے سے پرہیز کرے۔ اسی طرح کان ایک نعمت ہے اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت کے لئے نفع بخش ہوں۔ لغویات اور فضول کلام سننے سے باز رہے۔ زبان کو ذکر اللہ، حمد وثنا اور اظہارِ شکر میں مشغول رکھے شکوہ شکایت سے ہر وقت پرہیز کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شکایت مخلوق کے سامنے ویسے بھی لغو عمل ہے کیونکہ مخلوق اللہ کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی۔ ہر عمل کی ایک روح اور مغز ہے پس شکر کی روح یہ ہے کہ دل سے مالکِ حقیقی کی قدر کرے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ایسی دولت ہے جس سے بے شمار نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ کتنی ایسی نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو مانگے بغیر عطا فرما دی ہیں۔ اللہ نے انسان کو پیدا کیا اسے زندگی عطا فرمائی، دیکھنے سننے بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ یہ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، آنکھیں، ناک کان، سر سے پاؤں تک تمام وجود اللہ کی طرف سے عظیم احسان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ O (سورۃ ابراہیم ۔ ۳۴)

اوراس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرمادی جو تم نے اس سے مانگی، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کرسکو گے۔ بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالأَبْصَارَ وَالأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾

(سورۃ النحل ۔ ۷۸)

اسی نے تمہارے کان اور آنکھ اور دل بنائے تا کہ تم شکر ادا کرو۔

جب انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہتا ہے تو اس کے اندر صبر کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ تکلیف پر شکوہ شکایت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہوئے اسے شرم آئے گی کہ جس کا ہر وقت شکر ادا کرتا رہتا ہوں اب اس کی نافرمانی کس طرح کروں۔ یہ شکر گزاری کی برکت ہے کہ شکر گزار آدمی سے گناہ کم سرزد ہوتے ہیں۔ شکر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان تکبر سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کو جتنی بھی نعمتیں ملی ہیں اس کو وہ اپنا کمال نہیں سمجھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتا ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کھانا کھانے والا شکر گزار انسان، صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔ (صحیح البخاری ۔ الاطعمۃ)

خالق کائنات کا شکر اس بات پر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نوازا۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے انسانوں کی ناشکری کی اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ، استاد، شیخ اور تمام احسان کرنے والوں کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ان کا ادب کرنا چاہئے، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر

کرنے کا ایک حصہ ہے۔ کسی شخص کو جس سے کوئی چیز ملی ہو تو وہ ہدیہ دینے والے کا شکر گزار ہو اور اس کا نعم البدل دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو ہدیہ دینے والے کی تعریف ہی کر دے۔ اس طرح اس کا شکر ادا ہو جائے گا۔ شکر کی حقیقت نعمت کی قدر کرنا ہے اور جو نعمت کی قدر کرے گا وہ نعمت دینے والے کی بھی قدر کرے گا۔ اس طرح وہ خالق اور مخلوق دونوں کا شکریہ ادا کرے گا۔ زبانی شکر سے زیادہ اہم عملی شکر ہے یعنی اپنے ساتھ احسان کرنے والے مالک حقیقی کی نافرمانی نہ کرے اور فرمانبرداری کی پوری کوشش کرے۔ اسی طرح ماں باپ، استاد اور شیخ کے حقوق کو پوری طرح سے ادا کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو دوران نماز اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ آپ (ﷺ) کے قدموں کی جگہ پر ورم پڑ جایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں جبکہ اللہ نے آپ (ﷺ) کے گذشتہ اور اگلے گناہ معاف فرما دئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ بننا نہ پسند کروں۔ (صحیح البخاری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ O

(سورۃ ابراہیم ۔ ۷)

اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

شکر اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور شکر کرنے والے کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس نعمت کو مزید ترقی دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ اعمال صالحہ بھی ہوں اور گناہوں سے بھی بچا جائے اور توبہ واستغفار سے اعمال کی کمی کے تلافی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے دل میں اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور شکرانے کے طور پر اس کی عبادت کرنے کا دل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو سوچا جائے، ان کا ذکر کیا جائے اور اس کے احکامات کی پابندی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت گناہ کے کاموں کو چھوڑ دینا ہے۔ اس پر شکر ادا کرنا محض اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے اور اس رحمت کی وجہ سے انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اللّٰھم ارحمنی بترک المعاصی

اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل کر جس سے ترک معاصی کی توفیق ہو جائے

گناہوں کو چھوڑ دینا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ عام لوگ گناہوں کو چھوڑ دینے کو کوئی نعمت نہیں سمجھتے حالانکہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور ولی اللہ بننے کی ضمانت ہے۔ کیونکہ تقویٰ اختیار کئے بغیر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں بن سکتا۔ اسی عمل سے ایک مسلمان اللہ کا دوست بن سکتا ہے۔ یہ نعمت نہ کافر کو ملتی ہے نہ فاسق کو اور نہ منافق کو ملتی ہے۔ اس لئے اس نعمت کا شکر ادا کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ گناہوں کا چھوڑنا بھی اللہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

ایک اہم بات قابل غور ہے کہ ابلیس کو جب ملعون اور مردود قرار دیتے ہوئے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تو اس وقت اس نے قسم کھائی کہ چونکہ اس آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے مجھے جنت سے نکلنا پڑا ہے، لہٰذا وہ آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے اس بے عزتی کا انتقام ضرور لے گا اور آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو اس جنت سے دور اور محروم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ انہیں صراط مستقیم سے گمراہ کرنے کے لئے ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہو گا، کبھی سامنے سے کبھی پیچھے سے، کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں سے۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

ثُمَّ لآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ
وَعَن شَمَآئِلِهِمْ وَلاَ تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ O

(سورۃ الاعراف ۔ ۱۷)

پھر میں یقیناً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان کے پاس آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے ابلیس نے اس بات کا عزم کیا کہ اے اللہ! ابن آدم کے بارے میں اتنا کارنامہ تو میں ضرور انجام دوں گا کہ ان میں سے اکثر کا حال یہ ہو گا کہ وہ آپ کی عطا کردہ تمام نعمتوں کے باوجود آپ کی ناشکری ہی کرتے رہیں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والا دراصل شیطان کے زیر اثر ہے اور اپنے خالق و مالک اور محسن و منعم کو ناراض کر رہا ہے اور اپنے بدترین دشمن کو خوش کر رہا ہے۔ اگر اسے اللہ کی خوشنودی اور رضا مندی

کی جستجو ہوتی تو وہ یقیناً اس کی ناشکری کے بجائے شکرگزاری اور احسان مندی کا راستہ اختیار کرتا۔

شکرگزاری کی توفیق صرف اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کا رزق حلال ہو۔ حرام کھانے والے انسان کو کبھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ شکرگزاری کے فیوض و برکات سے بھی محروم رہتا ہے۔

شکرگزاری کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور مغفرت حاصل ہو اور عذاب جہنم سے چھٹکارا مل جائے۔ اس بات کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے خوش خبری ہے کہ جب تک وہ سچے دل سے اور اخلاص کے ساتھ ایمان پر قائم رہیں گے اور خلوص دل سے اللہ کا شکر بجالاتے رہیں گے اس وقت تک وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

مَّا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَآمَنتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيْماً O

(سورۃ النساء ۔ ۱۴۷)

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکرگزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ۔

اللہ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔

شکر کی قسمیں:

۱۔ زبان سے: نہایت عجز و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرنا۔ خالق کا شکر کرنا

۲۔ بدن و اعضاء سے: وفاداری اور خدمت دکھانا۔

۳۔ دل سے: اللہ تعالیٰ کے احترام کا خیال کرتے رہنا اور ہمیشہ اس کے احسان کو پیش نظر رکھنا۔

۴۔ جس مخلوق سے نعمت ملے اس کا شکریہ ادا کرنا۔ شاکر اسے کہتے ہیں جو عطا شدہ چیز پر شکر کرے اور شکور وہ ہوتا ہے جو چیز کے چھن جانے پر بھی شکر کرے۔

مقام خوف

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴾

(سورۃ المومنون ۔ ۶۰)

اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں اتنا کچھ) دیتے ہیں جتنا وہ دے سکتے ہیں اور (اس کے باوجود) ان کے دل خائف رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ (کہیں یہ سب نامقبول نہ ہو جائے)

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ O (سورۃ الرحمٰن ۔ ۴۶)

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ O (سورۃ آل عمران ۔ ۱۷۵)

اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ O

(سورۃ النحل ۔ ۵۰)

وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے (اسے) بجالاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاء الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ O

(سورۃ النور ۔ ۳۷)

(اللہ کے نور کے حامل) وہی لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیاوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! کیا اس آیت سے مراد وہ شخص ہے جو چوری کرتا ہے، زنا کرتا ہے اور شراب پیتا ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں۔ بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو روزے رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور راہِ الٰہی میں صدقہ کرتا ہے مگر ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔
امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ خوف کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے کیونکہ انسان ہمیشہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس پر کوئی مصیبت نہ آجائے یا اس کی کوئی محبوب چیز نہ چھین جائے اور ان دونوں کا تعلق مستقبل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے خوف کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دنیا و آخرت میں عذابِ الٰہی سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو کچھ فرض کیا ہے اسے ادا کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"اَعْرِفُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْوِفُکُمْ مِنْهُ"

میں تم سب سے زیادہ معرفت الٰہی رکھنے والا اور سب سے زیادہ خوف الٰہی رکھنے والا ہوں۔

خوف۔ امید و رجاء کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر تم جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

خوف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ خوف ۲۔ خشیت ۳۔ ہیبت

خوف: عام بندے اللہ کے غضب اور عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جلال سے مطلع ہونے کی وجہ سے ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔

خشیت: ان بندوں کو اللہ تعالیٰ سے دوری اور معرفت خاص کے چھن جانے کا خدشہ لگا رہتا ہے۔

ہیبت: اس طبقہ کے بارے میں سہل بن عبداللہ ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کا خوف رکھنے والے بندوں کے خوف میں سے ایک ذرہ بھی سارے عالم میں تقسیم کر دیا جائے تو ان کی نجات کا سامان ہو جائے۔ ان کے نفس میں کسی طرح کی رعونیت باقی نہیں رہتی۔

مقام رجاء

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً O

(سورۃ الکہف ۔ ۱۱۰)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور
اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

مستقبل میں جلد حاصل ہو جانے والی چیز سے دل کے تعلق کو '' رجاء '' کہتے ہیں۔ جیسے خوف مستقبل زمانے میں کام سے تعلق رکھتا ہے۔

حدیث قدسی ہے، اے میرے بندے! جب تو میری عبادت کرتا ہے اور مجھ سے امید وابستہ کرتا ہے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تو میں تیرے سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ اگر تو تمام کرۂ ارض جتنے گناہ اور خطائیں لے کر آئے گا تو میں اتنی ہی مغفرت کے ساتھ تیرا استقبال کروں گا اور تجھے معاف کروں گا اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔

امام طوسیؒ کے نزدیک رجاء کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ رجاء فی اللہ ۔ جو نیک کام کرے اور ان کی قبولیت کی امید ہو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کی امید۔ جو برائی کرے پھر توبہ کرے اور بخشش کی امید رکھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید۔

اللہ تعالیٰ کی وسعت و رحمت اور اس کے ثواب کی امید اس مؤمن کو ہوتی ہے جو پروردگار کے احسانوں کا ذکر سنتا ہے اور اس کی بارگاہ سے رجاء وابستہ کر لیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جود و سخاوت، فضل واحسان اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اس لئے اس کا دل فضل و کرم کے بھروسے سے اس کی پسندیدہ چیزوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

رجاء فی اللہ اس بندے کا مقام ہے جو مقام رجاء پر فائز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کے علاوہ کسی چیز کی رجاء نہیں کرتا۔ امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ مستقبل میں حاصل ہونے والی کسی محبوب شے سے دل کا لگاؤ ہے۔ رجاء اور تمنا میں فرق ہے۔ تمنا سستی اور کاہلی کا باعث ہوتی ہے۔ تمنا کرنے والا محنت اور کوشش کا راستہ نہیں اپناتا اس کے برخلاف رجاء کرنے والا اس کے برعکس ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ رجاء کی رغبت نیکی کی طرف لے جاتی ہے۔

جب بندہ ان مقامات پر فائز ہو جاتا ہے تو یہ مقامات اس کے لئے راہنما اور راہبر بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض اور تجلیات کی اس پر بارش ہوتی ہے تو وہ خوف و رجاء اور زہد کی منزل سے گزر کر اللہ کا خالص بندہ بن جاتا ہے۔ جس محبت میں خوف شامل نہ ہو یا جس خوف میں امید کا عنصر نہ ہو وہ آفت زدہ ہے اور جس امید میں خوف نہ ہو وہ بھی آفت زدہ ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی دین تھا اسے دوزخ سے نکال لو پھر حکم ہوگا کہ جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں رائی بھر ایمان تھا۔ پھر حکم ہوگا!

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے غیر مومن سے جو معاملہ کیا ہے وہ اس شخص سے نہیں کروں گا جو رات یا دن میں گھڑی بھر ہی کے لئے ایمان لایا تھا۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۸۹)

مقام یقین

إِنَّ فِيْ ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ O

(سورۃ الحجر ۔ ۷۵)

بے شک اس میں اہل فراست کے لئے نشانیاں ہیں (جو یقین رکھتے ہیں)

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِيْنَ O

(سورۃ الذاریات ۔ ۲۰)

اور زمین میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یقین کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

۱۔ علم الیقین

۲۔ عین الیقین

۳۔ حق الیقین

علم الیقین اس علم کو کہتے ہیں جو غور وفکر کے طریقے اور استدلال سے حاصل کیا جاتا ہے۔ عین الیقین وہ علم ہے جو کشف اور فیض ربانی کے ذریعہ بندے کو حاصل ہوتا ہے۔ حق الیقین وہ علم ہے جو کھنکھناتی مٹی کی آلودگی سے پاک ہونے کے بعد وصال حق کی آمد سے بندے کو حاصل ہوتا ہے۔

شیخ فارسؒ فرماتے ہیں! علم الیقین میں اضطراب کا دخل نہیں ہے۔ عین الیقین ایسا علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار محفوظ رکھے اور اگر علم الیقین کی صفت سے خالی ہو جائے تو پھر علم مشتبہ بن جاتا ہے اور جب یقین اس میں شامل ہو جاتا تو وہ علم مشتبہ سے بے شک وشبہ علم بن جاتا ہے۔ حق الیقین وہ ہے جس کی طرف علم الیقین اور عین الیقین اشارہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حق الیقین وہ ہے کہ انسان کو اس کے ذریعہ سے تحقیق کی صورت میں حاصل ہو اور غیبی خبروں کا اسی سے مشاہدہ کرے۔ جس طرح وہ اپنی آنکھ سے نظر آنے والی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ غیب کی خبر دے اور جو کچھ خبر دے وہ سچائی پر مبنی ہو۔ (عوارف المعارف ص ۷۴۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ سے عفو، عافیت اور دنیا اور آخرت میں یقین عطا کرنے کی دعا مانگو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو، اللہ کے فضل پر حمد کے بجائے کسی اور کی حمد و تعریف نہ کرو۔ اس چیز سے کسی کی مذمت مت کرو جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے نہیں دی کیونکہ کسی حریص کی حرص اللہ کے رزق کو تم تک نہیں پہنچاتی اور نہ کسی کی اظہارِ ناپسندیدگی سے اللہ تعالیٰ تمہارا رزق روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے باوجود راحت اور خوشی کو اپنی رضا اور یقین میں رکھا ہے اور غم اور دکھ کو شک اور اپنی ناراضگی میں رکھا ہے۔

عامر بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سامنے سے حجابات اٹھا دئے جائیں تو میرا یقین کم ہو جائے گا کیونکہ میں تو غیب پر ایمان لایا ہوں جبکہ حجابات کے اٹھنے کا تعلق تحقیق سے ہے۔

یقین سے مراد مکاشفہ ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ عینی مشاہدہ ہے جو قیامت کے روز حاصل ہوگا۔

دوسری قسم میں حقیقی ایمان و یقین کے ساتھ جو مکاشفہ قلب ہو حاصل ہو شامل ہے۔

تیسری قسم کا مکاشفہ انبیاء کرامؑ کے معجزات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی قدرت معلوم ہو اور اولیاء کرام کو کرامات کے ذریعہ سے۔

حضرت ابوعبداللہ انطاکیؒ نے فرمایا کہ تھوڑا سا یقین بھی اگر دل میں پہنچ جائے تو دل کو نور سے بھر دیتا ہے، شکوک و شبہات کو نکال دیتا ہے۔ جس سے دل اللہ کے شکر سے بھر جاتا ہے اور اللہ کا ڈر اس دل میں سما جاتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں یقین کی علامت بنتی ہیں:

۱۔ زندگی میں لوگوں سے کم سے کم ملنا۔

۲۔ لوگ کچھ عطیات دیں تو ان پر تعریف نہ کرنا۔

۳۔ اگر عطیات روک لیں تو ان کی برائی کرنے سے رکے رہنا۔

مقام عبودیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ O

(سورۃ الذاریات ۔ ۵۶)

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں

ابن عطاء سکندریؒ فرماتے ہیں کہ تمام مقامات سے عظیم تر مقام عبودیت ہے۔ باقی مقامات کی حیثیت خادموں کی سی ہے اور اس کے عظیم ترین مقام ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

﴿ سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرَی بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى ﴾

(سورۃ بنی اسرائیل ۔ ۱)

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے
(محبوب اور مقرب) بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی

﴿ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ ﴾

(سورۃ الانفال ۔ ۴۱)

اور جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر فیصلے کے دن نازل فرمائی

ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا O (سورۃ مریم ۔ ۲)

یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے (جو اس نے) اپنے (برگزیدہ) بندے زکریا (علیہ السلام) پر (فرمائی تھی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آج تم میں سے کون شخص روزے سے ہے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں روزے سے ہوں۔ آپ

ﷺ نے فرمایا! آج تم میں سے کون شخص کسی جنازے کے ساتھ (نماز جنازہ میں یا قبرستان تک) گیا؟ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! آج تم میں سے کس شخص نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکرصدیق ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آج تم میں کس شخص نے کسی بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکرصدیق ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سن لو جس شخص میں یہ باتیں جمع ہوتی ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ اور حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! سات ایسے افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس وقت اپنا سایہ مرحمت فرمائے گا جب کہیں بھی سائے کا نام ونشان نہ ہوگا۔

۱۔ ایک عادل وانصاف کرنے والا حکمران۔

۲۔ جوانی کے عالم میں عبادتِ الٰہی کرنے والا۔

۳۔ جس کا دل مسجد سے نکل کر بھی مسجد ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

۴۔ دو ایسے شخص جو صرف اللہ کی خاطر آپس میں محبت رکھیں۔ ایسی صورت ہو کہ اکٹھے ہوں تو اسی محبت کی وجہ سے اور جدا ہونا پڑے تو بنیاد یہی محبت بنے۔

۵۔ وہ شخص جو تنہائی میں ذکر الٰہی کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے نم ہوجائیں۔

۶۔ وہ شخص جسے کوئی حسن وجمال والی عورت ورغلائے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

۷۔ وہ شخص جو اللہ کی راہ میں یوں خرچ کرے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

چار اوصاف ربوبیت کے اور چار اوصاف عبودیت کے:

۱۔ بندہ فقیر ہے جبکہ اللہ غنی ہے

۲۔ بندہ کمتر ہے اور رب صاحب عزت ہے

۳۔ بندہ عاجز ہے جبکہ اللہ قادر مطلق ہے

۴۔ بندہ ضعیف ہے اور اللہ قوی وطاقت ور ہے

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جب معرفتِ الٰہی بڑھتی جاتی ہے تو بندے کے اپنے آثار مٹتے جاتے ہیں اور اس سے اس کی خصوصیات رخصت ہونے لگتی ہیں۔ پھر ایک مقام آتا ہے کہ علم حق تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے اور حکمِ اللہ ثابت ہو جاتا ہے۔ (کتاب اللمع ص ۳۶۵)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں! مقام عبودیت یہ ہے کہ تو ہر حال میں اس کا بندہ رہے جس طرح وہ ہر حال میں تیرا رب ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو تقدیر کے معاملے میں اپنے اختیار کو ترک کر دے کیونکہ مقام عبودیت تمام مقامات میں افضل ترین ہے اس لئے ترکِ تدبیر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دے۔

عبودیت انتہائی عجز وانکساری کا نام ہے۔ انبیاء و صدیقین کے مراتب میں یہی سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **انا سید ولد ادم فلا فخر**

(میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں)۔

اس کے معنی ہیں کہ میں سرداری پر فخر نہیں کرتا بلکہ مجھے عبودیت پر فخر ہے جو میرے رب کی عطا کردہ ہے اور اسی عبودیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود عطا کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے اللہ! ہم تیری ثنا کا حق ادا نہیں کر سکتے، اس کے باوجود عبادت میں طویل قیام سے آپ ﷺ کے قدم مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔

دنیاوی زندگی میں نعمتوں کے مقابلہ میں آزمائشیں زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے پیچھے ایک آزمائش چھپی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور ہر نعمت کی نسبت خالقِ حقیقی کی طرف کرے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال میں لائے اسی طرح بندے کو چاہئے کہ ہر مصیبت پر صبر کرے اور اس کے ازالہ کے لئے اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ کسی غیر سے شکوہ نہ کرے کیونکہ اس مصیبت کو وہی دور کر سکتا ہے جو اس کو نازل کرنے والا ہے۔ بندگی کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اپنے رب کے سامنے مؤدب ہو کر کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے۔ بغیر تحقیق علوم میں مشغول نہ ہو اور اگر اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لئے قرآن مجید کے احکام کا علم کافی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کسی آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں اس کی تفسیر نہیں جانتا۔ سائل نے اس پر حیرانی کا اظہار کیا تو آپ ؓ نے فرمایا! " کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے اٹھائے گی " اگر میں نے اللہ کی کتاب کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دی جو مراد نہ ہو۔

حضرت ابن عطاء ؒ فرماتے ہیں کہ اگر عبودیت دیکھنا ہو تو بندے کی چار عادتوں میں نظر آئے گی:

۱۔ وعدہ کر کے اسے پورا کرے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی حفاظت کرے۔ (خود عمل کرے اور دوسروں کو سکھائے)

۳۔ جو کچھ اپنے پاس نہ ہو اس پر صبر کرے۔

۴۔ اپنے موجودہ وسائل پر راضی رہے۔ (زیادہ کی حرص نہ کرے)

مقام رحمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ ﴾

(سورۃ الفتح ۔ ۲۹)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں وہ
کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں

دین اسلام میں رحمت کو بڑی اہمیت وشان حاصل ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو رحمت کی تعلیم دیتا ہے، اس وجہ سے رحمت ایک مقام ہے جس کو سالک بڑی محنت اور اخلاص سے حاصل کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمانوں کی مثال باہمی محبت اور رحمت اور مہربانی میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا بدن بیماری اور بیداری میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم ۔ مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس کام میں نرمی برتی جائے گی اس میں خیر وخوبی اور خوبصورتی پیدا ہو جائے گی، جبکہ جس کام میں سختی برتی جائے گی وہ بدنما اور عیب دار ہو جائے گا۔

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ نرم ہیں اور نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور نرمی برتنے پر ایسی چیزیں عطا فرماتے ہیں جو سختی برتنے پر نہیں عطا کی جاتی ہیں۔ (صحیح مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نرم (مہربان) ہے اور ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (صحیح المسلم ۔ کتاب البر والصلۃ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو بندہ دنیا میں کسی بندے کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

قناعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِیْ الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ O

(سورۃ ھود ۔ ٦)

زمین پر چلنے والا کوئی بھی جاندار ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ان کے رہنے اور سونپے جانے کہ جگہ کو جانتا ہے۔ سب کچھ کتابِ مبین میں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لِلْفُقَرَاء الَّذِيْنَ أُحصِرُواْ فِیْ سَبِيْلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيْعُونَ ضَرْباً فِیْ الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاء مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيْمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيْمٌ O

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۷۳)

(صدقہ وخیرات) ان فقیروں کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہوں، وہ ملک میں کہیں جا بھی نہیں سکتے، ان کے سوال نہ کرنے کے سبب ناواقف لوگ ان کو مال دار خیال کرتا ہے۔ تم ان کی حالت ان کے چہروں سے پہچان لو گے، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم جو کچھ بھی مال خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً O

(سورۃ الفرقان ۔ ٦٧)

اور وہ جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل اور ان کا خرچ کرنا اعتدال پر ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ Oمَا أُرِيْدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ

وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ O (سورة الذاریات: ۵۷ ـ ۵۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مال داری ساز و سامان کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل مالداری نفس کی مالداری کا نام ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اس کو جو کچھ دیا اور اس پر اس کو قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جائدادیں اور جاگیریں نہ بناؤ کہ پھر دنیا ہی کے ہو کر رہ جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ: کتاب الرقاق)

جائدادیں اور جاگیریں بنانا گناہ نہیں ہے لیکن ان کی وجہ سے انسان حبِ دنیا کا شکار ہو جاتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے گورنروں سے فرمایا کہ بلند و بالا عمارتیں نہ بناؤ کیونکہ یہ طرز عمل بدترین زمانے کی نشانی ہے۔ (آداب المفرد: ص۶۶)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا! اے معاذ! دیکھنا عیش پسندی کی زندگی سے بچنا۔ اس لئے کہ اللہ کے بندے عیش پسندی کی زندگی نہیں گزارتے۔ صاف ستھرا رہنا، صاف اور اچھے کپڑے پہننا عیش پسندی نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ: باب فضل الفقراء)

حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مال کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر عطا کیا اور فرمایا! اے حکیم! یہ مال یقیناً سرسبز ہے، شیریں ہے جو اسے بے نیازی کے ساتھ حاصل کرتا ہے، اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کی لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس (بیمار) شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (مانگنے والے) ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

حضرت حکیم ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ بھیجا آپ ؐ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق ؓ انہیں بلاتے تاکہ انہیں کچھ عطا کریں لیکن وہ قبول کرنے سے انکار فرما دیتے۔ پھر حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں انہیں عطیہ دینے کے لئے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پس حضرت عمر ؓ نے فرمایا! اے مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہنا میں حکیم پر اس کا وہ حق پیش کر رہا ہوں جو اللہ نے اس مال فئے میں سے ان کا رکھا ہے لیکن وہ اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ پس حضرت حکیم ؓ نے نبی کریم ﷺ کے بعد اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لئے سوال کرتا ہے تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے۔ چاہے وہ کم طلب کرے یا زیادہ۔ (صحیح مسلم)

حضرت زبیر بن عوام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کسی شخص کا رسی لے کر پہاڑ پر جانا کہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لادھ کر لانا، پھر اسے بیچنا، پس اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی ذلت سے بچتا ہے۔ یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے اور وہ (چاہیں تو) دیں اور چاہیں تو انکار کر دیں۔
(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں پانچ مقامات پر رکھی ہیں:

۱۔ عزت کو فرمانبرداری میں رکھا ہے۔
۲۔ ذلت کو نافرمانی میں رکھا ہے۔
۳۔ رعب کو رات کے قیام میں رکھا ہے۔
۴۔ دانائی کو خالی پیٹ میں رکھا ہے۔
۵۔ بےفکری کو قناعت میں رکھا ہے۔

منع کردہ کاموں کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَومٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاء مِّن نِّسَاء عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (11) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (12) (سورۃ الحجرات: ۱۱۔۱۲)

مومنو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ کرے ممکن ہے وہ لوگ اس سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔ اپنے (مومن بھائی) پر عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھو، ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے، اور جو توبہ نہیں کرے گا وہ ظالم ہے۔ اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو اور بعض گمان گناہ ہیں، اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کیا کرو)۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً (36) (سورۃ بنی اسرائیل۔۳۶)

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی۔

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (18) (سورۃ ق۔۱۸)

کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی کہ ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (55) (سورۃ القصص۔۵۵)

اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال۔ تم کو سلام، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں جاہتے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (3) (سورۃ المومنون۔۳)

اور وہ بیہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ(68)

(سورۃ الانعام۔۶۸)

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے بارے میں بیہودہ بکواس کررہے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں لگ جائیں، اور اگر یہ بات شیطان تمہیں بھلا دے تو جب یاد آئے تو ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ(2) (سورۃ المائدہ۔۲)

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں اور حرمت والے مہینوں کی بے حرمتی مت کرو اور نہ حرم میں قربان ہونے

والے جانوروں کی اور نہ نذر کے ان جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں اور نہ بیت الحرام کا قصد کرنے والوں کی جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں، اور جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو اور ایسا نہ ہو کہ تم اس قوم پر زیادتی کرنے لگو جس سے تمہیں اس وجہ سے دشمنی ہے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا، اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلاَ يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لاَ يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطاً (108)هَاأَنتُمْ هَـؤُلاء جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلاً (109) (سورۃ النساء: ۱۰۸۔۱۰۹)

وہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں تو اس وقت بھی اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ تم ہی تو ہو جو دنیا میں اس کی طرف سے جھگڑتے ہو مگر قیامت میں ان کی طرف سے کون جھگڑا کرے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُّبِيناً (58) (سورۃ الاحزاب۔۵۸)

اور جو لوگ مومن مرد اور عورتوں کو اس کام پر ایذاء دیتے ہیں جو انہوں نے کیا نہیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (19) (سورۃ النور۔۱۹)

بیشک جولوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یا تو بھلائی کی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مسلمانوں میں کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جس کے زبان و ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس لے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابودرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کردے گا۔ (ترمذی)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے (قیامت کے دن) مجبور کیا جائے گا کہ وہ " جو " کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے وہ یہ ہرگز نہیں کر سکے گا، جو شخص ایسے لوگوں کی بات سننے کے لئے کان لگائے جو اس کے لئے ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، اور جو شخص (کسی جاندار کی تصویر) بنائے تو اسے عذاب دیا جائے گا اور اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے جبکہ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک انصاری ؓ جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے کہا اور جس شخص نے کسی چیز کے ساتھ خودکشی کی تو قیامت والے دن اسی چیز کے ساتھ اس کو عذاب دیا جائے گا اور آدمی پر اس نذر کا

پورا کرنا ضروری نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے اور مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان کو گالی دینا فسق (اللہ کے حکم کے خلاف کرنا) ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فوت شدہ لوگوں کو برا مت کہو، اس لئے کہ انہوں نے جو عمل آگے بھیجے وہ اس کو پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، نہ باہم حسد کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ آپس میں قطع تعلق کرو، اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال چھوڑے رکھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حسد سے بچو اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے یا فرمایا! خشک گھاس کو کھا جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (صحیح مسلم)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف سے خوشی کا اظہار نہ کرو (کہیں ایسا نہ ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرما دے اور تمہیں آزمائش میں ڈال دے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا باعث ہیں۔ (لوگوں کے) نسب پر طعن کرنا اور فوت شدہ پر بین کرنا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو دھوکہ و فریب دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سی چیزیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ نے حرام کیا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان سے اس کے برعکس باتیں کرتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آ کر کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا! ہم اس رویہ کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نفاق میں شمار کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص دکھاوے کے لئے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن رسوا کرے گا اور جو کوئی نیک عمل لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لئے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیبوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بال جڑوانے والی اور جڑوانے کی خواہش کرنے والی اور گودنے والی اور گدوانے کی خواہش کرنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے (کسی کی موت پر) رخسار کو پیٹا اور گریبان کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے (بین کیا)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا تصویر بنانے والے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو طلحہ ؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے چاہئے کہ یہ کہے، اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ چیز نہ لوٹائے۔ اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔(مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ داداؤں کی قسم کھاؤ۔ پس جب قسم کھانی ہو تو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بڑے بڑے گناہ ہیں، اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی جان کا قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم کھانا سودے کا زیادہ بکنے کا سبب ہے لیکن کمائی کی برکت مٹانے کا ذریعہ بھی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ دو باتوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتا ہے، اگر وہ واقعی ایسا ہوا جیسا کہ اس نے کہا تو درست ورنہ وہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن طعن و تشنیع کرتا ہے، نہ لعنت کرتا ہے اور نہ فحش کلامی کرتا ہے اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے بھی جانتے بوجھتے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اور جس نے ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا کہا؛ اے اللہ کے دشمن حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ الزام اسی پر لوٹ کر آئے گا۔ (بخاری و مسلم)

غصہ

غصہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔ اس سے بہت سے کام نکلتے ہیں لیکن اختیار کو بھی ساتھ رکھ دیا ہے کہ جس جگہ غصہ کرنا شرعی طور پر جائز ہے یا ضروری ہے وہاں اس سے کام لے اور جو جگہ غصہ کرنے کی نہیں ہے وہاں غصہ نہ کرے۔ غصہ انسان کے اندر سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دیتا ہے۔ عقل ٹھکانے پر نہیں رہتی اور انسان غصہ میں وہ باتیں بھی کہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کو بعد میں شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ غصہ میں انسان سے زبان کے علاوہ ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے۔ غصہ میں انسان سے قتل، خون، دوسرے کی بے عزتی جیسی حرکتیں ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات تو گھر کے گھر اجڑ جاتے ہیں، قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں، مال تباہ ہو جاتے ہیں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔ غصہ نفس کی بیماریوں میں انتہائی خطرناک بیماری شمار ہوتی ہے۔ غصہ سے مغلوب ہو کر اللہ کی مخلوق کو ستانا انتہائی بدبختی کی بات ہے۔ غصہ روکنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آ رہا ہے اسے سامنے سے ہٹا دیا جائے یا خود اس کے سامنے سے ہٹ جائے اور سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے، اس سے زیادہ میں اللہ کا قصوروار ہوں اور جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرا قصور معاف کر دے، اسی طرح مجھے بھی چاہیے کہ میں اس کا قصور معاف کر دوں۔ غصہ میں اگر کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہوا ہے تو لیٹ جائے تو غصہ ختم ہو جائے گا۔ اگر کسی کو بہت شدید غصہ آ رہا ہو تو وہ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم** بار بار پڑھے، پانی پی لے، وضو کر لے، نفس کو دوسری طرف مشغول کر لے تو غصہ جاتا رہے گا۔ کینہ بھی غصہ سے پیدا ہوتا ہے جب غصہ کی اصلاح ہو جائے گی تو کینہ بھی دل سے نکل جائے گا۔ اگر واقعی کسی کی اصلاح کے لئے غصہ کر رہا ہے یعنی اپنی اولاد یا شاگرد تو یہ سوچ لینا چاہیے کہ اس کو اتنی سزا دی جائے جس سے اس کی اصلاح ہو تشدد پہنچانا مقصد نہ ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو ایک دفعہ اپنے بھانجے حضرت مسطح ؓ پر ان کے ایک قصور پر بہت غصہ آیا اور آپ ؓ نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں اس کی جو مالی مدد کرتا ہوں اب نہیں کروں گا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرما دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَلَا یَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن یُؤْتُوا أُولِی الْقُرْبَی وَالْمَسَاکِینَ وَالْمُهَاجِرِینَ فِی سَبِیلِ اللَّهِ وَلْیَعْفُوا وَلْیَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن یَغْفِرَ اللَّهُ لَکُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ☆

(سورۃ النور۔22)

اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ (خیرات) نہیں دیں گے ان کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت مسطحؓ کی امداد نہ صرف بحال کی بلکہ اس کو دگنا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ فِيْ السَّرَّاء وَالضَّرَّاء وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔134)

جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر انسان کو ایسے لوگوں پر غصہ آیا جن پر وہ غصہ اتارنے کی قدرت رکھتا ہے اور پھر وہ ضبط کرے اور غصہ کو پی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان کے نور اور تسکین سے بھر دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر گھونٹ جو کوئی مسلمان پیتا ہے وہ غصہ کا گھونٹ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو اپنے دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ کو قابو کر لے۔ حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری)

بعض علماءِ دین کا کہنا ہے کہ غصہ اور غضب کی کیفیت دراصل شیطانی وسوسوں سے پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اعتدال کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں وہ نہ صرف اول فول بکنے لگتا ہے اور پھر ایسے افعال و حرکات کرتا ہے جو شرعی طور پر اور اخلاقی طور پر نہایت بُرے اور نازیبا ہوتے ہیں۔ غصہ کی وجہ سے دل میں بغض اور بدخلقی کا مرتکب ہوتا ہے اور بعض دفعہ تو غصہ کرنے والا اس درجہ مغلوب

ہوتا ہے کہ اس سے کفر تک سرزد ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ غصہ انسان کے دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ غصہ سے پرہیز کر کے خوش خلقی اختیار کرنے میں دین اور دنیا دونوں کی بھلائی ہے۔ غصہ دور کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ تصور کرے اور اس پر یقین رکھے کہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور تقدیر کے بغیر نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ نفع و نقصان سب اسی کے اختیار میں ہے۔ لہٰذا جس شخص کی طرف سے کچھ تکلیف یا نقصان پہنچے تو اس پر غصہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص چاقو یا چھری پر غصہ کرے کہ اس نے کیوں کاٹا۔ اپنے نفس کو سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، اس کا غضب کتنا شدید ہے مگر اس کے باوجود وہ درگزر کرتا ہے۔ بندے اس کی کس کس طرح سے نافرمانی کرتے ہیں۔ اس کے احکام کی کس طرح مخالفت اور خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن وہ ان پر اپنا غضب نازل نہیں کرتا۔ غصہ کی اصل آگ ہے اور اس کی چوٹ اور ضرب دل پر لگتی ہے اس کی نسبت شیطان کے ساتھ ہے۔ غصہ کی پانچ وجوہات ہوتی ہیں۔ تکبر، غرور، کسی کا مذاق اڑانا، عیب جوئی وملامت اور مال وجاہ کی حرص۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کی مٹھاس کو بگاڑ دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان جو گھونٹ پیتا ہے اللہ کے نزدیک غصہ کو پی جانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور اللہ اس کے دل کو ایمان سے بھر دے گا۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا! آدمی کئی قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور دیر سے راضی ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہیں کو جلد غصہ میں آتے ہیں اور جلد راضی ہو جاتے ہیں۔ یہ اول الذکر کی ضد ہیں، تم میں بہتر وہ شخص ہے جو دیر میں خفا ہو اور جلد راضی ہو جائے اور بدتر وہ ہے جو جلد خفا ہوتے ہیں اور دیر میں راضی ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے کئی بار عرض کیا اور آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کیا کرو۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے والا (ثالث) دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔ (صحیح البخاری)

حضرت معاذ بن انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص غصہ کو پی جائے جبکہ اسے نافذ کرنے پر قدرت بھی ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوقات کے ساتھ بلایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا وہ جس حورعین کو چاہے اپنے لئے پسند کر لے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

کثرتِ کلام

نفس کو زیادہ بولنے میں بہت مزا آتا ہے۔ اس زیادہ بولنے کی عادت کی وجہ سے وہ بہت سے گناہوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ بہت سی غلطیاں اور بے اعتدالیاں ہو جاتی ہیں۔ جن میں جھوٹ، غیبت، طعنہ زنی، اپنی بڑائی کرنا، بلاوجہ کی بحثیں، دوسروں کی ہنسی اڑانا یا توہین کرنا، دوسروں کی دل آزاری کرنا وغیرہ۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ انسان جب بولتا ہے تو وہ تین حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ کلمۂ خیر ہے یا وہ کلمۂ شر ہے یا پھر وہ نہ کلمہ خیر ہے نہ شر۔ کلمۂ شر کہنا تو واضح برائی اور گناہ کی بات ہے۔ رہا وہ کلمہ جو نہ خیر ہے نہ شر تو وہ لغو ہوا اور لغویات سے پرہیز حکماً بھی اور عقلاً بھی واجب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان منہ سے جو بات کہے سوچ سمجھ کر کہے اس بات سے سخت پرہیز کرے کہ جو منہ میں آئے بکتا پھرے۔ کم بولنے کی عادت ڈالے اگر محفل میں بولنے پر قابو نہیں ہو پاتا تو تنہائی اختیار کرے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ دنیا میں اور آخرت میں بھی زیادہ تر پکڑ زبان کی وجہ سے ہوگی۔

زبان کی آفتیں بیشمار ہیں کوئی تدبیر خاموشی سے بہتر نہیں ہے۔ اس لئے حتی الامکان انسان کو چاہیے کہ خاموش رہے۔ بزرگوں اور اللہ کے ولیوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ کھانا پینا، سونا اور بولنا صرف ضرورت کے مطابق کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آیا ہے "من سکت نجیٰ" جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کسی کو پیٹ، شرم گاہ اور زبان کے شر سے محفوظ رکھا گیا وہ سب چیزوں سے محفوظ ہو گیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کون سا عمل بہتر ہے تو آپ ﷺ نے زبانِ اطہر باہر نکال کر اس پر انگلی رکھی یعنی خاموشی۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان کو انگلیوں سے پکڑ کے کھینچ رہے ہیں۔ میں نے کہا! یاخلیفۃ الرسول اللہ! آپؓ کیا کر رہے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ کو بہت سے معاملات میں مشکل میں مبتلا کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو کوئی اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان لاتا ہے اس سے کہہ دو کہ وہ آدمی اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! جب تم کسی مومن کو خاموش اور سنجیدہ پاؤ تو اس کی قربت حاصل کرو وہ بغیر حکمت کے نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ زبان سے زیادہ اور کوئی چیز قید کرنے کے لائق نہیں۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی محفل میں تشریف فرما تھے اورانہوں نے فرمایا کہ ایک شخص اہلِ بہشت میں سے یہاں آئے گا تو حضرت عبداللہ بن سلام رض دروازے سے داخل ہوئے لوگوں نے یہ خوشخبری ان کو سنادی اور دریافت کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کی وجہ سے یہ بشارت دی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا عمل تو بہت تھوڑا ہے لیکن میں نے کبھی بھی جس کام سے میرا تعلق نہیں ہوتا اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت نہیں کیا اور نہ میں نے لوگوں کی بدخواہی کی۔ انسان کا ایمان درست اور صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کلام اور کاموں کو چھوڑ دے۔

کثرتِ کلام کی وجہ سے ایک بہت بڑی بُرائی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ یہ کہ دوسروں پر لعنت کرتا ہے اس مرض میں مبتلا شخص بعض اوقات لایعنی اور بے جان چیزوں پر بھی لعنت کرنے سے نہیں چوکتا۔ زیادہ بولنے کی عادت کی وجہ سے انسان وہ باتیں بھی بول جاتا ہے جو کرتا نہیں ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ☆ كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ☆ (سورۃ الصّف۔3-2)

مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

غیبت

غیبت ایک ایسا گناہ ہے جو جاننے کے باوجود ہمارے معاشرے میں عام ہے۔

غیبت کے بارے میں قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ☆

(سورۃ الحجرات۔12)

اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے کیونکہ زنا سے توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ معاف نہ کر دے۔ غیبت کیا ہے؟ کسی شخص کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کرے کہ اگر وہ اس کے سامنے کہی جائے تو وہ ناراض ہو جائے جبکہ وہ بات سچی ہی ہو۔ اور اگر ایسی بات کرے کہ جس کے متعلق کہی جارہی ہے سچی نہ ہو تو یہ بہتان ہے تو یہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے۔ چاہے وہ زبان سے کہی جارہی ہو یا آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے کی جارہی ہو حرام ہے۔

ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے۔ میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروؤں کے درپے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ☆ (سورۃ الھمزہ۔1)

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی

غیبت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جس کی غیبت کی جا رہی ہو۔ غیبت کرنے والا یہ سوچ لے کہ میں کسی کے عیبوں پر سے پردہ اٹھا رہا ہوں اگر کوئی اور میرے عیبوں پر سے پردہ اٹھائے تو مجھے کیسا لگے گا۔ یہ اتنا خطرناک مرض ہے کہ اکثر نیک لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اس بیماری کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ غیبت سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے جو دلوں میں فرق ڈالنے اور جھگڑوں کا سبب بنتی ہے۔ غیبت کو زنا سے بدتر اور بدگمانی کو سب سے جھوٹی بات فرمایا گیا ہے۔ غیبت کے عادی شخص کے قلب میں ظلمت کا اندھیرا چھا جاتا ہے اور اللہ کا نور قلب سے اٹھ جاتا ہے۔ غیبت وہ گناہ بے لذت ہے جس کا دنیاوی نقصان تو نفرتوں اور جھگڑوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور آخرت کا نقصان یہ کہ اس کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ غیبت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک جس کی غیبت کی گئی ہے وہ نہ معاف کر دے اور سب سے خطرناک بات تو یہ ہے کہ کسی مرے ہوئے شخص کی غیبت کی جائے جس سے تو معافی بھی نہیں مانگ سکتا۔ آخرت میں اسے اپنی مقبول نیکیوں میں سے نیکی دینی پڑے گی جہاں ایک ایک نیکی کے لئے لوگ پریشان ہو رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے سے کی چہرے کی رونق چھین لیتا ہے۔

اللہ کے عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس شخص سے معافی مانگے جس کی غیبت کی ہے اور اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ کسی محفل میں ہو جہاں غیبتیں ہو رہی ہوں تو ہمت کر کے ان کو منع کرے اور اگر وہ کہنے سے بھی باز نہ آئیں تو وہاں سے اٹھ جائے کیونکہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں برابر کے گناہ گار ہیں۔ غیبت کا ایک علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کو بتلا دے کہ میں نے تمہارے بارے میں یہ یہ بات کی ہے تم مجھے معاف کر دو یا مجھ پر کچھ جرمانہ کر دو۔ یہ کام ہے تو مشکل لیکن آئندہ کے لئے نصیحت ہو جائے گی۔

بزرگانِ دین نے غیبت کرنے کی آٹھ وجوہات بیان فرمائی ہیں:

۱) کسی وجہ سے اس شخص سے ناراض ہے۔ کسی کی ناراضگی کی وجہ سے اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا حماقت ہے۔ اپنے غصہ کو روکنا چاہیے اس پر بھی اللہ تعالیٰ اجر دیتا ہے۔

۲) دوسروں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے تا کہ لوگ اِس کو اُس کے مقابلہ میں اچھا سمجھیں۔ لوگوں کی خوشی کی خاطر اللہ کو ناراض کرنا بیوقوفی ہے۔

۳) اپنی خطاؤں اور عیبوں پر پردہ ڈالنے کے لئے دوسروں کے عیبوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اگر میں دوسروں کے عیب بیان کروں گا تو اس سے اپنی خطاؤں کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا اور موجودہ جو نیکیاں ہیں وہ بھی جس کی غیبت کرر ہا ہوں اس کو دے دوں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

۴) ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان خودنمائی چاہتا ہے۔ لوگوں سے اپنی تعریف کا حریص ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل کہلوانا چاہتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ میرے اندر ایسی کوئی خوبی نہیں جو مجھے لوگوں میں ممتاز کرے تو وہ یہ شوق دوسروں کو کمتر ظاہر کر کے پورا کرنا چاہتا ہے۔

۵) پانچواں سبب حسد ہے۔ جب کسی کے علم و مال اور بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کی تعریف اور عزت کی جارہی ہو تو یہ اس سے جل جاتا ہے۔ اور اس کے اندر عیب تلاش کر کے اپنے اس منفی جذبات کی تسکین کرتا ہے۔

٦) چھٹی وجہ استہزا ہے یعنی کسی کا مذاق اڑا کر اس کو رسوا کر کے اپنے نفس کو تسکین پہنچانا۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ اسے بھی اسی طرح رسوا کرے گا جس طرح اس نے دوسرے کو رسوا کیا۔

۷) اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور وہ اس کی برائی کر رہا ہو۔ اگر کسی ایسی جگہ برائی کر رہا ہے جہاں سے اس کو انصاف کی امید ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ ہر جگہ کہتا پھر رہا ہے تو یہ غلط ہے۔ اس کو چاہئے کہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کرے گا اور اس صبر پر اس کو اجر بھی دے گا۔

۸) کسی پر محض اللہ کے لئے غصہ آئے اور اس کا نام لے کر لوگوں کے سامنے برا بھلا کہے۔ اس میں بھی احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔

بہتان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ☆

(سورۃ النور۔4)

اور جو لوگ پرہیز گار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو اُن کو اسی دُرے مارو اور کبھی اُن کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔

اسلام میں مومن مرد و عورت کی عزت و آبرو کی بہت اہمیت ہے اگر کوئی مرد یا عورت کسی پاک دامن مرد یا عورت کو صاف الفاظ میں زنا کی تہمت لگا دے مثلاً یوں کہہ دے کہ اے زانی، اے رنڈی یا اے فاحشہ! تو جسے تہمت لگائی ہے وہ قاضی کے ہاں مطالبہ کرے کہ فلاں شخص نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی بہتان ہونے کی صورت میں اسے (۸۰) اسی کوڑوں کی سزا دے گا۔ اس کو حدِ قذف کہتے ہیں۔

بہتان لگانے والے کی یہ تو جسمانی سزا ہوئی اور کے علاوہ ایک اور سزا بھی ہے کہ جس شخص کو بہتان لگانے پر سزا ہوئی ہو اس کی گواہی کسی بھی معاملہ میں اور کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر اس نے توبہ کر لی تو گناہ معاف ہو جائے گا لیکن گواہی پھر بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس کی عزت کا مقام ہمیشہ کے لئے چھن گیا کیونکہ اس نے دوسرے کی عزت پر داغ لگانا چاہا تھا۔

حسد

کسی دوسرے کی ترقی اوراس کی عزت وآبرو دیکھ کر اپنے دل میں جلن یا دکھ ہونا اور کسی کے نقصان اورزوال پر خوش ہونا حسد کہلاتا ہے۔ یہ بہت بڑی برائی ہے اور گناہ ہے۔ حاسد کی زندگی ہمیشہ تلخ رہتی ہے۔ وہ دنیا میں بھی تکلیف میں رہتا ہے اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے دوچار ہوگا۔ حاسد کو سوچنا چاہیے کہ میں اپنا ہی نقصان کر رہا ہوں اپنا سکون برباد کر رہا ہوں اور گناہ الگ کما رہا ہوں۔ حاسد دوسرے سے حسد کر کے اس کی جگہ جگہ برائیاں کرتا ہے اور اپنے لئے دوزخ کی آگ جمع کرتا ہے۔

حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حسد نیکی کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (رواۃ ابوداؤد)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ☆ (سورۃ الفلق ۔5)

اور حسد کرنے والے کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرنے لگے۔

ایک معنی میں حاسد اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے کہ اس نے جس شخص کو جو نعمت دی ہے وہ اسے نہیں دینی چاہیے تھی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کے اور لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرے اور اس کی ترقی اور برکت کے لئے دعا کرے یہ بات نفس پر بہت گراں گزرے گی۔ لیکن رفتہ رفتہ حسد جاتا رہے گا۔ کسی کی ترقی کو دیکھ کر رشک کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نعمت کے لئے اپنے لئے بھی دعا کرے تو یہ جائز ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتیں دی ہوئی ہیں اور وہ لوگوں کی مدد میں اور لوگوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کر رہا ہو تو اس کی اپنے لئے تمنا کرنا منع نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دی ہوئی ہیں اور وہ لوگوں کو تکلیف یا نقصان پہنچانے کے لئے ان کو خرچ کرتا ہے تو اس کے زوال کی تمنا کرنا گناہ نہیں ہے۔ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ جس سے حسد کر رہا ہو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کی مزید ترقی کی دعا کرے، لوگوں کے سامنے اس کی تعریف کرے اور اگر ممکن ہو تو وقتاً فوقتاً اس کے لئے تحفہ یا ہدیہ بھیجے۔ غصہ سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور کینہ سے حسد پیدا ہوتا ہے اور یہ مہلکات کی جڑ ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ ☆

(سورۃ النساء۔۵۴)

یا جو اللہ نے اُن لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُس کا حسد کرتے ہیں۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ جدا رہے۔ (یعنی قطع تعلق کرے)۔ (صحیح البخاری)

حسد کرنے والا بہت بڑا بیوقوف ہوتا ہے اس کے حسد کرنے سے کسی کی نعمت چھن نہیں جاتی اور وہ خواہ مخواہ ان نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر جو اللہ نے کسی کو دی ہیں اندر اندر کڑھتا رہتا ہے اور حسد کی آگ میں جلتا بھنتا ہے۔ حسد کی سب سے بڑی بدبختی اور قباحت ہے کہ حاسد اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے نعمت عطا فرمادی لیکن حاسد اللہ کے اس انعام سے راضی نہیں۔

حسد اور رشک میں فرق ہے حاسد چاہتا ہے کہ جس کے پاس نعمت ہے وہ اس سے چھن جائے لیکن رشک میں انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جو نعمت دی ہے مجھے بھی مل جائے، یہ جائز صورت ہے۔

اس طرح کے حسد سے متعلق ایک حدیث حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ حسد اور رشک صرف دو موقعوں پر جائز ہے ایک تو ایسے انسان سے جسے اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو۔ دوسرے اس انسان سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہِ حق میں خرچ کرتا ہو۔ (متفق علیہ)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کیا کرو ورنہ اللہ اسے تو عافیت دے دے گا اور تمہیں اسی میں مبتلا کردے گا۔ (رواۃ الترمذی)

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ حسد سے بچنا۔ اس کا اثر تمہارے دشمن میں بعد میں ظاہر ہوگا لیکن تمہارے اندر پہلے ہوگا۔

حضرت فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ کا بیان ہے کہ حسد سے بڑھ کر بدترین نقصان دہ کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ حسد کا اثر دشمن سے پہلے خود حاسد کو پانچ چیزوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ا۔ وہ غم جو کبھی ختم نہ ہو۔

۲۔ بغیر اجرت کے مصیبت

۳۔ مذمت کی حالت میں قابل تعریف نہ ہونا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ناراض ہو جانا۔

۵۔ اس پر توفیق الٰہی کے دروازوں کا بند ہو جانا۔

حضرت سیدنا ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محشر کے روز چھ قسم کے لوگ ہی اپنی چھ باتوں کی وجہ سے حساب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے۔ عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

ا) میرے بعد کے امراء اپنے ظلم کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے

۲) عرب تعصب کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

۳) دہقان غرور وتکبر کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے

۴) تاجر خیانت کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے

۵) دیہاتی جہالت کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے

۶) علماء حسد کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے

یعنی وہ علماء جو دنیا کی طلب میں ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں۔ پس عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کرے اور اس کے ذریعہ اچھی آخرت کی طلب کرے۔ جب عالم اپنے علم سے آخرت کی طلب کرے گا تو وہ کسی سے حسد نہ کرے گا اور نہ کوئی اس سے حسد کرے گا۔ اور جب علم کو دنیا طلبی کا سبب بنائے گا تب وہ حاسد ہوگا۔ حسد سے بہت بچنا چاہیے کیونکہ یہ وہ پہلا گناہ ہے جو آسمان پر کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ کہ شیطان کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار

اور یہ کہنا کہ میں تو آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم (علیہ السلام) کومٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس ابلیس نے حسد کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت فرمائی۔ دوسرا زمین پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے قابیل نے حسد کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت احنف بن قیسؒ کا بیان ہے کہ حاسد کو کبھی خوشی نصیب نہیں ہوگی۔ بخیلوں کو خوش حالی نصیب نہ ہوگی۔ تنگ دل کا کوئی دوست نہیں۔ جھوٹوں کے لئے مروت نہیں۔ خیانت کرنے والے کی کوئی رائے نہیں۔ بداخلاق سردار نہیں ہوسکتا۔

حضرت فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی:

۱۔ حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی

۲۔ کثرت سے غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی

۳۔ مسلمانوں کے لئے دل میں کھوٹ رکھنے والے اور حاسد کی دعا قبول نہیں ہوتی

دین بھلائی کا نام ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے بھلائی پر راضی ہو اور کسی سے حسد نہ کرے۔

مال اور دنیا کی محبت

دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں، مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔ جس دل میں مال و دنیا کی محبت سمائی ہوئی ہو تو اس دل میں اللہ کی محبت نہیں سما سکتی۔ جب دل میں دنیا کی محبت سما جاتی ہے تو اللہ سے ملاقات اور موت کے ذکر سے گھبراہٹ ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ مرتے ہی سارا عیش و آرام ختم ہو جائے گا۔ دنیا سمیٹنے کے چکر میں حلال اور حرام کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر جھوٹ اور دھوکہ فریب سے بھی انسان باز نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ آخرت سے غفلت کا سب سے بڑا سبب دنیا کی محبت ہے۔ بزرگوں نے فرمایا دنیا کی مثال پانی اور آخرت کی مثال کشتی کی ہے کہ جس طرح پانی کے بغیر کشتی نہیں چل سکتی مگر احتیاط یہ ہے کہ پانی کشتی کے نیچے رہے اسی میں کشتی اور کشتی والے کی خیر ہے۔ اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو نہ کشتی سلامت رہے گی نہ کشتی والا دونوں ڈوب جائیں گے۔ اللہ کے نافرمان لوگوں کے پاس دنیا ان کے لئے وبال بن جاتی ہے اور اللہ والوں کے پاس دنیا دوسروں کے لئے اور ان کے اپنے لئے بھی چین اور سکون کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالغرور فرمایا ہے یعنی اس سے محبت کرنے والا انتہائی دھوکہ میں ہے۔ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ☆ (سورۃ القصص۔79)

تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال و متاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا ہی نصیب والا ہے۔

جب قارون اپنا مال لے کر نکلا اور دنیا داروں نے جب اس کا لمبا جلوس دیکھا تو ان کی رال ٹپکنے لگی۔ وہ کہنے لگے اے کاش: ہمارے پاس بھی اس طرح کا مال ہوتا جیسا کہ قارون کو دیا گیا ہے بیشک وہ بڑا نصیب والا ہے۔ یہ بات سن کر اہلِ علم نے کہا (جو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی بقا کو جانتے تھے) کہا کہ تمہارا انجام برا ہو تم دنیا دیکھ کر للچا گئے یہ تو حقیر اور فانی تھوڑی سی دنیا ہے۔ اصل دولت ایمان اور عملِ صالحہ کی ہے۔ جو شخص ایمان لائے اور عملِ صالحہ کو اختیار کرے اس کے لئے اللہ کا ثواب بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ادنیٰ درجہ کی جنتی کو جنت میں اتنی وسیع جنت دی جائے گی جو اس

پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے دس گنا زیادہ ہوگی۔ اسی طرح دوسری نعمتوں کا اندازہ کرلیا جائے۔ (انوارالبیان)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے۔ جو تین کاموں میں لگ گیا۔ جو کھایا اور فنا کیا، جو پہنا اور پرانا کیا اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا۔ سو وہ اس نے اپنے لئے ذخیرہ بنالیا اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے اسے لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ (یعنی مر جائے گا)۔ (رواہ المسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حاضرین سے) سوال کیا کہ تم میں ایسا کون ہے جسے اپنے مال کی نسبت اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبت ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جسے اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبت ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب تم سمجھ لو کہ اپنا مال وہ ہے جو آگے بھیج دیا (یعنی اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر دیا تا کہ آخرت میں ثواب ملے اور وارث کا مال وہ ہے جو اپنے پیچھے چھوڑ کر چلا گیا۔ (یعنی موت آنے پر خود اس کا مال اس کے وارثوں کا ہو جائے گا)۔

نفس کی اس بُرائی کا ایک علاج یہ ہے کی موت کو کثرت سے یاد کرے ، لمبے لمبے منصوبے نہ بنائے اور یہ سوچے کہ یہ سب کچھ ایک دن چھوڑ کر جانا ہے۔ اس حد تک دل لگائے کہ اگر چھوڑ کر جانا ہو تو بہت تکلیف نہ ہو۔ زندگی گزارنے کے لئے ضرورت کی حد تک سامان واسباب رکھے۔ فضول خرچی اور حرص سے بچا رہے۔ حبِ دنیا انسان کے اندر بزدلی پیدا کرتی ہے۔ خیرات کرنے کی عادت ڈالے غریبوں سے میل جول رکھے۔ دولت مندوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔ کبھی کبھار قبرستان جانا چاہیے تا کہ دنیا کے فانی ہونے کا احساس ہو اور اللہ کے ذکر کی کثرت کرے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرے اور آخرت کی فکر پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ O (سورۃ آل عمران۔185)

اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک مردار بکری پر ہوا۔ آپ نے فرمایا! دیکھتے ہو۔ یہ مردار کیسا ذلیل وخوار ہے کوئی اس کو دیکھتا بھی نہیں! قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک اس مردار سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

بخل و کنجوسی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

أُحضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ ☆ (سورۃ النساء۔ 128)

طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاستَغنَى (8) وَكَذَّبَ بِالحُسنَى (9) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلعُسرَى (10)
وَمَا يُغنِي عَنهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى (11)

(سورۃ اللیل:۸۔۱۱)

اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا، اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اسے سختی میں پہنچا ئیں گے، اور جب وہ دوزخ کے گڑھے میں گرے گا تو اس کو مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

نفس کی وہ کیفیت جب انسان جائز اور ضروری جگہوں پر بھی خرچ کرنے سے کترائے اس کو بخل یا کنجوسی کہتے ہیں۔ جن حقوق کا ادا کرنا انسان پر واجب ہے، جیسے زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد، غریب رشتے داروں کی مدد وغیرہ، ان حقوق کا ادا نہ کرنا گناہ ہے۔ جو شخص بغیر تقاضہ کے کسی کا حق نہ دے وہ بھی بخیل ہے۔ اس سے دین کا تو نقصان ہے ہی لوگوں کی نظر میں بھی انسان ذلیل اور بے حیثیت ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل سے مال کی محبت دور کرے۔ اپنی ضرورت سے زائد چیزوں کو خیرات کر دے۔ اس سے نفس کو تکلیف پہنچتی ہو تو برداشت کرے تو اللہ اس بیماری سے نجات دے گا۔

انسان کا عجیب مزاج ہے کہ جتنا مال زیادہ ہوتا جاتا ہے اس قدر کنجوس ہوتا چلا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے خرچ نہیں کرتا۔ ایک فیکٹری کے بعد دوسری فیکٹری کروڑوں میں خریدے گا اور اگر کوئی سائل آجائے تو اس کو دیتے ہوئے اس کا دل تنگ ہوگا۔ زیادہ تر مال دار دنیا دار ہوتے ہیں آگے بھی دنیا پیچھے بھی دنیا، سوتے بھی دنیا اور جاگتے بھی دنیا کا خیال رہتا ہے۔ اگر نماز پڑھتے ہیں تو اس کے اندر بھی دھیان کاروبار کی طرف رہتا ہے۔ بخیل آدمی مال جمع کرنے کے شوق میں اپنے اوپر بھی خرچ نہیں کرتا کہ کہیں مال میں کمی نہ آجائے۔

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بخل نہ کرنا کہ (کہیں اس سے) تمہارے رزق میں بھی تنگی ہوجائے۔ (صحیح البخاری)

حقیقت میں بخل کا سبب نفسانی خواہشات کی محبت ہے اس کے بغیر انسان مال کے حصول کی کوشش نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ مدتوں زندہ رہنے کی خواہش بھی بخل کا سبب بنتی ہے۔ اگر بخیل کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کی باقی زندگی ایک سال کی یا ایک ماہ کی ہے تو اس کے لئے ضرورت سے زائد مال تقسیم کرنے میں دل تنگ نہ ہوگا۔ بخل کا بہترین علاج قناعت اور خواہشات پر کنٹرول اور موت کو یاد رکھنا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْراً لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ☆

(سورۃ التغابن۔16)

سو جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو اور (اس کے احکام کو) سنو اور (اس کے) فرمانبردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔180)

جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اُس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ اُن کیلئے بُرا ہے، وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر اُن کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیرے کی شکل میں ہوگا۔ اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ بخل ہی کے باعث انہوں نے خونریزی کی اور حرام کو حلال جانا۔ (صحیح مسلم)

بخاری شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو مال دیا اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو اس کا وہ مال قیامت کے روز ایک زہریلے سانپ کی طرح اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، تیرا سایہ ہوں۔

بخل سے بچنے کے لئے اس لئے فرمایا گیا کہ بخل بھی ظلم کی ایک قسم ہے اور اسے خونریزی اور حرام کو حلال بنانے کا سبب بتایا گیا ہے۔ کیونکہ مال کو دوسروں کی راحت اور بھلائی کے لئے خرچ کرنا آپس کی محبت کا ذریعہ ہے اور اس کے برعکس بخل تعلقات میں کشیدگی، دشمنی اور مخالفت کا سبب بنتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بخیل ہوتے ہیں کہ زکوۃ کی مقدار سے زیادہ مال خرچ نہیں کرتے اور زکوۃ بھی ایسے لوگوں کو دیتے ہیں جو ان کے خدمت گار ہوں۔ بعض لوگ اپنی زکوۃ اپنے ملازمین کو دیتے ہیں تاکہ وہ اور دل لگا کر کام کریں اور ان کی شان وشوکت قائم رہے۔ جہاں تک ان کے حق دینے کا تعلق ہے اس میں بڑے بخیل ہوتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے نزدیک عابد بخیل سے جاہل سخی زیادہ پیارا ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مومن میں دو خصلتیں نہیں ہوتیں،
ایک بخل دوسری بدخلقی۔
(رواۃ الترمذی)

حبِ جاہ

نفس میں اپنے نام ونمود کی خواہش اور دوسرے کی تعریف وشہرت سے جلن ہونا حبِ جاہ کہلاتا ہے۔ اس میں انسان ناجائز طریقوں سے نام پیدا کرتا ہے۔ جس کے لئے فضول خرچیاں کرتا ہے رشوتیں دیتا ہے۔ اپنے آپ کو ذلیل کرنے کی حد تک وہ دوسروں کی خاطر داری میں رہتا ہے جن کی وجہ سے اسے یہ مرتبہ ملا ہے۔ اور اگر کوئی مرتبہ یا دنیاوی مقام حاصل کر بھی ہو جاتا ہے تو اس کے دشمن اور حاسد پیدا ہو جاتے ہیں جن سے ہر وقت کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ یہ ایک خطرناک بیماری ہے جس کا شروع میں احساس بھی نہیں ہوتا اور انسان حق بات قبول کرنے سے محروم رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر دو بھیڑیے بکریوں کے گلّے پر حملہ آور ہو جائیں تو اتنا نقصان نہیں کریں گے جتنا مال اور جاہ کی محبت مسلمان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔ حبِ جاہ ہی نفاق، ریا، جھوٹ، دھوکہ، عداوت، حسد، جھگڑا فساد اور طرح طرح کے گناہوں کا سبب بنتی ہے۔

حبِ جاہ کا مریض ہر وقت یہ چاہتا ہے کہ اس کی تعریف ہوتی رہے اس سے اس کا نفس خوب موٹا ہوتا رہے۔ خود سے شہرت حاصل کرنے کی آرزو یا خواہش کرنا منع ہے۔ ہاں اگر اپنی کوشش نہیں تھی لیکن اللہ نے لوگوں کے دل میں آپ کا احترام اور محبت ڈال دی تو یہ جائز ہے۔

اگر اللہ ہی کسی بندے کو مشہور فرما دیں تو پھر خود یہ اس کی حفاظت کرتے ہیں جس طرح بزرگانِ دین، اولیاء اکرام اور علماء عظام وغیرہ۔ اس مرض کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنی موت کو یاد رکھے اور سوچے قبر میں کوئی تعریف کرنے والا نہیں ہو گا، وہاں وہی نیک عمل کام آئے گا جو اس نے اخلاص کے ساتھ کیا ہوگا۔ انسان اپنی ستائش اور مدح کرنے والوں سے دور رہے اور اس کو ملامت و مذمت کرنے والوں سے ناراض نہ ہو۔

اپنی تعریف سن کر خوش ہونے کی چار وجوہات ہیں:

پہلی یہ کہ اس شخص میں اپنی بڑائی اور برتری کا گھمنڈ ہے،

دوسری وجہ یہ کہ لوگ اس کی قدر و منزلت سے مرعوب ہیں،

تیسری یہ کہ اس کی تعریف کرنے کا مطلب یہ کہ لوگ اس کے معتقد ہیں

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس کی تعریف کرنے والے نے اس کی بڑائی کو تسلیم کرلیا اگر چہ وہ بالجبر ہی کیوں نہ ہو۔

خود پسندی انسان کو تباہ کر دیتی ہے جب انسان اپنے آپ کو نیکوکار سمجھنے لگتا ہے تو نفس اور شیطان کے حملوں کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور آخرت کی کامیابیوں کی طرف سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس برائی کا ایک علاج ہے کہ یہ سوچے کہ جو لوگ میری تعظیم واطاعت کر رہے ہیں نہ یہ رہیں گے اور نہ میں رہوں گا۔ پھر ایسی فانی چیز پر جو کہ وقتی ہے اس پر خوش ہونا نادانی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے مخلوق کی تعریف میں غلو کیا قیامت کے دن اس کی زبان اتنی لمبی ہو گی کہ وہ زمین سے لگ جائے گی اور وہ اس کو روندتا ہوا گر پڑے گا۔ اپنی تعریف خود کرنا اچھا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اسے منع فرمایا ہے۔ اگر لوگ کسی کی تعریف میں کچھ کہہ رہے ہوں اور وہ باتیں اس کے اندر پائی جائیں تو اس شخص کو چاہیے کہ استغفار کرے تا کہ تکبر و عجب پیدا نہ ہو۔

ریاکاری

کوئی اچھا کام لوگوں کو دکھلاوے کے لئے کرنے کو جس میں لوگوں کی نظر میں اپنی قدر و منزلت چاہنے کو ریاکاری کہتے ہیں۔ اس کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو نیکی اور عبادت کے ظاہری عمل ہوتے ہیں۔ جس میں مال، علم، ہنر اور کسی کام کی مہارت کی قسمیں بھی شامل ہیں۔ اپنی پاکبازی اور عبادات میں ریا کرنا سخت ترین گناہ ہے جو شرک کے قریب ہے۔ یہ خطرناک بیماری اکثر عبادت گزار لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً اپنی عبادات کا ذکر لوگوں سے کرنا یا صدقہ و خیرات کرنے کے بعد لوگوں سے تعریف کا خواہش مند ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے واجب کئے ہوئے احکام کو اس کے وقت اور جگہ کے مطابق کرنا اور دیکھنے اور نہ دیکھنے والوں کی پروا نہ کرنا ریاکاری نہیں ہے اس میں نیت رضائے الٰہی ہونی چاہیے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ☆ الَّذِيْنَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ☆
الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاؤُونَ ☆

(سورۃ الماعون۔ 6-4)

ایسے نمازیوں کی خرابی ہے۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا اطاعت کی۔ وہ جواب دے گا کہ میں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان فدا کی اور جہاد میں مارا گیا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو نے جھوٹ کہا جہاد تو اس واسطے تو نے کیا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بہت بہادر ہے۔ پس حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔ اس کے بعد دوسرے شخص کو لایا جائے گا اور اس سے دریافت کیا جائے گا تو نے کیا اطاعت کی۔ وہ کہے گا کہ جو کچھ مال میرے پاس تھا وہ میں نے تیری راہ میں خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس واسطے خرچ کیا تا کہ لوگ تجھے سخی کہیں اور حکم ہوگا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر ایک اور شخص لایا جائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اطاعت کی۔ وہ جواب دے گا میں نے علم حاصل کیا، قرآن کا علم سیکھا، اس کے حاصل کرنے پر بہت محنت کی اور لوگوں کو سکھایا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے علم اس لئے حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم کہیں اور حکم ہوگا کہ اس کو بھی دوزخ میں لے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کے معاملہ میں کسی چیز سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا ان کے چھوٹے شرک سے۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ریا۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائے گا اے ریا کارو! تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کے دکھانے کے لیے تم میری عبادت کرتے تھے اور اپنے عمل کی جزا ان سے مانگو۔

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عمل کو جس میں ذرہ برابر بھی ریا شامل ہوگی حق تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! ریا کار کی تین علامات ہیں:

ایک یہ کہ خلوت میں کاہل ہوتا ہے اور لوگوں کے سامنے چست و چالاک ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جب اس کی تعریف کی جاتی ہے تو بڑھ چڑھ کر عبادت کرتا ہے۔

تیسرا یہ کہ ملامت اور تنبیہ پر اپنے عمل کو کم کر دیتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اس عمل پر ریا کرتے تھے جو انہوں نے کئے ہوتے تھے، اب لوگ اس عمل پر ریا کرتے ہیں جو انہوں نے کئے بھی نہیں ہوتے۔

ریا کاری صرف زبان سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے اظہار کے اور بہت سے طریقے ہیں مثلاً بدن کو ایسا رکھے جس سے ظاہر ہو کہ بہت تھکا ہوا ہے اور رات کا جاگا ہوا ہے۔ لوگ یہ سمجھیں کہ رات کو بہت عبادت کرتا رہا ہے۔ بعض لوگ اپنی وضع قطع ایسی بناتے ہیں مصنوئی طور پر دھیمی آواز میں بات کرنا، ماتھے پر سجدہ کے نشان کو برقرار رکھنا ایسی حالت بنانا جس سے دوسرے سمجھیں کہ یہ وجد یا فکر کی کیفیت میں ہے۔ بعض لوگ اپنے پہناوے سے ریا کاری کرتے ہیں عجیب قسم کا لباس پہنتے ہیں تا کہ لوگ صوفی، مجذوب یا پہنچا ہوا سمجھیں۔ بعض لوگ بولنے میں ریا کاری کرتے ہیں اس طرح بات کریں گے کہ سامنے والا سمجھے کہ یہ بہت بڑے عالم یا بہت بڑے درویش یا بزرگ ہیں۔ بعض لوگ اپنے عمل سے ریا کاری کرتے ہیں مثلاً اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور ان کو احساس ہو جائے کہ کوئی ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو پھر بہت خشوع و خضوع سے رکوع وسجود کرنے لگتے ہیں یا اور کوئی نیک کام کر رہے ہوں تو اس میں ایک دم سے نکھار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے شہرت کی خواہش سے کوئی کام کیا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت عطا کردے گا اور جس نے دیکھاوے کی غرض سے کوئی کام کیا تو اللہ اس کی نام و نمود کردے گا۔ (صحیح البخاری)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان شہرت دے گا اللہ تعالیٰ اس کے اس ریاکارانہ عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچادے گا (یعنی اس کی شہرت کردے گا) اور اس کی ریاکاری کو ظاہر کردے گا اور لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچادے گا کہ یہ شخص ریاکار اور غیر مخلص ہے نیز قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا ذلت و خواری سے دوچار کرے گا۔ (بیہقی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال و متاع کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (یعنی اس میں کتنا اخلاص اور یقین ہے، ریا اور نفاق سے پاک کتنا ہے۔ (اسی کے مطابق جزاوسزا کا دارومدار ہے)۔ (صحیح المسلم)

اس کا علاج بڑی کوشش اور محنت سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب یہ مرض انسان کے نفس کو پکڑ لیتا ہے تو اس کا علاج دشوار ہو جاتا ہے۔ یہ مرض انسان کے اندر غیر محسوس طور سے داخل ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان اس بات کا انکار کرتا ہے کہ اس کے اندر یہ مرض موجود ہے حالانکہ یہ مرض اس میں موجود ہوتا ہے لیکن اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

اس کا علاج یہ ہے کہ جب اللہ کی عبادت کرے تو سوچے کہ اگر میں اللہ کو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا خیال رہے گا تو مخلوق کا خیال نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں مراقبہ کرنے سے بڑی مدد ملتی ہے۔ تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے اللہ کا تصور کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو اللہ کا نور دل میں داخل ہو جائے گا اور اس بیماری سے نجات مل جائے گی۔ اہل اللہ کی صحبت اور ان سے اصلاحی تعلق پیدا کئے بغیر اس بیماری سے نجات حاصل کرنا انتہائی مشکل ہے۔ حبِ جاہ کو دل سے نکال دیں یہی ریاکاری کی اصل جڑ ہے۔

حضرت خواجہ مجذوبؒ نے شعر میں فرمایا!

وہ ریا جس پر تھے زاہد طعنہ زن   پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

عُجب

اپنی صلاحیتوں اور کمال کی نسبت اپنی طرف کرنا اور اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھ کر اترانے کو عجب کہتے ہیں چاہے وہ دوسروں کو حقیر نہیں سمجھ رہا ہو۔ جب انسان اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے تو اس کو اپنی بُرائی نظر نہیں آتی اس لئے اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں جاتی۔ کسی چھوٹے سے چھوٹا گناہ کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے معلوم نہیں کس گناہ پر اللہ کی پکڑ ہو جائے۔ اور دوسروں کو گناہ یا عیبوں کی وجہ سے حقیر نہ جانو معلوم نہیں وہ کس وقت اللہ سے معافی اور توبہ کر لے اور اللہ اسے معاف کر دے۔ جس طرح نتیجہ آنے سے پہلے کوئی طالبعلم اپنے آپ کو کامیاب سمجھے تو وہ بیوقوف ہے۔ اسی طرح روزِ حشر میں فیصلہ ہونے سے پہلے اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھنا بھی حماقت ہے۔ دوسروں کی طرف سے بے جا تعریف سن کر اترانے والا بیوقوف انسان ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو سوچے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اگر اپنے اندر کوئی ایسی خوبی دیکھے جو دوسروں میں نہیں ہو تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اپنی کثرتِ عبادت پر بھی یہ سوچے کہ یہ صرف اور صرف اللہ کی توفیق سے ہی ممکن ہوئی ہے۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے سامنے کھڑے ہو کہ التجا کرنے کا موقع دیا۔

وہ لوگ جو فخر کرتے ہیں اپنی زبان سے اپنی تعریف کرتے ہیں خود کو صاحبِ کشف سمجھنے لگتے ہیں۔ ان میں جو زیادہ عبادت گزار ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص کی کیا حقیقت ہے اس کی عبادت تو کچھ نہیں ہے۔ میں بہت روزے رکھتا ہوں راتوں کو جاگ کر عبادت میں گزارتا ہوں۔ ہر روز قرآن ختم کرتا ہوں جو مجھ سے بڑائی جتلائے گا ہلاک ہو جائے گا۔ دیکھو فلاں شخص نے مجھے ستایا تھا، اس نے اپنے کیئے کی سزا پائی۔ اس کا گھر بار بال بچے سب برباد ہو گئے۔ کبھی نیکیوں میں اپنے آپ کا دوسروں سے مقابلہ کرتا ہے۔ اگر دوسروں کو تہجد کی نماز پڑھنے کا معلوم ہونے پر یہ بھی ان سے زیادہ پڑھتا ہے کہ اپنی برتری ظاہر کرے۔ اسی طرح دوسری عبادات میں بھی مقابلہ میں زیادہ کرتا ہے۔ دوسرے عالم کو کمتر ظاہر کرنے کے لئے کہتا ہے کہ معلوم نہیں ان کا استاد کون ہے۔ چند مشکل عبارات اور باتیں یاد کر کے دوسروں پر اپنی علمیت کا رعب جماتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی نظر میں اپنی کتنی بھی قدر و منزلت سمجھے اور اللہ کی نظر میں اس کی قدر نہ ہو وہ عالم نہیں بہت بڑا جاہل ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعۡجِبُکَ قَوۡلُهُ فِيۡ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ اللّهَ عَلَى مَا فِيۡ قَلۡبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الۡخِصَامِ ☆

(سورۃ البقرہ۔204)

اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تمہیں دلکش معلوم ہوتی ہے

اور جو اُس کے دل میں ہے اس اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔

بہت سے لوگوں میں اپنے نسب پر بہت گھمنڈ ہوتا ہے۔ اس نسب ہونے میں ان کا کوئی کمال نہیں ہوتا، لیکن وہ اپنی بیوقوفی کی وجہ سے دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتا ہیں۔ ایک وجہ دوسروں کو کمتر سمجھنے کی حسن و جمال بھی ہے۔ بعض اوقات اس وجہ سے بھی کچھ لوگ دوسروں کو کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔ اور دوسروں کو ان کی رنگ، قد اور نقش کی بنیاد پر مذاق اڑاتے ہیں۔ ایک سبب مال کی زیادتی بھی ہے جو وہ غریبوں کو حقیر جاننے کا سبب بن جاتا ہے۔ غلط طریقوں سے کمائی ہوئی دولت فلاحی کاموں میں خرچ کرتے ہیں مسجدوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر خرچ کرتے ہیں، تختیوں پر اپنے نام لکھواتے ہیں۔ اگر چہ یہ دولت حلال طریقہ سے بھی کمائی گئی ہو اور حلال کاموں میں خرچ ہو رہی ہوتی ہے لیکن اس کا مقصد صرف اپنی بڑائی جتلانا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اپنی طاقت کا بھی ناز ہوتا ہے جس کو وہ کمزور لوگوں پر جتلاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں بخل، حرص اور خود پسندی (عجب)۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اتراتا ہوا چلتا ہے وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔ (مسند احمد)

حضرت عدی بن حاتم ؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ میں سے جب کسی کی منہ در منہ تعریف کی جاتی تو وہ کہہ دیتے کہ اے اللہ! جو یہ لوگ کہتے ہیں اس پر میری گرفت نہ کرنا اور جو میری کمزوریاں ہیں یہ نہیں جانتے ان کو معاف فرما۔

(الادب المفرد)

غرور وتکبّر

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (76)

(سورۃ القصص۔ ۷۶)

بیشک قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے تھا پھر وہ ان سے سرکشی کرنے لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دئے تھے کہ اس کی کنجیاں کئی طاقتور آدمی مشکل سے اٹھاتے تھے، جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو اترا مت، اللہ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ 83) (سورۃ القصص۔۸۳)

آخرت کا یہ گھر ہم انہی لوگوں کو دیں گے جو دنیا میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد اور اچھا انجام تو پرہیزگاروں کا ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا (37)

(سورۃ الاسراء۔۳۷)

اور تو زمین پر اکڑ کر نہ چل یقیناً تو زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (18) (سورۃ لقمان۔۱۸)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کیا کرو اور نہ زمین پر اترا کر چلا کرو، بیشک اللہ کسی تکبر کرنے والے اور شیخی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

جو انسان اپنے آپ کو علم میں، مال و دولت میں، حسب و نسب میں، عبادت و دینداری وغیرہ میں دوسروں سے اعلیٰ سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری)

لوگوں کو حقیر سمجھنا اور حق بات کو قبول کرنے سے اعراض و انکار کرنے کو تکبر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبریائی میری خاص چادر ہے جس نے اس میں شریک ہونے کی کوشش کی میں اس کو ماردوں گا۔ جو شخص اپنے دل میں اور اللہ کی نظر میں اپنے آپ کو کمتر اور حقیر سمجھتا ہے تو اللہ اس کو لوگوں کی نظر میں بلندی اور عزت عطا فرماتا ہے اور جو شخص اپنے آپ کو اپنی نظر میں بڑا سمجھتا ہے تو وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تکبر کرنے والے کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھائے گا لوگ ان کو اپنے پیروں کے نیچے سے روندیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ تکبر انسان کے اندر خود پسندی اور نخوت پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے جس کی وجہ سے اسے دوسروں سے بغض، عداوت اور حسد ہونے لگتا ہے اور غصہ اور غیبت کی بیماری کو فروغ ملتا ہے۔ تکبر نعمتوں کے سلب ہونے کا سبب بنتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ انسان کا یہ بڑا گناہ ہے کہ جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو وہ جواب میں کہے کہ تم اپنی فکر کرو۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا اس نے کہا میں نہیں کھا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہاں، تو نہیں کھا سکتا اس کے بعد اس کا ہاتھ ایسا ہوگیا کہ پھر جنبش نہ کرسکا۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ کلمہ اس لئے کہا کیونکہ کہ آپ ﷺ کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ جملہ اس نے تکبر سے کہا تھا۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی حقیقت کو پہچانے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ تمام خوبیاں اور نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ دنیاوی مرتبہ میں اپنے سے چھوٹے آدمی کو سلام کرنے میں پہل کرے اس سے نفس پر چوٹ پڑے گی اور اس کی اصلاح ہوگی۔ اپنے گناہوں اور عیبوں پر نظر رکھے اور دوسرں پر تنقید اور تبصرے کرنے سے بچے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کی آیت 87 میں ارشاد فرماتا ہے۔

أَفَكُلَّمَا جَاءَ كُمْ رَسُولٌ بِمَا لاَ تَهْوَى أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقاً كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقاً تَقْتُلُونَ ☆ (سورۃ البقرہ۔87)

تو جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آیا جن کو تمہارے نفس پسند نہیں کرتے تھے تو تم سرکش ہو جاتے

رہے اور ایک گروہِ (انبیاء) کو تو جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قاضی ثناالله پانی پتیؒ اپنی تفسیرِ مظہری میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے حوالے سے فرماتا ہے کہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد رسولوں کی اتباع کرنے سے تکبر کیا۔ بعض انبیاء اکرام کو جھٹلایا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (کو قتل کرنے کی کوشش کی) وغیرہ اور بعض انبیاء کو قتل کیا جیسے حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ۔ اس بات کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ یہ لوگ پہلے بھی انبیاء کو قتل کرتے تھے اور اب رسول اللہ ﷺ کے بھی قتل کے درپے تھے اور مختلف طریقوں سے کوششیں کرتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا، زہر دے کر شہید کرنے کی کوشش کی گئی، تمام واقعات کو ملا کے رسول اللہ ﷺ پر اٹھارا قاتلانہ حملے کئے گئے تھے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

وَقَالَ مُوسَى إِنِّىٓ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ O

(سورۃ غافر۔27)

موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن (یعنی قیامت) پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کوئی شخص اپنے نفس کو برابر کھینچتا رہتا ہے (یعنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے) یہاں تک کہ اس کا نام سرکشوں (یعنی ظالم اور متکبر) میں لکھ دیا جاتا ہے اور جو چیز دنیا اور آخرت کی آفت و بلا ان سرکشوں کو پہنچتی ہے وہی اس شخص کو بھی پہنچتی ہے۔ (رواہ الترمذی)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے نفس کے دھوکہ میں پڑ کے خود بینی اور خودستائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے اصل مرتبہ و مقام سے اوپر اٹھا کر بڑے مرتبہ و مقام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ نفس اس کو جس طرح مصنوئی بڑائی کی طرف بہکاتا ہے۔ وہ بہکتا رہتا ہے۔ نفس جدھر لے جاتا ہے ادھر چل پڑتا ہے۔ نفس پر قابو پانے کے

بجائے خود نفس کے قابو میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تکبر اور سرکشی میں پوری طرح مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے لئے دنیا اور آخرت کا وہ عذاب مقدر ہو جاتا ہے جو سرکشوں کے لئے مخصوص ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ انسان تو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا، جوتا اچھا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اپنی نعمتوں کا اثر اپنے بندوں پر دیکھنا چاہتا ہے جبکہ بوسیدگی اور تنگ حالی کو ناپسند کرتا ہے۔ تکبر یہ نہیں بلکہ حق کا انکار اور لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا تکبر ہے۔ (رواۃ المسلم)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! تو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ غضب ناک کس پر ہوتا ہے۔ فرمایا! اے موسیٰ (علیہ السلام)! جو دل میں تکبر رکھتا ہو۔ جس کی زبان گندی ہو۔ جس کا یقین کمزور ہو اور ہاتھ بخیل ہو۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! محشر کے روز تین لوگوں کے ساتھ اللہ کلام نہیں فرمائے گا، نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا بلکہ وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

۱) بوڑھا زانی ۲) جھوٹ بولنے والا حکمران ۳) مفلس متکبر (صحیح مسلم)

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری تہبند ہے پس دونوں میں سے کسی میں کوئی میرے ساتھ جھگڑا کرے گا تو میں اس کو آگ کے عذاب میں داخل کروں گا۔ (مسلم)

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں ایک جگہ جمع کیا جائے گا (یعنی اس کی صورتیں تو انسانوں کی ہوں گی لیکن ان کے جسم چیونٹی کی طرح ہوں گے) ہر طرف سے ذلت اور خواری ان کو پوری طرح گھیر لے گی پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام " بولس " ہے ہانکا جائے گا وہاں آگ ان پر چھا جائے گی اور دوزخیوں کا نچوڑ دوزخیوں کے جسم سے بہنے والا خون، پیپ ان کو پلایا جائے گا جس کا نام " طینت الجبال " ہے۔

(ترمذی)

بدنظری

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ☆

(سورۃ النور۔31)

اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور
اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے آنکھوں اور شرم گاہ کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شرم گاہ کی حفاظت کے لئے آنکھوں کی حفاظت ضروری ہے۔ کیونکہ شرم گاہ کی بُرائی آنکھوں کی بدنظری سے شروع ہوتی ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلاً ☆

(سورۃ بنی اسرائیل۔32)

اور زنا کے پاس بھی نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔

بدنظری سے نفس کو جو مزا ملتا ہے وہ خطرے سے خالی نہیں اس سے فوراًا لگ ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ نفس اس تھوڑے سے مزے سے کھینچ کر اسے بڑے گناہ کی طرف لے جائے گا۔

حضرت حسن بصریؒ نے بیان فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر (بدنظری سے) اور جس کی طرف دیکھا جائے اس پر بھی۔ (مشکوٰۃ شریف)

کوئی بھی مرد یا عورت کسی بھی مرد یا عورت کی سامنے وہ حصہ کھول دے یا کھلا رہنے دے جس کا دیکھنا اس کے لئے حلال نہ ہو جس کے سامنے کھولا ہے تو یہ دکھانے والا بھی لعنت کا مستحق ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ☆

(سورۃ المؤمن۔19)

وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں

بدنگاہی کرتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ میری اس نگاہ کی اس چوری کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ حدیثِ قدسی ہے حق تعالیٰ کا ارشاد رسول اللہ ﷺ نے نقل فرمایا! نظر شیطان کے تیروں سے زہریلہ تیر ہے جو شخص میرے خوف سے باوجود دل کے تقاضہ کہ اپنی نظر پھیر لے میں اس کے بدلے اس کو ایسا پختہ ایمان دوں گا جس کی لذت کو وہ اپنے قلب میں محسوس کرے گا۔

(کنز العمال ج۵ ص۳۲۸)

بدنگاہی ایسا مرض ہے کہ اس کا علاج صرف مجاہدہ ہے۔ نفس کی مخالفت طاقت کے ساتھ کرنا اور پھر خطا کرے تو اس پر جرمانہ کرنا یعنی یہ نیت کرنا کہ نفس نے اب بدنگاہی کی تو میں اتنی رقم صدقہ کروں گا یا اتنی نفل نماز پڑھوں گا تو اس سے ان شاءاللہ امید ہے اصلاح ہو جائے گی۔

اچانک نظر کی معافی کی جو روایت ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جہاں بدنظری کا امکان نہ ہو لیکن اچانک کوئی عورت سامنے آگئی اور بغیر ارادے کے اس پر نظر پڑ گئی تو یہ معاف ہے لیکن دوسری مرتبہ اس کو دیکھنا حرام ہے۔ لیکن اس کا مقصد یہ نہیں کہ پہلی نظر کی معافی ایسے موقع پر بھی ہے جہاں خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کی بہتات ہو اور ہر ایک پر پہلی نگاہ ڈالتا رہے۔ اس بات سے ہوشیار رہے نفس کو پہلی نظر کا بہانہ نہ ملے۔

طبیعت کی گندگی بعض لوگوں کی دیر تک نہیں جاتی تو ناامید نہیں ہونا چاہیے کیونکہ طبیعت کی گندگی اور بُرے تقاضوں پر عذاب نہیں ہوگا بلکہ مجاہدے کا ثواب ملے گا۔ بُرے تقاضے پر جب تک عمل نہ کرے کچھ فکر اور غم کی بات نہیں چاہے تمام عمر یہ مجاہدہ اور تکلیف رہے۔ نفس دراصل مجاہدے سے گھبراتا ہے اس لئے اس کی تکلیف کا خیال نہ کرے۔ اپنے دل کی آرزو کو توڑ دے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ توڑے۔ (حضرت حکیم محمد اخترؒ)

جہالت

علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ناممکن ہے۔ علم ہی کے ذریعہ انسان حلال وحرام میں تمیز کرتا ہے۔ عبادات کیا ہیں اوران کے کرنے کے کیا طریقے ہیں اللہ کا ذکر کیسے کیا جاتا ہے یہ سب باتیں انسان کو سیکھ کر کرنی چاہئیں۔ ورنہ جہالت کی عبادت میں انسان کیا صحیح کرر ہا ہے کیا غلط کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ جہالت میں انسان محنت تو کرر ہا ہوتا ہے لیکن اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے اس کو فائدہ ہور ہا ہے یا نقصان۔ فرمایا ہے کہ علم حاصل کرنے والوں کے لئے تو سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے جانور بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ علم وہ نور ہے جس سے انسان دنیا میں اور آخرت میں بھی مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد (غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے ہماری مثال تمہارے ادنیٰ پر۔

آپ ﷺ نے فرمایا ایک فقیہہ شیطان پر ایک ہزار عابد سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ جس نے کسی کو علم سکھایا اور اس نے اس پر عمل کیا تو اس کا ثواب اس سکھانے والے کو بھی ملے گا۔ علم حاصل کرنے کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کا حاصل کرنا ہر مومن مرد اور مومن عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور جاننے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں تک پہنچائے جو نہیں جانتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا
يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ☆

(سورۃ الزمر۔9)

کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟
اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

جو لوگ اہلِ علم ہیں جن کے علم نے انہیں ایمان کی روشنی دکھائی ہے جس کی وجہ سے انہوں نے ایمان قبول کیا اور عبادت میں لگے اور جو لوگ جاہل ہیں اللہ کی توحید کو نہیں جانتے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ جہالت علم کے برابر ہے اور نہ جاہل عالم کے برابر ہے۔ دونوں کے رتبہ میں بہت فرق ہے جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو اہلِ علم اصحابِ ایمان کو جنت میں اور اہلِ کفر کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلآئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلاً مَّا كَانُواْ لِيُؤْمِنُواْ إِلاَّ أَن يَشَاءَ اللّهُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ☆

(سورۃ الانعام۔111)

اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مُردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لا کر موجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے الا ماشاءاللہ بات یہ ہے کہ یہ اکثر جہالت سے کام لیتے ہیں۔

کچھ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے آخرت کا انکار کر دیتے ہیں ان کے خیال میں انسان مر کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ ان کے خیال میں انبیاء اکرام کی دنیا میں آمد صرف انسان کے اخلاق درست کرنے کے لئے تھیں جوابدہی نہیں ہوگی۔ ان کو آخرت میں حقیقتِ حال معلوم ہو جائے گی۔

جاہلوں سے سوال جواب یا علمی بحث نہیں کرنی چاہیے اس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور اگر کوئی جاہل بحث کرنا چاہے تو خاموشی اختیار کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمام آدمیوں میں سے اللہ کے ہاں زیادہ نفرت کے لائق سخت جھگڑالو قسم کا آدمی ہے۔ جو اپنے ساتھیوں سے (اپنی جہالت کی وجہ سے) جھگڑتا رہتا ہو اور حق کو قبول نہیں کرتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! علماء سے طاقت آزمائی کرنے، بیوقوفوں سے جھگڑنے اور مجالس میں جھوٹی موٹی خبریں پھیلانے کے لئے علم حاصل نہ کرو اور جس نے ایسا کیا اس کے لئے آگ ہی آگ ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

خیانت

خائن اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کوئی چیز بطور امانت یا ادھار دی جائے تو وہ اس چیز میں سے کچھ یا پوری ہضم کر جائے اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ چیز ضائع ہوگئی یا سرے سے اس کا انکار کر دے اور یہ کہے کہ وہ چیز اسے دی ہی نہیں گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُم☆

(سورۃ البقرہ۔ ۱۸۷)

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا معراج میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا اکٹھا کئے ہوئے ہے اور اس کو اٹھا نہیں سکتا اور اس میں اور لکڑیاں لا لا کر رکھتا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ سلام نے کہا یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانتیں ہیں جن کو ادا کرنے پر وہ قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لا دھتا جا رہا ہے۔ (فتح الباری)

اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہیں!

وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ☆

(سورۃ آلِ عمران۔161)

اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز (اللہ کے رُوبرُو)
لا کر حاضر کرنی ہوگی، پھر ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا
اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو بھی کوئی شخص اس مال میں سے کچھ بھی لے لے گا جس کی وصولی کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہو تو قیامت کے دن اسے لے کر آئے گا جسے اپنی گردن پر

اٹھائے ہوئے ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح)

بعض لوگ قرض لینے اور امانت رکھنے کے لیے جلدی سے تیار ہو جاتے ہیں اور جب دینے کا وقت آتا ہے تو ٹال مٹول کرتے ہیں۔ حق دار کو آج کل کر کے چکر لگواتے ہیں پریشان کرتے ہیں اور امانتیں کھا جاتے ہیں یا قرض واپس ادا نہیں کرتے۔اس لیے بدنیت لوگوں کو اللہ کی طرف سے مدد بھی نہیں ملتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگوں کا مال لے کر ادائیگی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے یعنی اس کی اچھی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے سہولت پیدا کر دیتا ہے اور جس نے لوگوں کے مال لیے اور واپس نہ دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا مال ختم کر دیتا ہے اور قرضہ باقی رہتا ہے۔ پھر قیامت کے دن لوگوں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

قرآنِ کریم میں آیت ہے!

وَلاَ تَكُن لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْماً ☆

(سورۃ النساء۔105)

اور (دیکھو) بددیانت لوگوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ خیانت کرنے والے کی طرفداری نہ کی جائے اور استغفار کا حکم فرمایا۔ جو لوگ اپنے نفس کی خیانت کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دوسروں کا مال چرا کر اپنے کھانے پینے کا کام چلا کر بڑی ہوشیاری کا کام کیا ہے۔ اس کا وبال آخرت میں خود ان کو بھگتنا پڑے گا۔ خیانت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دنیا والوں کی نظروں سے تو چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے۔ یہ لوگوں سے شرماتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جس وقت وہ خیانت کر رہے ہوتے ہیں۔ آخرت کا حساب ہر وقت سامنے ہونا چاہئے وہاں کوئی مددگار اور وکیل نہ ہوگا۔ (انوار البیان)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّاناً أَثِيْماً☆

(سورۃ النسأ۔107)

بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بددیانت اور بدکار ہے۔

دوسری جگہ فرمایا!

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تَخُونُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُواْ أَمَانَاتِکُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ☆

(سورۃالانفال۔27)

اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی

امانتوں میں خیانت کرواور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی بھی خیانت ہے۔ ہر طرح کی خیانت کی ممانعت کی گئی ہے اس لئے بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

مالی خیانت کو تو سب جانتے ہیں مثلاً کوئی شخص امانت رکھوائے تو اس کو کھا جائے یا استعمال کر لے یا کم کر دے۔ یا دو شریک آپس میں خیانت کریں۔ جو شخص قرض دے کر یا کسی کی طرف اپنا مال دے کر بھول جائے اس کا حق رکھ لیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب خیانتیں ہیں اور ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کس کا حق مارا ہے اور کس کی خیانت کی ہے۔ فکرِ آخرت اور اللہ کا ڈر ہو تو انسان خیانت سے بچ سکتا ہے ورنہ دنیاوی نفع کو دیکھ کر بڑے بڑے دیانتداری کے دعویدار اس مسئلہ میں کچے پڑ جاتے ہیں۔ نااہلوں کو عہدے دینا بھی خیانت ہے۔

دنیاوی تعلقات اور دنیاوی منافع کے پیشِ نظر جو فاسقوں، فاجروں، ظالموں، بے نمازیوں کو عہدے دئے اور دلائے جاتے ہیں یہ سب امانت میں خیانت ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے متعلقہ معاملات کا ذمہ دار ہے۔ چھوٹے بڑے حکام، رؤساء اور وزراء امانت دار ہیں۔ انہوں نے جو عہدے اپنے ذمہ لئے ہیں وہ ان کی ذمہ داری شریعتِ اسلامیہ کے مطابق پوری کریں۔ کسی بھی معاملہ میں عوام کی خیانت نہ کریں۔ اسی طرح سے خرید وفروخت کرنے والے، سفر کے ساتھی، پڑوسی، میاں بیوی، ماں باپ اور اولاد سب ایک دوسرے کے مال کے اور دوسرے متعلقہ امور کے امانت دار ہیں۔ جو بھی کوئی کسی کی خیانت کرے گا گناہ گار ہوگا اور آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی۔ مال واسباب کے علاوہ دیگر امور میں بھی خیانت ہوتی ہے جن کا ذکر مختلف احادیث میں آیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّهَ لاَ یُحِبُّ الخَائِنِیْنَ☆ (سورۃالانفال۔58)

کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے (دغابازوں) کو دوست نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص میں چار چیزیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔ اور ان چار میں سے جس میں ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کا ایک حصہ مانا جائے گا جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔

۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ اور جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے۔

۴۔ اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں بکے۔

(رواہ البخاری)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ ☆

(سورۃ یوسف۔52)

اور اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر چلنے نہیں دیتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ☆

(سورۃ الحج۔38)

بیشک اللہ کسی خیانت کرنے والے اور کفرانِ نعمت کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے متعلقہ امور سے جو شخص کسی امر کا والی بنا۔ پھر اس نے ان پر کسی شخص کو (ذاتی) مروت اور تعلقات کی بنا پر امیر بنا دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہاں تک کی اللہ اسے دوزخ میں داخل فرما دے گا۔ (الترغیب والترہیب)

ہر کافر اور مشرک خیانت کرنے والا ہے۔ اس کے ذمہ ہے کہ اپنے خالق و مالک وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرے اور اس کے بھیجے ہوئے دین کو مانے لیکن وہ ایسا نہیں کرتا اس لئے وہ خائن ہے۔ خوان مبالغے کا صیغہ ہے اور ہر کافر کفور یعنی ناشکرا بھی ہے۔ اسے پیدا اللہ نے کیا اور عبادت غیر اللہ کی کرتا ہے اور ایسا دین اختیار کرتا ہے جو انہوں نے خود بنایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناشکری ہے کہ نعمتیں اس کی کھائیں اور اس کے دین کا انکار کریں۔ اللہ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ☆

(سورۃ غافر۔19)

وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)۔

قیامت کے دن محاسبہ ہوگا نیکیوں کی جزا ملے گی اور بُرائیوں پر سزا ہوگی۔ اعضاء کے ظاہر اعمال کو اللہ جانتا ہے اور سینوں میں جو پوشیدہ ہیں بُرے عقائد، بُری نیتیں، بُرے جذبات، اللہ تعالیٰ ان سب سے باخبر ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میرے باطن کا حال پوشیدہ ہے اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اعضاء ظاہرہ میں آنکھیں بھی ہیں بُری جگہ نظر ڈالنا جہاں دیکھنے کی اجازت نہیں اور بداعمالیوں میں آنکھوں کا استعمال کرنا سب گناہ ہے۔ آنکھوں کے اعمال میں سے ایک عمل خیانت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور دلوں میں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔ آنکھ کے گوشے سے نامحرم کو دیکھ لیا چپکے سے گناہ کی نظر ڈال دی، آنکھ کے اشارے سے کسی کی غیبت کر دی۔ یہ سب گناہ میں شمار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو سب کا علم ہے۔ (انوار البیان)

حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب امانتیں ضائع ہو جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا ان کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کام (حکومتی امور) نااہلوں کے سپرد کر دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (رواۃ البخاری)

چغل خوری

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ O

(سورۃ الھمزہ۔1)

ہر طعنہ زنی کرنے والے چغل خور کی ہلاکت ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیتیں اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئیں یہ لوگوں پر طعن کرتا تھا۔ ابن جریج کا قول ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرۃ کے بارے میں نازل ہوئیں یہ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ کی عیب جوئی کرتا تھا۔

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت عبدالرحمان بن غنم اور حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ کے سب سے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلخوری کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان بُرائی ڈالتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک باغ (قبرستان) میں تشریف لائے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن کو اپنی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں پر بظاہر کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں ہو رہا۔ اگر چہ حقیقت میں وہ بہت گناہگار نہیں۔ ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا تھا۔ پھر ایک تر شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا امید ہے کہ دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی جب تک وہ خشک نہ ہوں۔ (صحیح البخاری)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنی زبان کو بند رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو ڈھانک لیتا ہے (یعنی جو شخص لوگوں کے عیب اور برائیوں کو چھپاتا ہے اور چغلخوریاں نہیں کرتا پھرتا تو اللہ بھی اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے)۔ (مظاہر حق)

کسی کا عیب یا ایسا قول و فعل جس کو وہ چھپانا چاہتا ہو دوسروں پر ظاہر کرنا چغلی کہلاتا ہے جو کہ گناہِ کبیرہ ہے۔ چغلخوری یہی نہیں کہ ایک کی بات دوسرے سے کہہ دے بلکہ ایک شخص کے کسی کام یا بات کو کسی ایسے شخص کے سامنے ظاہر کرے

جس سے اس کو تکلیف پہنچے۔ چاہے وہ اشارے کنائے سے ہی کیوں نہ ہو درست نہیں ہے۔ چغلخور فاسق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فاسق کی بات کا ایک دم سے اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کسی شخص کی چغلی کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اس بات پر غور کریں گے اور اگر تو نے جھوٹ کہا تو تو ان لوگوں میں شامل ہے اور اس آیت کا حوالہ دیا!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ ☆ (سورۃ الحجرات۔6)

مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

بخاری شریف میں حضرت حدیفہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جو شخص دوسروں کا ذکر بُرائی سے تمہارے سامنے کرتا ہے وہ اسی طرح تمہارا ذکر دوسروں کے سامنے کرے گا اس سے بچو۔

حضرت مصعب بن زبیر ؓ نے فرمایا کہ میرے نزدیک چغلی سننا چغلخوری سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس کا سننا ایسا ہے گویا اس کی اجازت دینا۔

یحیٰی بن اکثم ؒ کا بیان ہے کہ چغل خور جادوگر سے بھی بُرا ہے۔ جو کام جادوگر ایک مہینے میں نہیں کرسکتا وہ کام چغل خور ایک لمحہ میں کردیتا ہے اور یہ بھی کہ چغل خور کا کام شیطان کے کام سے بھی زیادہ مضر ہے۔ اس لئے کہ شیطان کا کام خیال اور وسوسہ کے ذریعہ ہوتا ہے جبکہ چغل خور کا کام مشاہدہ کے طور پر آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! **حَمَّالَةَ الْحَطَبِ** ☆ جو لکڑیاں لادھ کر لاتی تھی۔ (سورۃ لہب۔4)

اہلِ تفسیر نے اکثر طور پر فرمایا ہے کہ حَطَبْ سے مراد چغلی ہے اور چغلی کو حَطَبْ اس لئے کہا کہ یہ دشمنی اور جھگڑے کا سبب ہے گویا یہ آگ کا ایندھن ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

کفر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں جو اس کے وجود، وحدانیت یا اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، اس قدر تفصیل سے اور تسلسل سے بیان فرمایا ہے۔ کہیں تنبیہ کے طور پر، کہیں ترغیب کے طور پر، کہیں جنت کی بشارت کے ساتھ اور کہیں دوزخ کی ہولناک سزاؤں کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا ہے۔ جس سے اس بیماری کے نقصانات اور حساسیت کا پتہ دیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ ☆

(سورۃ البقرہ۔6)

بیشک جولوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے☆

وَالَّذِيْنَ كَفَرواْ وَكَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا أُولَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُ ونَ ☆

(سورۃ البقرہ۔39)

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں
(اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

وَقَالُواْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّه بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلاً مَّا يُؤْمِنُونَ ☆

(سورۃ البقرہ۔88)

اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل پردے میں ہیں (نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے
پس یہ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔

فَلَعْنَةُ اللَّه عَلَى الْكَافِرِيْنَ ☆ (سورۃ البقرہ۔89)

پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ☆ (سورۃ البقرہ۔90)

اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ☆ (سورۃ البقرہ۔93)

کہنے لگے کہ ہم نے سن تو لیا لیکن مانتے نہیں

مَن كَانَ عَدُوّاً لِّلّٰهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ ☆

(سورۃ البقرہ۔98)

جو شخص اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو ایسے کافروں کا اللہ تعالیٰ دشمن ہے۔

قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيْلاً ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ☆

(سورۃ البقرہ۔126)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ جو کافر ہوگا میں اس کو بھی کسی قدر فائدہ دوں گا (مگر) پھر اس کو (عذابِ) دوزخ کے (بھگتنے کے) لئے مجبور کر دوں گا اور وہ بُری جگہ ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ ☆ (سورۃ البقرہ۔152)

پس تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ☆ (سورۃ البقرہ۔161)

جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے اُن پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے

وَمَثَلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ كَمَثَلِ الَّذِىۡ يَنۡعِقُ بِمَا لاَ يَسۡمَعُ إِلاَّ دُعَاء وَنِدَاء صُمٌّ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لاَ يَعۡقِلُونَ ☆ (سورۃ البقرہ۔171)

کفار کی مثال (ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی) صرف پکار اور آواز سنتے ہیں اور سمجھتے نہیں وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اور اندھے ہیں ان میں کچھ عقل نہیں ہے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ الۡحَيَاةُ الدُّنۡيَا وَيَسۡخَرُونَ مِنَ الَّذِيۡنَ آمَنُواۡ وَالَّذِيۡنَ اتَّقَواۡ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ وَاللّهُ يَرۡزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ☆ (سورۃ البقرہ۔212)

اور جو کافر ہیں ان کیلئے دنیا کی زندگی خوشنما کر دی گئی ہے اور وہ مومنوں سے تمسخر کرتے ہیں لیکن جو پرہیزگار ہیں وہ قیامت کے دن اُن پر غالب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

وَمَن يَرۡتَدِدۡ مِنكُمۡ عَن دِيۡنِهِ فَيَمُتۡ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوۡلَـئِكَ حَبِطَتۡ أَعۡمَالُهُمۡ فِىۡ الدُّنۡيَا وَالآخِرَةِ وَأُوۡلَـئِكَ أَصۡحَابُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خَالِدُونَ ☆

(سورۃ البقرہ۔217)

اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالۡكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ☆ (سورۃ البقرہ۔254)

اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ أَوۡلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخۡرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُوۡلَـئِكَ أَصۡحَابُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خَالِدُونَ ☆ (سورۃ البقرہ۔257)

اور جو کافر ہیں اُن کے دوست شیطان ہیں جو اُن کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی

لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَن تُغْنِىَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُم مِّنَ اللّهِ شَيْئاً وَأُولَـئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔10)

جولوگ کافر ہوئے (اس دن) نہ تو اُن کا مال ہی اللہ (کے عذاب) سے اُن کو بچا سکے گا اور نہ اُن کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتشِ (جہنم) کا ایندھن ہوں گے۔

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ☆
(سورۃ آلِ عمران۔12)

(اے پیغمبر) کافروں سے کہہ دو کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

قُلْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ فإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ☆
(سورۃ آلِ عمران۔32)

کہہ دو کہ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُوْلَـئِكَ هُمُ الضَّآلُّونَ ☆ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الأرْضِ ذَهَباً وَلَوِ افْتَدَى بِهِأُوْلَـئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ☆
(سورۃ آلِ عمران۔91-90)

جولوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے، ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔ جولوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنی چاہیں اور)

بدلے میں زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ان لوگوں کو دردناک عذاب ہوگا اوران کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوهُهُمۡ أَكۡفَرۡتُم بَعۡدَ إِيۡمَانِكُمۡ فَذُوقُواۡ الۡعَذَابَ بِمَا كُنتُمۡ تَكۡفُرُونَ ☆

(سورۃ آلِ عمران۔106)

جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ۔ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ پس (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔

إِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ لَن تُغۡنِيَ عَنۡهُمۡ أَمۡوَالُهُمۡ وَلاَ أَوۡلاَدُهُم مِّنَ اللّهِ شَيۡئاً وَأُوۡلَـئِكَ أَصۡحَابُ النَّارِ هُمۡ فِيۡهَا خَالِدُونَ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔116)

جو لوگ کافر ہیں اُن کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب کو ہرگز نہیں ٹال سکیں گے اور یہ لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوَاۡ إِن تُطِيۡعُواۡ الَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ يَرُدُّوكُمۡ عَلَى أَعۡقَابِكُمۡ فَتَنقَلِبُواۡ خَاسِرِيۡنَ ☆ بَلِ اللّهُ مَوۡلاَكُمۡ وَهُوَ خَيۡرُ النَّاصِرِيۡنَ ☆ سَنُلۡقِيۡ فِيۡ قُلُوبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُواۡ الرُّعۡبَ بِمَا أَشۡرَكُواۡ بِاللّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِ سُلۡطَاناً وَمَأۡوَاهُمُ النَّارُ وَبِئۡسَ مَثۡوَى الظَّالِمِيۡنَ ☆ (سورۃ آلِ عمران۔151-149)

مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ (یہ تمہارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ یہ اللہ کیساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اُس نے کوئی بھی دلیل نازل نہیں کی اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُاْ الْكُفْرَ بِالإِيْمَانِ لَن يَضُرُّواْ اللّهَ شَيْئاً وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ☆ وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُواْ إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ☆

(سورۃ آلِ عمران: 178-176)

جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اُن کو دردناک عذاب ہوگا۔ اور کافر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم اُن کو جو مہلت دیئے جاتے ہیں تو یہ اُن کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم اُن کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخر کار اُن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

لاَ يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ فِيْ الْبِلاَدِ ☆ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ☆ (سورۃ آلِ عمران:197-196)

(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے۔ (یہ دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ ہے پھر (آخرت میں) تو اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔

وَلَكِن لَّعَنَهُمُ اللّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُونَ إِلاَّ قَلِيْلاً ☆

(سورۃ النساء۔46)

لیکن اللہ نے اُن کے کفر کے سبب اُن پر لعنت کر رکھی ہے پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَاراً كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوداً غَيْرَهَا لِيَذُوقُواْ الْعَذَابَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَزِيْزاً حَكِيْماً☆

(سورۃ النساء۔56)

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اُن کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے، جب اُن کی کھالیں گل

(جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

وَدُّواْ لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُواْ فَتَكُونُونَ سَوَاء فَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ أَوْلِيَاء حَتَّى يُهَاجِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتَّمُوهُمْ وَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ وَلِيّاً وَلاَ نَصِيراً☆

(سورۃ النساء۔89)

وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ۔ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا اگر (ترکِ وطن کو) قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کردو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔

وَلِلّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُواْ اللّهَ وَإِن تَكْفُرُواْ فَإِنَّ لِلّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَكَانَ اللّهُ غَنِيّاً حَمِيداً☆ (سورۃ النساء۔131)

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اُن کو بھی اور (اے محمد ﷺ!) تم کو بھی ہم نے حکمِ تاکیدی کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کروگے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے نیاز اور حمد و ثنا کا حقدار ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلاً☆ (سورۃ النساء۔137)

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے اُن کو اللہ نہ تو بخشے

گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً☆ (سورۃ النساء۔161)

اوران میں سے جو کافر ہیں ان کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيْلِ اللّهِ قَدْ ضَلُّواْ ضَلاَلاً بَعِيْداً☆ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَظَلَمُواْ لَمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقاً☆ إِلاَّ طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيْراً☆

(سورۃ النساء۔169-167)

جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا وہ رستے سے بھٹک کر دُور جا پڑے۔ جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کرتے رہے اللہ اُن کو بخشنے والا نہیں اور نہ اُنہیں رستہ ہی دکھائے گا۔ ہاں دوزخ کا رستہ جس میں وہ ہمیشہ (جلتے) رہیں گے اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ☆

(سورۃ المائدہ۔10)

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِيْ الأَرْضِ جَمِيْعاً وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُواْ بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ☆

(سورۃ المائدہ۔36)

جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس روئے زمین (کے تمام خزانے اور اس) کا سب مال و متاع ہو اور اس کیساتھ اسی قدر اور بھی ہو تا کہ قیامت کے روز عذاب (سے چھٹکارا حاصل کرنے) کا بدلہ دیں تو اُن سے قبول

نہیں کیا جائے گا اور اُن کو دردناک عذاب ہوگا۔

تَرَی کَثِیراً مِّنۡهُمۡ یَتَوَلَّوۡنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُواۡ لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَهُمۡ أَنفُسُهُمۡ أَن سَخِطَ اللّهُ عَلَیۡهِمۡ وَفِیۡ الۡعَذَابِ هُمۡ خَالِدُونَ☆

(سورۃ المائدہ۔80)

تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے بُرا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے۔

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُواۡ وَکَذَّبُواۡ بِآیَاتِنَا أُوۡلَـئِکَ أَصۡحَابُ الۡجَحِیۡمِ☆

(سورۃ المائدہ۔86)

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

یہ چند آیات قرآن کریم سے لئے گئی ہیں ورنہ قرآن کریم ان آیات سے بھرا پڑا ہے جن میں کفار کا ذکر کیا گیا ہے۔

شرک

شریعت کی اصطلاح میں شرک اسے کہتے ہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں غیر اللہ کو شریک ٹھہرائے جیسا کے باطل مذاہب والے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی بھی پرستش وعبادت کرتے ہیں۔ شرک کفر کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کامل اختیارات اور قدرت کی نفی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت میں دوسروں کو شامل کرنا شرک ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو عالم الغیب سمجھنا شرک ہے۔

شرک کرنے والا بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی کبھی بخشش نہیں ہوگی۔ شرک کے علاوہ دوسرے جو بھی گناہ ہیں جن کو چاہے گا اللہ معاف کردے گا اور جن پر چاہے گا عذاب دے گا۔ شرک بہت ہی بڑا جرم ہے۔ اللہ نے پیدا کیا، اللہ ہی نے اس کو رزق دیا اور اللہ ہی نے اس کی تمام حاجات کو پورا کیا۔ مگر مشرک کی حماقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ دوسرے کا شکر گزار ہو رہا ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہو اور لوگ کسی اور کو اس کا مالک سمجھنے لگیں تو اس مالک کو کتنا ناگوار لگے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے سخت الفاظ میں شرک سے تنبیہ فرمائی ہے اور اس کی سخت ترین سزا کا ذکر کیا ہے کیونکہ کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْماً عَظِيماً☆ (سورۃ النساء۔48)

اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اُس نے بڑا بہتان باندھا۔

إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيداً☆

(سورۃ النساء۔116)

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا

اور جس نے اللہ کیساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دُور جا پڑا۔

شرک، کفر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ہر کام شیطان کے سمجھانے اور اس کے بتلائے ہوئے رستوں سے وجود میں آتا ہے۔ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مجھے مردود قرار دیا ہے تو میں بنی آدم سے اس کا بدلہ لوں گا۔ بنی آدم کا ایک بہت بڑا حصہ اپنی طرف لگا لوں گا اور تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔ اکثر لوگوں کو اپنی اطاعت پر ڈال دوں گا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اور ان کی نسل پھیلنے لگی۔ شیطان مردود بھی دنیا میں آ گیا جو اپنی اکڑ کی وجہ سے مردود ہو گیا تھا، اس نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف ڈالنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید سے ہٹا کر شرک اور کفر کی طرف لگا دیا۔ بتوں، انسانوں اور دوسری اشیاء کی پوجا کی طرف لگا دیا۔ انتہا یہ کہ دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ دیویوں کی بھی پوجا کروادی۔ لات، مناۃ اور عزیٰ یہ سب دیویاں تھیں۔ یہ سب شیطان کے بنائے ہوئے بت تھے جن کی لوگ پوجا کرتے تھے۔ شرک کرنے والے کی حق کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ کسی چیز کی بھی پوجا کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ قبروں کی بھی پوجا کی جانے لگی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ☆ (سورۃ المائدہ۔72)

(اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کیساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

أَيُشْرِكُونَ مَا لاَ يَخْلُقُ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ ☆ **وَلاَ يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْراً وَلاَ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ** ☆ (سورۃ الاعراف۔192-191)

کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔

سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد ان کو مسجدِ حرام میں نہ آنے دیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلاَ يَقْرَبُواْ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَـذَا ☆

(سورۃ التوبہ۔28)

مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (13)وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ (14)وَإِن جَاهَدَاكَ عَلى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (15)

(سورۃ لقمان: 15 - 13)

اور جب لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا! اے (پیارے) بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق وصیت کی ہے۔ اس کی ماں نے بہت تکلیفیں اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک اس کو دودھ پلایا، تاکہ میری اور اپنے ماں باک کی شکر گزاری کرے، (تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور ان کی راہ پر چلنا جو میری طرف متوجہ ہو اور تم سب کو لوٹ کر میری طرف آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم کرتے رہے۔

نفاق

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيراً☆

(سورۃ النساء۔145)

کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں اور
تم اُن کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُواْ أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُواْ مَنْ
أَضَلَّ اللّهُ وَمَن يُضْلِلِ اللّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلاً O(سورۃ النساء ۔ ۸۸)

تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو، حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے
سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اُس کو رستے پر لے آؤ؟ اور جس شخص
کو اللہ گمراہ کر دے تم اُس کیلئے کبھی راستہ نہیں پاؤ گے۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَـؤُلاء دِينُهُمْ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى
اللّهِ فَإِنَّ اللّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ O (سورۃ الانفال ۔ ۴۹)

اس وقت منافق اور (کافر) جن کے دلوں میں مرض تھا کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے مغرور کر رکھا
ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ غالب حکمت والا ہے۔

جس طرح ایمان اور کفر کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں اسی طرح نفاق کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو اعتقادی نفاق ہے یعنی بظاہر اللہ کی توحید، رسالت، فرشتے، حشر ونشر کے اعتقاد رکھنے کا دعویٰ کرنا مگر اندر اندر ان تمام کا انکاری ہونا۔ یہی وہ نفاق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں تھا۔ اسی نفاق کو قرآنِ کریم نے کفر بھی کہا ہے۔ اور اسی نفاق کے بارے میں وہ وعید آئی ہے کہ دوزخ میں منافقیں کا ٹھکانہ کافروں سے بھی نیچے ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ ان منافقیں کی جو عادات،

خصلتیں اور طور طریقے تھے وہ بھی نفاق ہی کہلانے لگے کیونکہ ان میں اکثر باتیں وہی ہیں جو انسان کی اخلاقی اور عملی زندگی کو داغدار کرتی ہیں۔ جو اسلام کی تعلیمات اور اعلیٰ انسانی قدروں کے منافی ہونے کی وجہ سے اسلام سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ جب مسلمانوں کی دینی زندگی میں زوال آیا تو انہوں نے ان باتوں کو اختیار کرنا شروع کر دیا جو منافقین کرتے تھے۔ علمائے دین نے اس کا نام عملی نفاق رکھا۔

جن باتوں کے خلاف تنبیہ کرنا مقصود ہے وہ یہی عملی نفاق ہے۔ یعنی بات چیت میں جھوٹ کو اختیار کرنا، وعدہ کر کے پورا نہ کرنا، امانتوں میں خیانت کرنا ہے۔ مسلمانوں میں ان عادات کا پایا جانا انتہائی خطرناک بات ہے۔ ان بری عادات سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے ورنہ آخرت میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ (مظاہرِ حق)

صحیح البخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن لوگوں میں سب سے بُرا اللہ کے نزدیک وہ ہوگا جو دورخی ہوگا۔ اِس طرف آئے تو ایک چہرے کے ساتھ اور اُس طرف جائے تو دوسرے چہرے کے ساتھ۔ (یعنی جس کے پاس ہو اسی کی جیسی بات کرے)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا چار باتیں جس کسی میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں چار میں سے ایک بات بھی ہو۔ اس میں ایک بات نفاق کی ہے تاوقتیکہ چھوڑ نہ دے۔(وہ چار باتیں یہ ہیں) کہ جب ان کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے ہو خلاف ورزی کرے اور جب لڑے تو بیہودگی کرے۔ (صحیح البخاری)

منافق کی نظر میں جان ایمان سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے اللہ کی راہ میں جان دینے سے کتراتا ہے اور مومن کو اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے وہ اللہ کے لئے جیتا ہے اور اسی کے لئے مرتا ہے، اللہ کے لئے مرنے اور جان دینے سے اسے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

منافق بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ نہیں سمجھ رہے ہوتے کہ اصل دھوکہ وہ خود کھا رہے ہیں کیونکہ اس نفاق کا وبال خود ان ہی پر پڑے گا۔ وہ ہر کام دوغلے پن سے کرتے ہیں جس کہ وجہ سے ہر وقت ان کو دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ کہیں ہماری بات دوسروں کے سامنے کھل نہ جائے۔ منافق فریقین کے درمیان اعتبار کھو چکا ہوتا ہے کوئی بھی فریق اس پر بھروسہ نہیں کرتا چاہے وہ کتنی ہی قسمیں کھائے۔ مسلمانوں کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رازداں نہ بناؤ لیکن منافق ہمیشہ کفار اور مشرکیں کے ساتھ دوستی کا متمنی رہتا ہے کیونکہ اس کو اللہ کی ذات پر بھروسہ

نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے تم لوگوں کو سزا دے کر کچھ نہیں ملتا۔ یہ سزا تمہارے ہی اعمال کا بدلہ ہوتی ہے۔ عذاب کا معاملہ تو تمہارے کفر ونفاق کا تقاضہ ہے جب تم اپنے آپ کو نفاق سے آزاد کرلو اور اپنے نفسوں کو پاک کر کے دنیا میں ایمان اور اللہ کی نعمتوں پر شکر اختیار کرو تو تم آزاد ہو گئے اور سلامتی والے ہو گئے ورنہ ایسی ہلاکت تم پر آئے گی کہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم تمہارا مقدر ہوگی۔

منافق سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ امانت دار ہونے کا دعویدار ہوتا ہے مگر وہ جانتا ہے کہ اصل میں وہ خائن ہے۔ وہ وعدے کی پاسداری کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہ جانتا ہے کہ وہ غدار ہے، کسی عہد و پیمان کا خیال نہیں کرتا۔ وہ اپنے فریق مخالف پر طرح طرح کے الزام لگاتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے وہ ان الزام تراشیوں میں جھوٹا ہے۔ اس کے سارے اخلاقیات کی بنیاد دھوکہ بازی پر مبنی ہوتی ہے۔ جس انسان کے اندر ایسی صفات پائی جائیں اس کے بارے میں نفاق اکبر میں مبتلا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عملی نفاق اگرچہ ایسا گناہ ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا مگر یہ خطرہ ضرور رہتا ہے کہ جب یہ نفاق دل میں جڑ پکڑ لے گا تو وہ اس انسان کو مستقل دھوکہ باز اور بہانہ ساز بنا دے گا اور معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ اس انسان کے دل سے ایمان نکل جائے گا اس کی جگہ دل میں کفر ونفاق بھر جائے گا جو کہ اس کے ان گناہوں کی سزا ہے۔

صحابہ کرامؓ کو نفاق کا خوف:

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے سلف وصالحینؒ میں نفاق کا بے انتہا خوف پایا جاتا تھا۔ حضرت ابودرداءؓ نماز میں جب تشہد سے فارغ ہوتے تو نفاق سے اللہ تعالیٰ کی بہت کثرت سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا:

اے ابودرداءؓ! آپ اور نفاق؟ آپ کو کیا ہو گیا ہے تو فرمانے لگے۔ تم اس چیز کو چھوڑ دو۔ اللہ کی قسم! کوئی شخص ایک لمحہ میں اپنے دین سے مرتد ہو جاتا ہے اور اسی لمحہ اس سے دین چھین لیا جاتا ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: ۳۸۲/۲)

حضرت حنظلہ اسیدیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن میری حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ اے حنظلہؓ! تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا! سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا! جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں جنت اور جہنم کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے

چلے آتے ہیں اور بچوں اور کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں تو ہم بہت سے باتیں بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کیفیت تو میری بھی ہوتی ہے۔ پھر میں اور ابوبکر ؓ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ! حنظلہ ؓ منافق ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں جنت اور جہنم کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیوی بچوں اور اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاتے ہیں تو ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ہر وقت تمہاری وہی حالت رہے جو میرے پاس ہوتی ہے اور ہر وقت اللہ کی یاد میں رہو تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر تم سے مصافحہ کریں۔ لیکن اے حنظلہ! کبھی یہ (ذکر الٰہی کی کیفیت) ہوتی ہے اور کبھی وہ (دنیاوی مشغولیت کی کیفیت) آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ (یعنی اتنا ہی کافی ہے کہ کبھی تمہاری یہ کیفیت ہو اور کبھی وہ)۔ (صحیح المسلم کتاب التوبۃ باب فضل دوام الذکر والفکر۔۔الخ: ۲۷۵۰)

''حنظلہ منافق ہو گیا'' اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں یہ خوف محسوس ہوا کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں ہوتے تھے تو انہیں اللہ کا خوف محسوس ہوتا ہے اور آخرت کی فکر ہوتی تھی۔ لیکن جب آپ ﷺ کی مجلس سے نکل کر اپنے بیوی بچوں میں اور روزگار کے دھندوں میں مصروف ہو جاتے تو وہ کیفیت نہیں رہتی تھی۔ اصل میں نفاق اسے کہتے ہیں کہ دل میں شر انگیزی ہو اور ظاہراً اچھا بن رہا ہو۔ حضرت حنظلہ ؓ کو جو خوف محسوس ہوا وہ نفاق نہیں تھا لیکن وہ اپنے بدلی ہوئی کیفیت سے گھبرا گئے۔

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ فرماتے ہیں! حضرت عمر فاروق ؓ کو ایک جنازے کے لئے بلایا گیا جب وہ آئے تو میں ان سے لپٹ گیا اور ان سے عرض کی کہ آپ ؓ تشریف لے جائیے یہ انسان منافقین میں سے تھا۔ آپ ؓ نے فرمایا! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا میں بھی منافقین میں سے ہوں۔ حضرت حذیفہ ؓ نے کہا! نہیں۔ لیکن آپ کے بعد میں کسی کی قسم پوری نہیں کروں گا یعنی کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے نام بتائے تھے۔

ابن ابی ملیکہ ؒ فرماتے ہیں! میں نے رسول اللہ ﷺ کے تیس صحابہ کرام ؓ کو دیکھا ہے وہ سب اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتے تھے ان میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا تھا کہ وہ جبرائیل ؑ اور میکائیل ؑ جیسے ایمان والا ہے۔ (مدارج السالکین)

کینہ

جب غصہ میں بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو ضبط کرنے سے اس شخص کے دل پر ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے اس کو کینہ اور بغض کہتے ہیں۔ جب غصہ نہیں نکلتا تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے۔ بات بڑھتی ہے اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کینہ وہ ہے جو اختیار سے اور قصداً کسی کی بُرائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ایذا پہنچانے کی تدبیریں بھی اختیار کرے۔ کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور حسد نہ کرو اور غیبت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ جدا رہے۔ (یعنی قطع تعلق رہے)۔ (صحیح البخاری)

حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! پرانی امتوں کا مرض چپکے چپکے تمہاری طرف چل کر آ گیا ہے وہ مرض حسد اور کینہ (بغض) ہے۔ یہ مونڈ دینے والی صفت ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (رواۃ الترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص میرے صحابہؓ سے متعلق کوئی بات مجھ تک نہ پہنچائے (جس سے دل برا ہو) کیونکہ میں چاہتا ہیں کہ (اپنے گھر سے) ان کی طرف اس حال میں نکل کر آؤں کہ میرا سینہ باسلامت ہو۔

(رواۃ الترمذی)

اسلام کا دعویٰ کرنے والے لوگ بھی اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے متعلق دل میں کینہ رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مخالفت دنیا کے مفاد حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں اور یہ مخالفت بعض اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ مار کٹائی کرتے ہیں اور نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَاناً عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ ☆

(سورۃ الحجر۔47)

اوران کے دلوں میں جو کدورت ہوگی اس کو ہم نکال (کر صاف کر) دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

مومنین کو خوشخبری کے طور پر جنت کی کیفیات کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ وہاں وہ سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے اور سلامتی کے ساتھ رہیں گے۔ آپس میں نہ بغض، نہ حسد، نہ دشمنی، نہ مخالفت ہوگی۔ دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف ہوں گے۔ کینہ، کھوٹ اور دشمنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے صاف کر دی جائے گی۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

وَالَّذِيْنَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيْمٌ ☆

(سورۃ الحشر۔10)

اور (ان کے لئے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

کینہ اور حسد سے پاک ہونا جنتی ہونے کی علامت ہے:

ابن کثیرؒ نے بحوالہ امام احمدؒ حضرت انسؓ سے روایت کی ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے سامنے ایک شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے چنانچہ ایک صاحب انصار میں سے آئے جن کی ڈاڑھی سے تازہ وضو کے قطرات ٹپک رہے تھے اور بائیں ہاتھ میں اپنے نعلین لئے ہوئے تھے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور یہی شخص اسی حالت میں داخل ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ مجلس سے اٹھ گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اس شخص کے پیچھے لگے۔ تاکہ اس کے اہل جنت ہونے کا راز معلوم کریں اور ان سے کہا کہ میں نے کسی جھگڑے میں قسم کھالی ہے کہ میں تین روز تک اپنے گھر نہ جاؤں گا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو تین روز کے لئے مجھے اپنے یہاں رہنے کی جگہ دیدیں۔ انہوں نے منظور فرمالیا۔ عبداللہ بن عمروؓ نے یہ تین راتیں ان کے ساتھ گذاریں تو دیکھا کہ رات کو تہجد کے لئے نہیں اٹھتے۔ البتہ جب سونے کے لئے بستر پر جاتے تو کچھ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ پھر صبح کی نماز کے لئے اٹھ جاتے تھے۔ البتہ اس پورے عرصہ میں نے ان کی زبان سے بجز کلمہ خیر کے کوئی کلمہ نہیں سنا۔

جب تین راتیں گذر گئیں اور قریب تھا کہ میرے دل میں ان کے عمل کی حقارت آجائے تو میں نے ان پر اپنا راز کھول

دیا کہ ہمارے گھر کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے تین روز تک یہ سنتا رہا کہ تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جو اہل جنت میں سے ہے اوراس کے بعد تینوں دن آپ ہی آئے اس لئے میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر دیکھوں کہ آپ کا وہ کیا عمل ہے جس کے سبب یہ فضیلت آپ کو حاصل ہوئی۔ مگر عجیب بات ہے کہ میں نے آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ تو وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو اس درجہ پہنچایا۔ انہوں نے کہا میرے پاس تو بجز اس کے کوئی عمل نہیں جو آپ نے دیکھا ہے۔ میں یہ سنکر واپس آنے لگا تو مجھے بلا کر کہا کہ ہاں ایک بات ہے کہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لئے کینہ اور برائی نہیں پاتا اور کسی پر حسد نہیں کرتا۔ جس کو اللہ نے کوئی خیر کی چیز عطا فرمائی ہو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا بس یہی وہ صفت ہے۔ جس نے آپ کو یہ بلند مقام عطا کیا ہے۔

ابن کثیرؒ نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ اس کو امام نسائیؒ نے بھی عمل الیوم اللّیلہ میں نقل کیا ہے اوراس کی اسناد صحیح علیٰ شرط الشیخین ہے۔حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! اے میرے بیٹے! اگر تم قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو۔

پھر فرمایا! اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے۔ لہٰذا جس شخص نے میری سنت کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

نخوت

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ☆

اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کر تو غرور اُس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسوں کے لئے جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ (سورۃ البقرہ۔206)

بہت سے لوگوں میں یہ مرض ہوتا ہے کہ مال، علم، یا عہدے کی وجہ سے نشہ میں چور ہوتے ہیں ہر جگہ شیخیاں بگھارتے ہیں اور فخر جتلاتے ہیں، لوگوں پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ اپنے کمال سے کیا ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کو جو کچھ ملا ہے وہ اللہ نے دیا ہے۔

حرص و طمع، لالچ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ انواع واقسام کے لذیذ کھانے کھائیں گے اور طرح طرح کے کپڑے پہنیں گے، خوبصورت عورتیں اور قیمتی گھوڑے رکھیں گے۔ ان کا پیٹ تھوڑے (کھانے) سے سیر نہیں ہوگا اور وہ بہت زیادہ مال پر بھی قناعت نہیں کریں گے۔ ان کا ہر ایک عمل دنیا کے واسطے ہوگا۔ میں (ﷺ) تم کو حکم دیتا ہوں (تم اپنی اولاد تک یہ بات پہنچا دینا) کہ جو کوئی تمہاری اولاد میں سے ان کو دیکھے۔ اس کو چاہیے کہ ان کو سلام نہ کرے، بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے اور کوئی (اس کے خلاف) کرے گا وہ اسلام کو ویران اور برباد کرنے میں ان کا مددگار ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جس کو ام الامراض کہہ سکتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر غصب کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے انسان بدکاری تک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسان ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال۔ اس کا مال صرف اتنا ہے جو اس نے کھالیا یا (کپڑے) پہن لیا۔ اصل مال اس کا وہ ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ کے ہاں ذخیرہ کر لیا۔

سرورِ کونین ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ یاالٰہی! محمد (ﷺ) کے گھر والوں پر روزی بقدر کفایت عطا فرما۔ تجھے معلوم ہے جو چیز قدر کفایت (ضرورت) سے زیادہ ہوتی ہے وہ خرابی کا باعث ہوتی اور جو قدر کفایت سے کم ہوتی ہے وہ کفر کی طرف لے جاتی ہے اور یہ بھی باعثِ خرابی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفۡسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ ☆

(سورۃ الحشر۔9)

اور جو شخص حرصِ نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

حریص انسان کو جب مال مل جاتا ہے تو اسے خرچ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے فرائض اور واجبات ادا نہیں کرتا۔ اپنے سے متعلق لوگوں کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتا مال کو بھینچ بھینچ کر رکھتا ہے۔ چاہتا ہے کہ تجوریاں بھری رہیں، بینک بیلنس بڑھتا رہے۔ اگر کہیں مال و دولت خرچ ہو جاتی ہے تو اس کی جان نکل جاتی ہے۔ یہی نہ خرچ کرنے کے جذبہ کو

حرص، طمع اور لالچ کہا گیا ہے۔ بلاشبہ حرص ایک بُری خصلت ہے جو انسان کے اندر گھبراہٹ اور بزدلی پیدا کرتی ہے۔

حضرت فقیہہ ابواللیث سمرقندیؒ نے فرمایا کہ حرص کی دو قسمیں ہیں۔

۱) حرصِ مذموم

۲) حرصِ غیر مذموم

حرصِ مذموم یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے روکے۔ مال اس لئے اکٹھا کرے کہ بہت زیادہ ہو جائے اور اس پر فخر کرے۔ دوسرا حرصِ غیر مذموم یہ ہے کہ مال حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ ہو اور نہ ہی اس پر فخر کرے۔ یہ حرص قابلِ مذمت نہیں ہے۔ اس لئے بعض صحابہ اکرامؓ نے مال جمع کیا اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں منع بھی نہیں فرمایا البتہ اس کے ترک کو افضل فرمایا۔

حضرت سیدنا ابوالدرداءؓ نے حرص مذموم کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا! حرص مذموم وہ ہے جس سے اوامر الٰہی باطل ہو جائیں۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ تم اس کی حرص کرتے ہو جس کی کفالت ربِ تعالیٰ عزوجل کے سپرد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق اپنے ذمہ لیا ہے مگر تم اس کی طلب میں حریص ہو اور احکامِ خداوندی کی اتباع نہیں کرتے۔

حضرت مسروقؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا۔ اے ام المومنینؓ! جب حضور نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو اکثر طور پر کیا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنینؓ نے فرمایا! جب آپ ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سنا ہے کہ اگر بنی آدم کے لئے سونے کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کے لئے بھی تمنا کرے گا، بس اولادِ آدم کا پیٹ صرف مٹی سے ہی بھرا جا سکتا ہے اور اللہ عزوجل تائب ہونے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال اس لئے بنایا ہے کہ اس کے ذریعہ نماز قائم کی جائے اور زکوۃ ادا کی جائے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو چیزوں کے سوا ابن آدم کی ہر چیز ضعیف ہو جاتی ہے۔ وہ دو چیزیں حرص اور ہوس ہیں۔ کیونکہ طویل حرص و ہوس آخرت کو بھلا دیتی ہے اور اتباع خواہشات حق سے دور کر دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تین باتوں کا تین آدمیوں کے لئے گمان ہے:

۔ پہلا دنیا کہ حاصل کرنے میں حریص اور اس پر مر مٹنے والے کے لئے ایسی تنگ دستی کہ پھر کبھی مالدار نہ ہوگا۔

۔ دوسرا دنیا کے حاصل کرنے میں ایسا مشغول ہوگا کہ اسے کبھی فرصت نہیں ملے گی۔

۔ تیسرا اس پر بخل کرنے والے کے لئے ایسا غم کہ جسے کبھی خوشی نصیب نہ ہوئی ہو۔

حرص اور طمع کا علاج یہ ہے کہ دل میں یہ سمجھے کہ یہ مال و دولت اس سے وفا نہیں کرے گا اور کرے بھی تو ذلت و رسوائی کے ساتھ اور نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے محرومی ہوگی۔ لوگوں کے دل اللہ کی مرضی کے بغیر مسخر نہیں ہوتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا حاصل کرے گا تو اللہ بھی لوگوں کے دل اس کے لئے مسخر کر دے گا۔ لوگوں کی نظر میں اس کے لئے عزت کا سامان کرے گا اور اللہ کی ناراضگی ہو تو مال دار ہونے کے باوجود ذلیل و خوار ہوگا۔ جب انسان یہ بات سوچ لے کہ میرے نصیب میں جو ہے وہ مل کر رہے گا اور جو میرے نصیب میں نہیں ہے وہ میں حاصل نہیں کر سکتا ہو اس کے اندر قناعت کا جزبہ پیدا ہوگا اور اس کا دل سکون میں رہے گا۔ اللہ کے نیک بندے اور اولیاء اکرام کے پاس اگر کچھ نہ بھی ہو تو وہ مطمئن رہتے ہیں کہ مجھے میرا نصیب مل کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین انسان کے اندر ہمت اور برداشت پیدا کرتا ہے۔ اور اس یقین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے مال، اسباب اور روزی میں برکت پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت عمرو بن عوف ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے اس بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ تم پر دنیا زیادہ وسیع کر دی جائے گی جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کر دی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو گے (حریص ہو جاؤ گے) جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا، اور پھر وہ تم کو برباد کر دے گا جیسا کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا تھا۔ (بخاری و مسلم)

جھوٹ

جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جھوٹ نفاق کا دروازہ ہے۔ جھوٹ بول کر خرید وفروخت کرنے سے برکت ختم ہو جاتی ہے اور رزق میں کمی ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں یہ سخت گناہ کی بات ہے۔ معراج میں رسول اللہ ﷺ نے دو لوگوں کو دیکھا ان میں سے ایک کھڑا ہے دوسرا بیٹھا ہے۔ جو شخص کھڑا تھا وہ بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں لوہے کا آنکڑا ڈال کر اس کے گلے کو اتنا کھینچتا تھا کہ اس کا گلا اس کے کندھے تک پہنچ جاتا تھا۔ اسی طرح دوسری طرف کھینچتا اس وقت تک پہلا اپنی اصل حالت میں آجاتا تھا اور اسی طرح یہ عمل جاری تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹ بولنے والا ہے۔ اس کو قبر میں اسی طرح کا عذاب دیا جارہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن جرادؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا مومن زنا کرسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شاید (یعنی ممکن ہے) پھر فرمایا مؤمن جھوٹ نہیں بولے گا اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اَنَّمَا یُفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ☆

(سورۃ النحل ۔105)

جھوٹ وہ لوگ بولیں گے جو صاحبِ ایمان نہیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جو کوئی مجھ سے جھوٹ کو منسوب کرے میری طرف سے جھوٹ بات کہے۔ اس سے کہہ دو کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (مذاق میں بھی جھوٹی بات کرنے سے منع کیا گیا ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا کہ جو بھی شخص جھوٹی قسم کھالے تا کہ کسی کا مال اس کے ذریعہ حاصل کرلے تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ بہت سے لوگ جھوٹے مقدمے قائم کرتے ہیں، بعض مدعی جھوٹے ہوتے ہیں، بعض گواہ جھوٹے ہوتے ہیں اور جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ جھوٹی شہادت دینا تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے، وہ ہم میں سے نہیں اور ایسا شخص اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (رواہ المسلم)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بدبو سے میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔

حضرت بہز بن حکم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! خرابی ہے اس کے لئے جو محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتا ہو۔ ایسے شخص کے لئے بربادی ہے۔ (ابوداؤد)

جھوٹ ہی وہ عمل ہے جس سے تمام نفسانی بیماریوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ جب ایک دفعہ انسان جھوٹ بولنے کا عادی ہو جائے تو پھر نفس اسے آسانی کے ساتھ دوسرے گناھوں کی طرف راغب کر دیتا ہے۔

دھوکہ و فریب

یُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا وَمَا یَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُم وَمَا یَشْعُرُونَ ☆

(سورۃ البقرہ۔9)

یہ (اپنے تئیں) اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں مگر (درحقیقت)

اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے اور اس (بات) سے بے خبر ہیں☆

یہاں اللہ تعالیٰ منافقین کا ذکر کر رہا ہے کہ یہ لوگ اپنا کفر چھپا کر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ کو معلوم نہیں ہوگا۔ دراصل یہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں ان کا حال کفار سے بھی بدتر ہے۔ یہ لوگ اپنے کئے کی سزا پا کر رہیں گے۔

حضرت واثلہؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی (چیز کو) عیب (کے ساتھ) فروخت کر دیا اور اس سے خریدار کو آگاہ نہیں کیا تو وہ برابر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہے گا یا (فرمایا کہ) اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔ (مشکوۃ المصابیح)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو ڈھیر کے اندر کی تہوں میں انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ بارش کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نمی والے حصہ کو اوپر کیوں نہیں کر دیتے کہ لوگ دیکھ لیں۔ جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ (رواۃ الترمذی)

ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَزِنُواْ بِالقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً O

اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت بہتر ہے۔ (سورۃ الاسراء ۔ ۳۵)

قرآن کریم میں ارشاد ہے!

وَالسَّمَاء رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ (7)أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (8)وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (9)

(سورۃ الرحمٰن: ۹ ۔ ۷)

اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی۔۷۔ کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔۸۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔۹

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! ہلاکت ہے مطففین کے لئے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ (1) الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُواْ عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ (2) وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (3)أَلا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُم مَّبْعُوثُونَ (4) لِيَوْمٍ عَظِيمٍ (5) يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (6)

(سورۃ المطففین :۶ ۔ ۱)

ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لئے کہ جب وہ لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب وہ ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں۔ کیا یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو (مرنے کے بعد) زندہ ہونا ہے اس عظیم دن میں، جس دن سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

یعنی جو لوگ ناپ تول میں کمی کر کے اپنے مال میں اضافہ کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے وارننگ ہے کہ اپنا طریقہ کار

بدل لیں۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے وہاں ایک شخص تھا جسے ابوجہینہ کہتے تھے۔ اس کے پاس دو پیمانے تھے ان میں سے ایک کے ذریعہ لوگوں کوناپ کر دیتا تھا اور دوسرے سے اپنے لئے ناپ کر لیتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے کو مطفف کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ گھٹیا چیز ہی پکڑتا ہے اور وہ بھی چوری اور خیانت ہی کی ایک قسم ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں احسان اور مروت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اسی وجہ سے اس کی سزا " ویل " کے نام سے بیان کی گئی ہے جس کے معنی عذاب کی شدت ہے۔ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں اگر دنیا کے پہاڑ کو جلایا جائے تو وہ گرمی کی شدت سے پگھل جائے گا۔ ناپ تول میں کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو سخت ترین عذاب کی سزا دی تھی۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (85)وَلاَ تَقْعُدُواْ بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجاً وَاذْكُرُواْ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلاً فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ(86)

(سورۃ الاعراف: ۸۶ ۔ ۸۵)

اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا (تو) انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی آ چکی ہے، تو تم ماپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرو، اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں بہتر ہے۔۸۵۔ اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اُسے تم ڈراتے اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُس میں کجی ڈھونڈتے ہو اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم تھوڑے سے تھے تو اللہ نے تمہیں جماعتِ کثیر بنا دیا اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔۸۶۔

یہ حقیقت ہے کہ ایک دوسرے پر رحم دلی اور ہمدردی اسلامی بھائی چارے کا فریضہ ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہر انسان کا دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا، لین دین کرنا اور حسن سلوک کرنا ان کے لئے ضروری قرار دیا۔ ایک مومن ہی نہیں شریف انسان کا تقاضا ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں مخلص رہے، ان کے ساتھ دھوکہ فریب اور ان کے حقوق میں کمی نہ کرے، ناپ وتول اور پیمائش میں کمی نہ کرے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت منع فرمایا ہے اور سزا کی وعیدیں سنائی ہیں۔

ابن ماجہ، بزار، بیہقی، اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا! اے گروہ مہاجرین! پانچ خصلتیں ہیں جن کے متعلق میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم ان خصلتوں کو پاؤ۔ جس قوم میں بے حیائی غالب آجاتی ہے اور لوگ علی الاعلان بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے آباؤ اجداد میں نہ رہی ہوں گی۔ جس قوم کے لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں انہیں قحط سالی اور شدید مشقت اور حکمرانوں کے ظلم میں گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ جس قوم کے لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ روک لیتے ہیں ان پر آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے، اگر چوپائے اور جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو۔ جس قوم کے لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا وعدہ توڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر بیرونی دشمن مسلط کرلیتا ہے اور وہ ان کی چیزوں پر قبضہ کرلیتے ہیں۔ جس قوم کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کو اختیار نہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں لڑا دیتا ہے۔

مال کے بیچتے وقت گاہک کو مال کم دینا ہی صرف ناپ تول میں کمی نہیں ہے بلکہ کسی بھی طرح سے کسی کا مال رکھ لینا، حق مارنا حرام ہے۔ جو لوگ ملازمت کرتے ہیں ان میں جو لوگ تنخواہ پوری لیتے ہیں اور کام پورا نہیں کرتے یا وقت پورا نہیں دیتے وہ بھی ناپ تول میں کمی کے جرم میں آتے ہیں۔

جس طرح حقوق العباد میں کمی کرنے والا مجرم ہے اس طرح حقوق اللہ میں خیانت کرنے والا بھی اسی زمرے میں آتا ہے جو نماز میں پوری طرح رکوع وسجدہ نہیں کرتا، یا دین کے دوسرے فرائض ادا کرنے میں چوری کرتا ہے۔

نسب کی جھوٹی نسبت کرنا

طبرانی اور معجم اوسط میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس کی طرف اس کی نسبت معروف نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جو شخص کسی سے اپنے نسب کی نفی کرے خواہ معمولی سی ہو تو وہ بھی اللہ کے ساتھ کفر ہے۔

امام احمد ؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن سے وہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین سے برأت ظاہر کرنے والا اور ان سے انکار کرنے والا، اپنی اولاد سے برأت ظاہر کرنے والا اور وہ شخص جس پر کچھ لوگوں نے احسان کیا اور وہ ان کی ناشکری کرے اور ان سے برأت ظاہر کرے۔ (مسند احمد)

صحیح بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کو اپنا باپ ہونے کا دعویٰ کرے حالانکہ کہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔

ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ جب آیت لعان نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو عورت کسی قوم میں ایسے شخص کو داخل کرتی ہے جو ان میں سے نہیں ہے۔ وہ اللہ کی ذمہ داری میں بالکل نہیں رہتی اور اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ جو شخص اپنے بچہ کا انکار کرے حالانکہ وہ اسے دیکھ رہا ہو تو اللہ اس کے اور اپنے درمیان حجاب حائل کر دے گا اور اولین و آخرین کے سامنے اسے رسوا کرے گا۔ ایسی غلط نسبت کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

امام احمد ؒ نے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے وہ جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی مہک ستر سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ ابن ماجہ نے پانچ سو سال کی مسافت لکھی ہے۔

ابوداؤد میں حضرت انس ؓ سے روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کیا، کسی اور نسبت کا دعویٰ کیا اس پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی پے در پے لعنت ہوگی۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کیا تو اس نے کفر کیا۔ یہاں کفر سے

اگر ملت اسلامی سے نکل جانے سے مراد نہ بھی لیں اور کفران نعمت مراد لیں تو بھی یہ گناہ کبیرہ ہے۔ وہ لوگ جن کا نسبی تعلق رسول اللہ ﷺ سے نہیں ہوتا اور وہ اپنے نام کے ساتھ ''سیّد'' لکھ کر اپنے آپ کو آلِ رسول ظاہر کرتے ہیں یہ وعید ان کے لئے بھی ہے کیونکہ وہ بھی اپنی نسبت اپنے باپ دادا کے علاوہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

کبھی کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور اس کے حصول کے لئے اسے اپنے نام کی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے تا کہ معاشرے میں اس کی شہرت ہو اور جس کی طرف اس نے خود کو منسوب کیا ہے وہ بھی کسی وجہ سے اس کی تصدیق کر لے یا وہ کوئی پرمٹ نکالنا چاہتا ہے اور کسی جائیداد یا مکان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس قسم کے دنیوی کاموں کے لئے آدمی اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت کی ہے اور جس پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت ہوگی وہ شخص کفران نعمت کا مرتکب ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو۔ جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی جانتے بوجھتے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا کہا اے اللہ کے دشمن حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ الزام اسی پر لوٹ آئے گا۔

(بخاری و مسلم)

بے حیائی

معراج میں جنت اور جہنم کا ذکر کرتے ہوئے آقائے دوجہاں (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ان کے سامنے تازہ اور فربہ گوشت ہے اور ایک طرف سڑا ہوا بدبودار گوشت ہے یہ لوگ تازہ گوشت چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا گوشت کھاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ سلام نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی حلال عورتوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کی طرف اپنی تسکین کے لئے جاتے تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزران عورتوں پر بھی ہوا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی تھیں۔ یعنی زنا کے ذریعہ حاملہ ہوتی تھیں۔ لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں پر بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھا کر انہیں آسمان اور زمین کے درمیان لٹکایا گیا ہے۔

(ابن ہشام)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر دین کا ایک خاص مزاج ہے اور دینِ اسلام کا مزاج حیاء ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حیاء اور ایمان دونوں ساتھ ساتھ ہیں جب ان میں سے ایک چھین جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں میں حیاء نہیں ان میں ایمان بھی نہیں ہے۔ جو مسلمان جیسے جیسے بے حیائی کی طرف بڑھتے جاتے ہیں ویسے ویسے ایمان سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ شریعت نے مسلمان کی عزت و عصمت کے لئے جو قانون بنائے ہیں اس میں پہلی پابندی نظر کی حفاظت ہے۔ جس میں بدنظری کو حرام قرار دیا اور عورتوں کو پردے کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس پر نظریں ڈالنے لگتا ہے۔ (مشکوٰہ المصابیح)

سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرم والا ہے چھپا ہوا ہے۔ شرم کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ سو تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ کر لے۔

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیاء نیکی ہی لاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی عتبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کنواری پردہ دار عورتوں سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔ (رواۃ البخاری)

حیاانسان کا فطری تقاضہ ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی اورانہوں نے جنت میں ممنوعہ پھل کھا لیا تو ان سے ان کا جنتی لباس چھن گیا تو فوراًوہ اپنے جسم درختوں کے پتوں سے ڈھانکنے لگے حالانکہ وہاں ان کو دیکھنے والا کوئی انسان نہ تھا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں شرم رکھی ہے۔ اس وجہ سے بے حیائی کرنے والا غیر فطری عمل کرتا ہے۔ باریک لباس جس سے جسم نظر آئے اس کا پہننا نہ پہننا برابر ہے۔ جومرد یا عورت ایسا لباس پہنے اس کا شمار شرعاً ننگوں میں ہوتا ہے۔ اس بارے میں خاص طور پر عورتوں کے لئے سخت وعید آئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دوزخیوں کی دو جماعتیں ہیں ان میں ایک جماعت ایسی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔ مردوں کا مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی۔ ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھ پائیں گی۔ (رواۃ المسلم)

ایسے باریک کپڑے جس میں سے بدن نظر آئے جس سے کپڑے پہننے کا فائدہ نہ ہو اور ایسا چست لباس جس سے بدن کی ساخت ظاہر ہوتی ہو عریانیت میں آتا ہے۔ اسلام میں ستر ڈھانکنے کی اس قدر تاکید آئی ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے واضع طور پر عورتوں اور مردوں کے ستر کی حد بیان کر دی ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ اس کی پابندی کی جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا حقدار ہوگا۔ مردوں کا مردوں کے سامنے اور عورتوں کا عورتوں کے سامنے بھی عریاں ہونا منع ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بے حیائی جس چیز میں شامل ہوگی اس کو معیوب بنا دے گی اور حیا جس شئے میں ہو گی اسے مزین کر دے گی۔ (رواۃ المسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور بے حیائی ظلم ہے اور ظلم کا نتیجہ دوزخ ہے۔ (رواہ الترمذی)

چوری

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا
كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ☆

(سورۃ المائدہ۔38)

اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ اُن کے فعلوں کی سزا
اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اسلام میں چوری کی سزا چور کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ جب کوئی مرد یا عورت پہلی بار چوری کرے تو اس کا سیدھا ہاتھ گٹے سے کاٹ دیا جائے۔ اس کے بعد دوبارہ چوری کرے تو ٹخنہ سے بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے یہاں تک تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ چوری کرے تو کیا کیا جائے۔ اس کے بارے میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اب کوئی ہاتھ یا پاؤں نہ کاٹا جائے بلکہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرلے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام اوزاعیؒ کا یہی قول ہے اور حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور چوتھی بار چوری کرے تو دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ اگر اس کے بعد بھی چوری کرے تو اسے دوسری کوئی سزا دی جائے یہاں تک کہ توبہ کرلے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی ایسا قول ملتا ہے۔

(انوارالبیان)

چوری کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے اور مال لینے کی کون کون سی صورتیں چوری کہلاتی ہیں جس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور وہ کون کون سے مقامات ہیں جہاں سے چوری کرنے سے ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور پھر ہاتھ کاٹ کر کیا کیا جائے کہ خون بند ہوجائے۔ یہ سب تفصیل فقہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئاً
وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ

أَيۡدِيۡهِنَّ وَأَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِيۡ مَعۡرُوفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيۡمٌ ☆

(سورہ الممتحنہ۔12)

اے پیغمبر جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی، اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نفرت

نفرت بھی نفس کی دوسری بُرائیوں کی طرح ایک بڑی بُرائی ہے۔ یہ تکبر اور حسد کے درمیان سے نکلتی ہے۔ کسی سے نفرت کی بنیادی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس سے نفرت ہو رہی ہے اس کو اپنے سے کمتر سمجھا جا رہا ہے یا اس کی ذات اور عمل میں کوئی چیز ناپسند ہے۔ ناپسندیدگی ابتدا ہے اور اس کی انتہا نفرت ہے۔ کسی کو کسی کی ذات سے نفرت کرنا ایک معیوب اور گناہ کا کام ہے۔ کسی سے اس کی غربت، بیماری یا جسمانی نقص کی وجہ سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان تمام باتوں کی نسبت اللہ کی طرف جاتی ہے۔ ہاں فعل سے نفرت کی جا سکتی ہے۔ مثلاً چوری سے، شراب سے، منافق سے اور دوسرے ایسے اعمال جس سے نفس کی شہوانیت اور شیطانیت ظاہر ہوتی ہو نفرت کرنی چاہیے۔ لیکن اگر کسی شخص میں یہ تمام بیماریاں تھیں اور اب اس نے چھوڑ دیں ان سے توبہ کر کے کنارہ کش ہو گیا ہے تو اس کو پرانی باتوں پر تہمت کرنا یا طعنہ زنی کرنا سخت منع ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں کفار کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے!

وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ☆

(سورۃ المؤمنون۔70)

اور ان میں سے اکثر حق سے نفرت کرتے ہیں۔

کفار کا حق سے انکار بلا وجہ کی نفرت، بغض اور عناد کی وجہ سے تھا جس کے لئے وہ طرح طرح کے بہانے بناتے تھے اور الزام تراشیاں کرتے تھے۔ نفرت کی وجہ سے قریب آنے کے بجائے مزید دور ہوتے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُوراً ☆

(سورۃ فاطر آیت 42)

مگر جب ان کے پاس ہدایت کرنے والا آیا تو اس سے ان کو نفرت ہی بڑھی۔

فحش گوئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسے شخص پر بہشت حرام ہوگی جو فحش گوئی کرے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا! دوزخ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے منہ سے نجاست نکلے گی اور اس کی بدبو سے تمام دوزخی فریاد کریں گے اور دریافت کریں کے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ان کو بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فحش گفتاری کو پسند کرتے تھے اور فحش کلامی کرتے تھے۔ شیخ ابراہیم بن میسرہ ؒ نے کہا کہ جو کوئی فحش بات کہے گا اس کا منہ قیامت کے دن کتے کی طرح ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دے اس پر لعنت ہو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایسا کون کرے گا۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اس کے جواب میں وہ اس گالی دینے والے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو یہ گالی اسی کی طرف سے ہوئی۔ کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مشرکین اور کفار کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح کسی فرد یا قوم پر لعنت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ہاں البتہ فعل پر لعنت کر سکتے ہیں جیسے کافروں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت وغیرہ۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بُرا آدمی وہ ہے کہ لوگ اس کو فحش گوئی کہ وجہ سے چھوڑ دیں۔ (صحیح البخاری)

بدگمانی

جس طرح کسی کے عیب دوسروں سے کہنا درست نہیں ہے اسی طرح اپنے دل سے کہنا بھی درست نہیں ہے۔ یہ بات سخت گناہ کی ہے کہ کسی کے بارے میں بدگمانی کرو بغیر اس کے کہ تم نے کوئی بُرا کام اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور نہ اپنے کانوں سے سنا اور اگرچہ اس بُرے کام کا تم کو یقین ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کا خون، ان کا مال اور ان سے بدگمانی تینوں باتوں کو حرام کیا ہے۔ جو بات دل میں آئے اس پر یقین نہ ہو جب تک دو عادل شاہد نے اس کی خبر نہ دی ہو۔ ورنہ وہ خیال شیطان کی طرف سے ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِن جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيْبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِيْنَ ☆

(سورۃ الحجرات۔6)

مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا ☆

(سورۃ الحجرات۔12)

اے اہلِ ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور نہ کسی کے عیبوں کی جستجو کرو اور نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بن کے رہو۔ (صحیح البخاری)

فضول خرچی

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص اعتدال کے ساتھ خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو (دوسروں سے) بے نیاز کے دے گا اور جو کوئی خرچ میں اسراف (فضول خرچی) کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو افلاس میں رکھے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ☆ (سورۃ الانعام۔141)

اور بے جانہ اڑانا کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً☆ إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً☆

(سورۃ الاسراء۔27-26)

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اڑاؤ کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب (کی نعمتوں) کا کفران کرنے والا (یعنی ناشکرا) ہے۔

گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنا یا بیوی بچوں کی بے جا فرمائشوں میں مال ضائع کرنا فضول خرچی میں آتا ہے۔ بعض لوگ صرف دکھاوے کے کاموں کے لئے قرض لیتے ہیں سود کا کام کرنے لگتے ہیں اور فضول قسم کے رسم ورواج کو نبھانے کے لئے اپنی جان مصیبت میں ڈالتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی الگ مول لیتے ہیں۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کی راہ پر چلتے ہیں۔ صرف دنیا کو دکھانے کے لئے اور تعریف کے چند کلمات سننے کے لئے لوگ اپنے آپ کو دنیا وآخرت کے وبال میں ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤمن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے!

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَاماً ☆

(سورۃ الفرقان۔67)

اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کیساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔

غفلت

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ O

(سورۃ الحشر ۔ ۱۹)

تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ (کے احکامات) کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے ہی لوگ نافرمان (فاسق) ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ O (سورۃ الانبیاء ۔ ۱)

لوگوں کے حساب کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ **غفلت** میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے!

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيْفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْنَ O (سورۃ الاعراف ۔ ۲۰۵)

اور اپنے رب کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پست آواز میں صبح و شام یاد کرتے رہو اور غافل نہ رہا کرو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً O (سورۃ الکہف ۔ ۲۸)

اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھیئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیاوی زندگی کی رونق کے خیال سے ان سے آنکھیں نہ پھیر لیجئے اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِراً مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ O (سورۃ الروم ۔ ۷)

وہ تو صرف اپنی دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

ذٰلِکَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لاَ يَهْدِى الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ O أُولٰئِکَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولٰئِکَ هُمُ الْغَافِلُونَ O (سورۃ النحل:۱۰۸ ۔ ۱۰۷)

یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور یہ کہ اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا وہ لوگ جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے یہی لوگ غافل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِىَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِى غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ O

(سورۃ مریم ۔ ۳۹)

اور آپ ان کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (سورۃ مریم ۔ ۳۹)

بعض لوگ اپنے عمل کے بارے میں نیک گمان کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہیں۔ لیکن ان کو کھرے اور کھوٹے کی تمیز نہیں ہوتی۔ وہ اپنے عملوں میں مگن ہوتے ہیں اور نقصان سے غافل ہوتے ہیں۔ ان کا نفس ان کو اسی پر تسلی دیتا رہتا ہے، ان کے کم عمل کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ ایسے لوگوں میں علماء، عبادت گزار، صوفیا اور امراء سب شامل ہیں۔ بہت سے علماء ایسے ہیں جنہوں نے تمام عمر علم کے حاصل کرنے اور اس کی ترویج میں گزار دی لیکن اپنے ہاتھ، آنکھ، زبان اور شرمگاہ کو گناھوں سے نہ بچا سکے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ علم کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں پہنچنے والوں کو عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے اور ان کی وجہ سے دوسرے لوگ دوزخ سے نجات پائیں گے۔ اس کی مثال اس بیمار کی ہے جس کو جو بیماری ہے اس کے متعلق تمام رات کتاب پڑھتا رہا اس سے متعلق نسخے لکھتا رہا اور پرہیز سے بھی خوب واقف ہے، لیکن دوا نہیں کھاتا کہتا ہے کہ کڑوی ہے۔ اس صورت میں بیماری ٹھیک ہونے کی توقع کرنا

حماقت ہے۔ قیامت کے دن اس عالم پر سب سے زیادہ عذاب ہوگا جس نے علم کے مطابق عمل نہیں کیا۔

ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو بُرے اخلاق سے بچتے ہیں اور دل سے بھی بُرا سمجھتے ہیں لیکن یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے بہتر ہیں جن کے اندر یہ بُرے اخلاق ہیں۔ ان کے اندر تکبر پیدا ہو جاتا ہے جس سے ان کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور نفس اور شیطان ان کو تسلیاں دیتے رہتے ہیں۔ اکثر لوگ نافع اور غیر نافع علم کے متعلق نہیں جانتے، تمام عمر ان علوم کے حصول پر خرچ کر دیتے ہیں جن کے وقتی فائدے ہوتے ہیں اور وہ علوم جن کا فائدہ دنیا میں بھی ہے اور مرنے کے بعد بھی کام آتے ہیں ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اکثر لوگ نماز میں قرآنِ کریم پڑھ رہے ہوتے ہیں لیکن ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے عربی میں دعائیں مانگ رہے ہوتے ہیں اور اس بات سے لاعلم ہوتے ہیں کہ جو الفاظ ادا کر رہے ہیں ان کے کیا معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ غفلت کی عبادت کو پسند نہیں فرماتا۔ ہمارے اندر بعض لوگ ایسے ہیں جو بے انتہا تسبیحات پڑھتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے لیکن غلطی یہ کرتے ہیں کہ ان کا دھیان دوسری طرف ہوتا ہے ان کو احساس بھی نہیں ہو رہا ہوتا کہ وہ اس دوران بدنظری بھی کر رہے ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ عبادت گزاروں کا حلیہ بنا لیتے ہیں اس میں محنت اور مشقت بھی برداشت کرتے ہیں لیکن زُہد کیا ہے اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت جلد نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں۔ کچھ لوگ بہت عبادت گزار ہوتے ہیں۔ قائم اللیل اور صائم الدہر ہوتے ہیں لیکن اخلاقی بُرائیوں سے محفوظ نہیں ہوتے یعنی غیبت، حسد، جھوٹ اور دوسری نفس کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس غفلت کی وجہ سے اپنی نیکیاں برباد کر دیتے ہیں۔ ایک طبقہ ان صوفیوں کا ہے جو اپنے آپ کو حق پر سمجھ کے دوسرے تمام طبقوں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔ ظاہری وضع قطع دینداروں جیسی ہوتی ہیں لیکن اندر سے کام شیطانوں جیسے ہوتے ہیں۔

تصوف خصوصی طور پر تین باتوں کی تعلیم دیتا ہے اپنے نفس کو مغلوب اور مطیع کرنا، غصہ کو قابو میں رکھنا اور حرص اور طمع سے بچنا۔ تصوف میں سالک کی نظر دنیا کے مقابلہ میں آخرت پر ہوتی ہے اس کا ہر عمل آخرت کو مدِ نظر رکھ کر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اطاعت اور تسلیم ورضا مقصود ہوتی ہے۔ صوفیوں کا ایک طبقہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے اور اپنے کو دوسروں سے حقیر سمجھتا ہے اور لوگوں کو بھی یہی تاثر دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے معاملہ اس کی نیت کے حساب سے کرے گا ظاہر سے نہیں۔

ضد

ضد نفس کی وہ بیماری ہے جس کی جڑ تکبر اور جہالت ہے۔ ضدی انسان اپنی بات سب سے بلند سمجھتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا جو خیال یا فیصلہ ہے وہ سب سے افضل ہے اس لئے سب کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اپنی بات کو منوانے کے لئے وہ زیادتی کی حد تک چلا جاتا ہے۔ دوسری وجہ جہالت ہے ضدی شخص کی سمجھ میں دوسرے کی بات نہیں آتی۔ اس لئے وہ موازنہ نہیں کر پا رہا ہوتا کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ اس کے اندر برداشت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی اپنا نقصان بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن اس کا نفس اس کو اپنی بات پر ڈٹا رہنے کی مسلسل ترغیب دیتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعیدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا۔ کسی شخص نے اس کا گھوڑا مار دیا۔ اس نے کہا کہ آپ مجھ سے گھوڑے کا ہرجانہ اور تاوان لے لیں۔ اس نے کہا کہ مجھے تاوان کی ضرورت نہیں اپنا گھوڑا ہی لینا ہے چنانچہ لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا۔ یہ جھگڑا دونوں قبیلوں میں لڑائی کی شکل اختیار کر گیا۔ کئی آدمی قتل ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں اور بچے یتیم ہوئے۔ گھر ویران ہو گئے یہ سارا معاملہ ایک شخص کی ضد کی وجہ سے ہوا۔

سود کھانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون☆

(سورۃ آلِ عمران۔130)

اے ایمان والو! دُگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ نجات حاصل کرو۔

سود ایک ایسی معاشرتی لعنت ہے جس کی اقتصادی تباہ کاریوں نے ہمیشہ سے غریب کا خون چوس کر سرمایہ داروں کی آبیاری کی ہے، غریب کے سسکتے وجود سے سرمایہ دار کی ہوس کو غذا بخشی ہے۔ اسلام نے تجارت اور قرض دونوں میں سود کو حرام قرار دیا ہے اور اس کا ارتکاب کرنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ جو مسلمان سود کے حرام ہونے کا قائل نہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، سودی لین دین کا کاغذ لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر سب ہی پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب (اصل گناہ) میں برابر ہیں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ (صحیح المسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جب سود کھانے والوں کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہے گا اور اگر کوئی شخص ایسا باقی رہے گا تو وہ سود کے بخار میں مبتلا ہوگا۔

(بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سود کے غبار میں مبتلا ہوگا)۔ (احمدؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ)

یعنی کوئی بلواسطہ سود کھائے گا اور کوئی بلا واسطہ سود کھائے گا اور کوئی بالکل ہی غیر شعوری طور پر اس کے اثر میں ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے۔ اس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

قطع رحمی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً O (سورۃ النساء ۔ ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اللہ جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور قطع رحمی سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس اللہ سے ڈرو جس کا تم واسطہ دے کر سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو۔

قریب ہے کہ تم لوگ بااختیار ہو جاؤ تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور قطع رحمی کرو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور انہیں گونگا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ ایک اور جگہ فرمایا!

الَّذِیْنَ یَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِیْثَاقِهِ وَیَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن یُوصَلَ وَیُفْسِدُونَ فِیْ الأَرْضِ أُولَـئِکَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ☆ (سورۃ البقرہ ۔ ۲۷)

جو لوگ اللہ کا وعدہ پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اور جن رشتوں کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے انہیں قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب اللہ تعالیٰ ان کی تخلیق سے فارغ ہو چکا تو " رحم " نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ قطع تعلقی سے تیری پناہ میں آنے والوں کا ٹھکانا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہاں! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے توڑے تو میں اسے توڑوں۔ اس نے عرض کیا! کیوں نہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ پھر یہ مقام تیرا ہوا، اس کے بعد

رسول اللہ ﷺ نے سورۃ محمد کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ O (سورۃ محمد - ۲۲)

اے منافقو! تم عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کوئی گناہ ایسا نہیں جو اس بات کا زیادہ حق دار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا ہی میں فوری سزا دے دے اور آخرت میں بھی اس کے لئے سزا کو ذخیرہ کرلے، صرف سرکشی اور قطع رحمی ایسے گناہ ہیں۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

امام احمدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ بنو آدم کے اعمال ہر جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو پیش کئے جاتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔

اصبہانیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج ہماری محفل میں قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص نہ بیٹھے۔ یہ سن کر حلقہ میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اپنی خالہ کے پاس پہنچا، ان دونوں کے درمیان ناراضگی چل رہی تھی، اس نے اپنی خالہ سے معافی مانگی اور اس کی خالہ نے اسے معاف کردیا۔ پھر وہ نوجوان دوبارہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔

حضرت باقرؒ نے اپنے والد گرامی حضرت زین العابدینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی قطع رحمی کرنے والے شخص کی ہم نشینی مت اختیار کرو۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اس پر لعنت کی گئی ہے اور اس کے نقصان کے لوازمات میں سے لعنت بھی ہے۔

بخاری و مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی سفر کے دوران ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ گیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی لگام پکڑ لی اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وہ بات بتا دیجئے جو مجھے جنت سے قریب کردے اور جہنم سے دور کردے۔ رسول اللہ ﷺ رک گئے اور اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا! اس شخص کو نیکی کی توفیق مل گئی، پھر اس سے دوبارہ سوال دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، اور صلہ رحمی کرو۔

ابن حبانؒ اور بیہقیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بہترین آدمی کون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو، اور سب سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا ہو۔

امام مسلمؒ نے ایک صحابی کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے کچھ قریبی رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلقی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ درگزر کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جیسا کہ تم نے کہا اگر حقیقت ویسی ہی ہو تو گویا تم ان کے چہروں پر راکھ بکھیر رہے ہو اور جب تک تم اپنی اس روش پر قائم رہو گے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ مددگار موجود رہے گا۔ (مسلم)

طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں گی، اللہ اس سے آسان حساب لے گا اور اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ لوگوں نے تفصیل پوچھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو، جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو، اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جب تم یہ کام کرلو گے تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ سب سے جلدی ثواب والی نیکی حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے اور سب سے جلدی سزا والی بدی سرکشی اور قطع رحمی ہے۔

صلہ رحمی کا حقدار ہر وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو انسان سے جڑا ہوا ہوتا ہے خواہ اس کا رشتہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو۔ ایک مسلمان کو قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے اور جس حد تک ہو سکے ان کے ساتھ مالی و معاشرتی اعانت کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص کو یہ پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراغی اور عمر میں برکت ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (بخاری و مسلم)

خودکشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلاَ تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً O وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَاناً وَظُلْماً فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَاراً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيراً O

(سورۃ النساء: ۳۰ ـ ۲۹)

مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر آپس کی رضا مندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔۲۹۔ اور جو ناحق وظلم سے ایسا کرے گا ہم اُس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔۳۰

اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ بڑا مہربان ہے، جو شخص سرکشی اور ناحق طور پر ایسا کرے گا تو عنقریب اسے ہم جہنم میں ڈالیں گے اور یہ بات اللہ پر بہت آسان ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اسے اپنے آپ کو قتل کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لے، وہ جہنم کی آگ میں اسی طرح سے ہمیشہ پہاڑ کی چوٹی سے گرتا رہے گا۔ جو شخص زہر کھا کر خودکشی کرے تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں ہمیشہ کھاتا رہے گا۔ جو شخص کسی تیز دھار والے آلہ سے اپنے آپ کو قتل کرے گا وہ آلہ اس کے ہاتھ میں رہے گا اور وہ جہنم میں ہمیشہ اپنے پیٹ میں کھونپتا رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کر لے وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا۔ جو شخص اپنے آپ کو نیزہ مار کر خودکشی کر لے وہ جہنم میں بھی اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا۔ جو شخص جس چیز سے خودکشی کرتا ہے اسے قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی مشرکین سے جنگ ہوئی۔ مسلمان فوج میں ایک آدمی ایسا تھا جو نہایت بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی مدد بھی کر رہا تھا۔ جنگ سے فارغ ہو کر

جب دونوں لشکر واپس ہوئے تو لوگ کہنے لگے کہ آج فلاں شخص نے جیسا مقابلہ کیا ہے ہم میں سے کسی نے اس طرح کا مقابلہ نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا! آگاہ ہوجاؤ وہ اہل جہنم میں سے ہے۔ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ شخص بھی اہل جہنم میں سے ہے تو پھر ہم میں سے کون جنتی ہوگا۔ حاضرین محفل میں سے ایک شخص نے کہا کہ اب میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں گا (تاکہ پتہ چل سکے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قدر جرأت کے ساتھ لڑنے کے باوجود اسے اہل جہنم میں کیوں شمار کیا ہے) چنانچہ وہ اس کے ساتھ رہنے لگا، جہاں وہ رکتا میں بھی رک جاتا اور جہاں وہ تیزی کرتا تو میں بھی تیزی کرتا۔ وہ بہادر آدمی شدید زخمی ہوگیا تھا۔ اس نے زخموں کو برداشت کرنے کی ہمت جب اپنے اندر نہیں پائی تو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار اپنے سینے میں گھونپ کر خودکشی کرلی۔

یہ دیکھ کے اس کا ساتھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے آپ (ﷺ) نے جس آدمی کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے، تو لوگوں کو یہ چیز بہت بھاری محسوس ہوئی، میں نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہاری طرف سے اس بات کا ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکل گیا حتیٰ کے وہ شدید زخمی ہوگیا تھا اور اس کو زخموں کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رہی تو اس نے خودکشی کرلی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات انسان لوگوں کو اہل جنت کے اعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان لوگوں کو اہل جہنم کے اعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

ابن حبان ؒ نے حضرت ابوقلابہ ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ثابت بن ضحاک ؓ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم کھائے گا وہ ایسا ہی ہوگا جس طرح اس نے کہا (یعنی اسلام سے خارج ہوکر اسی دین میں داخل ہوجائے گا جس کی اس نے قسم کھائی ہے) اور جس نے کسی چیز سے خودکشی کی قیامت کے دن اسی چیز سے اسے عذاب دیا جائے گا اور جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس کی نذر نہیں ہے اور مومن پر لعنت ملامت کرنا ایسا ہے جیسے اس کو مار ڈالنا اور جس نے کسی مومن پر کفر کا الزام لگایا وہ ایسا ہوگا جیسے اس نے اسے قتل کردیا اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو ذبح کردیا قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح سے لغوبات پر لغو قسم کھانا بھی حرام ہے۔

جھوٹی گواہی دینا یا اسے قبول کرنا

شرعی اور غیر شرعی حاکم کے سامنے کسی ایسی چیز کی گواہی دینا جس کا اسے کوئی علم نہ ہو یا جس کی اسے تحقیق نہ ہو اور بلا تحقیق، باطل اور جھوٹ باتیں منہ سے نکالتا ہو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، اگر لوگوں کو محض ان کے دعوے پر دیا جائے (یعنی گواہ نہ طلب کئے جائیں) تو لوگ اپنے آدمیوں کے خون اور مال کا (جھوٹا) دعویٰ کرنے لگیں گے۔ (مسلم)

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (جن کا نام نفیع بن حارث تھا) سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا! میں تمہیں اکبر الکبائر کے بارے میں نہ بتاؤں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، نبی کریم ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ (ﷺ) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ آگاہ ہو جاؤ، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، یہ جملہ نبی کریم ﷺ بار بار دہرانے لگے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے۔ کاش! نبی کریم ﷺ خاموش ہو جائیں۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے۔

تین مرتبہ یہ کہنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ذَلِکَ وَمَن یُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ وَأُحِلَّتْ لَکُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا یُتْلَى عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ O حُنَفَاء لِلَّهِ غَیْرَ مُشْرِکِینَ بِهِ وَمَن یُشْرِکْ بِاللَّهِ فَکَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاء فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ أَوْ تَهْوِی بِهِ الرِّیحُ فِی مَکَانٍ سَحِیقٍ O

(سورۃ الحج: ۳۱۔۳۰)

یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے اُن کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے

جاتے ہیں تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔۳۰۔ صرف ایک اللہ کے ہوکر اور اُس کیساتھ شریک نہ ٹھہرا کر اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دُور جگہ اُڑا کر پھینک دے۔۳۱

بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو، اللہ کے لئے یکسو ہو جاؤ، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ایک روایت میں فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم ثابت کردے۔ طبرانی میں روایت ہے کہ جس شخص کو گواہی کے لئے بلایا جائے اور وہ گواہی کو چھپائے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے جھوٹی گواہی دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِى عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئاً فَإن كَانَ الَّذِى عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيْدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى وَلاَ يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا دُعُواْ وَلاَ تَسْأَمُوْاْ أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيْراً أَو كَبِيْراً إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّهِ وَأَقْومُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُواْ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوْاْ إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلاَ يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيْدٌ وَإِن تَفْعَلُواْ فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّهُ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ☆

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۸۲)

مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کیلئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اُس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اُسے اللہ نے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔ اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور اللہ سے کہ جو اُس کا مالک ہے خوف کرے اور زرِ قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے۔ اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اُس کا ولی ہو وہ انصاف کیساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی اور جب گواہ (گواہی کیلئے) طلب کئے جائیں تو انکار نہ کریں۔ اور قرض تھوڑا ہو یا بہت اُس (کی دستاویز) کے لکھنے لکھانے میں کاہلی نہ کرنا۔ یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے۔ اور شہادت کیلئے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے۔ اس سے تمہیں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جب خرید وفرخت کیا کرو تو بھی گواہ کر لیا کرو اور کاتبِ دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح نقصان نہ کریں۔ اگر تم (لوگ) ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو اور (دیکھو کہ) وہ تمہیں (کیسی مفید باتیں) سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

گواہی چھپانا گناہ ہے

آج مسلم معاشرے میں جھوٹی گواہی دینے کا عام رواج ہے اور اسے برا بھی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر فریق ثانی ناپسندیدہ شخص ہو یا اس کے تعلقات اچھے نہ ہوں اور اس کے ساتھ کوئی ظلم ہو رہا ہو اور یہ شخص جانتا ہو کہ اس کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی دل میں بغض کی وجہ سے اس کے حق میں گواہی دینے سے گریز کرتے ہیں جو بہت بری بات ہے اور اس سے انسان گناہ گار ہو جاتا ہے۔

جھوٹی گواہی یا تو رشوت لے کر دی جاتی ہے اور جو کچھ کہلوایا جاتا ہے بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیا جاتا ہے یا قرابت داری اور آپس میں تعلقات ہونے کی وجہ سے اس قسم کی گواہی دی جاتی ہے۔ جیسے اپنے بھائی، خاندان یا رشتہ دار کی حمایت میں وہی کچھ کہا جاتا ہے جو ان کے حق میں ہو یا ان کی حمایت میں ان لوگوں کے خلاف گواہی دی جاتی ہے جن سے ان کا جھگڑا چل رہا ہو۔ جن کے خلاف گواہی دینا ان کے اپنے عزیز کے مفاد میں ہو اور کبھی اس لئے بھی کسی کی حمایت میں گواہی دے دی جاتی ہے کہ وہ مال اور مرتبہ میں اونچا درجہ رکھتا ہو یا ان کا تعلق کسی حکومتی عہدے سے ہو۔ یہ اور ان کے علاوہ ایسے تمام بدترین مقاصد کے لئے گواہی دینا اسی زمرے میں آتا ہے کہ جن کا مقصد آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا یا حق کے خلاف باطل کی حمایت کرنا ہوتا ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والا حق کی گواہی دینے کے بجائے باطل کی گواہی دیتا ہے اور فریق مخالف کے خلاف جزوی یا مکمل طور پر ناحق کی شہادت دیتا ہے۔ اس طرح سے وہ ظلم کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ایک تو یہ کہ اس نے اپنے لئے گناہ کا کام کیا دوسرے جس کے خلاف جھوٹی گواہی دی اس پر ظلم کیا۔ اور اگر اس کی جھوٹی گواہی کی بنیاد پر قاضی یا جج نے غلط فیصلہ دیا تو اس کی وبال بھی اس کے سر پر ہوگا۔

تصاویر بنانا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک وہ لوگ جو تصاویر بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم نے جو تصویریں بنائی ہیں ان کو زندہ کرو۔ (بخاری و مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے گھر کے دروازے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ پس جب اسے آپ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا! اے عائشہ! قیامت والے دن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی پیدا ہوئی چیزوں میں اس کی نقل اتارتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں! میں نے اس پردے کو کاٹ دیا اور اس کے ایک یا دو تکیے بنا لئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ہر تصویر بنانے والا جہنمی ہے۔ اس کی ہر تصویر کے بدلے میں جو اس نے بنائی ہے ایک شخص پیدا کیا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔

ابن عباسؓ نے فرمایا! پس اگر تم نے تصویر ضرور ہی بنانی ہو تو درخت کی اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ جس میں روح نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس پر کوئی (جاندار کی) تصویر ہو، آپ ﷺ تصویر والی چیز کو توڑ دیتے تھے۔ (بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تخلیق میں اللہ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں (یعنی تصاویر بناتے ہیں)۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے ہاں سخت ترین عذاب کا موجب تصویر بنانے والا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سعید بن ابوالحسن تابعیؒ ایک دن حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، ابن عباسؓ! میری معاشی زندگی کا انحصار میرے ہاتھوں کی محنت مزدوری پر ہے، تصاریر بناتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ میں کیا کروں کیونکہ شریعت نے اس پیشہ کو حرام قرار دیا ہے اور مجھے کوئی دوسرا کام آتا نہیں ہے جس کے ذریعہ میں اپنی روزی کا بندوبست کروں۔ کیا اس مجبوری کی وجہ سے میرے لئے یہ پیشہ جائز ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے جب یہ دیکھا کہ تصویر کشی سے اس شخص کا تعلق بہت مضبوط ہے اور شاید میرے منع کرنے سے بھی یہ شخص باز نہ آئے تو انہوں نے اسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک سنائی اور انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے اس بات کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہوں گا جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے (تو تم توجہ سے سنو) میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تصاویر بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کرے گا یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونک دے، وہ اس تصویر میں ہرگز روح نہیں پھونک سکے گا۔ اس شخص نے جب یہ سنا تو اس نے گہرا سانس لیا اور اس کو چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ تم پر افسوس ہے اگر تم اس تصویر سازی کے علاوہ اور کوئی پیشہ اختیار کرنے سے انکار کرتے ہو تو کیونکہ تم اور کوئی پیشہ نہیں جانتے تو ایسا کرو کہ ان درختوں کی اور ان چیزوں کی تصاویر بناؤ جو بے جان ہوں۔ (بخاری)

تصویر بنانے والے نے جتنی تعداد میں تصاویر بنائی ہوں گی اسی حساب سے اسے عذاب دیا جائے گا۔ جتنی تصاویر زیادہ ہوگی اتنا ہی عذاب بھی زیادہ ہوگا۔ اس میں شادیوں، تقاریب اور جلسوں اور جلوسوں وغیرہ کی ویڈیو فلمیں بنانے والوں کے لئے بھی سخت وعید ہے کہ بیک وقت سینکڑوں، ہزاروں اور بعض دفعہ لاکھوں آدمیوں کی تصویریں بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ اس کاروبار کو حرام جانتے ہوئے لالچ کی وجہ سے کر رہے ہیں تو قیامت میں اس کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور اگر وہ اسے حلال سمجھ کر کر رہے ہیں جبکہ اسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے تو وہ اپنے اس فعل سے کافر قرار پائیں گے اور ان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وعید صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو ہاتھ سے تصویر بناتے ہیں یا مجسمے تراشتے ہیں اور کیمرے کی تصویر، تصویر نہیں بلکہ عکس ہے تو ایسا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے اور ویڈیو کے ذریعہ سے۔ وہ تصویر ہے اور اس کے بنانے اور بنوانے والا جہنم کی آگ کا مستحق ہے۔ البتہ فطری مناظر کی جیسے نہر، درخت، پہاڑ وغیرہ جن میں روح نہیں ہے تصویر بنانا جائز ہے۔ (ریاض الصالحین: ج۲ص۴۲۱)

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا تصویر بنانے والے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔ پس انہوں نے آنے میں تاخیر کر دی حتیٰ کے یہ انتظار رسول اللہ ﷺ پر نہایت گراں گزرا۔ بالآخر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام ملے۔ آپ ﷺ نے ان سے دیر سے آنے کی شکایت کی تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا! ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری)

حضرت ابوالھیاج حیان بن حصین ؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے فرمایا! کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا۔ وہ یہ کہ کوئی تصویر دیکھو تو اسے مٹا دو اور کوئی اونچی قبر پاؤ تو اسے برابر کر دو۔ (مسلم)

نوٹ: یہ تصویر جس کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ جاندار کی تصاویر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام ؓ کی تصویر کشی کرنا:

اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں یہودیوں اور کینہ پرور عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ رسول کی زندگی پر گمراہ کن تصویریں اور فلمیں بنائی ہیں اور یہ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ کچھ نام نہاد مسلمان بھی اس شرم ناک حرکت میں ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور اب تو یہ بات بہت عام ہو گئی ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام پر باقاعدہ فلمیں بننے لگی ہیں اور مسلم دنیا کی عوام الناس اس کو شوق سے دیکھتی ہے۔ جب علماء کرام اس پر تنقید کرتے ہیں یا احتجاج کرتے ہیں تو ان کو تنگ نظر اور پرانے خیالات کا انسان کہا جاتا ہے۔ جبکہ یہ حرکتیں رسول اللہ ﷺ کے مراتب کے سراسر منافی اور نبوت کے منصب کے بالکل خلاف ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا مقام و منصب کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے اور اس بات کو مسلمان اور غیر مسلم سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عزت و اکرام کی کس قدر تاکید کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کی محبت میں جان و مال اور عزت و آبرو سب قربان کر دینے کا حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ O (سورۃ التوبہ ۔ ۲۴)

کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اس کے نزدیک اس کی اولاد اس کے والد اور تمام لوگوں کی نسبت زیادہ پسندیدہ نہ ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر فلمیں بنانا ان کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔ فلم بنانے والے فلم میں لہو ولہب اور جھوٹی باتیں بھی شامل کر دیتے ہیں تا کہ چاشنی پیدا کی جائے اور عوام شوق سے اسے دیکھیں۔ بعض اوقات فلم بندی کرتے ہوئے کسی منظر کو ہنسی مذاق اور طنز کا نشانہ بناتے ہیں جو سراسر فسق وکفر ہے۔ اگر اس طرح کرنے والے توبہ نہ کریں تو وہ مرتد ہونے کی وجہ سے واجب قتل ہیں۔ اس قسم کی فلم بندی کو حرام یا ناجائز کہہ کر ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ ان فلم بنانے والوں کو لعنت ملامت کر کے چھوڑ دینا کافی ہے ان کو ان کے کئے کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔ اس طرح کی فلمیں بنانا، ان کا دیکھنا اور ان کی حمایت کرنا اور ان سے تعاون کرنا سب ناجائز اور حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۶۵)

اور اگر تم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔
کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟

ابن عربی مغافری فرماتے ہیں کہ یہ برا عمل دونوں لحاظ سے ناجائز ہے چاہے سنجیدگی سے کیا جائے یا تفریحاً کیا جائے۔ اس کا یہ عمل کفر ہوگا کیونکہ تمسخر کے ساتھ کفریہ کلمات بکنا بھی کفر ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور اہل بیتِ رسول یا اصحابِ رسول کی زندگی پر فلم بنانا یا اسٹیج ڈرامہ کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اس فعل کا مرتکب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لہوولہب کرتا ہے اور وہ باتیں بھی شامل کر دیتا ہے جو ان کی ذات سے ثابت نہیں ہیں اس طرح وہ بہتان کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام میں بھی بہت سی غیر اسلامی باتیں شامل ہونے لگیں اور اس کی اصل شکل پر پردے پڑنے لگے۔ تصوف وسلوک سے متعلق جو باتیں مشہور ہوئیں ان سے اس کا نام سنتے ہی ترک دنیا، گوشہ نشینی، نفس کشی، لوگوں سے میل جول ختم ہونے کے ساتھ ساتھ رہبانیت کا نقشہ نگاہوں میں آتا ہے۔ ان تصورات کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں دین و دنیا ایک دوسرے کی ضد نظر آنے لگے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا کہ دنیا کے ہوتے ہوئے آخرت کا ملنا محال ہے۔ بیوی بچوں کی موجودگی میں ذات باری تعالیٰ سے تعلق ناممکن ہے اور دنیا کے آرام کی وجہ سے جنت کے عیش و آرام سے محرومی ہے۔ اپنے جسم کو اذیت دینا بندگی قرار دیا۔ پس صحیح دین پر چلنے کی اس قدر مشکل اور ناپسندیدہ تصویر کشی کی گئی کہ عام آدمی اس سے ڈر گیا اور باطنی اصلاح کے طریقوں کو سلام سے الگ ہندوؤں سے ملتی جلتی کوئی چیز سمجھنے لگا۔ اس طرح دو طبقے بن گئے جو ایک دوسرے کی ضد تھے۔ علمائے حق نے ہمیشہ اس غلط تقسیم کی تردید فرمائی ہے، ہمیشہ دین و دنیا کی وحدت، عبادت کی وسعت، مجاہدات میں سہولت، جائز تعلقات کو قائم رکھنے اور اس کو نبھانے اور حقوق العباد کی ادائیگی کا درس دیتے رہے، اور ان غلطیوں اور گمراہیوں کا ازالہ کرتے رہے جس نے تصوف وسلوک کی افادیت کو ایک دائرہ میں محدود اور حق تک پہنچنے کو انتہائی مشکل و دشوار بنا دیا۔

اس کے علاوہ ایک گمراہ کن پروپگنڈا بھی تصوف کے خلاف کیا جاتا ہے۔ صوفی روحانی صلاحیت اور باطنی استعداد کو متحرک کرنے کے لئے جب خانقاہ میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کچھ عرصہ رہتا ہے تو اسے مخالفین راہب اور تارک دنیا کہنے لگتے ہیں۔ جب کوئی طالب علم دنیاوی علوم حاصل کرنے کے لئے، ملازم حاکم کی اطاعت کے لئے، مزدور مزدوری کے لئے اور کارخانوں میں کام کرنے کے لئے سالہا سال جب گھر اور وطن سے دور رہتے ہیں تو کوئی نہیں کہتا کہ یہ تارک الدنیا ہے۔ سالک خانقاہ میں رہ کر اپنی باطنی کیفیت کا مشاہدہ کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرتا ہے، اللہ کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو اس کا اہل بناتا ہے، اللہ کا دوست بن کر خوف و غم سے نجات حاصل کرتا ہے تو دنیا دار اسے راہب اور دنیا سے بیزار کے القاب سے نوازتے ہیں۔

تصوف دین اسلام کی روح ہے اور اسلام کے اصولوں پر اس کی تدوین ہوئی ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ دوسرے علوم کی طرح روحانی طالب علم دن رات محنت کر کے وقت لگا کر یہ روحانی علم سیکھتا ہے اور جب علم کی تکمیل ہو جاتی ہے تو گوشہ نشینی یا ہوسٹل کی رہائش ترک کر دیتا ہے اور دنیا کے سارے کام پورے کرتا ہے۔

حضرت ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لشکر میں نکلے تو دوران سفر جب ہم میں سے ایک شخص ایسے غار یا وادی سے گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزہ تھا تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ اس غار میں رہ جائے اور دنیا سے کنارہ کشی کرلے۔ چنانچہ اس بارے میں اس نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا! نہ تو میں دین یہودیت دے کر دنیا میں بھیجا گیا ہوں اور نہ دین عیسائیت دے کر کہ میں تم لوگوں کو رہبانیت کی تعلیم دوں اور بے جا مشقت اور تکلیف میں مبتلا کروں اور لوگوں کے ساتھ رہن سہن اور دنیاوی لذات سے کنارہ کشی کی اجازت دوں بلکہ میں تو دینِ حنیف دے کر بھیجا گیا ہوں جو ایک آسان دین ہے جس میں نہ تو انسانیت کے لئے بیجا تکلیف اور حرج ہے اور نہ زائد از ضرورت مشقت و محنت ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے دن کے صرف ابتدائی اور آخری حصہ میں یعنی صبح و شام کو اللہ کی راہ میں جہاد میں چلے جانا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا میدان جنگ میں جماعت کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی تنہائی میں پڑھی گئی نمازوں سے بہتر ہے۔

(مسند احمد)

کاہنوں، نجومیوں اور قیافہ شناسوں کے ذریعے بدشگونی معلوم کرنا شرک ہے

ابوداؤد حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بدشگونی شرک ہے۔ اگر ہم میں سے کسی میں یہ عادت پائی جاتی ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اسے ختم کرنے کی کوشش کرے۔

حافظ ابوالقاسم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم میں (یعنی امت محمدیہ میں) سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی آسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس بدشگونی کو ہر اس شخص کے دل سے دور کر دے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر توکل رکھے اور اس بدشگونی پر اپنے آپ کو ایمان و یقین پر ثابت قدم رکھے۔

اسلامی عقائد کی بنیاد یہ ہے کہ صاحب ایمان یہ عقیدہ رکھے کہ صرف اللہ تعالی کی ذات کائنات کی خالق، اس کی مالک اور اس کی نگران ہے۔ اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، کوئی مخلوق خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، پیغمبر ہوں یا کوئی اور کائنات کے نظم و نسق یا اس کی نگرانی میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ بندوں کے امور کی تدبیر کا کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے، نہ کسی کی قسمت بنانے یا بگاڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! وہ کچھ نہیں ہیں (یعنی ان کی باتوں کا اعتبار نہیں) انہوں نے عرض کیا، یا رسول (ﷺ)! وہ بعض دفعہ ہمیں کچھ چیزوں کے بارے میں بتاتے ہیں اور وہ بات سچ نکلتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ سچی بات اسے جنِ (شیطان) فرشتوں سے اچک لیتا ہے اور دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے، پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔

حضرت ابومسعود بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتّے کی قیمت، بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص کسی عراف (غیبی باتوں کے جاننے کا دعویدار) کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے اور اس کو سچ مانے تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بیماری کا ایک دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔

(بخاری و مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی (کوڑھ کا مریض) کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھانے کے پیالے میں اپنے ساتھ شریک کر لیا اور فرمایا کہ کھاؤ۔ میرا اللہ پر اعتماد اور بھروسہ ہے اور میں اسی کی ذات پر توکل کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ)

حضرت عروہ بن عامرؒ (تابعی) کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے بدشگونی کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اس کی بہترین صورت اچھی فال ہے اور یاد رکھو کسی مسلمان کو شگونِ بد سے باز نہ رکھے (یعنی کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی بدشگونی کی وجہ سے وہ اس کام کو کرنے سے رک جائے)۔ جب تم میں سے کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو اسے ناپسند ہو اور جو دل و دماغ میں خلجان پیدا کرتی ہو تو اس کو چاہیئے کہ یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰھُمَّ لَا یَاتِیْ بِا لْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَ لَا یَدْفَعُ السَّیِئَاتِ اِلَّا اَنْتَ
وَ لَا حُوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِا للّٰہِ "

اے اللہ! اچھائیوں اور برائیوں کا کرنے والا تو ہے اور صرف تو ہی برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے والا ہے
اور برائی سے منہ موڑنے اور نیکی کی طرف آنے کی توفیق و طاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔
(سنن ابوداؤد)

حضرت زید بن خالد جہنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے اس وقت کیا فرمایا ہے (یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی وحی نازل ہوئی ہے)۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے آج اس حال میں صبح کی بعض تو مجھ پر ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا۔

چنانچہ جس شخص نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس شخص نے کہا کہ فلاں ستارے کے طلوع ہونے سے اور فلاں ستارے کے غروب ہو جانے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا! (کہ ان کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ کچھ نہیں ہیں (یعنی وہ جن باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بے بنیاد ہیں) اس لئے ان کی بتائی ہوئی باتوں پر بھروسہ مت کرو۔ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! بعض دفعہ وہ ایسی باتیں بتاتے ہیں یا ایسی خبر دیتے ہیں جو سچ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ بات حق ہوتی ہے جس کو جن (شیطان) اچک لیتے ہیں اور اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈالتے ہیں جس طرح کوئی مرغ کسی دوسرے مرغ کو دانہ لینے کے لئے بلاتا ہے، پھر وہ کاہن اس بات میں سو سے زیادہ جھوٹی باتیں ملاتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

باب ششم

قربِ قیامت اور پیشین گوئیاں
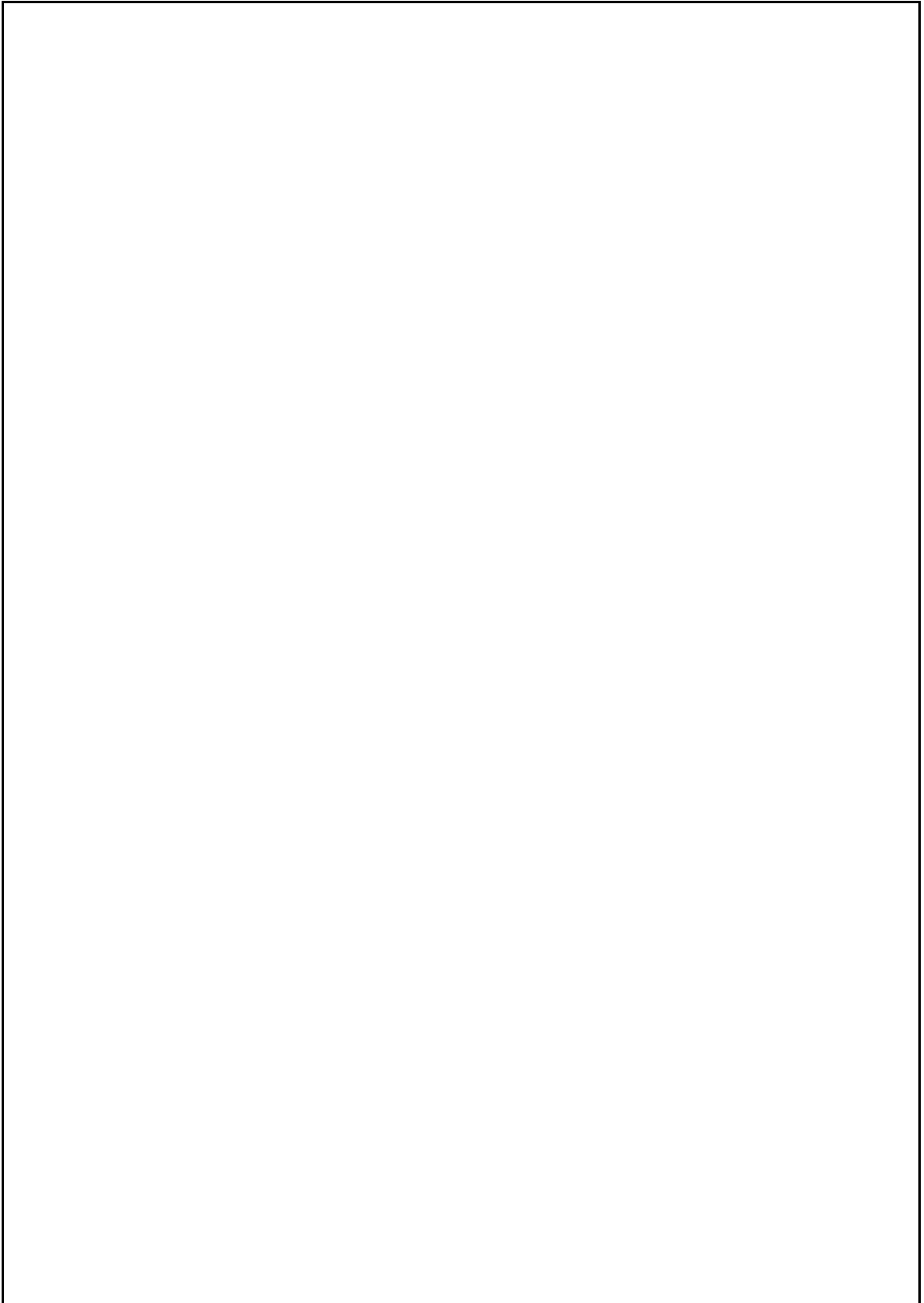
فتنے اور جنگیں

" فتنہ " کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً آزمائش وامتحان، ابتلاء، گناہ، عذاب، مال ودولت، اولاد، بیماری، جنون، محنت، عبرت، گمراہی، کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا، ان سب چیزوں کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے جیسا کہ وعظ اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور وعظ کیا جس کے دوران آپ ﷺ نے ان فتنوں سے آگاہ کیا جو ظاہر ہونے والے تھے۔ جو چیزیں اس وقت (زمانۂ نبوی) سے لے کر قیامت تک وقوع پذیر ہونے والی تھیں ان سب کا ذکر فرمایا اور ان میں سے کوئی چیز بیان کرنے سے نہیں چھوڑی۔ ان باتوں کو یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور جو بھولنے والے تھے وہ بھول گئے۔ میرے دوست (یعنی صحابہ کرامؓ) قیامت تک ظاہر ہونے والے ان واقعات سے واقف ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ نسیان طاری ہو جاتا ہے اور بعض باتیں پوری طرح سے یاد نہیں رہتیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی تھی اور جن باتوں کو میں بھول گیا ہوں ان میں سے کوئی بات پیش آتی ہے تو ان کو دیکھ کر میرا حافظہ تازہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی غائب شخص کا چہرا نظر آتا ہے تو اس کو دیکھ کر اس شخص کو پہچان لیا جاتا ہے۔ اسی طرح میرا معاملہ بھی یہی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا! لوگوں کے دلوں میں فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جیسے چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں (ایک تنکا دوسرے سے جڑا ہوا ہوتا ہے) اسی طرح دلوں پر ایک کے بعد دوسرا فتنہ ڈالا جائے گا۔ پس جو دل فتنہ کو قبول کرلے گا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل اس فتنے کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں ایک سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا پس انسان دو قسموں میں بٹ جائیں گے۔ ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے، اس دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مضر رساں نہیں ہوگا، جب تک کہ زمین وآسمان قائم اور باقی ہیں (یعنی اس دل کی کیفیت ہمیشہ ایسی ہی رہے گی) دوسرا راکھ کے رنگ کے جیسا سیاہ دل، اوندھے برتن کی مانند، اس کا دل نیک اور اچھے کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا سمجھے گا۔ وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جو اس کی خواہشات میں رچی بسی ہوگی جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔ (مسلم)

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ لوگ اکثر رسول کریم ﷺ سے خیر و بھلائی اور نیکی کے بارے میں پوچھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شر و برائی کے بارے میں دریافت کرتا تھا اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں میں اس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عادت کے مطابق ایک دن عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ اسلام سے قبل جاہلیت میں مبتلا تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے صدقہ میں ہمیں یہ ہدایت اور بھلائی عطا کی جس کی وجہ سے کفر و ضلالت کے اندھیرے دور ہو گئے اور ہم گمراہیوں و برائیوں کے جال سے باہر نکل آئے تو کیا اس ہدایت اور بھلائی کے بعد کو برائی پیش آنے والی ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ (اس بھلائی کے بعد بھی برائی پیش آنے والی ہے) میں نے عرض کیا! تو کیا اس برائی کے بعد بھلائی کا ظہور ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ اس برائی کے بعد پھر بھلائی کا ظہور ہو گا لیکن اس برائی کے بعد جو بھلائی آئے گی اس میں کدورت ہو گی۔ میں نے عرض کیا کہ اس برائی کی کدورت کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے طریقے اور روش کے خلاف کام کریں گے۔ لوگوں کو میرے بتائے ہوئے راستے کے خلاف راستے پر چلائیں گے، تم ان میں دین دار بھی دیکھو گے اور بے دین بھی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا پھر اس بھلائی کے بعد کوئی برائی پیش آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں۔ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دوزخ کی دروازے پر کھڑے ہو کر مخلوق کو اپنی طرف بلائیں گے جو شخص ان کے بلاوے کو قبول کر کے دوزخ کی طرف جانا چاہے گا اس کو وہ دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس بارے میں وضاحت فرمائیے (کہ وہ کون لوگ ہوں گے)۔

آپ ﷺ نے فرمایا! وہ ہماری قوم و ملت کے لوگ ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے (یعنی وہ قرآن و حدیث کے حوالے دے کر بات کریں گے)۔ میں نے عرض کیا کہ ان کے بارے میں آپ (ﷺ) کا کیا حکم ہے (یعنی اگر اس زمانے میں کوئی مسلمان ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کتاب و سنت پر عمل کرنے والے مسلمانوں کی جماعت کو لازم جاننا چاہئے اور ان کے امیر کی اطاعت کرنی چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی کوئی مسلمہ جماعت نہ ہو اور نہ کوئی متفقہ امیر ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ایسی صورت میں تمہیں ان سب فرقوں اور جماعتوں سے الگ ہو کر یکسوئی اختیار کرنی چاہئے۔ اگر اس یکسوئی میں تمہیں کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے تو پناہ لے لو۔ یہاں تک کہ اسی یکسوئی کی حالت میں تمہیں موت آ جائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک راتوں کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (اس فتنے کا یہ اثر ہوگا کہ) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن اٹھے گا اور صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔ اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ دے گا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! عنقریب فتنے پیدا ہوں گے، ان فتنوں میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور چلنے والا سعی کرنے والے (یعنی سواری والے سے) سے بہتر ہوگا۔ اور جو شخص فتنے کی طرف جھانکے گا فتنہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پس جو شخص اس فتنے سے نجات کی کوئی جگہ یا پناہ گاہ پائے یا کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس کو اس فتنے سے بچا سکے تو اس کو چاہئے کہ اس کے ذریعہ پناہ لے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ ایک مسلمان کے لئے اس کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ پر بارش برسنے کی جگہ چلا جائے اور فتنوں سے بھاگ کر اپنا دامن بچالے۔ (بخاری)

حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ مدینہ کے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور صحابہ سے فرمایا! کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر اس طرح برس رہے ہیں جس طرح مینہ برستا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! (وہ وقت آنے والا ہے جب) زمانے قریب آجائیں گے، علم اٹھا لیا جائے گا، فتنے پھوٹ پڑیں گے، بخل بڑھ جائے گا، ہرج زیادہ ہوگا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ " ہرج " کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! " قتل "۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، پوری دنیا اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن (بدامنی، انتشار، فتنہ وفساد) نہ آجائے کہ جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو معلوم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! "ہرج"۔ قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (مسلم)

حضرت معقل بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! فتنوں کے زمانے میں عبادت اور نیکی کا ثواب میری طرف ہجرت کرنے کے ثواب کی مانند ہے۔ (مسلم)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی امت کے حق میں جن لوگوں سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے امام ہیں۔ جب میری امت میں تلوار چلے گی تو قیامت تک نہیں رکے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس وقت تم کیا کرو گے جب تم اپنے آپ کو ناکارہ لوگوں میں پاؤ گے، جن کے عہد و پیمان اور امانتیں خلط ملط ہوں گی اور وہ آپس میں اختلاف رکھیں گے، گویا وہ لوگ اس طرح ہو جائیں گے کہ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ سن کر عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہدایت فرمائیں کہ اس وقت میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تم پر لازم ہوگا کہ اس چیز کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو جس پر تم (دین ودیانت کی روشنی میں) حق جانو اور اس چیز سے اجتناب اور نفرت کرو جو کو تم ناحق اور برا جانو، نیز صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھو اور خود کو عوام الناس سے دور رکھو۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! عنقریب ایک بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پوری عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور اس فتنہ میں قتل ہونے والے بھی دوزخ میں جائیں گے، اس فتنہ میں زبان کھولنا (یعنی کسی کو برا کہنا ی نکتہ چینی کرنا) تلوار مارنے سے زیادہ مضر ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو بڑے گروہ آپس میں نہ لڑیں گے۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان زبردست قتال ہوگا۔ وہ دونوں ایک ہی دعویٰ کریں

گے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بڑے زبردست مکار، فریبی اور فسادی لوگ پیدا نہ ہو جائیں جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر جھوٹ بولیں گے، ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے، زمانہ قریب نہ ہو جائے، فتنوں کا ظہور ہو جائے اور " ہرج " (قتل وغارت) اور لوٹ مار میں اضافہ نہ ہو جائے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ جب تک تمہارے مال و دولت کی اتنی کثرت نہ ہو جائے کہ مالدار شخص خیرات لینے والے کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہو جائے یہاں تک کہ وہ مالدار جس شخص کو صدقہ لینے والا سمجھ کر اس کے سامنے صدقہ خیرات پیش کرے گا، وہ کہے گا کہ مجھے تمہارے صدقہ وخیرات کی ضرورت نہیں۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے پر فخر کریں گے، اور جب تک کہ آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا یہ نہ کہنے لگے کہ کاش اس جگہ میں ہوتا۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہوگا۔ جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو لوگ اس کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے۔ پس یہ وہ وقت ہوگا جب کسی بھی ایسے شخص کو اس وقت کا ایمان لانا نفع نہیں دے گا جس نے اس دن سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا اور نہ کسی شخص اس وقت اپنے ایمان کی حالت میں نیک کام کرنا فائدہ پہنچائے گا اگر اس نے اس دن سے پہلے کوئی نیک کام نہ کیا ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ (پہلا صور جو قیامت کی ابتداء ہوگی اس طرح اچانک پھونکا جائے گا) کہ دو اشخاص نے کپڑا خرید و فروخت کے لئے کھولا ہوگا، نہ وہ خرید و فروخت کر سکیں گے اور نہ اسے لپیٹ سکیں گے کہ اس حالت میں قیامت آجائے گی۔ بلاشہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اونٹنی کے دودھ کے ساتھ آیا اور وہ اس دودھ کو پینے نہیں پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔ بلاشہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپتا اور پوتتا ہوگا اور وہ اپنے جانور کو پانی پلانے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔ بلاشہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے منہ میں رکھنے کے لئے نوالہ اٹھائے گا، وہ لقمہ کھانے نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کر لو جن کی پاپوشیں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کر لو جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناکیں بیٹھی ہوئی ہوں گی گویا ان کے چہرے چمڑے کی تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

(بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمان یہودیوں سے نہ لڑ لیں۔ اس لڑائی میں مسلمان یہودیوں کو بڑی مار ماریں گے (یعنی ان پر غالب آئیں گے) یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپتا پھرے گا اور وہ پتھر اور درخت یہ کہے گا، اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد (ایسا نہیں کہے گا) کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔ (مسلم)

غرقد

" غرقد " ایک درخت کا نام ہے جو خاردار جھاڑی کی صورت میں ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ کا قبرستان " جنت البقیع " کا پرانا نام بقیع الغرقد تھا۔ کیونکہ جس جگہ یہ قبرستان ہے یہاں غرقد کے پیڑ اور جھاڑیاں تھیں۔ جب مسلمان یہودیوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کریں گے اور ان پر غلبہ حاصل کر لیں گے تو اس وقت ایک ایک یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپے گا تاکہ مسلمانوں سے بچ جائے لیکن وہ درخت اور پتھر آواز دے کر اس یہودی کا پتہ بتائیں گے اور وہاں جا کر مسلمان اس کو مار ڈالیں گی۔ غرقد ایک ایسا درخت ہے جو دوسرے درختوں کی طرح یہودی کا پتہ نہیں دے گا بلکہ اس یہودی کو پناہ دے گا۔ غرقد کا درخت ایسا کیوں کرے گا اور اس کا یہودیوں سے کیا تعلق ہے اس کی حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

فتنے

جان و مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے سے روکنے کا فتنہ:

جہاد اسلام کو بلندیوں پر لے جانے کا راستہ ہے اور مسلمانوں کی ترقی کا ضامن ہے۔ دجال کے کارندوں (یہودیوں) کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر جذبۂ جہاد کا رخ پھیر کر انہیں بے مقصد اور غیر اہم علمی تحقیق، معیشت و اقتصادی ترقی میں حلال وحرام کی تفریق کے بغیر مالی صلاحیتوں کو بڑھانے میں مشغول کر کے جہاد کے ذریعہ حاصل ہونے والی بے مثال، تیز رفتار ترقی سے غافل اور محروم کر دیں۔ جہاد کی توہین، انکار و تردید حتیٰ کہ جہاد سے پیٹھ پھیر کر دوسری چیزوں میں فلاح و کامیابی اور نجات تلاش کرنے والے بنا کر اللہ تعالیٰ کے غضب اور انتقام کا شکار بنا دیں۔ جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیوں کی جان نکلتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی بقا و فلاح اسی میں ہے کہ اپنی نئی نسل میں جذبۂ جہاد کی روح پھونک کر اس دنیا سے جائیں۔ اپنے اہل وعیال و متعلقین کا اللہ کے راستے میں جان و مال قربان کرنے کا ذہن بنائیں۔ جذبۂ جہاد اور شہادت کا شوق میں فنائیت کے بغیر مسلمانوں کی بقا و ترقی کا تصور پہلے تھا نہ آئندہ ہوسکتا ہے۔

۳۔ مال واولاد کا فتنہ:

فتنۂ دجال دراصل ہے ہی مال کی محبت اور مادیت پرستی کا فتنہ۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہر مسلمان حلال و حرام کا علم حاصل کرے۔ ہر طرح کے حرام سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرے۔ صرف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے خود بھی فی سبیل اللہ خرچ کریں اور اپنے بچوں سے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت ڈلوائیں۔ اولاد کی دینی تربیت کریں اور اپنی محبت کو ان کے دینی کاموں اور جہاد فی سبیل اللہ میں رکاوٹ نہ بننے دیں۔

۴۔ فتنۂ جنس سے حفاظت:

۱۔ مرد اور عورتیں مکمل طور پر الگ الگ ماحول میں رہیں جو شرعی پردہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

۲۔ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ شرعی مراعات دینا۔ ان کی مخصوص ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنا جو ان کی فطرت اور شریعت کے خلاف ہیں۔

۳۔ بالغ ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں کی شادی کرنے میں دیر نہ کرنا۔

۴۔ نکاح کو زیادہ سے زیادہ آسان بنانا اور تنسیخِ نکاح کو ضابطہ میں لانا۔

۵۔ کسی بھی عمر میں جنسی اور نفسیاتی محرومی کو کم سے کم واقع ہونے دینا۔ بڑی عمر کے مرد اور عورتوں کو بھی پاکیزہ گھریلو زندگی گزارنے کے لئے نکاح ثانی کی آسانی فراہم کرنا۔

۶۔ کثرتِ نکاح اور کثرت اولاد کو رواج دینا ورنہ امتِ مسلمہ سکڑتے سکڑتے دجالی فتنہ کے آگے سرنگوں ہو جائے گی۔

۷۔ مردوں کے لئے ایک سے زیادہ شادی۔ دوسری شادی ترجیحاً بیوہ، مطلقہ، خلع یافتہ یا بے سہارا عورت سے کی جائے۔

۸۔ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی جلد دوسری شادی کا بندوبست کیا جائے۔

۹۔ شادی کے خرچے کو کم سے کم کیا جائے۔ بیوہ اور مطلقہ کے نکاح ثانی پر معاشرے کی پابندیوں کا خاتمہ کیا جائے۔

۱۰۔ ماہر اور تجربہ کار دائیوں کی زیرنگرانی گھر میں ولادت کا انتظام کیا جائے اور آپریشن سے حتیٰ الوسع بچا جائے۔

فتنۂ غذا سے حفاظت:

دجال کے فتنہ میں سب سے آسان شکار حلال وطیب کے بجائے حرام مال اور غذا کے شوقین جسم پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جن چیزوں کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس سے سختی سے بچا جائے۔ حرام لقمہ، حرام گھونٹ اور حرام لباس سے اپنے آپ کو گندا نہ کیا جائے۔ مصنوئی طور پر پیدا کی ہوئی غذاؤں سے پرہیز کیا جائے۔ امت مسلمہ اپنے علاقوں میں فطری اور قدرتی غذا کے حصول کے لئے زراعت، باغبانی اور شجرکاری، حیوانات کی قدرتی افزائشِ نسل پر توجہ دی جائے۔ کیمیکل اجزاء سے پاک اجناس، پھل، گوشت اور دودھ حاصل کر کے ان کے مضر اثرات سے بچا جائے۔

میڈیا کے فتنہ سے حفاظت:

دجالی قوتوں کا سب سے اہم ہتھیار جھوٹ، مکروفریب، جھوٹا پروپگنڈا، افواہیں، جھوٹے الزامات، دعوے

اور دھمکیاں ہیں۔ اس دور کے مسلمانوں کو جدید ذرایع ابلاغ کے فتنے سے بچنا لازم ہے۔

(صبح وشام) سورۃ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ انہیں حق و باطل میں اور اصل ونقل میں تمیز کی صلاحیت عطا فرمائے۔

دعا کرنے کے ساتھ ساتھ گناہوں سے بھی بچیں اور ظاہر و باطن میں تقویٰ کا اہتمام کریں اس کی برکت سے اہل ایمان میں روحانی طاقت اور فرقان حاصل ہوتا ہے۔ یعنی ایسی فہم وفراست جس سے صحیح اور غلط، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

میڈیا پر انحصار کرنے کے بجائے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے دوسرے نجی طریقے استعمال کئے جائیں۔ صحیح ذرائع سے زمینی حقیقتوں کو سمجھا جائے۔ علماءِ حق اور صالحین مشائخ سے رابطہ رکھنا بہت ضروری ہے۔

اگر جدید میڈیا سے کوئی خبر سنیں تو ان کی رو میں بہہ جانے کے بجائے ان کا تجزیہ کریں۔ جن اداروں، دینی افراد، نظریات یا جہادی تحریکوں کے متعلق افواہی خبریں فراہم کی جارہی ہیں، ان پر بلا تحقیق یقین نہ کیا جائے۔

دین و مذہب اور ملک وملت کے مفاد کے خلاف کسی خبر کو بلا تحقیق آگے نہ پھیلایا جائے۔ ہمیشہ خیر کی بات آگے پھیلائی جائے۔ افواہوں کا آسان شکار بننے کے بجائے مومنانہ فراست کا اظہار کیا جائے۔

شیطانی فتنہ سے حفاظت:

شیطان نے جنت سے نکالے جانے کے وقت قسم کھائی تھی کہ وہ آدمؑ کی اولاد کو گمراہ کرنے کا ہر ممکن جتن کرے گا جس کے ذریعہ اسے جنت میں جانے سے روک دے اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔ شیطان کا سب سے بڑا آلہ کار دجال ہے۔ اس لئے شیطان کی پوجا اور دجال کی جھوٹی خدائی کو تسلیم کرنا دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ ان دونوں چیزیں یعنی شیطانیت اور دجالیت کی تعظیم وتشہیر کے لئے آج کل کچھ شیطانی علامات اور دجالی نشانات با قاعدہ ایک منصوبے کے تحت دنیا بھر میں پھیلائے جارہے ہیں۔ ان کو فروغ دے کر عنقریب ظہور ہونے والا ''ایک آنکھ کا شیطان'' سے لوگوں کو مانوس کیا جارہا ہے۔ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی ان علامات کو پہچاننا اور ان کی نحوست سے خود کو اور دوسروں کو بچانا ان کے پیچھے پیچھے آنے والے خفیہ شیطانی پیغامات کو مسترد کر کے رحمانی پیغامات پیغامات کو پھیلانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ شیطان کی تین علامات میں آگ، سانپ اور سب سے مشہور علامت اکلوتی آنکھ ہے۔ جو دجال کی قابل نفرت پہچان ہے۔ دجال کے نمائندے اسے

طاقت کا سرچشمہ بتا کر دنیا بھر کے لوگوں کو اس سے مرعوب کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اہرام مصر کی تکونی علامت اور عمارات، سانپ، آگ (شیطان آگ سے بنا ہے) شیطان کے سینگ، سیاہ اور سفید خانے (روشنی کے مقابلہ میں تاریکی کا اظہار)، 666 کا عدد، گانوں اور پاپ میوزک میں شیطانی بول، فلموں کے وہ مناظر جن میں شیطانی علامات اور نشانات کی تشہیر کی جاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر دو شیطانی کاموں سے مکمل طور پر بچا جائے جو شیطان کی پوجا کرنے والے اور دجال کی راہ ہموار کرنے والوں کے آزمودہ حربے ہیں۔

ا۔ فحاشی: یعنی جنسی بے راہ روی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس سے وہ با آسانی دجال کا غلام اور شیطان کا پجاری بن جاتا ہے۔

۲۔ جادوگری: شیطان کو خوش کرنے کے لئے اور دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے لئے شیطانی قوت کی مدد سے جادو کو سائنٹیفک طریقوں سے فروغ دینے کے لئے شیطان کے چیلے جدید انداز اختیار کر رہے ہیں۔ اس شیطانی چال سے بچیں جس میں پھنسنے والا ایمان سے ہاتھ دھو کر دھوکے میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت کے سکرات آن گھیرتے ہیں۔

(دجال 2 ۔مفتی ابولبابہ شاہ منصور)

علاماتِ قیامت

قیامت کی دس نشانیاں

حضرت حذیفہ بن اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بالا خانے میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں جھانکا اور فرمایا! تم کیا تذکرہ کرر ہے تھے، ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا تذکرہ کرر ہے تھے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ دس نشانیاں نہ ہوں گی۔

(1) خسف، ایک مشرق میں (خسف زمین کے دھنسنے کو کہتے ہیں)

(2) خسف، دوسرا مغرب میں

(3) خسف، تیسرا جزیرہ عرب میں

(4) دھواں، (اس سے مراد یا تو قحط ہے جو قریش میں ہوا تھا، یا وہ دھواں ہوگا جس سے کافروں کا دم گھٹنے لگے گا اور مسلمانوں کو زکام کی سی کیفیت ہوگی یہ قیامت کے قریب ہوگا)

(5) دجال

(6) دابۃ الارض، زمین کا ایک جانور ہوگا جو مکہ میں زمین سے نکلے گا اس کی بہت سی علامات کتب میں موجود ہیں

(7) یاجوج ماجوج

(8) سورج کا مغرب سے نکلنا، یہ توبہ کا دروازہ بند ہونے کی علامت ہے۔

(9) آگ، ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی اور سب کو ہانک کر لے جائے گی۔

(10) حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا نزول،

دوسری روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ سلام کا نزول اور ایک روایت میں وہ آندھی ہے جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔ (مسلم ، ترمذی ، ابوداؤد ، ابن ماجہ)

قیامت کی علاماتِ صغریٰ

۱۔ لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی۔

یہ اسلامی فتوحات کی کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ ان فتوحات میں کثرت سے لونڈیاں جنگی قیدیوں کے طور پر ہاتھ لگیں گی۔ لونڈی بچے کو جنم دیں گی جو اس کا مالک ہوگا کیونکہ وہ اس کے مالک کا بچہ ہوگا۔ دوسری توجیح یہ ہے کہ یہ والدین کی نافرمان اولاد کی طرف اشارہ ہے، یعنی بچہ یا بچی اپنی ماں سے ایسی سختی سے پیش آئے گا جیسے وہ اس کا آقا ہو۔ یہ دونوں باتیں ممکن ہیں۔

۲۔ برہنہ پیر، ننگ دھڑنگ اور محتاج بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ جیسا کہ عرب ممالک میں آج کل ہورہا ہے۔

۳۔ معاملات کو نااہل لوگوں کے سپرد کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

۴۔ کم علمی اور جہالت کا ظہور۔

۵۔ قتل وغارت کی کثرت۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک قیامت سے پہلے وہ زمانہ بھی آئے گا جب جہالت ڈیرے ڈال دے گی، علم اٹھ جائے گا، ''ہرج'' (قتل وغارت) کی کثرت ہوگی۔

۶۔ شراب کے لئے دوسرے نام ایجاد ہوجائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام بدل دیں گے۔ (مسند احمد وسنن نسائی)

۷۔ زنا اور بدعہدی کی کثرت ہوگی۔

۸۔ آدمی ریشم پہنیں گے۔

۹۔ گانے بجانے کو جائز سمجھا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم پہننا، شراب نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔ (بخاری)

۱۰۔ گانے والیوں کی کثرت ہوگی۔

۱۱۔ فحش کاری اور فحش گوئی کا ظہور ہوگا۔

۱۲۔ قطع تعلق عام ہوگا۔

۱۳۔ امین کو خائن سمجھ کر اس پر تہمتیں لگائی جائیں گی۔

۱۴۔ خائن کو امین سمجھ کر اس کی عزت کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کی نشانیوں میں فحش کاری، فحش گوئی، قطع تعلقی، امین کو خائن اور خائن کو امین سمجھنا ہے۔ (مسند احمد، بزار)

۱۵۔ مسجد کو بطور راستہ استعمال کرنا۔ یعنی آدمی مسجد سے گزر جائے گا اور نماز نہیں پڑھے گا۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسجد کو راستوں کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔

۱۶۔ ناگہانی اور اچانک موتوں کی کثرت ہوگی۔

۱۷۔ ایک ہی دعوت دینے والی دو بڑی جماعتوں میں جنگ ہوگی۔

۱۸۔ وقت میں سے برکت اٹھ جائے گی۔

۱۹۔ زلزلوں کی کثرت ہوگی۔

۲۰۔ فتنوں کا ظہور اور شر کا عام ہونا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت آئے گی جب علم سمیٹ لیا جائے گا، زلزلے کثرت سے آنے لگیں گے، فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل وغارت بڑھ جائے گی۔ (بخاری، مسلم، سنن ابن ماجہ)

۲۱۔ تمام قومیں امت مسلمہ پر متفقہ طور پر پل پڑیں گی جیسے کھانے والے ایک پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں (راوی حضرت ثوبانؓ)

۲۲۔ علم کم عمر لوگوں کے پاس تلاش کیا جائے گا۔ ان سے مراد وہ طالب علم ہیں جن کو علم پر قدرت حاصل نہیں ہوتی، ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور فتوے لئے جائیں گے۔ جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کی علامت میں کم عمر لوگوں کے یہاں علم کی تلاش ہے۔ (طبرانی)

۲۳۔ عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ انہوں نے جسم کے کچھ حصوں کو ڈھانپ رکھا ہوگا اور کچھ کو کھول رکھا ہوگا۔ ایسی عورتیں جو تنگ اور شفاف لباس پہنتی ہیں درحقیقت وہ بھی ننگی ہوتی ہیں۔

۲۴۔ احمقوں کا مجلسوں میں سینہ تان کر بیٹھنا (یعنی صدر مجلس ہونا) اور عام لوگوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو کرنا۔
(مسند احمد، طبرانی)

۲۵۔ آدمی اسی کو سلام کرے گا جس سے اس کی جان پہچان ہوگی۔ (مسند احمد)

۲۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ حلال مال حاصل کر

رہا ہے یا حرام۔ (بخاری)

۲۷۔ جھوٹ عام ہو جائے گا اور کثرت سے بولا جائے گا۔

۲۸۔ بازار کثرت سے ہوں گے جس سے تجارت کی کثرت اور اس کی وسعت کا پتہ چلے گا۔ (ابن حبان)

۲۹۔ شیطانوں کے لئے سواری بھی ہوگی اور گھر بھی۔ (سنن ابوداؤد)

۳۰۔ مسجدوں اور ان کے ساز وسامان اور ان کی ٹیپ ٹاپ کے بارے میں لوگ ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔
(مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

۳۱۔ لوگ اپنے سروں پر سیاہ خضاب لگائیں گے۔ وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکیں گے۔ (ابوداؤد، نسائی)

۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کے دیدار کی تمنا ہوگی۔ اس وقت جب فتنے عام ہو جائیں گے اور دین پر عمل کرنا بہت کم ہو جائے گا تو ایسے لوگ بھی ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہل وعیال سے زیادہ چاہنے والے ہوں گے۔ (بخاری، مسلم)

۳۳۔ طاعت گزاری اور آخرت کے عمل پر لوگ کم توجہ دیں گے۔

۳۴۔ لوگوں میں بخل بڑھ جائے گا۔ مال والا مال میں بخل کرے گا، علم والا علم میں بخل کرے گا، کاریگر اپنی کاریگری میں اور مہارت میں بخل کرے گا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

۳۵۔ لوگ ایک دوسرے کو بغیر کسی مقصد کے قتل کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! لوگوں پر وہ وقت آ کر رہے گا جب نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ (مسلم)

۳۶۔ سب لوگ عام طور پر مال لوٹ کھسوٹ کریں گے۔ وہ اس لوٹنے اور دھوکہ وفریب سے پرہیز نہیں کریں گے۔

۳۷۔ امانتیں لوٹ کا مال ہو جائیں گی۔

۳۸۔ احکام شریعت نفس پر گراں گزریں گے۔

۳۹۔ آدمی اپنی بیوی کا کہا مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔

۴۰۔ آدمی اپنے باپ سے بدسلوکی سے پیش آئے گا اور اپنے دوست کو اپنے نزدیک کرے گا۔

۴۱۔ مسجدوں میں شور بلند ہوگا۔

۴۲۔ سب سے کمینہ قوم کا لیڈر اور فاسق قبیلے کا سردار ہوگا۔

۴۳۔ آدمی کا احترام اس کی برائی کے خوف سے ہوگا نہ کہ فضل وکرم کی بنا پر کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب مال غنیمت گردش کرنے لگے گا، جب امانتوں کو مال غنیمت سمجھا جائے گا، زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا، آدمی اپنی بیوی کا کہا مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا، جب اپنے دوست سے حسن سلوک کرے گا اور باپ سے بدسلوکی ہوگی، مسجدوں میں شور وغوغا بلند ہوگا، جب قوم کا لیڈر ذلیل ترین شخص ہوگا اور بدکار قبیلہ کا سردار ہوگا، انسان کی عزت اس کے شر کے خوف سے ہوگی، شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والیاں اور موسیقی کو اپنایا جائے گا، اس امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعنت کریں گے تو اس وقت سرخ آندیاں یا زمین میں دھنسنے یا شکلوں کا مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ علامات کا پہ در پہ اس طرح ظہور ہوگا جیسے کہ موتیوں کی پرانی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور موتی پہ در پہ گر رہے ہوں۔ (ترمذی)

۴۴۔ فتنہ وفساد کی زیادتی کی وجہ سے پولیس کی نفری بڑھ جائے گی۔

۴۵۔ لوگ امامت کے لئے ایسے آدمی کو آگے کریں گے جس کی آواز زیادہ خوبصورت ہوگی خواہ فقہ وفضیلت میں سب سے کم ہو۔

۴۶۔ حکومت کی خریداری۔ یعنی رشوت دے کر منصب حاصل کئے جائیں گے۔

۴۷۔ خون کی ارزانی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! چھ باتوں سے پہلے نیک عمل کرلو، احمقوں کی حکومت، پولیس کی کثرت، حکومت کی خریداری، خون کی ارزانی، قطع تعلقی، قرآن کو گیت کے انداز میں پڑھنے والے کو امامت کے لئے آگے کھڑا کرنا۔ (طبرانی)

۴۸۔ عورت کام اور تجارت میں مرد کا ہاتھ بٹائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت سے پہلے خاص لوگ ہتھیار ڈال دیں گے، تجارت پھیل جائے گی یہاں تک کہ عورت تجارت میں اپنے خاوند کی مدد کرے گی۔ (مسند احمد)

۴۹۔ قلم میں وسعت اور تصنیف وتالیف کا کام زیادہ ہوجائے گا۔

۵۰۔ اولاد غضبناک ہوگی۔

۵۱۔ بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔

۵۲۔ دین کو چھوڑ کر منصب یا نوکری کے حصول کے لئے علم حاصل کیا جائے گا۔

۵۳۔ موٹر گاڑیوں کی ایجاد۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آخری زمانے میں میری امت کے لوگ پالنوں سے ملتی جلتی زینوں پر سوار ہوکر مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہنے ہوئے ہوں گی اس کے باوجود ننگی ہوں گی۔

(ابن حبان، مستدرک حاکم)

۵۴۔ امت مسلمہ میں خوشحالی اور پُر آسائش زندگی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے لوگ مغرورانہ چال چلیں گے اور فارس اور روم کے شہزادے ان کے خدمت گزار ہوں گے ان کے بدکار نیکوکاروں پر مسلط ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

۵۵۔ کمینوں کو عزت و مرتبہ ملے گا اور شریفوں کو پست کیا جائے گا۔ فاسقوں کی عزت ہوگی اور باعزت لوگوں کی تذلیل کی جائے گی۔

۵۶۔ ایک آدمی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کتنا دلیر ہے، وہ کتنا دانا ہے، وہ کتنا عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رتی بھر ایمان نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

۵۷۔ فتنوں کی کثرت کی وجہ سے موت کی تمنا کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایک آدمی دوسرے کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

۵۸۔ عراق کا محاصرہ ہوگا اس سے کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری امداد روک دی جائے گی۔

۵۹۔ پھر شام (سوریا، لبنان، اردن اور فلسطین شامل ہیں) کا محاصرہ ہوگا اس سے بھی کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری امداد روک دی جائے گی۔ یہ علامات آپ ﷺ کی پیشین گوئیاں میں سب سے بڑھ کر حیران کن ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قریب ہے کہ اہل عراق کی طرف نہ قفیر (اہل عراق کا پیمانہ) بھیجی جائے اور نہ ہی درہم۔ ہم نے پوچھا! کون ایسا کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! عجمی ان چیزوں کو روک لیں گے۔ پھر فرمایا! قریب ہے کہ اہل شام کی طرف نہ دینار بھیجے جائیں اور نہ مدی (اہل شام کا پیمانہ)۔ (مسلم، مسند احمد)

۶۰۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات۔

۶۱۔ بیت المقدس کی فتح۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی۔

۶۲۔ وباؤں (طاؤن اور دوسری وبائی بیماریاں) کی وجہ سے اجتمائی موت۔

۶۳۔ مہنگائی کا ظہور قیمتوں کا بہت بڑھ جانا۔

۶۴۔ گانے بجانے کا فتنہ (ٹیلیویژن اور گانے) عرب کے ہر گھر میں داخل ہوگا۔

۶۵۔ صلح صفائی ہمارے اور اہل روم (یورپ و امریکہ) کے درمیان ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کو گن لو۔ میری وفات، بیت المقدس کی فتح، پھر جانوروں جیسی موت جو تم پر ایسے اثر انداز ہوگی جیسے قعاص کی گردن توڑ بیماری اثر انداز ہوتی ہے، مال کا پھیلاؤ یہاں تک کہ ایک آدمی کو سو دینار دئے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض ہوگا، پھر ایک فتنہ کھڑا ہوگا جو عربوں کے گھر گھر میں داخل ہوگا، پھر بنواصفر (اہل روم) کے درمیاں صلح ہوگی وہ بے وفائی کریں گے اور وہ اسی (۸۰) جھنڈوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کر دیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا بہت زیادہ ہو جائے گا اور شراب نوشی عام ہو جائے گی، مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں پر ایک نگران ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ کوئی آدمی بیت اللہ کے حج کرنے والا باقی نہیں رہے گا (مکہ و مدینہ کی بربادی ہو جائے گی)۔(مستدرک حاکم)

حضرت عبدالرحمٰن ؒ نے شعبہ ؒ کے واسطے سے حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج بند نہ ہو جائے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا ایک حقیر حبشی تباہ کر دے گا۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا، خون بہایا جائے گا، زیب و زینت ظاہر ہوگی، عمارتیں اونچی بنائی جائیں گی، بھائیوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بیت اللہ کو آگ لگادی جائے گی۔ (مسند احمد، طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم لوگ مدینہ منورہ کو خیر و بھلائی سے چھوڑ جاؤ گے پھر وہاں وحشی جانور، درندے اور چرندے بسنے لگیں گے۔ قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ منورہ میں اپنی بکریاں لینے آئیں گے تو وہاں وہ وحشی جانوروں کو پائیں گے پھر جب وہ واپس ثنیۃ الوداع کی گھاٹی میں پہنچیں گے (تو وحشت کی وجہ سے) منہ کے بل گر جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم لوگ اس طرح چھانٹ لئے جاؤ گے جیسے اچھی

کھجوریں ردّی کھجوروں سے چھانٹ لی جاتی ہیں۔ تم میں سے نیک لوگ اٹھا لئے جائیں گے اور صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت سیدنا حذیفہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تم مسلم اپنے خلیفہ یا سلطان یا حکمران کو قتل کر دو گے تمہاری تلواریں آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں اڑائیں گی اور یہاں تک کہ تمہاری دنیا کہ وراثت و والی، مکار لوگ ہو جائیں گے تو اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی۔ (ترمذی)

حضرت سیدنا حذیفہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ دنیا میں کثرت مال وزراء اور اقتدار اور حکمرانی کے اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہ شخص نہ بن جائے گا جو احمق ہوگا اور احمق کا بیٹا ہوگا (یعنی دنیا میں بداصل، بدسیرت، بدکار لوگ سب سے زیادہ حکومت واقتدار اور مال و دولت کے مالک بن جائیں گے تو سمجھو کہ بس قیامت آنے والی ہے)۔ (ترمذی۔ بیہقی)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت سے پہلے بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہوں گے تم ان سے بچتے رہنا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطاب فرما رہے تھے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! جب امانت ضائع کی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرو۔ صحابی نے پوچھا کہ اس کا ضائع کرنا کس طرح ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب معاملات نااہل کے سپرد کر دئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک مال کی کثرت نہ ہو اور وہ بہنے لگ جائے گا یہاں تک کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ لے کر نکلے گا تو اس سے کوئی زکوٰۃ قبول کرنے والا نہ ہوگا اور عرب کی سرزمین چراہ گاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے خزانے ظاہر کر دے گا اور جو اس وقت تم میں سے موجود ہو تو اس میں سے ذرا بھر بھی نہ لے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات کے سونے کے پہاڑ والی جگہ کھل جائے گی اور لوگ اس کی خاطر آپس میں لڑیں گے جب میں سے سو میں سے

ننانوے قتل ہو جائیں گے اور ان میں ہر شخص یہی کہہ رہا ہو گا، کاش کے بچنے والا شخص وہی بن جائے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نہ نکلے جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ زمانہ جلد از جلد نہ گزرنے لگے، سال مہینوں کی طرح، مہینہ جمعہ کی طرح، اور جمعہ کا دن اس طرح ہو گا کہ ایک گھڑی کی طرح ہو گا اور گھڑی آگ کی ایک بھڑک کی طرح ہو گی۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب مال غنیمت کو ذاتی دولت اور امانت کو مال غنیمت اور زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا اور غیر دین کے لئے علم حاصل کیا جائے گا اور آدمی اپنی بیوی کی بات مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا اور دوست کو قریب کرے گا اور والد کو دور کرے گا اور مسجد میں آوازیں بلند ہوں گی اور قبیلے کی سرداری ان میں سے فاسق کے پاس ہو گی اور ان میں ذلیل ترین شخص ان کا سردار بن جائے گا اور آدمی کا احترام اس کے شر کے خطرے سے کیا جائے گا اور گانے والی عورتیں غالب آ جائیں گی اور موسیقی کے آلات ظاہر ہوں گے اور شرابیں پی جائیں گی اور امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلے، زمین کا دھنسنا اور شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا اور دیگر نشانیاں ظاہر ہوں گی جو کہ اس طرح پے در پے ہوں گی کہ جس طرح پروئی ہوئی لڑی کہ جس کے دھاگے کو کاٹ دیا جائے اور اس کے دانے پے در پے گرتے ہیں۔ (ترمذی)

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے اپنے بیٹے حسن ؓ کو دیکھ کر فرمایا! میرا یہ بیٹا سردار ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام " سید " فرمایا عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص (مہدی) ہو گا جس کا نام ہمارے پیغمبر کے نام پر ہو گا اور اخلاق میں ان کے مشابہ ہو گا مگر صورت میں ان کے مشابہ نہ ہو گا، پھر انہوں پورا واقعہ ذکر کیا کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ (ابوداؤد)

قیامت کی علاماتِ کبریٰ

قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں دس نشانیاں ہیں جن میں چھ نشانیاں مسلمان دیکھیں گے اور چار نشانیاں صرف کافر دیکھیں گے۔

مسلمان اور کافر دونوں دجال، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج و ماجوج، سورج کا مغرب سے نکلنا، دابۃ الارض اور دھواں دیکھ سکیں گے۔

چار علامات صرف کافر دیکھیں گے، تین خسوف (زمین کا دھنسنا) ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۃ العرب میں، چوتھی وہ آگ جو عدن کی گہرائی یا مشرق سے نکل کر لوگوں کو ہانک کے حشر کے میدان میں لے جائے گی۔

پہلی علامت: دجال کا نکلنا

یہ ایک عظیم فتنہ ہوگا۔ دجال کی آمد کے وقت کے بارے میں بہت سے لوگوں کو شبہ ہے۔ یہ علاماتِ کبریٰ کی پہلی علامت ہوگی۔ اب یہ معاملہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور دنیا کے تینوں بڑے مذاہب کے لوگ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

دوسری علامت: عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ انہیں پھانسی دی گئی بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور وہ آخری زمانے میں لوٹ کر آئیں گے، دجال کو قتل کریں گے اور اسلام کو دنیا میں غالب کریں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلاَّ اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً O بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً O وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً O

(سورۃ النساء: ۱۵۹ ـ ۱۵۷)

اوران کے اس کہنے پر کہ اللہ کے رسول مسیح ابن مریمؑ کو ہم نے قتل کردیا، حالانکہ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی دی بلکہ ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا اور بے شک جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں، البتہ وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس کی خبر نہیں، وہ محض اپنے گمان کی پیروی کررہے ہیں اور یقیناً انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ اور ان کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول امام مہدی کے ظہور اور دجال کے خروج کے بعد ہوگا۔ دجال اپنے خروج کے بعد چالیس روز زمین پر قیام کرے گا، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا دن ایک ماہ کے برابر ہوگا، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی تمام دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق شہر کی جامع مسجد کے سفید مینار سے اپنے نزول کے بعد سب سے پہلے نماز پڑھیں گے پھر دجال کو قتل کرنے نکل کھڑے ہوں گے اور اسے قتل کرتے ہوئے فرمائیں گے! ''تجھے ضرب لگانا میرے مقدر میں ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں، وہ اترنے والے ہیں، جب تم انہیں دیکھو تو انہیں پہچان لینا۔ وہ درمیانے قد کے آدمی ہیں، رنگ سرخی وسفیدی مائل ہوگا، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے، پانی نہ پڑنے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔ (مسلم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔ وہ نزول کے وقت جوان ہوں گے۔ تمام انبیاء کرام میں سے صرف حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول میں کونسی حکمت پوشیدہ ہے؟ اس کے جواب میں علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے یہودیوں کی تردید مقصود ہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کا پردہ چاک کردیا اور بتایا کہ ان کو قتل نہیں کیا گیا وہ دوبارہ دنیا میں آکے دجال کو جو یہودی ہوگا قتل کریں گے۔ (فتح الباری)

ان کے دوبارہ نزول میں یہ حکمت بھی شامل ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معبود ہیں۔ وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لاکر اس کی تکذیب کریں گے۔ اپنی بشریت کا اعلان کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر

دیں گے، جزیہ ختم کردیں گے اوراپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں گے۔

علامہ ابن جوزیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اپنے نزول کے بعد حضرت امام مہدی کی امامت میں نماز پڑھیں گے جس کا یہ مطلب ہوگا کہ آپ شریعت محمدی کی پابندی کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جلد ہی تمہارے درمیان ابن مریمؑ ایک عادل منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ معاف کریں گے۔ اس وقت مال کی فراوانی ہوگی، اسلام کا دور دورہ ہوگا، ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر شمار کیا جائے گا۔

(بخاری، مسلم، مسنداحمد، نسائی، ابوداوٗد)

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام چالیس سال دنیا میں قیام کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان کے زمانے میں یاجوج وماجوج کو ہلاک کردیں گے تو اس کے بعد ان کی وفات ہوجائے گی۔

تیسری علامت: یاجوج و ماجوج

یاجوج و ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں دو قومیں ہوں گی۔ وہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت نوح کے چار بیٹے تھے، ایک بیٹا کنعان طوفان نوح میں غرق ہوگیا تھا وہ ایمان نہیں لایا تھا۔ باقی تین بیٹے حام، سام اور یافث تھے۔ حام جو حبشیوں اوران قوموں کے جدامجد ہیں جن کے رنگ کالے ہیں۔ سام جو عربوں، فارسیوں اور رومیوں کے جدامجد ہیں اور یافث ترکوں، چینیوں، روسیوں، جاپانیوں اور منگولوں وغیرہ کے جدامجد ہیں۔ اور روایات میں آتا ہے کہ یاجوج ماجوج بھی یافث کی اولاد میں سے ہوں گے۔

ان کے چہرے چوڑے، آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ کالے اور بھورے بال ہوں گے، ان کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے کوٹی ہوئی گول ڈھالیں۔ ان میں بعض کا قد کھجور کی مانند دراز ہوگا اور بعض کوتاہ قد ہوں گے۔ وہ ایسی باتیں کریں گے جن کا ان کو علم نہیں ہوگا اور نہ ان کے پاس اس کا ثبوت ہوگا۔ (الفتن والملاحم)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْراً (91)ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَباً (92)حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْماً لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلاً (93) قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ

إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجاً عَلَى أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدّاً (94)قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْماً (95)آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ نَاراً قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْراً (96)فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْباً(97) قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي فَإِذَا جَاء وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاء وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقّاً (98)

(سورۃ الکہف: ۹۱ ۔ ۹۸)

یہ قصہ اس طرح ہے، اوراس (ذوالقرنین) کے حال کی پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے۔ پھر وہ ایک اور مہم کے لئے روانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اس پہاڑوں کے پار ایک ایسی قوم پائی جو کوئی بات نہیں سمجھ سکتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج وماجوج نے ملک میں فساد ڈال رکھا ہے تو کیا ہم آپ کے ساتھ کچھ خرچ کا انتظام کردیں تاکہ آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک (مستحکم) دیوار بنادیں۔ اس نے کہا کہ جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہی کافی ہے۔ سوتم ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو میں تمہارے اوران کے درمیان ایک خوب مضبوط دیوار بنادوں گا۔ تم مجھے لوہے کے تختے لادو۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیاں خلا کو برابر کردیا گیا تو کہا کہ اس کو دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو سرخ انگارہ کردیا تو اس نے کہا کہ اب تم میرے پاس لاؤ کہ میں اس پگھلے ہوئے تانبے کو اس پر ڈال دوں۔ پس یاجوج وماجوج نہ تو اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں نقب لگا سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ میرے رب کی عنایت ہے۔ پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر برابر کردے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔

یاجوج و ماجوج اس دیوار کے پیچھے بند ہیں جو حضرت ذوالقرنین نے ان کو روکنے کے لئے بنائی تھی۔ یاجوج و ماجوج فساد مچاتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے، شرارتیں کرتے تھے۔ وہ دیوار بہت مضبوط، پکی، موٹی اوراونچی ہے۔ اسے لوہے کے مضبوط ٹکڑوں اور پگھلے ہوئے تانبے سے بنایا گیا تھا۔ یاجوج و ماجوج نہ اس کے اوپر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی

اس میں سوراخ کر سکتے ہیں۔ یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ یہ ترکی کے آخری سرے پر آرمینیا اور آذربائیجان کے قریب ہے۔ یعنی کوہ قاف کے پاس روس اور ترکی کے سرحد کے قریب واقع ہے۔ بات یہ ہے کہ نہ کوئی آدمی ان تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ان کو نکال سکتا ہے بالکل اس طرح جیسے دجال ایک جگہ پر قید ہے۔ اسے بھی اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ ایک خاص وقت میں وہاں سے نکالے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کو قتل کر لیں گے اس کے کچھ عرصہ بعد یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا۔ وہ دیوار گر جائے گی جس کے پیچھے یاجوج وماجوج بند ہیں۔ جب سے یاجوج وماجوج بند ہیں وہ روز آنہ اس دیوار میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں حتیٰ کہ جب ان کو سورج کی تھوڑی سے شعاع نظر آجاتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے کہ اب واپس لوٹ جاؤ ہم کل اسے کھول لیں گے۔ دوسرے دن جب وہ اسے مزید کھولنے کے لئے آتے ہیں تو وہ دیوار ان کو پہلے جیسی ملتی ہے۔ جب اللہ کا مقررہ وقت آجائے گا تو ان کے امیر کو القاء ہوگا اور وہ ان سے کہے گا کہ لوٹ جاؤ کل ان شاء اللہ ہم اسے کھول دیں گے۔ وہ دوسرے دن لوٹ کر آئیں گے تو دیکھیں گے کہ کل جہاں تک کھود کر گئے تھے ویسی ہی ہے۔ وہ اسے توڑ کر نکلنے کا راستہ بنالیں گے۔

ایک دن نیند سے گھبرا کر بیدار ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، عرب اس فتنہ کی وجہ سے تباہ ہو جائیں گے جو قریب ہے۔ آج کے دن یاجوج وماجوج کی دیوار کو اس طرح کھول دیا گیا ہے، اور آپ نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر دکھایا۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا! اے اللہ کے رسول ﷺ! اس بات کے باوجود کہ ہم میں نیکوکار بھی ہوں گے کیا ہم پھر بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! جب برائی عام ہو جائے گی۔ (بخاری ومسلم)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ O وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ O (سورۃ الانبیاء: ۹۶ ـ ۹۷)

یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور ہر بلند مقام سے دوڑتے ہوئے آئیں گے، اور سچا وعدہ

قریب آجائے گا ، اس وقت کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی کہ ہائے افسوس! ہم اس حال سے غافل تھے بلکہ فی الواقع ہم قصور وار تھے۔

جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا تو وہ لوگوں کے خلاف خروج کریں گے۔ ہر بلندی سے نکلتے ہوئے معلوم ہوں گے، وہ لوگوں پر چھا جائیں گے۔ مسلمان ان سے بھاگ کر اپنے شہروں اور قلعوں کی پناہ لیں گے، وہ اپنے مویشی بھی ساتھ لے جائیں گے۔ یاجوج و ماجوج زمین کا سارا پانی پی جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ کا گزر ایک دریا کے پاس سے ہوگا، وہ اس کا سارا پانی پی کر اس کو خشک کر دیں گے۔ ان کے بعد جو آدمی بھی اس دریا کہ پاس سے گزرے گا وہ کہے گا کہ کسی زمانے میں یہاں بھی پانی ہوتا تھا۔ جب روئے زمین میں شہروں اور قلعوں میں کوئی انسان باقی نہ رہے گا تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا۔ زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو چکے، اب آسمان والے باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں ایک اپنے نیزے کو حرکت دے کر آسمان کی طرف پھینکے گا تو آزمائش کے طور پر خون آلود نیزہ اس کی طرف واپس آئے گا۔ وہ یہ سمجھے گے کہ انہوں نے آسمان والے رب کو مار دیا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ان کی طرف کیڑے بھیجے گا جو ان کی گردنوں پر حملہ کریں گے۔ یہ کیڑا اس کیڑے کی طرح ہوگا جو ٹڈی کی گردن پر حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ سب مر جائیں گے اور ان کی کوئی آہٹ سنائی نہیں دے گی۔ اس وقت مسلمان کہیں گے کہ دیکھئے کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دیکھ کر آئے کہ اس دشمن کا کیا ہوا۔ ان میں سے ایک آدمی ثواب کی غرض سے اپنے آپ کو وقف کر دے گا۔ وہ اپنے دل میں یہ بات بٹھالے گا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ جب وہ باہر آئے گا تو انہیں مردہ پائے گا، وہ ایک دوسرے کے اوپر گرے پڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ آواز دے گا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچالیا۔ پھر وہ اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر نکل آئیں گے۔ وہ اپنے مویشیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے۔ جن کے لئے یاجوج و ماجوج کے گوشت کے علاوہ کوئی چراہ گاہ نہ بچے گی۔ وہ اس کا بھی اسی احسن طریقہ سے شکریہ ادا کریں گے جس طرح کبھی نباتات کے ملنے پر شکریہ ادا کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک حاکم)

یاجوج و ماجوج کی تعداد چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح گنی نہیں جاسکتی ہوگی۔ یہاں تک کہ مسلمان ان کی کمانوں، تیروں اور ڈھالوں کو سات برس تک بطور ایندھن استعمال کرتے رہیں گے۔ (سنن ابن ماجہ)

جب یاجوج و ماجوج کا فتنہ عام ہوگا، ان کی برائی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ ان کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں ہو

گی۔ جب ان کا خروج ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے ایسے بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ پس میرے بندوں کو لے کر کوہ طور (طورِسینا) پر چلے جاؤ۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے۔ وہ اس قدر تنگ ہوں گے کہ وہ ایک بیل کے سر کو آج کل کے ایک ہزار دینار سے بہتر سمجھیں گے۔ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ نیچے اترنا چاہیں گے۔ وہ اتنے تنگ ہوں گے کہ زمین پر ایک بالشت بھر جگہ نہ پا سکیں گے کیونکہ پوری زمین یاجوج وماجوج کی سڑی ہوئی لاشوں سے بھری ہوئی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی اونٹوں جیسی ہوں گی، وہ ان لاشوں کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ کی مرضی ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو دیہات اور شہروں کے ہر گھر پر برسے گی، یہ بارش زمین کو دھو کر ایسا کر دے گی گویا اس پر جھاڑو دی گئی ہو۔ (صحیح مسلم، مسند احمد، جامع ترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا! اے آدم! وہ کہیں گے، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیری اطاعت پر قائم ہوں اور ساری خیر وبھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم والوں کو علیحدہ کر دو۔ وہ کہیں گے! یا اللہ! جہنمیوں کا گروہ کتنا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا! ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ خوف وغم کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تم دیکھو گے کہ لوگ مدہوش ہوں گے حالانکہ انہوں نے نشہ نہیں کیا ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہوگا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ ہم میں سے ایک کون ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! خوش ہو جاؤ، تم میں سے ایک شخص ہوگا اور یاجوج وماجوج میں سے ایک کم ہزار ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا! وہ ذات جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کی کل تعداد کا چوتھائی ہو گے۔ ہم نے خوش ہو کر بلند آواز میں ''اللہ اکبر'' کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی ہو گے۔ ہم نے خوش ہو کر پھر اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا! میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔ ہم نے پھر خوشی سے بلند آواز میں اللہ اکبر کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا! تم لوگ اس طرح ہو جیسے سفید بیل کے جسم پر سیاہ بال یا سیاہ بیل کے بدن پر سفید بال ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت سلمہ بن نفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس

نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! گھوڑوں کو چھوڑ دیا گیا ہے، ہتھیار رکھ دئے گئے ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اب کوئی لڑائی نہیں ہوگی اور جنگیں اختتام پذیر ہوگئی ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! انہوں نے غلط کہا ہے، لڑائی تو اب آئی ہے۔ میری امت میں ایک جماعت ایسی رہے گی جو اللہ کے راستے میں لڑتی رہے گی۔ ان کے مخالفین ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں کو جنہیں اللہ رزق دے رہا ہوگا ٹیڑھا کر دے گا۔ ایک جماعت قیامت کے آنے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتی رہے گی۔ لڑائی یاجوج و ماجوج کے نکلنے تک موقوف نہیں ہوگی۔

(سنن الکبریٰ للنسائی)

جب اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو ہلاک کر دے گا تو زمین میں سوائے مومنوں کے اور کوئی نہیں بچے گا۔ برکات و خیرات ہر طرف پھیل جائیں گی۔ ان کے دل آپس میں صاف ہوں گے اور جنگ وجدال اور قتال ختم ہو جائیں گے۔

چوتھی علامت: مغرب سے سورج کا طلوع ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۱۵۸)

کیا یہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی نشانیاں آجائیں، جس دن ان کے رب کی نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔ کہہ دیجئے! تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے سورج ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اس بات کی اجازت وہ اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے چنانچہ اللہ اسے اپنا عمل دوہرانے کی اجازت دے دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وقت مقررہ آجائے گا تو وہ معمول کے مطابق اپنے رب سے طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا مگر اسے اجازت نہیں ملے

گی۔ وہ پھر اجازت مانگے گا اسے پھر اجازت نہیں ملے گی۔ وہ پھر اجازت مانگے گا اسے پھر اجازت نہیں ملے گی۔اس طرح تین دن تک سورج طلوع نہیں ہوگا۔ پھر اسے کہا جائے گا اٹھو اور مغرب سے طلوع ہو جاؤ۔تو سورج مغرب سے طلوع ہوگا، لوگ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے۔یہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے پھر سجدہ میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے کہ اٹھو اور جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ۔ پس وہ لوٹ کر اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر اپنے راستے پر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے جہاں سے آئے ہو وہاں لوٹ جاؤ تو پھر وہ اپنے مطلع سے طلوع ہو جاتا ہے پھر وہ چلتا رہتا ہے۔ لوگوں کو اس کی کوئی حرکت ناپسندیدہ نہیں لگتی یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے پہلے والے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ اٹھو مغرب سے طلوع ہو جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ کیا جانتے ہو یہ کب ہوگا؟ جب کسی ایسے آدمی کو ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔ (صحیح مسلم)

حافظ ابوبکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ”لوگوں پر ایک رات ایسی آئے گی جو ان کی عام تین راتوں کے برابر ہوگی، نفلی عبادت کرنے والے اسے پہچان لیں گے۔ ان میں سے کوئی کھڑے ہو کر اپنے حصہ کی نماز یا قرآن پڑھے گا اور پھر سو جائے گا، پھر کھڑا ہو کر اپنے حصہ کی نماز یا قرآن پڑھے کا پھر سو جائے گا۔ اس دوران لوگ ایک دوسرے پر چیخیں گے۔ وہ پوچھیں گے کیا ہو گیا اور گھبرا کر مسجد کی طرف جائیں گے۔ اچانک وہ دیکھیں گے کہ سورج مغرب سے نکلا ہوا ہے اور وہ آسمان کے درمیان تک پہنچنے کے بعد واپس لوٹ جائے گا“۔

امام حافظ بیہقیؒ حضرت ابن مسعود سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک رات آدمی اپنے پڑوسی کو آواز دے گا اے فلاں! آج رات کیا بات ہے کہ میں جی بھر کے سویا اور اتنی نماز پڑھی کہ میں تھک گیا۔ اللہ تعالیٰ سورج سے کہے گا کہ وہاں سے نکلو جہاں تم غروب ہوتے ہو۔ اس دن ایسی شخص کو ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان سے کوئی نیکی نہ کمائی ہو۔ (فتح الباری)

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا صرف ایک دن ہوگا اور اس کے ساتھ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا پھر سورج اپنے

معمول کی طرف لوٹ جائے گا اور قیامت تک مشرق سے طلوع ہوتا ہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث یاد کی ہے جسے میں آج تک نہیں بھولا، میں نے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت زمین سے ایک جانور نکلے گا، ان میں سے جونشانی پہلے نمودار ہوگی تو دوسری بھی فوراً اس کے بعد نمودار ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم، سنن ابوداوٗد، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہجرت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور توبہ اس وقت تک قبول ہوتی رہے گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔

(سنن ابوداوٗد، مسند احمد)

یہ علامت مومن اور کافر دونوں دیکھیں گے، یہ علامت سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے رونما ہوگی:

(مسلم، مسند احمد، ابوداوٗد، ابن ماجہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلآئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْساً إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْراً قُلِ انتَظِرُواْ إِنَّا مُنتَظِرُونَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۱۵۸)

کیا وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آئیں؟ جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اسے فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا۔

کہہ دیجیے: تم انتظار کرو، بے شک ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب یہ تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اسے فائدہ نہیں دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لا چکا ہو: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا ظاہر ہونا اور زمین سے جانور کا نکلنا۔ (صحیح مسلم)

پانچویں علامت: دابۃ الارض (جانور کا نکلنا)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ O

(سورۃ النمل ۔ ۸۲)

اور جب ان پر بات (قیامت کا وعدہ) پوری ہوجائے گی تو ان کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے

دابۃ الارض کی صفات:

ا۔ وہ حقیقت میں ایک جانور ہوگا۔

۲۔ وہ لوگوں سے باتیں کرے گا۔

۳۔ وہ زمین سے نکلے گا۔

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! وہ جانور نکلے گا اور لوگوں کی ناکوں کو داغے گا، پھر وہ سب تم سے مل جائیں گے حتیٰ کہ ایک شخص اونٹ خریدے گا اور کوئی اس سے پوچھے گا کہ یہ اونٹ تم نے کس سے خریدا ہے تو وہ کہے گا۔ ایک ایسی شخص سے جس کی ناک کو آگ سے داغ لگا ہوا تھا۔

(مجمع الزوائد، مسند احمد)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ غالباً جانور کا خروج اسی روز ہوگا جس روز سورج مغرب سے نکلے گا۔ یہ جانور بھاری بھرکم ہوگا جس کے پر، روئیں اور ٹانگیں ہوں گی۔ وہ بڑی جسامت کا حامل ہوگا۔۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صفا پہاڑ کے شگاف سے نکلے گا۔ تین دن میں اس جانور کا صرف تیسرا حصہ نکلے گا۔ وہ اپنے سر سے مٹی جھاڑ کر مشرق کی طرف منہ کر کے چیخے گا تو اس کی چنگھاڑ مشرق کے پار ہوجائے گی پھر وہ مغرب کی طرف منہ کر کے چیخے گا تو اس کی چنگھاڑ مغرب کے پار ہوجائے گی۔ لوگ ڈر کر ایک ساتھ اور الگ الگ منتشر ہوجائیں گے۔ صرف مومنوں کی ایک جماعت اپنی جگہ کھڑی رہے گی۔ ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ اللہ کا جانور ہے اور اب وہ ڈر کر اللہ سے نہیں بھاگ سکتے۔ وہ انہی سے آغاز کرے گا اور کے چہروں کو

جلا بخش کر ایسا کر دے گا جیسا کہ چمکتا ہوا موتی۔ پھر وہ روئے زمین پر پھرے گا نہ کوئی چاہنے والا اسے پکڑ سکے گا اور نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ سکے گا۔ آدمی اس سے بھاگ کر نماز کی پناہ لے گا تو وہ پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اے فلاں! تو اب نماز پڑھ رہا ہے پھر وہ اس کے سامنے آ کر اس کے چہرے کو داغ دے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا! زمین کا جانور نکلے گا تو اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ عصا سے کافر کی ناک میں نکیل ڈالے گا اور مومن کے چہرے کا انگوٹھی سے جلا بخشے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر کھانا کھانے والے اکٹھے ہو کر کہیں گے کہ یہ مومن ہے اور یہ کافر۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

چھٹی علامت: دھواں

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ O يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ O

(سورۃ الدخان: ۱۰۔ ۱۱)

سو آپ اس روز کا انتظار کیجئے جب آسمان میں ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو، جو سب لوگوں پر عام ہو جائے، یہ ایک دردناک سزا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! چھ نشانیوں کے ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دھوئیں کا نکلنا، دجال کا ظاہر ہونا، جانور کا نکلنا، اجتماعی اور انفرادی عذاب۔ (صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک تمہارے رب نے تین چیزوں سے ڈرایا ہے، پہلی چیز دھواں ہے جو مومن کو اتنی تکلیف دے گا جتنی زکام دیتا ہے اور کافر کا مواخذہ کرے گا وہ پھول جائے گا، یہاں تک کہ اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگے گا۔ دوسری چیز جانور ہے اور تیسری دجال۔ (ابن جریر)

ابن ابی حاتم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ دھوئیں والی نشانی ابھی نہیں آئی۔ مومن کو تو زکام کی شکل میں آئے گی اور کافر اتنا پھول جائے گا کہ اس کے جسم کے مساموں سے دھواں نکلے گا۔ (ابن کثیر)

اس نشانی کے بعد یمن کی جانب سے ایک نرم ہوا چلے گی اور سب مومنوں کی روح قبض کر لی جائے گی۔ ان میں صرف کافر بچیں گے تا کہ ان پر عذاب ڈالا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک قیامت سے پہلے یمن کی طرف سے ہوا آئے گی جس سے ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور وہ مر جائے گا۔ (مسند احمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ یمن کی جانب سے ریشم سے بھی نرم ہوا بھیجے گا۔ جس کے دل میں دانے (رائی کا دانہ) کے برابر بھی ایمان ہوگا یہ ہوا اس کی روح قبض کئے بغیر نہیں چھوڑے گی۔

(مسلم، مستدرک حاکم)

وہ علامات جو مومن نہیں دیکھ سکیں گے

یہ علامات چار ہیں۔ تین خسوف (زمین کا دھنسنا) مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں، چوتھی علامت وہ آگ ہے جو عدن کی گہرائی یا مشرق سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر محشر کے میداں لے جائے گی۔

خسف سے مراد زمین کا پھٹ کر لوگوں کو نگل جانا۔ یہ ایک قسم کا عذاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت سے پہلے تین طرح کے عذاب ہوں گے، زمین کے دھنسنے سے، صورت کے مسخ ہونے سے اور پتھروں کی بارش سے۔ یہ اس وقت آئیں گے جب گانے والیوں اور آلاتِ موسیقی کا چرچا ہوگا اور شراب نوشی عام ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کے کچھ لوگ کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات گزاریں گے، جب صبح ہوگی تو سب کے سب خنزیر بن چکے ہوں گے۔ اس امت کے بعض قبائل کو ان کے گھروں سمیت زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ جب صبح ہوگی تو لوگ کہیں گے کہ آج رات بنوفلاں کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ آج رات فلاں قبیلہ کے گھروں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہے۔ ان پر پتھر برسائے جائیں گے اور ان پر منحوس ہوا بھیجی جائے گی جو انہیں اس طرح ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گی جس طرح پہلی قوموں کو ان کے شراب پینے، سود کھانے، مردوں کے ریشم

پہننے، گانے بجانے والی عورتیں رکھنے اور قطع رحمی کرنے کی وجہ سے کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تھا۔ (مستدرک الحاکم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت بدکاروں پر آئے گی۔ (صحیح مسلم، مسند احمد)

دوسری جگہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت قائم ہوگی جب روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ (مسند احمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، ابن حبان)

ان تین خسوف کے بعد آخری علامت نمودار ہوگی اور یہ کائنات ہولناک انجام کا آغاز ہوگا۔ یمن سے یا عدن سے یا مشرق سے ایک آگ نکل کر لوگوں کو ہانک کر سرزمین شام کے میدانِ حشر میں لے جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جہاں تک قیامت کی پہلی نشانی کا تعلق ہے وہ آگ ہے جو مشرق سے ظاہر ہو کر لوگوں کو حشر کے لئے مغرب جمع کر دے گی۔ (صحیح بخاری، مسند احمد، سنن نسائی)

حضرت ابوذر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! روزِ قیامت لوگ تین گروہوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک گروہ تو پُر امید، کپڑے پہنے ہوئے سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔ دوسرا گروہ ایسا ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی دوڑے گا اور تیسرا گروہ ایسا ہوگا جسے فرشتے ان کے چہروں کی بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا؛ ان دو گروہوں کو ہم نے معلوم کر لیا مگر یہ کون ہوں گے جو کبھی چلیں گے اور کبھی دوڑیں گے؟

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سواریوں پر ایسی آفت بھیجے گا کہ کوئی سواری نہیں بچے گی، حتیٰ کہ ایک شخص جس کا ایک خوشنما باغ ہوگا، اسے ایک چھوٹے کجاوہ والی عمر رسیدہ کمزور اونٹنی دی جائے گی مگر وہ اس پر سوار نہ ہو سکے گا۔

(مسند احمد، سنن النسائی)

دجال

دجال کون ہے؟

دجال اولادِ آدم میں سے ایک شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کچھ ایسی طاقتیں دے گا کہ جو اس کے علاوہ کسی اور بشر کو حاصل نہیں ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزمائش وامتحان کے لئے اسے یہ طاقتیں عطا فرمائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں متنبہ کیا ہے کہ ہم اس کی گمراہی کو اختیار نہ کریں۔ آپ ﷺ نے ہمیں اس کی جسمانی ساخت اور اخلاقی علامات سے بھی آگاہ کر دیا ہے۔

لفظ دجال:

لفظ دجال '' دجل '' سے مشتق ہے جو دَجَلَ یَدْجُلُ کا مصدر ہے۔ اس کے معنی خلط ملط کرنا، جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، ملمع سازی کرنا وغیرہ ہے۔ یوں دجال کے معنی بہت زیادہ جھوٹا اور دھوکے باز کے ہیں۔

امام ابن اثیرؒ کے مطابق دجال سے مراد جھوٹے اور خلاف واقعہ بات سنانے والوں کے ہیں۔ ''لسان العرب'' میں ہے کہ دجال سے مراد وہ جھوٹا مسیح اور یقیناً اس کے دجل سے مراد اس کا جادو اور اس کا جھوٹ ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ مسیح دجال یہود کا ایک آدمی ہوگا جو امت کے آخر میں ظاہر ہوگا۔ اس کا نام دجال اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دے گا۔ **المعجم الوسیط** میں یوں مذکور ہے '' بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا اور خلاف حقیقت بات کا دعویٰ کرنے والا ۔''

'' مسیح '' کے ایک معنی ہیں بہت سیاحت کرنے والا شخص۔ چونکہ دجال اپنے فتنہ کو پھیلاتا ہوا پوری دنیا کی سیاحت کرے گا اس لئے اسے مسیح کہا جاتا ہے۔ صاحبِ قاموس نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ دجال کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پوری زمین کی سیر کرے گا۔

ملائکہ سے بھول کر بھی '' نہ ماننا '' نہیں ہوسکتا اور شیطان سے بھول کر بھی '' ماننا '' نہیں ہوسکتا، اس میں ماننے کا جذبہ ہی نہیں۔ اس طرح کفر اور ایمان میں مقابلہ ہوا، کیونکہ ضد ضد سے ٹکراتی ہے اس لئے دونوں کو طویل عمر دی گئی ، دونوں مختلف شکلوں میں ملتے جلتے ہیں، اگر ایک طرح سے فرشتوں کو دوام حاصل ہے تو شیطان کو بھی حاصل ہے۔ اگر

قلب کی ایک جانب شیطان ہے تو دوسری جانب فرشتہ ہے۔ ایمان وکفر کا مقابلہ برابر جاری ہے لیکن ہماری ان مادی آنکھوں کو نظر نہیں آتا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ اس مقابلہ کی ایک جھلک اور اس کا نظارہ ان مادی آنکھوں کو بھی کروانا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی شخصیت کو پیدا کیا جس کی اصل فطرت ''شیطان'' ہے اور جسم وڈھانچہ انسان کا ہے، اس کو ہم ''دجال'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک ایسی شخصیت کی تخلیق فرمائی جس کی اصل فطرت ''ملکیت'' ہے اور ڈھانچہ انسانی ہے ان کو ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقدس نام سے جانتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ان دونوں میں باہمی جوڑ ونسبت بھی بہت زیادہ رکھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے اور دجال بھی بنی اسرائیلی ہوگا۔ جب دجال اچانک ظاہر ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اچانک ظاہر ہو جائیں گے۔ دجال کا جب ظہور ہوگا تو وہ خدائی دعویٰ کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ عبدیت کا دعویٰ کریں گے۔ دونوں کو مختلف انداز سے '' مسیح '' کہا جائے گا۔ دجال کا ظہور ملک شام میں ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور بھی ملک شام میں ہوگا۔ دجال کا کام اسلام کو مٹانا ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام کفر کو مٹا کر اسلام کو قائم کرنا ہوگا۔ دجال دنیا میں آکر فتنہ وفساد پھیلائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ دجال سے بڑے بڑے خوارق ظاہر ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی معجزے ظاہر ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ﴿ سیکونون فی امتی ثلاثون کذابون دجالون ﴾

میری امت میں تیس جھوٹے اور دغاباز ہوں گے۔

ان میں آخری کذاب ''دجال اکبر'' ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور دجال خاتم الدجالین ہوگا اس لئے اس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے زمانے میں نہیں ہوا لیکن سرور کونین ﷺ سردار دو عالم ہیں اور دجال سراپا ظلمت اس لئے وہ آپ ﷺ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اس لئے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا گیا۔ (فتنۂ دجال)

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ دجال ایک '' شق '' نامی کاہن کی اولاد میں سے ہے، شیطان اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ دجال حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں مزدوری (میسن تھا) کرتا تھا۔ اس کی عجیب وغریب مشکوک حرکتوں کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے قید کر دیا تھا اور اب بھی یہ کسی جزیرہ میں زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ (الاشاعہ)

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ایک طویل روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اے لوگو! جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو پیدا کیا ہے کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نبیؑ کو بھی بھیجا اس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، وہ لامحالہ تمہاری طرف خروج کرے گا۔ اگر اس کے نکلنے کے وقت میں تمہارے درمیان موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کے سامنے حجت پیش کر دوں گا اور اگر اس کا خروج میرے بعد ہوا تو ہر آدمی خود اپنی حجت پیش کرے گا اور میں ہر مسلمان کے لئے اپنے بعد اللہ کو چھوڑ رہا ہوں۔ وہ شام وعراق کے درمیان ایک شگاف سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد برپا کردے گا۔

اے اللہ کے بندو! اے لوگو! ثابت قدم رہنا، میں تمہارے لئے اس کے ایسے اوصاف بیان کروں گا جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کئے ہیں۔ وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں لیکن تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکو گے اور دجال کانا ہے تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ '' کافر '' لکھا ہوا ہوگا۔ اس کو ہر پڑھا لکھا اوران پڑھ مومن پڑھ لے گا۔ دجال کا ایک فتنہ تو یہ ہے کہ اس کے پاس جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی۔ اس کی جنت اصل میں دوزخ ہے اوراس کی دوزخ اصل میں جنت ہے۔ جو اس کی آزمائش میں پڑے اس کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اور سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھنی چاہئیں۔ اس کا ایک فتنہ یہ ہے کہ وہ ایک بدو (دیہاتی) سے کہے گا کہ میں تمہارے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تم میرے رب ہونے کی گواہی دوگے؟ وہ کہے گا! ہاں۔ پھر شیطان اس کے ماں باپ کی صورت میں اس کے سامنے کھڑا ہو جائے گا۔ وہ کہیں گے اے میرے بیٹے! اس کی پیروی کرو، یہ تمہارا رب ہے۔

اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک انسان پر قابو پا کر اس کو قتل کردے گا، پھر اسے آرے سے دو حصوں میں چیر دے گا۔ پھر کہے گا اے میرے بندو! اسے دیکھو، میں اسے دوبارہ زندہ کردوں گا، پھر کہے گا کہ میرے سوا اس کا کوئی رب ہے۔ چنانچہ اللہ اسے دوبارہ زندہ کردے گا اور وہ خبیث اس سے کہے گا کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میرا رب تو اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن ہے، تو دجال ہے۔ اللہ کی قسم! تیرے متعلق مجھے آج کے دن سے بڑھ کر کبھی بھی بصیرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی اس کا فتنہ ہے کہ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بارش ہو جائے گی۔ وہ زمین کو اگانے کا حکم دے گا تو وہ اگانے لگے گی۔ اس کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا جو اس کی تکذیب کرے گا تو اس قبیلہ کے تمام چرنے والے جانور ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے گا جو اس کی تصدیق کرے گا تو وہ آسمان کو بارش برسانے اور زمین کو نباتات اگانے کا حکم دے گا حتیٰ کے ان کے مویشی اسی دن سے بہت زیادہ موٹے

تازے ہونا شروع ہو جائیں گے، ان کے پہلوتن جائیں گے اور ان کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔

وہ زمین کی ہر چیز کو روند کر اس پر غالب آئے گا سوائے مکہ و مدینہ کے۔ وہ ان کی طرف جس راستے سے آئے گا وہاں اسے فرشتے تلوار سونتے ہوئے ملیں گے۔ حتیٰ کہ وہ بنجر زمین کے موڑ پر ایک قسم کی سرخ زمین پر پڑاؤ ڈالے گا۔ مدینہ اپنے رہائشیوں سمیت تین مرتبہ لرز اٹھے گا۔ اس میں رہنے والا ہر منافق مرد و عورت نکل کر اس کی طرف چلا جائے گا۔ وہ خبیث مدینہ سے اس طرح دور ہٹ جائے گا جیسے دھونکنی لوہے کا میل کچیل دور کر دیتی ہے، اس دن کو نجات کا دن کہا جائے گا۔ پوچھا گیا کہ ان دنوں عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ ان دنوں تھوڑے ہوں گے۔

ایک مرد صالح (امام مہدی) مسلمانوں کا امام ہوگا۔ جس دوران ان کا امام آگے بڑھ کر ان کو صبح کی نماز پڑھا رہا ہو گا، اس صبح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ امام الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز کے لئے جماعت کرواؤ کیونکہ اقامت آپ کے لئے کہی گئی ہے، اس لئے نماز بھی آپ کی امامت میں پڑھی جائے گی۔ جب نماز مکمل ہو جائے گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھول دو۔ دروازہ کھول دیا جائے گا۔ دروازے کے پیچھے دجال ستر ہزار (۷۰۰۰۰) یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ ان میں ہر ایک کے پاس تیز دھار تلوار ہوگی۔ جب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو یوں پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے اور بھاگ جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ لسلام اس کا پیچھا کریں گے اور اسے لُدّ شرقی کے دروازے پر جا کر پکڑ لیں گے اور اس کو وہیں قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو شکست سے دوچار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے یہودی جس چیز کی بھی پناہ لے گا وہ بول اٹھے گی خواہ وہ پتھر ہو درخت ہو، دیوار ہو یا کوئی جانور ہو (سوائے غرقد کے درخت کے، کیونکہ وہ تو یہودیوں کا درخت ہے اس لئے نہیں بولے گا) وہ چیز کہے گی، اے اللہ کے بندے مسلمان! یہ رہا یہودی آؤ اور اسے قتل کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت میری امت کے درمیان ایک انصاف پسند جج اور ایک عادل امام کی ہوگی۔ وہ صلیب توڑ دیں گے اور خنزیر کو ذبح کر دیں گے، جزیہ ساقط کریں گے، زکوٰۃ معاف کر دیں گے، وہ کینہ و بغض کو ختم کر دیں گے، وہ ہر گرم چیز کی گرمی نکال دیں گے حتیٰ کہ ایک بچہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال دے گا اور اسے سانپ کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ایک بچی شیر کو تکلیف پہنچائے گی مگر وہ ضرر نہ پہنچائے گا۔ بھیڑیا بھیڑوں کی کتے کی مانند رکھوالی کرے گا۔ دنیا امن و چین سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اتفاق اور اتحاد کا دور دورہ

ہوگا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی۔ جنگ ہتھیار ڈال دے گی۔ قریش اپنی حکومت چھین لیں گے اور زمین چاند کے فرش کی طرح ہوگی۔ اس میں وہ نباتات اگیں گی جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت اگتی تھیں یہاں تک کہ لوگ انگور کے ایک گچھے کو مل کر کھائیں گے اور وہ انہیں سیر کر دے گا۔ لوگ ایک انار مل کر کھائیں گے تو ان کا پیٹ بھر جائے گا۔ بیل اتنے اور اتنے پیسوں میں مل جائے گا اور گھوڑے کی قیمت چند درہم ہوگی۔ دجال کے خروج سے پہلے تین سال بہت سخت ہوں گے جن میں لوگ سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا کہ ایک تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ ایک تہائی نباتات روک لے۔ پھر دوسرے سال آسمان کو حکم ہوگا کہ دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ملے گا کہ دو تہائی نباتات روک لے۔ پھر تیسرے سال آسمان کو حکم ملے گا کہ ساری کی ساری بارش روک لے چنانچہ ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکے گا اور زمین کو حکم ہوگا کہ تمام نباتات روک لے چنانچہ کوئی سبزہ نہیں اگے گا۔ کھر والا کوئی جانور باقی نہیں بچے گا سوائے اس کے جسے اللہ بچائے۔

پوچھا گیا کہ ان دنوں لوگ زندہ کیسے رہیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! تہلیل، تکبیر اور تحمید سے، یہ اذکار انہیں کھانے کا کام دیں گے (یعنی ان کی بھوک مٹا دیں گے)۔ (سنن ابن ماجہ، مستدرک حاکم، طبرانی، ابن عساکر)

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری ؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ باہم گفتگو کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دریافت کیا کہ تم لوگ کیا باتیں کر رہے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے دس نشانیوں کا ذکر کیا۔ (جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے) (صحیح مسلم)

حضرت امام احمد ؒ نے رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت سفینہ ؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! آگاہ رہو مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔

وہ کانا ہے اس کی دائیں آنکھ کے درمیاں لفظ ''کافر'' تحریر ہے۔ وہ جب نکلے گا تو اس کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی۔ ایک جنت کی اور ایک جہنم کی، سو اس کی جنت دراصل جہنم اور اس کی جہنم دراصل جنت ہوگی۔ اس کے ساتھ دو فرشتے بھی ہوں گے جو اس کے ساتھ دو نبیوں کی صورت میں ہوں گے۔ اگر میں چاہوں تو ان نبیوں اور ان کے باپوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ ان میں سے ایک دجال کے دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف۔ یہ ایک آزمائش ہوگی، دجال کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں زندہ نہیں کر سکتا؟ کیا میں موت نہیں دے سکتا؟ (مسند احمد)

مسند احمد کی دوسری روایت جو حضرت سمرہ ؓ سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ کوڑھی اور اندھے کو شفا دے گا اور مردوں کو زندہ کرے گا۔ وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ جس نے کہا کہ تو میرا رب ہے وہ فتنہ میں پڑ گیا۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ دجال کے ساتھ جنت بھی ہوگی اور دوزخ بھی۔ دراصل اس کی جنت دوزخ ہوگی اور اوراس کی دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ وہ ایک ایسے شخص کو بلائے گا کہ صرف اس پر اللہ تعالیٰ دجال کو مسلط نہ ہونے دے گا۔ دجال اس شخص سے پوچھے گا کہ تو میرے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہے گا تو اللہ کا دشمن ہے، تو جھوٹا اور دجال ہے، لہٰذا دجال آرا منگوا کر اس شخص کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دے گا اور پھر اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور پوچھے گا کہ اب بتا؟ وہ شخص کہے گا، اللہ کی قسم! تیرے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا اور کوئی نہیں، تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ (مسند احمد، فتح الباری، منثور للسیوطی)

طبرانی نے حضرت سلمہ بن اکوع ؓ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں ہے کہ دجال کے ساتھ شیطان بھی ہوں گے۔ وہ طرح طرح سے لوگوں کو ورغلائے گا، مردے زندہ ہو کر کہیں گے تو مجھے پہچانتا ہے؟ میں تیرا باپ ہوں، تیرا بھائی ہوں۔ تیرا فلاں رشتہ دار ہوں کیا میں مر نہیں گیا تھا؟ دجال ہمارا رب ہے اب اس کی اتباع کرو۔ یوں وہ زندہ لوگوں کو ان کے مرے ہوئے رشتہ داروں کے ذریعہ ورغلانے کی کوشش کرے گا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص دجال کا انکار کرے گا۔ دجال اسے کہے گا کہ تو میری اتباع کیوں نہیں کرتا؟ یہ کہہ کر اس کو پکڑے گا اور اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور لوگوں سے پوچھے گا، کیا میں تمہارے سامنے اس کو دوبارہ زندہ کروں؟ چنانچہ دجال اس کو دوبارہ زندہ کرے گا تو دوبارہ زندہ ہو کر وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ دجال کی مخالفت کرنے لگ جائے گا۔

(معجم الکبیر طبرانی، کنز العمال، مجمع الزوائد)

علامہ عماد الدین الفلاء اسماعیل ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں دجال کے متعلق جو تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔ احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال اور وہ تمام خوارق عادت تصرفات جو اللہ تعالیٰ نے دجال کو دیئے ہیں، دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کا امتحان ہوگا۔ جیسے کہ ذکر کیا گیا کہ جو دجال کی بات مان لے گا وہ خوب خوشحال ہو جائے گا، بارشیں ہوں گی، زراعت کی بہتات ہوگی، مال و مویشی خوب پھلیں پھولیں گے۔ اور جو اس کی بات کو نہیں مانے گا اور اس کا انکار کرے گا وہ تنگی اور قحط سالی کا شکار ہو جائے گا۔ بیماریاں اس پر حملہ آور ہوں گی، مال مویشی ہلاک ہو جائیں گے، عزیز واقارب مر جائیں گے۔ پھل، زراعت و کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ یعنی اس کو آفتیں گھیر لیں گی۔ زمین کے اندر چھپے

خزانے دجال کے ساتھ ایسے ہوں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔

دجال کی طاقت واختیار:

۱۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا۔

۲۔ مخالفوں کو سزا دے گا۔

۳۔ اللہ کے محبوب اور دین حق پر استقامت اختیار کرنے والوں کو آریوں سے کاٹے گا۔

۴۔ جن کو وہ سزائیں دے گا وہ پکے مومن اور با کردار بزرگ ہوں گے۔

۵۔ اپنی بات منوانے کے لئے وہ کو قتل کرے گا اور دوبارہ اسی مقتول کو زندہ کرے گا۔

۶۔ جو شخص دین حق پر جتنا ثابت قدم ہوگا، دجال اس کا اتنا ہی دشمن ہوگا۔

۷۔ دجال کی بات ماننے والا دجال کی طرف سے راحت حاصل کرے گا۔

۸۔ دجال اپنے ماننے والوں کو بارشیں، زراعت میں ترقیاں اور مالی وجانی نفع بہم پہنچائے گا۔

۹۔ دجال کے ماننے والے اس دن خوش وخرم، جان ومال اور اولاد کی فراوانی پائیں گے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کی آمد سے پہلے ستر (۷۰) سے زیادہ دجال آئیں گے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجال نہیں اٹھیں گے جن میں ہر ایک کا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ یعنی تمام جھوٹے دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ (کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ہم کبھی شور شرابہ یا خوفزدہ کرنے والی کوئی بات سنتے تو ہم سمجھتے تھے کہ دجال آ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ دجال کے بارے میں اکثر بتاتے رہتے تھے اور جب آپ اسے بیان فرمارہے ہوتے تھے تو اس فتنہ کا نقشہ کھینچ دیتے تھے۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ام شریکؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگ دجال کے خوف سے بھاگیں گے اور پہاڑوں پر پہنچ جائیں گے۔ ام شریکؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بہت تھوڑے ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوبکر صدیقؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کے ماں باپ تیس (۳۰) سال تک لاولد رہیں ہوں گے اوران کے ہاں کوئی بچہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ کانا ہوگا اوراس کے دانت بڑے بڑے ہوں گے۔ اس سے فائدہ بہت ہی کم ہوگا، اس کی آنکھیں سوئیں گی اور دل نہ سوئے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے ماں باپ کے متعلق بتایا کہ اس کا باپ لمبا تڑنگا اور دبلا پتلا ہوگا۔ اس کی ناک پرندے کی چونچ کی طرح ہوگی۔ اس کی ماں بھاری بھرکم اور لمبے ہاتھوں والی ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں سے ستر ہزار لوگ جن کے اوپر ہری (سبز) چادریں ہوں گی دجال کی پیروی کریں گے۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کے وقت دجال کا ذکر اتنے زیادہ تفصیل سے بیان فرمایا کہ ہمیں یوں محسوس ہونے لگا کہ وہ یہیں کھجوروں کی جھنڈ میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم بعد میں جب رسول اللہ ﷺ خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہماری گھبراہت کو محسوس کرلیا اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے دجال کا ذکر بہت تفصیل سے فرمایا تھا یہاں تک کہ ہم یہ سمجھے کہ وہ یہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں وہ فتنے زیادہ خوفزدہ کررہے ہیں جو دجال کے علاوہ ہیں۔ اگر وہ میری موجودگی میں دجال نکل آیا تو میں تمہارے بغیر اکیلا ہی اس سے نمٹ لوں گا اوراگر وہ میرے بعد آیا جب میں تم میں موجود نہیں ہوں گا تو پھر ہر شخص اپنی طرف سے اس سے نمٹ لے گا اور ہر مسلمان کے لئے اللہ مددگار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دجال جواں سال ہوگا، گنجلک بالوں والا ہوگا، اس کی ایک آنکھ باہر کو ابھری ہوئی ہوگی، گویا کہ عبدالعزہ بن قطن ہو۔ جس کو اس سے واسطہ پڑے وہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ شام اور عراق کی سرحدیں جہاں ملتی ہیں وہاں اس کا خروج ہوگا، وہ دائیں بائیں ہرطرف فتنے پیدا کرے گا۔

اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ کتنا عرصہ زمین پر رہے گا؟ آپ

ﷺ نے فرمایا! چالیس دن۔ ایک دن پورے سال کا ہوگا، ایک دن مہینہ کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی تمام دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ پوچھا کہ جو دن ایک سال کا ہوگا تو کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوجائیں گی۔ فرمایا! نہیں، نمازوں کے لئے تم وقت کا ایک اندازہ مقرر کرکے پڑھو گے۔ ہم نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! زمین میں اس کے آنے جانے کی رفتار کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ اس بارش کی طرح تیز ہوگا جس کو پیچھے سے تیز ہوائیں دھکیل رہی ہوں۔ وہ لوگوں کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا جو اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کرلیں گے تو وہ آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسائے اور زمین کو حکم دے گا کہ فصل اگائے، جانور شام کو چراگاہ سے واپس لوٹیں گے تو ان کی کوہانیں اونچی ہوں گی اور ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے، کوکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کردیں گے، ان سے واپس پلٹے گا تو وہ قحط زدہ ہوجائیں گے اور مالی طور پر تنگ دست ہوجائیں گے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی چیز باقی نہیں رہ جائے گی۔ دجال بنجر زمین پر سے گزرے گا تو اس کو حکم دے گا کہ اپنے خزانے اگل دے، اس زمیں کے خزانے اس کے قبضہ میں آجائیں گے، پھر وہ ایک نوجوان کو بلائے گا جس کی جوانی جوبن پر ہوگی، تلوار سے اس کے دوٹکڑے کردے گا جنہیں ایک دوسرے سے دور پھینک دے گا پھر اسے بلائے گا تو وہ زندہ ہوکر ہنستا ہوا چلا آئے گا۔ وہ اپنی یہی ساحرانہ شعبدہ بازیاں اپنے خدائی دعویٰ کے ثبوت میں دکھائے گا۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیج دیں گے، آپ دمشق کی مسجد کے سفید مینارے سے اتریں گے، زرد رنگ کی دو چادریں زیب تن کئے ہوئے ہوں گے، دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے، آپؑ جب سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو سر سے قطرے موتیوں کی طرح لڑھکیں گے، آپؑ کے سانس کی ہوا آپؑ کی حد نظر تک اثر دکھائے گی، جس کافر کو پہنچے گی وہ مر جائے گا، آپؑ دجال کی طلب میں نکلیں گے حتیٰ کے اس باب لد پر پالیں گے، وہاں اسے قتل کریں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال مرقناۃ کی بنجر زمیں پر اترے گا۔ اس کی طرف آنے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہوگی، حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ آدمی جب اپنے دوست کے پاس جائے گا تو گھر پر اپنی ماں، بیٹی اور بہن کو مضبوطی سے باندھ کر جائے گا کہ کہیں یہ نکل کر دجال کے پاس نہ چلی جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو مسلط کردے گا، مسلمان اسے اور اس کے پیروگاروں کو قتل کریں گے کوئی بھی بچ کر نہیں جاسکے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی درخت یا پتھر وغیرہ کی اوٹ میں چھپے گا تو وہ درخت اور پتھر مسلمان سے کہے گا کہ یہ آدمی میرے پیچھے چھپا

ہوا ہے آ کر اسے قتل کرو۔ (مجمع الزوائد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب دجال آئے گا تو اس کے پاس ایک چیز ایسی ہوگی جیسے وہ جنت ہے اور ایک چیز آگ جیسی ہوگی، وہ جسے جنت کہہ رہا ہوگا وہ حقیقت میں آگ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

حضرت تمیم داری ؓ کی روایت:

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اعلان کرنے والوں کی آواز سنی جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے اعلان کررہا تھا '' **الصلاۃ جامعہ** '' یعنی سب لوگ باجماعت نماز کے لئے مسجد نبوی ﷺ میں پہنچیں۔ میں بھی گھر سے مسجد کی طرف نکلی اور نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ میں عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو مردوں کی آخری صف سے متصل تھی۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ہنستے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہے۔ پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا! اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کی قسم! میں نے تمہیں کسی خوف یا رغبت کے معاملہ کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ میں نے تمہیں اس لئے جمع کیا کہ تمیم داری ؓ جو پہلے عیسائی تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ایمان پر بیعت کی۔ انہوں نے مجھے ایک واقعہ بیان کی ہے جو اس بات کے ٹھیک مطابق ہے جو مسیح دجال کے بارے میں میں تمہیں بتا تا رہا ہوں۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے ان کے ساتھ خاندان بنولخم و بنوجذام کے تیس افراد اور بھی تھے۔ جہاز طوفانی موجوں کے نرغے میں آ گیا اور ایک ماہ تک طوفانی موجیں جہاز کو ادھر سے ادھر گھماتی پھرتی رہیں حتیٰ کے ایک روز مغرب کے وقت ہم ایک سمندری جزیرہ کے قریب پہنچے اور ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر کنارے پر آئے اور جزیرہ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک جانور نما انسان ملا جس پر اتنے زیادہ بال تھے کہ وہ بالوں میں چھپا ہوا تھا حتیٰ کے اس کے آگے اور پیچھے کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں جساسہ (جاسوس) ہوں۔ انہوں نے کہا، جساسہ کیا ہوتا ہے؟ اس نے کہا! اے لوگو! اس شخص کے پاس جاؤ جو دیر میں ہے وہ تم سے ملنے کے لئے بے تاب ہے۔ ہم جساسہ سے ڈر گئے کہ یہ کوئی جن بھوت نہ ہو اور آدمی کا سن کر ہم فوراً وہاں سے چل دئے اور دیر میں داخل ہو گئے۔ (دیر یہودیوں کا عبادت خانہ ہوسکتا ہے یا کوئی مندر ہوگا)

وہاں ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا بھاری بھرکم انسان موجود ہے جو لوہے کی زنجیروں میں بری طرح سے جکڑا ہوا ہے اوراس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں، گھٹنوں سے ٹخنوں تک آہنی زنجیریں پہنائی گئی ہیں۔ ہم نے تعجب سے اس سے پوچھا! ارے! تو کیا بلا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میرا پتہ تو تم نے چلا لیا لہٰذا تم اپنا بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم لوگ عرب ہیں، ایک بحری جہاز میں سوار تھے پھر ہم سمندری طوفان میں گھر گئے اور ایک ماہ تک موجوں کے تھپیڑے کھاتے رہے، آخر آپ کے جزیرے میں ہم نے پناہ لی اور جہاز کی ایک چھوٹی سے کشتی پر سوار ہوکر جزیرہ میں داخل ہوئے تو ایک گھنے بالوں والی چلتی پھرتی چیز جس کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے؟ وہ چلتا پھرتا بالوں کا گچھا بولا کہ میں جساسہ ہوں۔ ہم نے پوچھا! یہ جساسہ کیا ہوتا ہے؟

اس نے کہا کہ تم دیر میں اس شخص سے ملو جو تم سے ملنے کا مشتاق ہے، ہم اس سے ڈر گئے کہ کہیں یہ کوئی جن یا بھوت نہ ہو لہٰذا ہم نے تیرے پاس آنے میں جلدی کی۔

وہ کہنے لگا کہ تم لوگ مجھے بیسان کے نخلستان کے بارے میں بتاؤ۔

ہم نے کہا کہ تم اس بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟

وہ کہنے لگا کہ کیا اس کے باغات پھل دے رہے ہیں؟

ہم نے کہا! ہاں۔ وہ کہنے لگا کہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ وہ پھل نہیں دے گا۔

اس نے کہا کہ مجھے بحر طبریہ کے بارے میں بتاؤ؟

انہوں نے کہا کہ اس کی کیا بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟

وہ کہنے لگا کہ اس میں پانی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ بہت پانی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ اس کا پانی عنقریب ختم ہو جائے گا۔

اس نے کہا کہ مجھے زُغر کے چشمے کے بارے میں بتاؤ۔

انہوں نے کہا کہ اس کی کیا بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟

وہ کہنے لگا کہ کیا اس چشمہ میں پانی ہے،

انہوں نے بتایا کہ بہت پانی ہے لوگ اس چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

اس نے کہا کہ نبی امی کے بارے میں بتاؤ اس نے کیا کیا؟

انہوں نے کہا کہ وہ مکہ سے نکل آئے اور یثرب میں قیام پذیر ہیں۔

اس نے کہا کہ عرب نے ان سے جنگ کی؟

انہوں نے کہا! ہاں۔

اس نے کہا کہ نتیجہ کیا ہوا؟

ہم نے بتایا کہ وہ آس پاس کے عرب پر غالب آگئے ہیں اور اہل عرب نے ان کی اطاعت کرلی ہے۔

وہ کہنے لگا کہ یہ ہوگیا؟

ہم نے کہا! ہاں۔

وہ کہنے لگا! سنو! اہل عرب کا ان کی اطاعت کرلینا اہل عرب کے حق میں بہت بہتر ہے۔

اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔

مسیح (دجال) درحقیقت میں ہی ہوں اور عنقریب مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے گی اور چالیس دنوں میں پوری زمین میں پھروں گا کوئی شہر یا گاؤں نہیں چھوڑوں گا جس میں نہ اتروں سوائے مکہ اور مدینہ کے، یہ دونوں شہر مجھ پر حرام کر دئے گئے ہیں۔ جب بھی میں ان میں سے کسے شہر میں داخل ہونا چاہوں گا تو ایک فرشتہ ننگی تلوار لئے میرے استقبال کے لئے موجود ہوگا جو مجھے وہاں داخل ہونے سے روک دے گا۔ ان میں داخل ہونے کے ہر راستے پر فرشتے پہرہ دے رہے ہوں گے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا عصا منبر پر مارا اور فرمایا! یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے (یعنی مدینہ منورہ)۔

فرمایا! سنو! کیا میں تمہیں یہ بات پہلے بتا چکا ہوں؟ لوگوں نے کہا! جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! درحقیقت مجھے تمیم کی بات بہت پسند آئی، دجال کے بارے میں، مکہ اور مدینہ کے بارے میں جو بات میں تمہیں بتایا کرتا ہوں تمیم کی بات اس سے ٹھیک مطابقت رکھتی ہے اور سنو! یہ بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں، نہیں، نہیں، بلکہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے، وہ مشرق کی طرف ہے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔

(صحیح مسلم)

دجال کے تین سوالات:

۱۔ بیسان میں واقع کھجوروں کے باغ میں پھل آتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ طبریہ کی جھیل میں پانی ہے یا نہیں؟

۳۔ زُغر کے چشمہ سے لوگ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں یا نہیں؟

چوتھی بات جو اہم ہے وہ اس شخصیت کا کردار ہے جسے ''جساسہ'' کا نام دیا گیا ہے؟

۱۔ بیسان کا باغ

بیسان فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں حضرت شرجیل بن حسنہ ؓ نے فتح کیا تھا۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد جب جزیرۃ العرب کے ٹکڑے کر دئے گئے تو یہ علاقہ اردن کا حصہ بن گیا۔ ۱۹۴۸ء تک یہ علاقہ اردن کا حصہ تھا۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل نے بیسان سمیت اردگرد کے علاقے پر قبضہ کرلیا اور تا حال یہ اسرائیل کا حصہ ہے۔ یہ علاقہ پرانے زمانے میں کھجوروں کے باغات کے لئے مشہور تھا جس کی تصدیق صحابیٔ رسول (حضرت تمیم داری ؓ) نے کی۔ لیکن اب یہاں پھل پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دجال کے اس بات کی تصدیق ہے کہ ''وہ زمانہ قریب ہے کہ جب ان درختوں میں پھل نہیں آئے گا۔'' دجال کے خروج کی تین بڑی علامتوں میں ایک علامت پوری ہو گئی۔

۲۔ بحریہ طبریہ کا پانی

دجال کا دوسرا سوال تھا کہ بحریۂ طبریہ کا پانی خشک ہو چکا ہے یا نہیں؟ یعنی اس پانی کے خشک ہونے سے دجال کے خروج کا اہم تعلق ہے۔ بحریۂ طبریہ اسرائیل کے شمال مشرق میں اردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس کی لمبائی ۵۵ کلو میٹر سے زیادہ، چوڑائی ۳ کلومیٹر اور انتہائی گہرائی ۱۵۷ فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۶۶ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ اب اسرائیل کے قبضہ میں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ اس کا پانی بھی بغیر کسی ظاہری وجہ کے رفتہ رفتہ خشک ہوتا جا رہا ہے۔ اسرائیلی حکومت خلیج عقبہ سے پانی کی پائپ لائن لا کر یہاں پانی پہنچاتی ہے لیکن بحریۂ طبریہ کا پانی میٹھا اور سمندر کا پانی کھارا ہے۔ اس لئے اسے میٹھا کرنے کے لئے بڑے بڑے پلانٹ نصب کرنے پڑے ہیں، اس پر بڑے پیمانے پر اخراجات آتے ہیں۔ اس کا

خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دجال کی زبانی اس کے خروج کی دوسری علامت بھی پوری ہو چکی ہے۔

۳۔ زُغر کا چشمہ

دجال کا تیسرا سوال: جو درحقیقت اس کے خروج کی اجازت ملنے کا وقت قریب آنے کی تیسری علامت ہے۔ زُغر حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی کا نام تھا۔ آپؑ کی دو بیٹیاں تھیں، '' رُبہ اور زُغر۔ جب بڑی بیٹی کا انتقال ہوا تو جس جگہ ان کو دفنایا گیا اس کے قریب ایک چشمہ تھا، اس کا نام '' عین الربہ'' پڑ گیا۔ عربی زبان میں چشمہ کو عین کہتے ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو ان کو جس جگہ دفن کیا گیا، وہاں پر بھی ایک چشمہ تھا تو اس چشمہ کا نام'' عین الزغر'' پڑ گیا۔ یہ جگہ بھی اسرائیل ہی میں بحرِ مردار (Dead Sea) کے مشرق میں ہے۔ اس کا پانی پوری طرح خشک ہوتے ہی دجال کو خروج کی اجازت مل جائے گی۔

دجال کا جاسوس ''جساسہ''

جساسہ جاسوسی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اس جزیرہ پر دجال کے علاوہ جو واحد جاندار موجود تھا وہ جاسوسی پر متعین ایک عجیب وغریب مخلوق تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاسوسی اور اطلاعات کا حصول دجال کا اہم ترین حربہ ہوگا۔ دجال دنیا بھر میں اپنا مضبوط اقتدار قائم کرنے کے لئے خفیہ نگرانی کا جال بچھائے گا جس سے وہ لوگوں پر اپنا جابرانہ کنٹرول حاصل کرے گا۔

مثلاً ڈیٹا انفارمیشن، چینل، نگراں کیمرے اور کمپیوٹر کے ذریعہ لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا، سفری ٹکٹ، شناختی کارڈ، کریڈٹ کارڈ اور دوسرے کارڈوں کے ذریعہ لوگوں کی مکمل معلومات حاصل کرنا، بینک اکاؤنٹ اور رقم کی منتقلی کے ذریعہ لوگوں کے متعلق ڈیٹا اکٹھا کرنا وغیرہ، جس پر کام شروع ہو چکا ہے جس میں تصاویر اور انگلیوں کے نشانات بھی جمع کئے جا رہے ہیں۔

حضرت ہشام بن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! (حضرت) آدم (علیہ السلام) سے لے کر قیامت تک اللہ کی مخلوق میں دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن حوالہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص تین موقعوں پر محفوظ رہا وہ نجات پا گیا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا! پھر کہا! میری موت پر، دجال کے ظہور کے وقت اور حق پر قائم سخی خلیفہ کے قتل کے وقت۔ (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو نبی بھی مبعوث ہوا اس نے اپنی قوم کو کانے جھوٹے سے ڈرایا۔ آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ہشام بن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس (دجال) کا سر پچھلی جانب سے گنجا ہوگا۔ عنقریب وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو جس نے یہ کہا کہ تو جھوٹا ہے، تو ہمارا رب نہیں ہے، ہمارا رب تو اللہ ہے، ہم نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کیا اور ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تو اس پر اس کا کوئی زور نہیں چلے گا (یعنی دجال ایسا کہنے والے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک دفعہ میں خواب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک صاحب جو گندمی رنگت کے تھے اور ان کے سر کے بال سفید تھے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا (میری نظر ان پر پڑی) میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میرے ساتھ موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک موٹے شخص پر نظر پڑی جو سرخ تھا، اس کے بال گھنگریالے تھے، ایک آنکھ کا کانا تھا، اس کی ایک آنکھ انگور کی طرح اٹھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ دجال ہے۔ اس کی صورت عبدالعزیٰ بن قطن سے بہت ملتی جلتی تھی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا دجال ہر شہر کو روند دے گا۔ ان (مکہ و مدینہ) کی ہر گھاٹی پر صف بستہ فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کی حفاظت کریں گے۔ پھر مدینہ کی زمین تین مرتبہ کانپے گی جس پر ہر ایک کافر و منافق کو اللہ تعالیٰ وہاں سے باہر نکال دیں گے۔ (بخاری)

خروجِ دجال سے قبل کے واقعات:

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کے خروج سے پہلے چند سال دھوکہ و فریب کے ہوں گے۔ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا بنایا جائے گا۔ خیانت کرنے والے کو امانتدار اور امانتدار کو خائن سمجھا جائے گا۔ ان میں رویبضہ بات کریں گے۔ پوچھا گیا کہ رویبضہ کون ہیں؟ فرمایا! گھٹیا (فاسق وفاجر) لوگ۔ وہ لوگوں کے اہم معاملات کا فیصلہ کریں گے۔ (مسند احمد)

حضرت عمیر بن ہانی ؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب لوگ دو خیموں (جماعتوں) میں بٹ جائیں گے۔ایک اہل ایمان کا خیمہ ہوگا جس میں بالکل نفاق نہیں ہوگا۔ دوسرا منافقین کا خیمہ ہوگا جس میں بالکل ایمان نہیں ہوگا تو جب یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں گے تو تم دجال کا انتظار کرو کہ آج آئے یا کل آئے۔ (سنن ابوداؤد، مستدرک حاکم)

دجال ایسے زمانے میں نکلے گا جب دین میں کمزوری آچکی ہوگی۔ علم رخصت ہو رہا ہوگا اور جہالت عام ہوگی۔
(مسند احمد)

حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ دجال تب نکلے گا جب اچھے لوگ کم رہ جائیں گے، دین میں کمزوری آچکی ہو گی، آپس کی عداوتیں بہت بڑھ جائیں گی۔ دجال کے لئے زمین لپیٹ دی جائے گی جیسے مینڈھے کی کھال لپیٹ دی جاتی ہے۔(یعنی اس کے لئے ہر جگہ جانا آسان ہو جائے گا سوائے حرمین شریفین کے) (مستدرک حاکم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ میں حطیم میں حضرت حذیفہ ؓ کے ساتھ تھا، انہوں نے ایک حدیث کا ذکر کیا اور فرمایا! اسلام کی کڑیوں کو ایک ایک کر کے توڑا جائے گا اور گمراہ کرنے والے قائدین ہوں گے اور اس کے بعد تین دجال نکلیں گے۔ میں نے پوچھا! اے عبداللہ (حضرت حذیفہ ؓ)! آپ یہ جو کہہ رہے ہیں کیا آپ نے یہ نبی کریم ﷺ سے ہی سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا! جی ہاں: میں نے یہ حضور ﷺ سے سنا ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ دجال اصفہان کی یہودیہ نامی بستی سے ظاہر ہوگا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت نافع بن عتبہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم جزیرۃ العرب والوں سے لڑو گے اور اللہ تم کو اس کا فاتح بنادے گا، پھر تم فارس یعنی ایران والوں سے لڑو گے اور اللہ تم کو اس کا فاتح بنادے گا، پھر تم روم سے لڑو گے اور اللہ تم کو اس کا فاتح بنادے گا، پھر تم دجال سے لڑو گے اور اللہ تم کو اس کا فاتح بنادے گا۔ پھر حضرت نافع ؓ نے کہا کہ ہمارے علم کے مطابق دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک روم فتح نہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بیت المقدس کے آباد ہونے سے مدینہ کی بربادی شروع ہو جائے گی، مدینہ کی بربادی ہوئی تو ایک عظیم جنگ شروع ہو جائے گی، وہ جنگ شروع ہوئی تو قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا اور جب قسطنطنیہ فتح ہوگا تو جلد ہی دجال کا خروج ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ذو مخمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم عیسائیوں کے ساتھ صلح کرلو گے، پھر تم ایک لڑائی کرو گے اور رومی تمہارے ساتھ غداری کریں گے۔ تم اس جنگ میں فتح یاب رہو گے، مال غنیمت حاصل کرو گے اور نقصان سے محفوظ رہو گے۔ پھر تم میدانِ جنگ سے واپس لوٹو گے حتیٰ کہ تم اور عیسائی اکٹھے ایک ٹیلے والی سبز جگہ پر پڑاؤ ڈالو گے۔ وہاں عیسائیوں میں سے ایک شخص صلیب بلند کر کے اعلان کرے گا کہ صلیب غالب آ گئی۔ اس پر ایک مسلمان کو غصہ آ جائے گا وہ آگے بڑھ کر صلیب کے ٹکڑے کر دے گا۔ اس واقعہ سے عیسائی بگڑ جائیں گے اور جنگ کے لئے جمع ہو جائیں گے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ مسلمان بھی جوش میں آ جائیں گے اور ہتھیار سنبھال لیں گے۔ ایک سخت لڑائی کریں گے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اس جماعت کو شہادت عطا فرمائے گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک عیسائی ''اعماق یا دابق'' کے مقام پر پڑاؤ نہ ڈالیں۔ عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا جو اس وقت روئے زمین کے بہترین لوگ ہوں گے۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوں گے تو عیسائی کہیں گے کہ تم لوگ درمیان سے ہٹ جاؤ ہمیں پہلے ان لوگوں سے لڑنے دو جو ہم میں سے گرفتار ہو کر تمہارے پاس آ گئے ہیں۔ (اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان پہلے بھی لڑائیاں ہو چکی ہوں گی جن میں مسلمان فتح یاب ہو گئے ہوں گے، عیسائیوں کو قیدی بنا لیا گیا ہوگا جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور اب اسلامی لشکر میں شامل ہو کر عیسائیوں سے جہاد کرنے کے لئے آئے ہوئے ہوں گے)۔

مسلمان ان کی بات کا جواب دیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم اپنے بھائیوں سے کبھی الگ نہیں ہوں گے۔ لڑائی شروع ہوگی تو مسلم لشکر کا ایک تہائی حصہ میدانِ جنگ سے فرار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ اس لشکر کے ایک تہائی لوگ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین شہداء ہوں گے۔ باقی ایک تہائی لشکر لڑائی میں فتح حاصل کرلے گا۔ یہ لوگ کبھی فتنہ میں مبتلا نہیں ہوں گے اور یہی لوگ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔ جب وہ اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو شیطان ان کے درمیان آ کر آواز لگائے گا کہ

لوگو! تمہارے پیچھے مسیح دجال تمہارے گھروں میں گھس گیا ہے (اس شیطان کا مقصد مسلمانوں کو خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا کرنا ہوگا)۔ لشکر اسلام کے فوجی وہاں سے دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں گے، بعد میں معلوم ہوگا کہ یہ خبر جھوٹی تھی لیکن جب وہ شام میں پہنچیں گے تو واقعی مسیح دجال کا ظہور ہو چکا ہوگا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ام شریک ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگ دجال سے ڈر کر پہاڑوں کی طرف بھاگ جائیں گے۔ حضرت ام شریک ؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ بہت تھوڑے ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک طویل حدیث میں بیان فرمایا کہ پھر خوشحالی کا فتنہ ظاہر ہوگا جو ایک ایسے شخص کے قدموں سے اٹھے گا جو میرے اہل بیت سے ہوگا۔ وہ خود کو میرے خاندان میں خیال کرے گا مگر درحقیقت اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ میرے دوست تو فقط متقی لوگ ہیں۔ پھر لوگ ایک ایسے شخص پر متفق ہو جائیں گے جو ایسے ہوگا جیسے پسلی پر سرین (یعنی لوگ ایک ایسے شخص کو بادشاہ بنانے پر متفق ہو جائیں گے جو اپنی جہالت کے باعث بادشاہت کے لئے کسی صورت موزوں نہ ہوگا اور نہ وہ امور و معاملات پر قابو پانے کی اہلیت رکھتا ہوگا، جس طرح ایک پسلی بھاری سرین کا وزن برداشت نہیں کر سکتی)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس کے بعد ایک بہت ہولناک فتنہ شروع ہو گا۔ اس فتنہ کا اثر اور ضرر میری امت کے ہر شخص کو پہنچے گا، کوئی بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ جب بھی کہا جائے گا کہ یہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر لے گا۔ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا حتیٰ کے لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک ایمان والے جو نفاق سے بالکل پاک ہوں گے اور دوسرے نفاق والے جو ایمان سے یکسر خالی ہوں گے۔ جب یہ حالات ہو جائیں تو اس وقت دجال کا انتظار کرنا۔ اسی روز آ جائے گا یا اگلے روز ظاہر ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد)

حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مکہ اور مدینہ کے علاوہ دجال دنیا کہ ہر ملک کو تاراج کرے گا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مدینہ کے دروازے پر فرشتے متعین ہیں، اس میں نہ تو طاعون کا مرض داخل ہو سکے گا نہ ہی دجال۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسیح دجال مشرق کی جانب سے آئے گا۔ اس کا ارادہ مدینہ میں داخل ہونے کا ہوگا مگر جب جبلِ احد کے پیچھے پہنچے گا تو فرشتے اس کے آگے آجائیں گے اور اس کا منہ شام کی طرف پھر دیں گے اور وہ وہیں جا کر مرے گا (اس زمانے میں موجودہ فلسطین، لبنان، اردن اور اسرائیل شام کا حصہ تھے)۔ (صحیح مسلم)

حضرت محجن بن ادرعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز خطبہ دیتے ہوئے فرمایا!

نجات کا دن اور کیا ہے نجات کا دن؟ نجات کا دن اور کیا ہے نجات کا دن؟ نجات کا دن اور کیا ہے نجات کا دن؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دوہرائی۔ صحابہ نے عرض کیا! نجات کے دن سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! دجال آئے گا، وہ جبل احد پر چڑھ کر مدینہ کی طرف دیکھے گا اور اپنے ساتھیوں سے کہے گا: کیا تمہیں وہ سفید محل نظر آ رہا ہے؟ یہ احمد (ﷺ) کی مسجد ہے، پھر وہ جب مدینہ کی طرف آئے گا تو راستے میں ایک فرشتے کو مستعد پائے گا جو ننگی تلوار لئے کھڑا ہوگا۔ پھر وہ شام کی جانب جُرف کے مقام پر ایک شور زدہ زمین پر پڑاؤ ڈالے گا اور وہاں اپنا خیمہ لگائے گا۔ اس کے بعد مدینہ تین دفعہ زلزلے سے لرز اٹھے گا جس کے اثر سے تمام فاسق ومنافق مرد اور عورتیں مدینہ چھوڑ کر دجال کی طرف نکل جائیں گے۔ یہی یوم نجات ہوگا۔ (مسند احمد)

جُرف: یہ مدینہ کا ایک نواحی مقام ہے جو مدینہ کے شمالی جانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بعض علماء نے اسے مجتہ الشام اور صاصین کے درمیان لکھا ہے جو شام کے حاجیوں کا راستہ ہے۔ آجکل اس کا ایک حصہ ازہری محلّہ کہلاتا ہے۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو کوئی دجال کے بارے میں سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! جو خود کو مومن سمجھتا ہوگا، وہ جب اس کے قریب آئے گا تو اس کے پیدا کردہ شبہات سے متاثر ہو جائے گا اور اس کے پیروکاروں میں شامل ہو جائے گا۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

﴿ ثُمَّ يُسَلِّطُ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْهِ فَيَقْتُلُوْنَهُ وَ يَقْتُلُوْنَ شِيْعَتَهُ ..... ﴾

پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دجال پر مسلط کر دیں گے اور مسلمان دجال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے حتیٰ کہ اگر کوئی یہودی درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپے گا وہ پکار کر مسلمانوں سے کہیں گے یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اسے قتل کر ڈالو۔

(مسند احمد، طبرانی)

حضرت ثوبان ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کرلیا ہے۔ ایک وہ جماعت جو ہند کے خلاف جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے ساتھ مل کر دجال کے خلاف جہاد میں ہوگی۔ (مسند احمد، سنن نسائی، طبرانی، بیہقی فی سنن الکبریٰ)

ایک حدیث میں حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا! میری امت میں تیس جھوٹے آئیں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اور غالب رہے گا جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے حتیٰ کہ اللہ کا امر آجائے گا۔
(مشکوٰۃ شریف)

(اللہ کا امر آنے کا مطلب ہے کہ دجال کو قتل کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے)

دجال کا حلیہ:

دجال کے سر پر بہت زیادہ بال ہوں گے اور وہ انتہائی گھونگھریالے ہوں گے۔ اس کا سر کسی درخت کی ٹہنی کی طرح ہوگا، اس کا رنگ انتہائی سفید ہوگا، بعض روایات میں سرخی مائل سفید بھی لکھا ہے، ایک آنکھ سے کانا ہوگا، آنکھ بالکل سپاٹ ہوگی، دائیں آنکھ پر ایک موٹی پھلی ہوگی، پیشانی نمایاں ہوگی، ناک کے نتھنے چوڑے ہوں گے، بھاری بھرکم جسم ہوگا، قد چھوٹا ہوگا، دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہوگا، عبدالعزیٰ خزاعی بن قطن کے مشابہ ہوگا، اس کی کنیت ابو یوسف ہوگی، اس کا سر پیچھے سے ایسا لگے گا جیسے وہ گنجا ہے جیسا افعی سانپ ہوتا ہے، اس کا کان کٹا ہوا ہوگا، جوان ہوگا، اس کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کی نسبت لمبا ہوگا، اس کی پیشانی پر **ک، ف، ر** لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر مسلمان پڑھ سکے گا چاہے وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہیں۔

حافظ ابن کثیر ؒ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مغنم ؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس بات میں کوئی شک اور پوشیدگی نہیں کہ دجال مشرق سے نکلے گا اور شروع میں حق کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا، لوگ اس کی اتباع کریں گے وہ حق کو لوگوں کے سامنے گھڑ کر اس پر قتال کرکے لوگوں پر غالب آجائے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ کوفہ آجائے گا اور اللہ کے دین کو غالب کرکے اس پر عمل پیرا ہوگا، لوگ اس کی اتباع کریں گے اور اس سے محبت کرنے لگیں گے کہ ایک دن وہ کہے گا کہ ”میں نبی ہوں“۔

اس دعویٰ نبوت کو سن کر ہر عقلمند گھبرا جائے گا اور اس کو چھوڑ دے گا۔ کچھ عرصہ بعد وہ خدائی دعویٰ کرے گا جس سے اس کی دائیں آنکھ کی روشنی ختم ہو جائے گی، ایک کان کٹ جائے گا، غیبی طور پر اس کی آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھ دیا جائے گا۔ کسی مسلمان پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی اور مخلوق میں جس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ برابر بھی موجود ہوگا وہ اس سے علیحدگی اور جدائی اختیار کر لے گا۔ اس کے ساتھی اور لشکری مجوسی، یہودی، عیسائی اور عجمی مشرک رہ جائیں گے۔ (النہایۃ فی الفتن والملاحم)

دجال کے پیروکار:

ا۔ انسانی فطرت ہے کہ جس چیز میں ذراسی جدّت یا کشش ہو لوگ اس کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ خاص طور پر وہ ضعیف الاعتقاد لوگ، جن کا دین اور دین والوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی بھیڑ اس گمراہی کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس بھیڑ کے بل بوتے پر اپنے آپ کو دنیا کا بلاشرکتِ غیرے بادشاہ اور شہنشاہ سمجھنا شروع کر دے تو اس کو بیوقوف کہا جائے گا یا پھر اس کو اپنے دماغ کا علاج کروانے کا مشورہ دیا جائے گا۔

دجالی شعبدہ بازیوں اور خلاف عقل امور کو دیکھ کر بہت سے ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی دجال کے پیروکاروں میں شامل ہو جائیں گے۔ ان میں کچھ ایسے افراد بھی ہوں گے جو اپنے فقر و فاقہ کی وجہ سے تنگ ہوں گے اور یہ دیکھیں گے کہ اگر وہ دجال کی بات مان لیتے ہیں تو ان کی اس فقر و فاقہ سے جان چھوٹ جائے گی اور زندگی آرام و راحت سے گزرے گی۔

اس بات کا موجودہ حالات میں مشاہدہ کرنا اور بھی آسان ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے لیڈروں سے وابستہ ہوتے ہیں جن کو وہ خود غلط سمجھتے ہیں لیکن اپنے ذاتی منافع اور ذاتی مفادات کی وجہ سے ان کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ یہی حال اس وقت دجال کے بعض پیروکاروں کا ہوگا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ کچھ لوگ دجال کا ساتھ دیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ جھوٹا اور کذاب ہے لیکن ہم نے اس کا ساتھ اس لئے دیا ہے کہ اس کا کھائیں گے اور اس کے ساتھ دنیاوی راحتیں حاصل کریں گے۔ جب اللہ کا غضب نازل ہوگا تو یہ بھی اس میں غرق ہو جائیں گے۔

۲۔ دجال کے اصل پیروکار یہودی ہوں گے کیونکہ دجال خود بھی بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کوز (تبریز کا نواحی علاقہ) اور کرمان (ایران) سے اسی ہزار افراد کے ساتھ نیچے اترے گا جس پر طیلسان کی بنی ہوئی چادریں ہوں گی اور بالوں کی بنی ہوئی جوتیاں پہنے ہوئے ہوں گے،

ان کے چہرے چپٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے۔ (بحوالہ المسیح الدجال)

۳۔ دجال کے پیروکاروں میں عورتوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی۔

مصنف ابن ابی شیبہ ؒ اور درمنثور میں حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال اس کھاری زمین میں ''مرقناۃ'' کے پاس آئے گا اور اس کے پاس آنے والوں میں بہت بڑی تعداد عورتوں کی ہوگی۔

۴۔ کفار اور مشرکین دجال کے پیروکار ہوں گے۔ منکرین خدا کے دل میں نفاق کا مرض ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں سے جب بھی دشمنی نکالنے کا موقعہ ملتا ہے تو وہ اس سے پوری طرح فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ دجال کے لشکر میں شوق سے شامل ہوں گے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے دجال کا ساتھ دیں گے۔ مدینہ منورہ میں بھی ان کی ایک بڑی تعداد موجود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے شہر کو ان ناپاک لوگوں سے پاک کر دے گا۔ خروجِ دجال کے بعد مدینہ منورہ میں تین زلزلے آئیں گے جو بظاہر عذابِ خداوندی کا نمونہ ہوں گے، اہل ایمان کے لئے یہ زلزلے رحمت ثابت ہوں گے اور تمام منافقین اور کفار زلزلوں سے گھبرا کر مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے اس طرح مدینہ منورہ کفار اور منافقین سے پاک ہوجائے گا۔ اس دن کو احادیث میں ''یوم الخلاص'' کہا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال آئے گا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے نواح میں پڑاؤ ڈالے گا پھر مدینہ منورہ میں تین بار زلزلے آئیں گے جس کی وجہ سے تمام منافقین اور کفار مدینہ منورہ سے نکل کر دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

۵۔ تمام فاسق اور فاجر لوگ دجال کے پیروکار ہوں گے۔ دجال کے اکثر پیروکار یہودی، عجمی، ترک اور مخلوط لوگ ہوں گے۔ ان میں دیہاتیوں اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔

حضرت صعب بن جثامہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کا خروج نہ ہوگا یہاں تک کہ لوگ اس کا ذکر بھول جائیں گے اور ائمہ کرام منبروں پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت جنادہ بن امیہ ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک انصاری صحابی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ایک حدیث مبارک سنائی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا! میں تمہیں مسیح دجال سے ڈراتا ہوں اور فرمایا کہ وہ زمین میں چالیس دن رہے گا اور اس کی حکومت ہر گھاٹ پر پہنچ جائے گی لیکن وہ چار جگہوں میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ خانہ کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور کوہ طور۔ (مسند احمد)

دجال کے خروج کی علامات:

۱۔ خروج دجال کی سب سے اہم علامت حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ یہ ایک ایسی کھلی اور روشن علامت ہوگی جس کو دیکھ کر ہر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اب دجال کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

۲۔ بیسان کے نخلستان میں پھل آنا بند ہو جائیں گے۔ یہ علاقہ نہر بیسان (اردن) کے قریب فلسطین کی حدود میں واقع ہے اور دجال کے خروج سے پہلے وہاں درختوں پر پھل آنا بند ہو جائیں گے۔

۳۔ بحرۂ طبریہ کا پانی خشک ہو جائے گا۔

۴۔ دین میں کمزوری آنا اور مسلمانوں میں آپس میں بغض اور نفرت کا پھیل کانا۔

حضرت معمر بن راشدؒ نے اپنی جامع میں حضرت قتادہؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن کوفہ میں ایک منادی کرنے والے نے ندا لگائی کہ دجال نکل آیا۔ ایک شخص حضرت حذیفہ بن اسیدؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں اور اور کوفہ والے دجال سے قتال کر رہے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے ان سے فرمایا! یہاں بیٹھ جاؤ، تھوڑی دیر بعد ان کا سردار بھی آ گیا اور آ کر کہنے لگا کہ آپ دونوں یہاں بیٹھے ہیں اور ادھر کوفہ والے دجال سے نیزہ بازی کر رہے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے اس سے بھی فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ پھر اس شخص نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ ہمیں دجال کے سلسلہ میں کوئی حدیث سنایئے۔ حضرت حذیفہ بن اسیدؓ نے فرمایا! اگر آج دجال نکل آئے تو بچے ہی اس کو کنکر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور زمین میں دفن کر دیں گے۔ دجال اس وقت نکلے گا جب صحیح اہل ایمان کی تعداد بہت کم ہوگی، طعام کی اشیاء ناقص، آپس میں ناچاقی، دین پر عمل کرنے میں کمی ہوگی اور اس زمین کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح مینڈھے کی کھال کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (المسیح الدجال از خالد بن محمد)

۵۔ زغر کے چشمہ کا پانی خشک ہو جائے گا۔

۶۔ قسطنطنیہ کا فتح ہونا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بیت المقدس کا آباد ہونا اور مدینہ کا ویران ہونا ہے۔ مدینہ کی ویرانی جنگوں کی علامت ہے، جنگوں کا ہونا قسطنطنیہ کے فتح کا پیش خیمہ ہے، قسطنطنیہ کا فتح ہونا گویا دجال کا نکلنا ہے۔ پھر جس شخص سے حدیث بیان فرمائی تو اس کی ران یا کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ بیشک یہ بات حق ہے اس طرح جس طرح تم یہاں بیٹھے ہو۔ (ابوداؤد)

۷۔ مسجدوں کے محراب و منبر سے دجال کا تذکرہ ختم ہو جائے گا۔

۸۔ سچ اور جھوٹ، امانت و خیانت کا مفہوم بدل جائیگا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے مسند احمد، مسند بزار، مسند ابویعلیٰ میں ارشاد نبوی ﷺ نقل ہے کہ دجال کے خروج سے پہلے کچھ دھوکے کے سال ہوں گے۔ جن میں سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔ امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار سمجھا جائے گا۔

۹۔ بھوک اور قحط سالی کا دور دورہ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ باہلی ؓ سے روایت ہے کہ خروج دجال سے قبل تین سال ایسے ہوں گے جو انتہائی شدید ہوں گے۔ لوگ اس میں قحط سالی کا شکار ہوں گے۔ پہلے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دیں گے کہ ایک تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم دیں گے کہ ایک تہائی پیداوار روک لے۔ دوسرے سال آسمان کو حکم دیں گے کہ دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم دیں گے کہ دو تہائی پیداوار روک لے۔ پھر تیسرے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دیں گے کہ اپنی بارش مکمل طور پر روک لے، ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکے گا اور زمین کو حکم دیں گے کہ اپنی ساری پیداوار روک لے اور گھاس کا تنکا بھی نہیں اگے گا، ہر سم والا جانور ہلاک ہو جائے گا۔ **الّا ماشاء اللّٰہ**

صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ اس زمانے میں پھر لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھے گی؟ فرمایا! تہلیل و تکبیر اور تسبیح و تحمید ان کے لئے کھانے کا کام دے گی۔ (سنن ابن ماجہ)

۱۰۔ مسلمانوں میں عربوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔

خروج دجال کے وقت اہل عرب بہت کم ہوں گے اور عجمیوں کی بہت بڑی تعداد ہوگی۔

۱۱۔ رومیوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوگا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ قیامت کے قریب رومیوں کی تعداد میں انتہائی کثرت ہو جائے گی۔
(یعنی عیسائیوں کی بہت تعداد ہوگی)

زمین پر خروج کے بعد دجال کے قیام کی مدت:

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے حالات اور واقعات کی تفصیل بتائی۔ صحابہ کرامؓ کے سولات و جوابات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! دجال زمین میں کتنی مدت تک رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! چالیس دن رہے گا۔ جس میں ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور اور باقی تمام دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کا جو ایک دن پورے ایک سال کے برابر ہے، کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ فرمایا! نہیں! بلکہ تم اندازے کے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہنا۔ (مسلم شریف)

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس ۔۔۔۔رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن مراد ہیں یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

اہل تشیع عالم ملا باقر مجلسی اپنے امام مہدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ جس وقت مہدی ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے پہلے سنیوں اور خاص کران کے عالموں کو قتل کرنے کی کاروائی کریں گے اور ان کو قتل کر کے نیست و نابود کر دیں گے۔ (حق الیقین، ص۱۳۹)

۲۔ ابن بابویہ سے امام باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت قائم آل محمد ظاہر ہوں کے تو وہ (حضرت) عائشہ (ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو زندہ کریں گے اور ان پر حد جاری کریں گے۔ (حیات القلوب)

۳۔ امام مہدی حضرت حسین کے قاتلوں کی اولاد کو قتل کریں گے کیونکہ وہ اپنے اباء کے فعل سے راضی تھے اور جو بھی غلط کام پر راضی ہو وہ اسی کرنے والے جیسا ہوتا ہے پھر عائشہ (ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو زندہ کر کے عذاب دیں گے۔ (حق الیقین، ج۲ص۹۲باب، کیف رجعت)

۴۔ امام مہدی (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) اور (حضرت) عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی لاشوں کو قبروں سے نکال لے گا اور لاشوں کو درختوں پر لٹکانے کا حکم دے گا۔

۵۔ امام کے حکم سے لاشوں کے کفن اتار لئے جائیں گے۔

۶۔ جب یہ لاشیں درختوں پر لٹکائی جائیں گی تو درخت ہرے بھرے ہو جائیں گے اور پھل دینے لگیں گے۔
(بصائر الدراجات)

۷۔ امام مہدی جن لوگوں کو زندہ کریں گے ان کی تعداد چار ہزار ہوگی۔ (غایۃ المقصود، ج ا ص ۱۷۸)

۸۔ قرآنی وعدے کے مطابق آل محمد کو حکومتِ عامہ عالم دی جائے گی اور زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ ہوگا جس پر آل محمد کی حکومت نہ ہو۔ (چودہ ستارے از سید نجم الحسن کراروی، ص ۶۰۲)

۹۔ شیعہ مجتہد قاضی نوراللہ شوستری نے لکھا ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا اس وقت امام کے نور سے پوری دنیا منور ہو جائے گی ہر شیعہ کی عمر ہزار سال ہوگی اور ان کے ہاں ہر سال بیٹا پیدا ہوگا۔
(انوار النعمانیہ بحوالہ شیعہ مذہب اور اسلام کا تقابلی مطالعہ)

۱۰۔ وہ مخالفین کو آگ میں جلائے گا اس طرح کہ آگ کو حکم دے گا اور وہ اس کا حکم مانے گی۔

۱۱۔ ائمہ معصومین اور تمام مومنین اس کی موجودگی میں زندہ ہوں گے۔

۱۲۔ اس کے پاس آگ وغیرہ اور آلاتِ سزا کے خزانے ہوں گے جو دشمن کو سزا دینے کے لئے استعمال کرے گا۔

۱۳۔ سزا دینے کے لئے اس مہدی کے کارندے بھی ہوں گے جو اس کے حکم سے سزا جاری کریں گے۔

۱۴۔ جو اس کی بات مانے گا یہ اس کو نواز دے گا گویا اس کے پاس رزق، پانی اور مال کے خزانے ہوں گے۔

۱۵۔ وہ گھی کا چشمہ اور دودھ اور پانی کی نہریں چلائے گا۔

شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی نے مفصل بن عمر کے حوالے سے امام جعفر صادقؒ سے منسوب روایت نقل کی ہے:

مفصل نے امام جعفر صادق سے عرض کیا، اے میرے آقا! صاحب الامر امام مہدی مکہ معظّمہ کے بعد دوسرے کس مقام کا رخ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے نانا رسولِ خدا ﷺ کے شہر مدینہ جائیں گے وہاں ان سے ایک عجیب بات کا ظہور ہوگا جو مومنین کے لئے خوشی وشادمانی کا اور کافروں منافقوں کے لئے ذلت وخواری کا سبب ہوگا۔

مفصل نے پوچھا وہ کیا عجب بات ہوگی؟ امام جعفر نے فرمایا کہ جب وہ نانا رسولِ خدا کی قبر کے پاس پہنچیں گے تو وہاں کے لوگوں سے پوچھیں گے کہ لوگو! بتاؤ! کیا یہ قبر ہمارے نانا رسول خدا کی ہے؟ لوگ کہیں گے کہ ہاں یہ انہی کی قبر ہے۔ پھر پوچھیں گے اور کون لوگ ہیں جو ہمارے نانا کے پاس دفن کر دئے گئے۔ لوگ بتائیں گے یہ آپ کے خاص

مصاحب ابوبکر وعمر ہیں۔ حضرت صاحب الامر سب کچھ جاننے کے باوجود ان لوگوں سے کہیں گے کہ ابوبکر کون تھا اور عمر کون تھا اور کس خصوصیت کی وجہ سے ان دونوں کو ہمارے نانا رسولِ خدا کے ساتھ دفن کیا گیا؟ لوگ کہیں گے یہ دونوں آپ کے خلیفہ اور آپ کی بیویوں عائشہ اور حفصہ کے باپ ہیں۔ اس کے بعد جناب صاحب الامر فرمائیں گے کہ کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کو اس بارے میں شک ہو کہ یہی دونوں یہاں دفن ہیں۔ لوگ کہیں گے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کو اس بارے میں شک ہو۔ سب یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ رسول خدا کے پاس یہی دو بزرگ مدفون ہیں۔ پھر تین دن کے بعد صاحب الامر حکم دیں گے کہ دیوار توڑ دی جائے اور ان دونوں کو ان کی قبروں سے نکالا جائے۔

چنانچہ دونوں کو قبروں سے نکالا جائے گا، ان کا جسم تازہ ہوگا اور ان کا وہی کفن ہوگا جس میں ان کو دفن کیا گیا تھا۔ پھر آپ حکم دیں گے کہ ان کا کفن الگ کر دیا جائے، ان کی لاشوں کو برہنہ کر دیا جائے اور ایک سوکھے درخت پر لٹکا دیا جائے۔ اس وقت مخلوق کے امتحان و آزمائش کے لئے یہ عجیب واقعہ ظہور میں آئے گا کہ وہ سوکھا درخت جس پر لاشیں لٹکائی جائیں گی ایک دم سرسبز ہو جائے گا، تازہ ہری پتیاں نکل آئیں گی اور شاخیں بڑھ کر بلند ہو جائیں گی۔

پس جو لوگ جو ان دونوں سے محبت رکھتے اور مانتے ہوں گے (یعنی اہل ایمان اہل سنت) کہیں گے واللہ! یہ ان دونوں کی عنداللہ مقبولیت اور عظمت کی دلیل ہے، ان کی محبت کی وجہ سے ہم نجات کے مستحق ہوں گے اور جس سوکھے درخت کی طرح سرسبز ہو جانے کی خبر مشہور ہوگی وہ اس کو دیکھنے کے شوق میں دور دور سے مدینہ آ جائیں گے۔

جناب صاحب الامر کی طرف سے منادی کرنے والا ندا دے گا اور اعلان کرے گا جو لوگ ان دونوں سے عقیدت اور محبت رکھتے ہیں وہ ایک طرف کھڑے ہو جائیں۔ اس اعلان کے بعد لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک گروہ ان دونوں سے محبت کرنے والوں کا ہوگا اور دوسرا ان پر (نعوذ باللہ) لعنت کروالوں کا ہوگا۔ اس کے بعد صاحب الامر ان لوگوں سے جو ان دونوں سے محبت کرنے والے سے کہے گا کہ ان دونوں سے بیزاری کا اعلان کرو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو تم پر ابھی ابھی خدا کا عذاب آ جائے گا۔

وہ لوگ جواب دیں گے کہ جب ہم ان کی عنداللہ مقبولیت کے بارے میں نہیں جانتے تھے اس وقت بھی ہم نے ان سے بیزاری کا رویہ اختیار نہیں کیا تھا تو اب جبکہ ہم نے ان کے مقرب اور مقبول بارگاہ خداوندی ہونے کی علامت آنکھوں سے دیکھ لی ہے تو ہم کیسے ان سے بیزاری کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں۔ بلکہ اب ہم تم سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں اور ان سب لوگوں سے جو تم پر ایمان لائے اور جنہوں نے تمہارے کہنے پر ان بزرگوں کو قبروں سے نکال کے ان کی توہین و تذلیل کا معاملہ کیا ہے۔

ان لوگوں کا جواب سن کے امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے وہ ان لوگوں پر چلے گی اوران سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ پھر امام مہدی حکم دیں گے کہ اب دونوں (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ) کی لاشوں کو اتارا جائے پھر ان دونوں کو قدرت الٰہی سے زندہ کریں گے اور حکم دیں گے کہ تمام مخلوق جمع ہو پھر یہ کہ دنیا کے آغاز سے اس کے ختم تک جو بھی ظلم ہوا اور جو بھی کفر ہوا، ان سب کا گناہ ان دونوں پر لازم کیا جائے گا اورانہی کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔

سلمان فارسی کو پیٹنا، امیر المومنین اور فاطمہؓ اور حسنؓ وحسینؓ کو جلا دینے کے لئے ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگانا اور امام حسن کو زہر دینا اور امام حسین اور ان کے بچوں اور چچازاد بھائیوں اور ان کے تمام مددگاروں کو کربلا میں قتل کرنا اور رسول خدا کی اولاد کو قید کرنا اور ہر زمانے میں آل محمد کا خون بہانا اور ان کے علاوہ جو بھی ناحق خون کی گیا ہو اور کسی عورت کے ساتھ جہاں بھی زنا کیا گیا ہو اور جو سود یا حرام کا مال کھاتا ہو اور جو بھی گناہ اور کو ظلم قائم آل محمد یعنی امام غائب کے ظہور تک دنیا میں کیا گیا ہو ان سب کو ان دونوں کے گناہوں میں گنوایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ یہ سب کچھ تم سے اور تمہاری وجہ سے ہوا۔ وہ دونوں اقرار کریں گے کہ ہاں ہماری وجہ سے ہوا۔ کیونکہ اگر ہم رسول خدا کی وفات کے بعد پہلے ہی دن خلیفہ برحق علی کا حق دونوں مل کر غصب نہ کرتے تو ان گناہوں میں سے کوئی بھی نہ ہوتا۔

اس کے بعد صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ جو لوگ حاضر موجود ہیں وہ ان دونوں سے قصاص لیں اور ان کو سزا دی جائے۔ پھر صاحب الامر حکم فرمائیں گے کہ ان دونوں کو درختوں پر لٹکا دیا جائے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے نکلے اور ان دونوں کو معہ درخت کے جلا کر راکھ کر دے اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھوں کو دریاؤں پر چھڑک دے۔

مفضل نے عرض کیا: اے میرے آقا! یہ ان لوگوں کا آخری عذاب ہوگا۔

امام جعفر صادق نے فرمایا! اے مفضل: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! سید محمد رسول اللہ اور صدیق اکبر امیر المومنین علی اور سیدہ فاطمہ زہراء اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہید کربلا اور تمام ائمہ معصومین اور تمام مومنین کے حساب میں ان دونوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ دن رات میں ان کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا جہاں چاہے گا ان کو لے جائے گا اور عذاب دیتا رہے گا۔

(بحوالہ ایرانی انقلاب، ص۲۱۹) (نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نہ باشد)

مسیح دجال

دجال آدم زاد ہوگا۔ یہ یہودی مذہب سے تعلق رکھتا ہوگا۔ پیدائشی طور پر مسخ شدہ شکل کا حامل ہوگا۔ اس کے خیالات اور میلانات شیطانی ہوں گے ظاہری شکل وصورت سے بھی شیطان لگے گا۔ اس کے اردگرد دس شیطانوں کا گھیرا ہوگا۔ (۷۰۰۰۰) ستر ہزار جبہ پوش یہودی اس کے ساتھ رہیں گے۔ اس کے والدین کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تیس برس تک دجال کے باپ کے ہاں اولاد نہیں ہوگی، پھر اس کے ہاں ایک کانا بچہ پیدا ہوگا، جس کا نفع بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوگا، اس کی آنکھ تو سوئے گی لیکن دل نہیں سوئے گا۔ اس کے باپ کے متعلق بتایا کہ اس کا باپ دراز قد ہوگا جس کا گوشت تھرکتا ہوگا، اس کی ناک لمبی ہوگی بالکل چونچ کی طرح، اس کی ماں کے پستان بڑے بڑے ہوں گے۔ (مسند احمد)

جب اس کو دور سے آتا ہوا دیکھیں گے تو وہ کوتاہ قد اور عظیم الجثۃ آدمی نظر آئے گا۔ اس کا رنگ گندمی اور سرخ ہوگا، اس کی جلد صاف ہوگی اور اس کے رخسار سرخ ہوں گے۔ اس کا سر اژدھے کی مانند بڑا ہوگا۔ اس کے بال سخت گھنگریالے ہوں گے۔ یوں لگے گا جیسے اس میں پانی اور ریت ملی ہوئی ہے، اس کے بال بہت گھنے ہوں گے، یوں معلوم ہوگا جیسے بال درخت کی ٹہنیاں ہیں۔ (مسند احمد)

جب وہ چلے گا تو پیروں کے اگلے حصے اندر کی طرف جھکے ہوئے ہوں گے اور ایڑھیاں باہر کو نکلی ہوئی ہوں گی۔ جب اس کو قریب سے دیکھا جائے گا تو وہ مکروہ شکل کا لگے گا، اس کے چہرے کی دائیں جانب بالکل سپاٹ ہوگی، نہ آنکھ ہوگی نہ آبرو، اس کی بائیں آنکھ بہت ہی روشن اور سبز رنگ کی ہوگی۔ ایسے لگے گا جیسے ستارہ ہے جو موتی کی مانند چمک رہا ہے، گویا وہ ابھرا ہوا سبز فانوس ہے جو اس کے رخسار پر لٹک رہا ہے، جیسے تیرتا ہوا انگور کا دانہ۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کانا ہو گا، دائیں آنکھ نہیں ہوگی اس جگہ کوئی نور نہیں ہوگا، بائیں آنکھ ابھری ہوئی تیرتی ہوئی اور رخساروں پر لٹکی ہوئی ہوگی۔ (فتح الباری)

اس کے مزید اوصاف یہ ہوں گے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان ''ک۔ف۔ر'' کافر لکھا ہوا ہوگا۔ (جامع ترمذی)

دجال کا ٹھکانہ (اس وقت دجال کہاں ہے):

دجال اس وقت زندہ ہے، کھا پی رہا ہے مگر وہ ایک معینہ مدت کے لئے جزیرہ کی ایک عبادت گاہ میں قید ہے۔ یہ عبادت خانہ کہاں ہے، اس کو کس نے بند کیا ہوا ہے، کیا دجال یہودی شکاری کا بیٹا ہے؟

ایک روایت یہ ہے کہ اسے فرشتوں نے قید کیا ہوا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید کیا تھا، وہ ایک عبادت خانہ میں بند ہے اور زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ وہ عبادت خانہ یقینی طور پر مشرق میں ہے، بعض روایات کے مطابق وہ یہودیوں کی بستی جو اصفہان میں ہے اس میں کسی جگہ پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال مشرق کی سرزمین خراساں سے نکلے گا۔ (ترمذی، حاکم)

دوسری حدیث میں ہے کہ اصفہان کے (۷۰۰۰۰) ستر ہزار جبہ پوش یہودی اس کے ساتھ ہوں گے۔ (صحیح مسلم، مسند احمد)

فتنہ دجال سے بچنے کی احتیاتی تدابیر:

دجال کے فتنہ سے بچنے کے لئے تدابیر دو حصوں میں تقسیم ہے:

۱۔ علمی تدابیر

۲۔ عملی تدابیر

• دین کی باتوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ ضعیف الاعتقاد لوگ دجال کے فتنہ میں جلد مبتلا ہو جائیں گے۔ دین کی بنیادی باتوں کے بارے میں جاننا اور ان پر سختی سے عمل کرنے کی انتہائی ضرورت ہے۔

• اعمال صالحہ کرنا۔ احادیث میں آتا ہے کہ دجال کے خروج سے پہلے اعمال صالحہ کی طاقت کو مضبوط کرلو۔

• دجال کے چہرے پر تھوک دینا۔ حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اس (دجال) سے ملے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے چہرے پر تھوک دے۔ (مسند احمد، طبرانی)

• دجال کے شر سے پناہ مانگنا۔ حضرت ابو قلابہؓ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کا دجال سے آمنا سامنا ہو جائے تو وہ یہ کہہ دے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے: ہمارا رب اللہ ہے، اس پر ہمارا بھروسہ ہے اور ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں تو دجال اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

• نمازوں میں دجال کے فتنہ سے حفاظت کی دعا مانگنا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ دعا کے الفاظ درج ذیل ہیں:

﴿ اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وأَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ فَتْنَةِ الْمَمَاتِ، ﴾

• دجال کی قربت سے بچنا۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ اگر کوئی عجیب وغریب خبر سنے تو اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب خروج دجال کی خبر مشہور ہوگی تو لوگ چاہیں گے کہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ کیسا ہے۔ لوگ صرف اس کے دیکھنے کے لئے جائیں گے کہ ہم اس کو جھوٹا مانتے ہیں اور اس کی کوئی بات نہیں مانیں گے۔ لیکن جب وہ اس سے مل کر آئیں گے تو ان کے دلوں میں شکوک وشبہات کا ایک جال بچھ چکا ہوگا، اس لئے ہر ممکن کوشش کریں کہ اس سے دور ہی رہیں۔

• تسبیح وتکبیر وتہلیل۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ دجال کے زمانے میں مسلمانوں کی غذا ہی تسبیح وتکبیر ہوگی اس لئے اس کا کثرت سے اہتمام کیا جائے۔

• رسول اللہ ﷺ نے چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔ (مسلم)

• سورۃ کہف کو یا اس کی ابتدائی یا آخری دس آیات کو حفظ کر لینا چاہیئے۔ جو سورۃ کہف کی ابتدائی تین آیات حفظ کر لے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس نے سورۃ کہف کی پہلی تین آیات حفظ کر لیں وہ دجال کے فتنہ سے بچ گیا۔ (مسلم، احمد ،ابوداؤد، ترمذی)

• حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! جب سے اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، دنیا میں کوئی فتنہ دجال کے فتنے سے بڑا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث کیا انہوں نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا تھا اور میں آخری نبی ہوں اور تم بہترین امت ہو۔ اس لئے وہ ضرور تمہارے ہی اندر سے نکلے گا۔

(سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد)

• ہر قسم کے گناہوں سے سچی توبہ اور نیک اعمال کی پابندی۔

- اللہ تعالیٰ پر یقین اور اس کے تعلق کو مضبوط کرنا اور دین کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہونا اور فنائیت کا جذبہ پیدا کرنا۔
- آخری زمانے کے فتنوں اور حادثات کے بارے میں جاننا اور اس سے بچنے کے لئے ہدایاتِ نبوی ﷺ کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔
- دل کی گہراؤں سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں کا شکار ہونے سے بچائے اور حق کی مدد کے وقت باطل کے ساتھ کھڑے ہونے کی بدبختی اور اس کے وبال و عذاب سے محفوظ رکھے۔

اس دعا کا اہتمام کرنا:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ وَ مَا بَطَنَ اَللّٰهُمَّ أَرِنَاالْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَ أَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ ﴾

- ان تمام گروہوں اور نت نئی پیدا شدہ جماعتوں سے علیحدہ رہنا جو علماءِ حق اور مشائخ عظام کے متفقہ اور معروف طریقے کے خلاف ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے کسی نہ کسی گمراہی میں مبتلا ہیں۔
- حرمین شریفین کے شہروں میں پناہ لینے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اپنے شہروں میں رہتے ہوئے جید علماء کرام کے حلقوں سے جڑے رہنا۔
- پابندی سے ذکر الٰہی کرنے کی عادت ڈالی جائے تسبیح تہلیل اور تکبیر پڑھنا۔ دجال کے فتنہ کے عروج کے دنوں میں جب وہ مخالفین پر غذائی پابندی لگائے گا تو ان دنوں ذکر و تسبیح غذا کا کام دے گی۔ لہٰذا ہر مسلمان صبح و شام کی مسنون دعائیں، تسبیحات اور استغفار کی عادت ڈالے۔ اس کے ساتھ ساتھ تہجد میں اٹھ کر نمازیں پڑھنے کی بھی عادت ڈالے۔
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھائے جانے اور خروج دجال کے بعد واپس زمین پر آ کر دجال اور اس کے پیروکار یہودیوں کا خاتمہ کرنے پر یقین رکھے کہ یہ امت کا اجتماعی عقیدہ ہے۔
- جب حضرت مہدی کا ظہور ہو اور علماء کرام ان کو صحیح احادیث میں بیان کردہ علامات کے مطابق پائیں تو ہر مسلمان ان کی بیعت کرنے میں جلدی کرے۔ باطل پرست اور گمراہ بے دین لوگ دجالی قوتوں کے جن نمائندوں کو فرضی روحانی شخصیت کہہ کر ان کی تشہیر کرتے ہیں ان سے دور رہنا اور ان کے خلاف کلمۂ حق کہنے والے علماء حق کا ساتھ دینا۔
- سورۃ کہف کی ابتدائی دس آیات باقاعدگی سے پڑھنا۔ (ابوداؤد)

- سورۃ کہف کی آخری دس آیات باقاعدگی سے پڑھنا۔ (النسائی)
- دجال کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگنا۔ (مسلم)
- جتنا ممکن ہو سکے دجال سے دور رہنا۔ (ابوداؤد)
- حضرت حذیفہ بن یمان ؓ فرماتے ہیں کہ جب دجال کا سنو تو اس سے بھاگو، اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر نکل جانے کی تلقین کرو، وہاں نہ جا سکیں تو انہیں کہو کہ اپنے گھروں میں جم کر بیٹھ جاؤ۔ (مستدرک حاکم)

حضرت جابر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! دجال ایسے زمانے میں نکلے گا جبکہ دین میں کمزوری آ چکی ہوگی اور علم رخصت ہو رہا ہوگا۔ اس کے خروج کے بعد دنیا میں رہنے کی مدت چالیس روز ہوگی۔ اس مدت میں وہ گھومتا رہے گا۔ ان چالیس روز میں ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ پھر اس کے باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سوار ہوگا۔ اس گدھے کے دو کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں حالانکہ وہ کانا ہوگا اور (ظاہر ہے) تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ اس کے دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) '' ک۔ف۔ر (کافر) '' لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ لکھنا پڑھنا جانتا ہو یا نہیں۔ وہ ہر پانی اور گھاٹ پر اترے گا سوائے مدینہ اور مکہ کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شہروں کو اس پر حرام کر دیا ہے اور ان کے دروازوں اور راستوں پر فرشتے کھڑے ہیں (تا کہ دجال اندر داخل نہ ہو سکے)۔ اس کے ساتھ روٹی کے ذخیرے پہاڑ کی مانند ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے جو اس کی پیروی کریں گے سب لوگ مشقت میں ہوں گے۔ اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی جن کو میں اس سے زیادہ جانتا ہوں۔ ایک نہر کو وہ جنت کہے گا اور دوسری نہر کو آگ کہے گا، پس جو شخص اس نہر میں داخل کیا جائے گا جس کا نام دجال نے جنت رکھا ہے وہ درحقیقت آگ ہوگی اور جو شخص اس نہر میں داخل کیا جائے گا جس کا نام دجال نے آگ رکھا ہے تو وہ درحقیقت جنت ہو گی۔ اللہ اس کے ساتھ شیطان بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے اور اس کے ساتھ ایک عظیم فتنہ یہ ہوگا کہ وہ بادلوں کو حکم دے گا تو وہ بارش برساتے ہوئے نظر آئیں گے اور وہ ایک شخص کو قتل کرے گا اور پھر لوگوں کو نظر آئے گا کہ وہ اسے زندہ کر رہا ہے۔ دجال کو اس ایک شخص کے علاوہ کسی اور کو مارنے یا زندہ کرنے کی قدرت نہیں ہوگی اور وہ کہے گا: لوگو! کیا اس جیسا کارنامہ رب کے سوا کوئی کر سکتا ہے (یعنی میرا یہ کارنامہ رب ہونے کی دلیل ہے)۔

پس مسلمان شام کے ''جبل دخان'' کی طرف بھاگ جائیں گے۔ دجال وہاں آکران کا محاصرہ کرلے گا۔ یہ محاصرہ بہت سخت ہوگا جو مسلمانوں کو سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر فجر کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے وہ مسلمانوں سے کہیں گے: اس خبیث کذاب کی طرف نکلنے سے تمہارے لئے کیا رکاوٹ ہے؟ مسلمان کہیں گے کہ یہ شخص جن ہے (اس کا مقابلہ مشکل ہے)۔ الغرض جب مسلمان اس سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ ہوں گے۔ جب نماز کی اقامت ہوگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا جائے گا! یا روح اللہ! آگے بڑھئے (اور نماز پڑھایئے)۔ آپ فرمائیں گے! تمہاے امام کو آگے بڑھ کر نماز پڑھانی چاہئے۔ غرض نماز ادا کر کے یہ سب لوگ دجال کی طرف نکل کھڑے ہوں گے۔ پس کذاب دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر یوں پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک گھلنے لگتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑ لیں گے اور اسے قتل کردیں گے۔ (مسند احمد)

حضرت مجمع بن جاریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دجال مدینہ کے قریب آئے گا اور اس کے بیرونی علاقوں پر قابض ہو جائے گا مگر اسے مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا۔ پھر وہ بیت المقدس میں جبل ایلیاء کے پاس آئے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کرلے گا۔ مسلمان اس محاصرہ کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔ بالآخر مسلمانوں کے امیر کہیں گے کہ تم لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ اٹھو اور اس شیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے یا تو اللہ سے جا ملو یا پھر تمہیں فتح نصیب ہو جائے۔ وہ دجال سے لڑائی کے بارے میں مشورہ کریں گے، جیسے ہی صبح ہوگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے۔ نماز ہوگی اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائیں گے تو کہیں گے۔ اللہ نے اس کی بات سن لی جس نے اس کی تعریف کی، اللہ تعالیٰ نے مسیح دجال کو ہلاک کر دیا اور مسلمان غالب آگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا جائیں گے۔ یہاں تک کہ درخت، پتھر اور مٹی بول کر کہیں گے کہ: اے مومن! میرے پیچھے ایک یہودی ہے آؤ اور اسے قتل کرو۔ (مستدرک حاکم)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے ''لُد'' پر جا کر پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔ آج کل لُد اسرائیل کا ایک شہر ہے۔ (صحیح مسلم)

دجال کے فتنے سے بچنے کی دعائیں

اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وأَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فَتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنَ الْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ • (صحیح بخاری)

اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور فنا ہونے کے فتنے اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ • (مسلم)

اے اللہ! ہم جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں اور میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں اور دجال کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْجَهَنَّمَ وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ • (ابو داؤد)

اے اللہ! میں تجھ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دجال کے فتنہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں تجھ سے زندگی اور موت کی آزمائشوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ •
أَعُوذُبِکَ مِنَ الْفِتَنِ بَاطِنِهَا وَظَاهِرِهَا وَأَعُوذُبِکَ مِنَ الْاَعْوَرِ الْكَذَّابِ •
(تهذيب الآثار)

اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور آگ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں تجھ سے اندرونی اور بیرونی فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں اور ایک آنکھ والے جھوٹے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ وَ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ •

(بخاری)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کنجوسی اور سستی سے، زندگی کی رسوائی سے، عذاب قبر سے، دجال کے فتنوں سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے۔

اللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَ الْھَرَمِ والْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَ مَنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَ مَنْ شَرِّفِتْنَۃِ الْغِنَی وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الفَقْرِ أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّال • اللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّی خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِی مَنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الْدَّنَسِ وَ بَاعِدْ بَیْنِی وَ بَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ •

(بخاری)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی، بوڑھا پن، گناہ اور قرض سے، قبر کے فتنوں سے، قبر کے عذاب سے اور جس کو ہم نے دولت سے نوازا اور میں تجھ سے غربت کے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے اور میرے دل کو گناہوں سے اس طرح پاک کردے جس طرح تو سفید کپڑے کو گندگی سے پاک کرتا ہے، میرے اور ان گناہوں کے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ کردے۔

اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْنَّارِ وَ عَذَابِ الْنَّارِ وَ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَ شَرِّفِتْنَةِ الْغِنَى • اللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ وَ اَنْقِ قَلْبِی مِنَ الْخَطَايَا كَمَا اَنْقَيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَ بَاعِدْ بَيْنِی وَ بَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ • اللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوذُبِکَ مِنَ الْكَسَلِ وَ الْهَرَمِ وَالْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ •

(سنن النسائی)

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے فتنوں سے، آگ کے عذاب سے، قبر کے فتنوں سے، قبر کے عذاب سے اور دجال کے فتنوں کے شر سے، اور فتنوں کی برائی غربت سے اور جو عزت تو نے دولت سے دی ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھودے اور میرے دل کو گناہوں سے پاک کر دے، جس طرح تو نت سفید کپڑے کو گندگی سے پاک کیا اور مجھے میرے گناہوں سے دور کردیا، جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیاں فاصلہ کردیا، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی، بوڑھاپن، گناہ اور قرض سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

حضرت بی بی مریم علیہ السلام:

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دنیا بھر میں چار عورتیں افضل ترین ہیں:

مریم بنت عمرانؓ، آسیہؓ زوجہٗ فرعون، خدیجہ بنت خویلدؓ اور فاطمہ بنت محمدؓ۔ (جامع الترمذی)

حضرت مریم علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا اور وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل اور اولاد میں سے تھے اور والدہ کا نام حنّہ تھا جو بنی اسرائیل کے پاکباز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت زکریہ علیہ السلام آپ کے خالو تھے۔ حضرت حنہ جب امید سے ہوئیں تو انہوں نے منت مانی تھی کہ ان کے ہاں جو اولاد ہوگی تو وہ اسے بیت المقدس کی خدمت میں اللہ کی راہ میں وقف کر دیں گی۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد ان کو ایک بیٹی عطا فرمائی۔ جس کا نام انہوں مریمؑ رکھا اور اسے لے کر بیت المقدس پہنچیں اور بچی کو خدام کے حوالے کر دیا۔ وہاں کے ہر ایک عابد نے حضرت مریمؑ کا اپنی پرورش میں لینا چاہا۔ حضرت زکریہ علیہ السلام بھی انہی میں سے تھے، وہ حضرت حنہؓ کے بہنوئی تھے۔ حضرت حنہؓ کی بیٹی حضرت مریمؑ حضرت زکریہ علیہ السلام کی سرپرستی میں آ گئیں۔

حضرت زکریہ علیہ اسلام نے بڑی شفقت اور محنت سے حضرت مریمؑ کی پرورش کی۔ حضرت مریمؑ بچپن سے ہی بہت نیک، پاکباز اور عبادت گزار تھیں۔ ان کی طبیعت میں بالکل شوخی نہیں تھی۔ حضرت زکریہ علیہ السلام نے ان کے رہنے کے لئے بیت المقدس میں ایک حجرہ بنوا دیا تھا۔ حضرت مریمؑ سارا دن وہاں عبادت میں مصروف رہتی تھیں۔ ایک دن حضرت زکریہ علیہ السلام غلطی سے حجرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تین دن تک آپ ان کو دیکھنے تشریف نہ لا سکے۔ چوتھے دن انہیں حضرت مریمؑ کا خیال آیا تو وہ فوراً ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ دروازہ باہر سے بند ہے۔ انہیں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ عبادت میں مصروف ہیں اور ان کے پاس انواع و اقسام کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت مریمؑ بالغ ہوئیں تو ایک مرتبہ غسل کے لئے آپ عین السویٰ (چشمہ) پر گئیں۔ غسل سے فارغ ہوئیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک انسان نوجوان کی شکل میں ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت مریمؑ ایک اجنبی مرد کو اپنے پاس دیکھ کر ڈر گئیں۔ جب اللہ کے فرشتے نے حضرت مریمؑ کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب کر لیا ہے اور وہ انہیں ایک بیٹا عطا کرنے والا ہے جو عزت والا، پاکیزہ، معزز و محترم نبی ہوگا۔ معجزات کے ساتھ اس کی مدد کی جائے گی۔

یہ سن کر حضرت مریمؑ بہت متعجب ہوئیں کہ بغیر باپ کے بچہ کس طرح ہوگا، ان کا کوئی شوہر ہی نہیں تو بچہ کیسے ہوگا؟ فرشتے نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو فقط یہ کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔

حضرت مریمؑ نے اس پر سرِ تسلیم خم کر لیا اور اللہ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ انہیں اندازہ ہو گیا کہ اس کام میں انہیں بڑی کڑی آزمائش سے گزرنا ہوگا۔ لوگ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کریں گے کیونکہ وہ حقیقت سے بے خبر ہوں گے اور ان کی نظر صرف ظاہری حالات پر ہوگی۔ یہودیوں نے بچہ سے متعلق طرح طرح کے سوالات کرنے لگے، کچھ لوگوں نے آپ پر تہمتیں لگائیں اور برا بھلا بھی کہا۔ بچہ کے بارے میں لوگوں کے پوچھنے پر کہ یہ بچہ کیسے پیدا ہوا؟ حضرت مریمؑ خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کر دیا اس سے پوچھو۔ لوگوں نے بچہ کے پاس جا کر پوچھا کی تیرا باپ کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی عطا کی اور آپ نے جواب دیا!

قَالَ إِنِّیْ عَبْدُ اللَّهِ آتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِيّاً (30)وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكاً أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِیْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيّاً (31) وَبَرّاً بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّاراً شَقِيّاً (32)وَالسَّلَامُ عَلَیَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيّاً (33)

(سورۃ مریم: ۳۰ ـ ۳۳)

بچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھ نبی بنایا۔ اور اس نے مجھے بابرکت بنایا، جہاں کہیں بھی میں ہوں، اور اس نے مجھے نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں۔ اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

لوگ اس نوزائیدہ بچے کی زبان سے اتنے عظیم الفاظ سن کر حیران ہو گئے اور ڈر گئے۔ انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضرت مریمؑ پاکباز اور باعصمت خاتون ہیں اور یہ نومولود کوئی بہت ہی برگزیدہ ہستی ہیں۔ چنانچہ آج تک آپ کو "مقدس مریمؑ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت خدائے واحد لاشریک لہٗ کی قدرت کی نشانی اور مظہر ہے کہ آپ کی ولادت بن باپ کے ہوئی۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آپؑ کی ماں کی نسبت سے حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کہہ کر کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہودیوں کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو چونکہ یہودیوں نے توریت میں پڑھا تھا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام ان کے دین میں تبدیلیاں کریں گے یعنی یہودیوں نے جو توریت میں تحریفات کی ہیں ان کو بدل کر اللہ کے اصل احکامات کو رائج کریں گے۔ اس لئے یہودی ان کے دشمن ہوگئے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسی اعلیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہ یہودی اپنے کفر پر اڑے ہوئے ہیں اور مجھے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ ایک دن آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا '' من انصاری الی اللہ '' (یعنی کون میرا مددگار ہوگا اللہ کے دین کی طرف)۔ بارہ لوگوں نے کہا کہ '' نحن انصارُ اللّٰہ أمنا با للّٰہ و اشھد بأنّا مسلمون '' یعنی ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں'' یہی لوگ حواریون کہلائے۔

یہودی اپنے کفر پر ڈٹے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس شخص کو جس کا نام ططیانوس تھا آپ کے مکان پر بھیجا کہ آپؑ کی شناخت کر کے نشاندہی کرے تا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ططیانوس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہوگئی۔ یہودیوں نے ططیانوس کو پکڑ لیا، اس نے بہت شور مچایا کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں۔ یہودیوں نے کہا کہ اگر تو عیسیٰؑ نہیں ہے تو عیسیٰؑ کہاں گئے۔ ططیانوس کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سمجھ کر قتل کر دیا گیا۔ اس کے قتل سے یہودی شک وشبہ میں پڑ گئے اور آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے!

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ٥ (سورۃ آل عمران: ۵۵)

جب اللہ نے فرمایا! اے عیسیٰ! میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور میں تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں سے پاک کر دوں گا اور تمہارے ماننے والوں کو تمہارے منکروں پر قیامت تک فوقیت دوں گا، پھر تم سب لوگوں کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے، سو جن امور پر تم اختلاف کرتے تھے ان کا فیصلہ کر دوں گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثِمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۵۹)

بے شک: اللہ کی نظر میں عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ جیسی ہے کہ ان کو بھی مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے چھ سال بعد تک حضرت مریم علیہ السلام حیات رہیں۔ قرب قیامت کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور نبی آخر الزمان ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے، دجال اور خنزیر کو قتل کریں گیا ور صلیب توڑ دیں گے۔ آپ پینتالیس سال دنیا میں رہیں گے اور جب آپ کا انتقال ہو گا تو مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔ آپ شریعت محمدی کے مطابق فیصلے کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

۱۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ انسانوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

۲۔ پیدائشی نابینا کی بینائی ٹھیک کر دیتے تھے۔

۳۔ کوڑھی اور جذامی کو اچھا کر دیتے تھے۔

۴۔ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا تھا۔

۵۔ آپ یہ بتا دیتے تھے کہ کس نے کیا کھایا ہے اور گھر میں کیا ذخیرہ کیا ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَـكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلاَّ اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيناً Oبَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً O وَإِن مِّنْ أَهْلِ

الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً O

(سورۃ النساء: ۱۵۷ ۔ ۱۵۹)

یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ یقین جانو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں، وہ محض اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں، البتہ اتنا یقین ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ اہل کتاب میں سے ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلاً لِّبَنِيْ إِسْرَائِيلَ Oوَلَوْ نَشَاء لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِيْ الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ O وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ O (سورۃ الزخرف: ۵۹ ۔ ۶۱)

وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) تو محض ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لئے اس کو مثال بنایا۔ اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین میں جانشین ہوتے۔ یقیناً وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں، سو تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عنقریب ضرور تم میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عادل حکمران کی حیثیت سے نازل ہوں گے، وہ صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے، مال بکثرت ہوگا، حتیٰ کے اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا! اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ سکتے ہو۔

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً O

(سورۃ النساء ۔ ۱۵۹)

اہل کتاب میں سے ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں نے (حضرت) عیسیٰؑ ، موسیٰؑ اور ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا۔ (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) سرخ رنگ، گھنگریالے بالوں، چوڑے سینے والے تھے اور درمیانے قد کے تھے۔ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) گندمی رنگت، دراز قد اور سیدھے بالوں والے، گویا آپ زط قبیلے کے لوگوں میں سے ہوں۔
(صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! تم لوگوں کا اس وقت خوشی سے کیا حال ہوگا جب تم میں عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ (صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب سفید مینارہ کے پاس نازل ہوں گے۔
(طبرانی کبیر)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے ایک جماعت قیام حق کے لئے قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔

ان مبارک کلمات کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا! آخر میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) آسمان سے اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا تشریف لایئے اور ہمیں نماز پڑھایئے۔ اس کے جواب میں عیسیٰ (علیہ السلام) فرمائیں گے اس وقت میں امامت نہیں کروں گا تمہارے بعض بعض کے لئے امیر ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت امامت کرنے سے انکار کردیں گے۔ اس فضیلت و بزرگی کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہے۔
(صحیح مسلم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور اس وقت کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر اتریں کے اور آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ، پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔ آپ اس کے ذریعہ زمین پر اتر آئیں گے اور امام مہدی سے ملاقات کریں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع وخوش اخلاقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور آپ سے فرمائیں گے:

اے اللہ کے نبیؑ! امامت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو عطا فرمائی ہے۔ پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے۔ نماز سے فارغ ہوکر امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے کہ اے اللہ کے نبیؑ! یہ لشکر کا انتظام اب آپ کے سپرد ہے۔ آپ جس طرح چاہیں ہمیں حکم دیں۔ وہ فرمائیں گے کہ یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت رہے گا، میں تو صرف دجال کے قتل کے لئے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہاتھ سے مقدر ہے۔ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن ایک ہی ہوگا۔ یعنی دین اسلام کا مکمل نفاذ جس کے سائے میں ظلم اور زیادتی کا خاتمہ، امن و عافیت کا حصول، اللہ کے کلمہ کا بلند کرنا وغیرہ۔

حضرت سعید بن میسّب ؒ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے: وہ وقت ضرور آئے گا جب تم میں ابن مریمؑ عادل حاکم کی حیثیت سے نازل ہوکر صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال و دولت کی ایسی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا اور لوگ ایسے دیندار ہو جائیں گے کہ ان کے نزدیک ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ابن مریم (علیہ السلام) تم میں نازل ہوں گے اور اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر ؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں ایک جماعت قیامت تک حق کی سربلندی کے لئے برسرِ پیکار رہے گی۔ فرمایا! پس عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نازل ہوں گے تو اس جماعت کا امیر ان سے کہے گا کہ آیئے نماز پڑھایئے۔ آپؑ فرمائیں گے! نہیں! اللہ نے اس امت کو اعزاز بخشا ہے اس لئے تم ہی میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔ (مسلم و مسند احمد)

حضرت عثمان بن ابوالعاص ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کے امیر (حضرت مہدی) ان سے فرمائیں گے کہ اے روح اللہ ! آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔ وہ ارشاد فرمائیں گے کہ اس امت کے لوگ بعض بعض پر امیر ہیں تو ان کے امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں۔

(مسند احمد، مستدرک حاکم)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فجر کے وقت ہوگا۔ امام مہدی کی قیادت میں مسلمان کفار سے جنگ کر رہے ہوں گے۔ دجال ظاہر ہو چکا ہوگا اور مسلمانوں پر بہت سخت وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

حضرت سمرہ بن جندب ؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دجال کے خروج کے وقت خراب حالات اور مسلمانوں کی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! اس وقت لوگوں کے اندر ایک شدید قسم کے زلزلہ کی سی کیفیت ہوگی اور صبح کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ سو اللہ تعالیٰ دجال اور اس کے لشکر کو شکست دے گا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے اور ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد و قامت درمیانہ اور رنگ سرخ و سفید ہوگا، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے۔ سر کے بال اگرچہ بھیگے نہ ہوں تب بھی ایسے (صاف اور چمک دار) ہوں گے گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے۔ وہ اسلام کی خاطر کفار سے جنگ کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کر دیں گے۔ اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ادیان و مذاہب کو ختم کر دے گا اور انہی کے ہاتھوں مسیح دجال ہلاک ہوگا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر چالیس سال رہ کر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ ادا کریں گے۔

(ابوداؤد، مسند احمد)

مجمع بن جاریہ انصاری ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا! ابن مریم ؑ دجال کو بابِ لُد پر قتل کریں گے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایسی امت کیسی ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول دور میں میں ہوں اور آخری دور میں (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ (حاکم، مشکوۃ، نسائی)

حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے جو عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو پائے ان کو میرا سلام پہنچادے۔ (مستدرک حاکم)

حضرت واثلہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی۔ زمین میں دھنسا دینے والا ایک واقعہ مشرق میں، ایک مغرب میں، ایک جزیرۃ العرب میں، دجال، دھواں، نزولِ عیسیٰ (علیہ السلام)، یاجوج وماجوج، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، ایک آگ جو عدن کی گہرائی سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئے محشر کی طرف لے جائے گی چھوٹی بڑی چیونٹیوں کو جمع کرے گی۔ (یعنی ہر چھوٹے بڑے، ضعیف وقوی کو محشر میں جمع کردے گی)۔ (طبرانی، مستدرک حاکم، کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ کا ارشاد ہے کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفات لکھی ہوئی ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ان کے پاس دفن کئے جائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال کو قتل کرنے کی قدرت سوائے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے کسی کو نہیں دی گئی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا (یعنی مسلمانوں کا) ایک لشکر ہندوستان سے جہاد کرے گا حتیٰ کہ یہ لشکر اہل ہند کے بادشاہوں کو طوق وزنجیروں میں جکڑ لے گا۔ اللہ اس لشکر کے گناہ معاف کردے گا پھر جب یہ لوگ واپس لوٹیں گے تو شام میں ابن مریم (علیہ السلام) کو پائیں گے۔
(کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) زمین پر نازل ہونے کے بعد نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف، کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن سلام ؓ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو رسول اللہ ﷺ اور ان کے دونوں ساتھی (حضرات ابوبکر صدیق ؓ وعمر فاروق ؓ) کے برابر میں دفن کیا جائے گا، پس وہاں ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ (طبرانی، درالمنثور)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عیسیٰ (علیہ السلام) ضرور نازل ہوں گے۔ پھر اگر وہ میری قبر کے پاس کھڑے ہوکر یا محمد! کہیں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔ (مجمع الزوائد، تفسیر روح المعانی سورۃ الاحزاب)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) دنیا میں نازل ہونے کے اکیس سال بعد نکاح کریں گے اور نکاح کے بعد دنیا میں انیس سال تک قیام کریں گے (اس طرح دنیا میں ان کے قیام کی مدت چالیس سال ہو جائے گی)۔ (فتح الباری)

حضرت عمرو بن سفیان تابعی ؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک انصاری مرد نے ایک صحابی کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ذکر کے بارے میں فرمایا تھا کہ دجال مدینہ سے باہر بنجر زمین تک آئے گا کیونکہ مدینہ طیبہ میں اس کا داخلہ ممنوع ہے۔ پس مدینہ طیبہ میں ایک دو مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کے نتیجے میں منافق مرد اور عورتیں مدینہ طیبہ سے نکل کر دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

پھر دجال شام کی طرف آئے گا اور شام کے ایک پہاڑ کے پاس پہنچ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لے گا۔ جب محاصرہ طول کھینچے گا تو ایک مسلمان اپنے ساتھیوں سے کہے گا۔ اے مسلمانوں تم اس طرح کب تک رہو گے کہ تمہارا دشمن تمہارے اس پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈالے رہے۔ تم ان پر ٹوٹ پڑو، تمہیں دو فائدوں میں سے ایک ضرور ملے گا یا تو اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا کرے گا یا فتح نصیب کرے گا۔ یہ سن کر مسلمان جہاد کی بیعت کریں گے، اللہ جانتا ہے کہ ان کی طرف سے یہ بیعت بالکل سچی ہو گی۔

پھر ان پر ایسی تاریکی چھا جائے گی کہ اپنا آپ بھی سجھائی نہ دے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ پس ان کی آنکھوں اور ٹانگوں کے درمیان سے تاریکی مٹ جائے گی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہو گی۔ لوگ ان سے پوچھیں گے کہ آپ کون ہیں۔ وہ فرمائیں گے کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) ہوں۔ اللہ کی پیدا کردہ جان اور اس کا کلمہ ہوں۔ تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یا تو اللہ دجال اور اس کے فوجیوں پر آسمان سے بڑا عذاب نازل کر دے، یا ان کو زمین میں دھنسا دے، یا ان کے اوپر تمہارا اسلحہ مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔

مسلمان کہیں گے کہ یہ آخری صورت ہمارے لئے اور ہمارے قلب کے لئے زیادہ قابلِ قبول ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے اور ڈیل ڈول والے یہودی کو بھی دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس سے تلوار بھی نہ اٹھائی جا سکے گی۔ پس مسلمان پہاڑوں سے اتر کر ان پر مسلط ہو جائیں گے۔ دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ (الدر المنثور)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، وہ پنج وقتہ نمازیں پڑھائیں گے، جمعہ کی نمازیں پڑھائیں گے، حلال چیزوں کی کثرت کردیں گے۔ گویا میں انہیں بطنِ روحا کے مقام پر دیکھ رہا ہوں کہ ان کی سواریاں ان کو حج و عمرے کے واسطے لئے جا رہی ہیں۔ (کنز العمال)

حضرت سلمہ بن نفیل السکونیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے نزول تک جہاد منقطع نہیں ہوگا۔ (سیرۃ المغلطائی، مسند احمد)

حضرت حذیفہ بن اسید غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بلاشبہ: وہ (قیامت) اس وقت تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ آپ ﷺ نے فرمایا! دھواں، دجال، خروج دابہ، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، خروجِ یاجوج و ماجوج، اور تین جگہ سے زمین کا دھنسنا، ایک مشرق میں، ایک جگہ مغرب میں اور ایک جزیرہ ٔعرب میں زمین کا دھنس جانا، سب سے آخر میں جو علامت ظاہر ہوگی وہ یمن میں عدن سے نکلنے والی ایک آگ ہے جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے: قریب ہے کہ تمہارے درمیان عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کردیں گے اور اس وقت مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی شخص اسے قبول ہی نہیں کرے گا۔ اس زمانے میں ایک سجدہ دنیا اور اس کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ مبارک:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمام انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی کی طرح ہیں۔ ان کی مائیں الگ الگ ہیں مگر سب کے دین ایک ہیں۔ میں عیسیٰ بن مریمؑ کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ بلاشبہ نازل ہوں گے۔ جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ درمیانے قد اور سرخ سفیدی مائل رنگ کے ہوں گے۔ ان کے اوپر ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے ہوں گے۔ بال سیدھے ہوں گے ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے مگر ان کا سر گیلا نہ ہوگا۔ (ایک روایت میں کچھ گھنگریالے بال کا بھی ذکر آیا ہے)۔

وہ صلیب کے ٹکڑے کر دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور لوگوں کی اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دور میں سوائے اسلام کے تمام مذاہب کو ختم کر دے گا۔ ان کے عہد میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کر دے گا۔ زمین میں امن و امان کا دور دورہ ہو گا حتیٰ کہ شیر اونٹوں کے ساتھ، چیتے اور گائیں ساتھ پھریں گی، بھیڑئے بکریوں کے ساتھ اکٹھے چریں گے۔ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ان کی حکومت چالیس سال تک رہے گی پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کا نماز جنازہ ادا کریں گے۔

(مسند احمد، مستدرک حاکم)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک رات مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ میں کعبۃ اللہ کے پاس ہوں۔ میں نے ایک گندمی رنگ کے شخص کو دیکھا جیسے تم نے بہت اچھی گندمی رنگت کے آدمی دیکھے ہوں گے۔ ان کے کندھوں تک بال تھے جیسے تم نے بہت اچھے کندھوں تک بال دیکھے ہوں گے اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی، ان میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مسیح عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہیں۔ لوگوں میں سب سے زیادہ وہ عروہ بن مسعودؓ کے مشابہ ہیں۔ (صحیح مسلم)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہنم سے بچا لیا ہے۔ ایک وہ جماعت جو ہندوستان پر حملہ کرے گی اور دوسری جو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہو گی۔ (سنن النسائی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کے قتل کے لئے تیار ہوں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں یہ تاثیر ہو گی کہ جس کافر کو آپؑ کی سانس کی ہوا لگے گی وہ مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک جائے گا جہاں تک نظر جائے گی۔ وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور بابِ لدُ (اسرائیل) کے پاس اسے گھیر لیں گے اور اسے نیزے سے قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا کہ اگر آپؑ اسے قتل نہ بھی کرتے تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود پگھل کر ختم ہو جاتا۔ پھر لشکر اسلام دجال کے لشکر کو جو اکثر یہودی ہوں گے کثرت سے قتل کرے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی زمین کی سیر کریں گے اور جن لوگوں کو دجال سے مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور ان کے نقصان کی تلافی کریں گے۔ خنزیر قتل کر دئے جائیں گے، صلیب جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑ دی جائے گی۔ کسی کافر

سے جزیہ نہیں لیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت ایمان لے آئے گا۔ پس اس وقت روئے زمین پر اسلام پھیل جائے گا، کفر مٹ جائے گا اور دنیا سے ظلم وستم کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (عمدۃ الفقہ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجتہد ہوں گے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہوئے شریعتِ محمدی کی پیروی کریں گے۔ جس کی علامت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے امام (حضرت مہدی) کے پیچھے نماز پڑیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ ؑ شریعت محمدی کی پابندی کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پیغمبر ہیں لیکن ان کی شریعت کا دور سرورِ کائنات ﷺ کی رسالت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ جب وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو آپ ﷺ کی امت میں شریک ہو کر قرآن وسنت کے موافق عمل کریں گے اور قرآن وحدیث سے احکام نکالیں گے۔ وہ کسی مجتہد کے تابع نہیں ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج وعمرہ کریں گے:

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ضرور فج روحاء کے مقام پر حج یا عمرے کا یا دونوں کی نیت کر کے احرام باندھیں گے۔ (صحیح مسلم)

فج روحاء مدینہ طیبہ سے تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جسے ذوالحلیفہ اور آج کل بیرٔعلی ؓ کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں گے:

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! البتہ ضرور ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عادل حکمران اور منصف امام ہو کر نازل ہوں گے۔ وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے اور میں ضرور ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے اپنے شاگردوں سے کہا:

اے میرے بھتیجو! اگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا تو کہنا کہ ابو ہریرہ ؓ آپ ؑ کو سلام عرض کرتے ہیں۔

(مستدرک حاکم)

حشر

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں کو قیامت کے دن سفید سرخی مائل زمین پر جمع کیا جائے گا جو کہ میدے کی روٹی کی طرح ہوگی جس پر کسی قسم کا نشان نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! لوگوں کا حشر تین طریقے سے ہوگا، رغبت کرنے والے، خوفزدہ، دو ایک اونٹ پر، تین ایک اونٹ پر، چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی۔ جوان کو اس جگہ دو پہر کو روکے گی جہاں لوگ رکیں گے اور ان کے ساتھ ہی رات گزاریں گے جہاں وہ رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ ہی صبح ہوگی اور ان کے ساتھ ہی شام کریں گے جہاں وہ شام کریں گے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں ننگے جسم اور بے ختنہ جمع کیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے کہا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا مرد اور عورتیں سارے اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اے عائشہ ؓ! قیامت والا معاملہ اس سے سخت تر ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن کافر چہروں کے بل چلیں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! چہرے کے بل چلنا کیسے ممکن ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دونوں قدموں سے چلنے کی قوت دی، وہ چہرے کے بل چلانے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن لوگ پسینہ میں شرابور ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ گہرا چلا جائے گا اور وہ ان کی لگام بن جائے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہر مرنے والا شخص شرمندہ ہوگا۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ان کی ندامت اور شرمندگی کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر وہ نیک ہے تو اس پر شرمندہ ہوگا کہ اس نے اپنی نیکیوں میں اور اضافہ کیوں نہیں کیا، اور اگر وہ گناہ گار ہے تو وہ اس بات پر شرمندہ ہوگا کہ وہ گناہوں سے باز کیوں نہیں آیا۔ (ترمذی)

حساب، قصاص اور میزان

" حساب " کے معنی ہیں گننا اور شمار کرنا۔ یہاں قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا شمار کرنا مراد ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام اعمال سے آگاہ اور واقف ہے مگر یہ حساب و کتاب والا معاملہ مخلوق پر اتمام حجت کے لئے ہوگا۔

" قصاص " کے معنی دوسرے کے عمل کی مانند عمل کرنا ہے۔ مثلاً قتل کے عوض قتل، زخم کے عوض زخم، ضرب کے بدلے ضرب لگانا ہے۔ قیامت کے دن ہر اس تکلیف کا بدلہ لیا جائے گا جو کسی نے دوسرے کو دی ہوگی، خواہ وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو۔

" میزان " وہ آلہ ہے جس سے کسی چیز کا وزن کیا جائے۔ اس میزان سے قیامت کا وہ میزان مراد ہے جس سے اعمال کو تولا جائے گا۔ روایات میں ہے کہ نیکی کو خوبصورت شکل دے کر تولا جائے گا اور گناہ کو بری شکل دے کر تولا جائے گا۔

حضرت عدی بن حاتم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب کلام فرمائے گا اور اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا اور نہ پردہ ہوگا جو اس کے لئے رکاوٹ ہو۔ وہ اپنے وہی اعمال دیکھے گا جو اس نے آگے بھیجے اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو وہی اعمال پائے گا جو اس نے آگے بھیجے تھے اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ دیکھے گا، پس تم اس آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے بدلے ہی کیوں نہ ہو۔
(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب کرے گا اور اس پر اپنی حفاظت اور عنایت کا پردہ رکھے گا اور اس سے فرمائے گا، اے بندے! کیا تو اپنا گناہ پہچانتا ہے؟ کیا تو اپنا فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا جی ہاں۔ اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کروائے گا۔ بندہ اپنے دل میں خیال کرے گا کہ اب وہ ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے میں نے تیرے یہ عیب دنیا میں چھپا لئے تھے اور آج ان کو بخشتا ہوں پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اس کو دی جائے گی۔ مگر کفار اور منافقین کو مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب سے جھوٹ بولتے رہے، آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا دوپہر کے وقت جب بادل بھی نہ ہو تو سورج کو دیکھنے میں کیا کبھی

تمہیں تردد ہوا؟ انہوں نے کہا، نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تمہیں چودھویں کی رات جب بادل نہ ہوں تو چاند دیکھنے میں کبھی تردد ہوا؟ انہوں نے کہا، نہیں۔ فرمایا! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیدار میں بھی اسی طرح سے کوئی تردد نہیں کرو گے۔ جیسا کہ چاند اور سورج کے دیکھنے میں کوئی تردد نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ایک بندے سے ملاقات فرمائیں گے، اور یہ فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! کیا میں نے تمہیں عزت نہیں دی تھی اور تمہیں سردار نہیں بنایا تھا اور تمہیں بیوی نہیں عنایت کی تھی اور گھوڑں اور اونٹوں کو تمہارا تابع نہیں بنایا تھا اور تم نے سرداری کو پالیا تھا اور لوگوں سے چوتھا حصہ وصول کرتا رہا۔ وہ کہے گا کیوں نہیں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تمہیں مجھ سے ملنے کا خیال تھا؟ تو وہ عرض کرے گا، نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے بھی تمہیں بھلا رکھا جیسا کہ تو نے مجھے بھلائے رکھا، پھر دوسرے سے ملاقات فرمائیں گے اور اسی طرح کی گفتگو ہوگی پھر تیسرے سے ملاقات فرمائیں گے اور اس کو بھی اسی طرح فرمائیں گے تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتاب اور رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور صدقہ کیا اور اپنی ہمت کے مطابق تیری ثنا کی۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم یہیں ٹھہرو ہم ابھی تمہارے متعلق گواہ کھڑا کریں گے بندہ سوچ میں پڑ جائے گا کہ اس کے خلاف کون گواہی دے گا، اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کی ران کو کہا جائے گا کہ بولو! اس کی ران گفتگو کرے گی اور اس کا گوشت اور ہڈیاں اس کے عمل کے متعلق بتائیں گی اور یہ اس لئے کہ وہ اپنا عذر خود ختم کر دے اور یہ شخص منافق ہے اور یہی شخص ہے جس پر اللہ کا غضب ہے۔

(مسلم)

شفاعت

جب گناہ گاروں کو بارگاہ رب العزت میں لایا جائے گا، انہیں میدان حشر میں کھڑا کیا جائیگا، جب وہ خجالت اور ذلت میں غرق ہوں گے، جب ان پر کپکپی طاری ہوگی تو شفاعت کرنے والوں کی درخوست پران کو بیٹھنے کاحکم دیا جائے گا اور آرام کرنے اور دم لینے کی اجازت ہوگی۔ جب حساب لینا شروع کیا جایا جائے گا اور حساب لے لیا جائے گا تو شفاعت کرنے والوں کی درخواست پر حساب میں درگزر کا معاملہ کیا جائے گا اور انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ جب تمام لوگوں کے حساب لینے کاحکم ہوگا تو شفاعت والوں کی درخواست کوقبول کرلیا جائے گا، جب حساب میں عذاب کاحکم ہوگا اور دوزخ میں بھیجا جائے گا تو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے اسے نکال لیا جائے گا۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لو اس کو نکالا جائے گا حالانکہ وہ جل چکے ہوں گے اور کوئلہ بن چکے ہوں گے پھر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو وہ اسے طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑے میں دانہ اگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ زرد اور لپٹا ہو نکلتا ہے۔
(بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ وہ وہاں پہنچ کر خیال کرے گا کہ جنت تو بھر چکی ہوگی، چنانچہ وہ عرض کرے گا، اے میرے رب! میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ تیرے لئے دنیا اور اس سے دس گناہ زیادہ بڑی جنت ہے تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں حالانکہ آپ تو شہنشاہ ہیں؟
راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اس مقام پر اس قدر ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں اور یہ کہا کہ یہ آدمی جنت والوں میں سب سے کم درجہ والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

جنت

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو خازن کہے گا کہ آپ (ﷺ) کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد (ﷺ) ہوں، اس پر وہ کہے گا کہ مجھے آپ (ﷺ) ہی کے بارے میں حکم ملا ہے کہ میں کسی اور کے لئے آپ (ﷺ) سے پہلے دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں گا جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے اور کسی پیغمبر کی تصدیق نہیں کی گئی۔ بعض انبیاء ایسے ہوں گے جن کی تصدیق کرنے والا ان کی امت میں ایک شخص ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں اس کا تصور بھی نہیں گزرا۔ اس کے بعد فرمایا! کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کون کون سی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک کوڑے کے برابر جنت کی جگہ تمام دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

عرب میں یہ رواج تھا کہ اپنا کوڑا اس جگہ بطور نشانی ڈال دیتے تھے کہ اس جگہ وہ بیٹھے گا، اس جگہ کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد میں) ایک صبح و ایک شام جانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اگر اہل جنت کی ایک عورت زمین پر جھانک لے تو زمین اور جنت کے درمیان والے فاصلے کو روشن کردے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے تب بھی اس کو پار نہ کرسکے گا۔ جنت میں تم میں سے ایک شخص کی کمان کی مقدار (کے برابر جگہ) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جب پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مؤمن کے لئے جنت کے اندر خالی موتی کا ایک خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے اور اس کے ہر گوشے میں مومن کے گھر والے ہیں جن کو دوسرے گھر والے دیکھ نہ سکیں گے اور مومن ان سب کے ہاں آتا جاتا رہے گا اور دو باغ سونے کے ہیں جن کے برتن اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو باغ چاندی کے ہیں جن کے برتن اور ہر چیز چاندی کی ہے اور ان لوگوں کے مابین اور رب کریم کے درمیان جنت عدن میں صرف عظمت اور کبریائی کا پردہ حائل ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت کے دو درجوں میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ فردوس تمام جنتوں میں اعلیٰ درجہ والی جنت ہے۔ جنت کی چار نہریں وہاں سے نکلتی ہیں اور رحمان کا عرش اس کے اوپر ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو جائیں گے۔ شمالی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں اور کپڑوں پر مختلف قسم کی خوشبوئیں انڈیل دے گی۔ جس سے ان کا حسن و جمال دوبالا ہو جائے گا ، وہ اپنے گھروں کی طرف اس حال میں لوٹیں گے کہ وہ مزید حسین ہو چکے ہوں گے۔ انہیں ان کے گھر والے کہیں گے ہمارے پاس سے جانے بعد تمہارے حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے، جنتی جواب دیں گے کہ اللہ کی قسم! ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے اور وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں گے ان کے چہرے ستاروں کی طرح روشن ہوں گے۔ ان میں نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ایک دوسرے سے کوئی دشمنی ہوگی، ان میں سے ہر ایک کے لئے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ کمال حسن کی وجہ سے ہڈیوں اور گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا۔ وہ لوگ صبح و شام اللہ کی کبریائی بیان کریں گے۔ وہ نہ تو بیمار ہوں گے اور نہ پاخانہ و پیشاب کریں گے، نہ ان کو تھوک آئے گا اور نہ ناک بہے گی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن اود کا ہوگا اور ان کا پسینہ کستوری جیسا ہوگا۔ وہ ایک جیسی عادت و سیرت کے حامل ہوں گے اور شکل و صورت میں اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ بلند قد رکھتے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص جنت میں جائے گا وہ نعمت و راحت پائے گا، انہیں محنت و مشقت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اس کا لباس پرانا نہیں ہوگا اور نہ اس کی جوانی زائل ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گی کہ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور تمام تر بھلائیاں تیرے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے، کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو میسر نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ اس سے بہتر کون سی چیز ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم پر اپنی رضا نازل کروں گا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔
(بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے ایک جنتی کی کم سے کم جگہ (نعمت) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آرزو کرنے کا حکم دیں گے، وہ آرزو کرے گا، پھر آرزو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو نے اپنی آرزو وتمنا کرلی۔ وہ عرض کرے گا، جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تیرے لئے وہ کچھ ہے جس کی تو نے آرزو کی اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور بھی ہے۔ (مسلم)

جنت کی اقسام

علماءِ دین نے جنت کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں لیکن جنتوں کے اندر بیشمار جنتیں ہیں ان میں سے کچھ کے نام قرآنِ کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔

جنت الفردوس (ٹھنڈی چھاؤں کا باغ):

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلا☆

جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کیلئے جنت کے باغ مہمانی ہوں گے۔

(سورۃ الکہف - 107)

فردوس گھنے باغ کو کہتے ہیں۔ جس میں درخت خوب زیادہ ہوں اور آپس میں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوال کروتو فردوس کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت کا اعلیٰ حصہ ہے۔ اس پر رحمان جلِ جلالہ کا عرش ہے اور اس سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ (رواہ البخاری)

سب جنتیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور جنت الفردوس ان میں سب سے اوپر ہے۔ یہ عالمِ جبروت کی جنت ہے جو نفس کو سفرِ معرفت مکمل کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ان نیک لوگوں کی خصوصی مہمان نوازی کا ذکر فرماتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنتُمْ تُوعَدُونَ ☆ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُونَ ☆ نُزُلاً مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيْمٍ ☆ [سورۃ فصیلت (حٰم السجدہ): 30-32]

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشیاں مناؤ اور سلامتی کے

ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (موجود ہوگی)۔ (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔

قرآنِ حکیم میں ان لوگوں کا ذکر آیا ہے جو جنت الفردوس میں ہوں گے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ☆ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ☆ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ☆ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ☆ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ☆ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِيْنَ ☆ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِکَ فَأُوْلَئِکَ هُمُ الْعَادُونَ ☆ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ☆ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ☆ أُوْلَئِکَ هُمُ الْوَارِثُونَ ☆ الَّذِيْنَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ ☆

(سورۃ المؤمنون: 1-11)

بیشک ایمان والے فلاح پا گئے۔ جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے دور رہتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو اُن کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔ اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں۔ اور جو امانتوں اور اِقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ہیں۔ یہی لوگ میراث (جنت) حاصل کرنے والے ہیں۔ (یعنی جو جنت کی میراث حاصل کریں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔ یہ لوگ جنت کے سب سے اعلیٰ باغات (جہاں تمام نعمتوں، راحتوں، اور قربِ الٰہی کی لذتوں کی کثرت ہو گیا) ان کی وراثت (بھی) پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں سو درجے ہیں ان میں ہر دو درجوں

کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان۔ فردوس اپنے درجہ کے اعتبار سے سب جنتوں پر اعلیٰ اور برتر ہے۔ اسی فردوس سے بہشت کی چار نہریں نکلتی ہیں اور فردوس ہی کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ پس جب تم خدا سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ (رواۃ الترمذی)

چار نہروں سے مراد پانی، دودھ، شہد، اور شراب کی نہریں ہیں۔ جنت میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا برابر بھی خرابی پیدا نہیں ہوگی، بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلہ ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والے کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف شفاف ہوں گی۔ (مظاہرِ حق)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سیحان، جیحان، فرات اور نیل۔ ان کا تعلق جنت کی نہروں اور چشموں سے ہے۔ (رواۃ المسلم)

جنت العدن (عدن کا باغ):

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ☆

(سورۃ التوبہ۔72)

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ رہنے والی جنت میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی رضا مندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

یعنی ان خواتین وحضرات کے لئے عمدہ مکان ہوں گے جن میں وہ رہیں گے۔ اور ہمیشہ رہنے والے باغوں میں ہوں گے۔ پہلے باغوں کا ذکر فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ پھر عمدہ مکانوں کا تذکرہ فرمایا جو ان باغوں میں ہوں گے، اور عدن کی طرف ان باغوں کی اضافت فرما کر یہ بتایا ہے کہ یہ باغ واقعی رہنے کی جگہیں ہیں۔ جہاں سے نہ کبھی منتقل ہونا چاہیں گے اور نہ انہیں وہاں سے نکالا جائے گا۔ (انوار البیان)

فَلا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّا أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعۡمَلُونَ O

(سورۃ السجدہ۔17)

کوئی نفس (انسان) نہیں جانتا کہ اُن کیلئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ اُن اعمال کا صِلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔

جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو جسمانی حجابات اور طبیعتوں کی کدورتیں جو بندے اور پروردگار کے درمیان حائل تھیں دور ہو جائیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کی کبریائی وعظمت اور ہیبت وجلال کا پردہ باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس پردہ کو بھی اٹھادیں گے اور نظروں کو وہ طاقت وصلاحیت بخش دیں گے کہ جنتی اپنی انکھوں سے اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے دیکھیں گے۔ (مظاہرِ حق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ سامان تیار کیا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا گزر ہوا۔

(صحیح بخاری)

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

جَنَّاتُ عَدۡنٍ يَدۡخُلُونَهَا يُحَلَّوۡنَ فِيهَا مِنۡ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ
وَلُؤۡلُؤاً وَلِبَاسُهُمۡ فِيهَا حَرِيرٌ ☆

(سورۃ فاطر۔33)

(ان لوگوں کے لئے) بہشت جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشمی ہوگی۔

جنتیوں کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ رہنے کے باغیچوں میں ہوں گے۔ جن میں انہیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤاً وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ☆

(سورۃ الحج۔23)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اللہ اُن کو جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں اُن کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتیوں کے اور وہاں اُن کا لباس ریشمی ہوگا۔

ان کنگنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ سونے کے کنگن ہوں گے جو موتیوں سے جڑے ہوئے ہوں گے۔ دنیا میں تو عورتیں ریشم پہنتی ہیں اور زیور بھی پہنتی ہیں اور اسلام میں مردوں کو ریشم کا کپڑا پہننا اور سونا پہننا حرام ہے لیکن جنت میں مرد بھی ریشم کے کپڑے پہنیں گے اور زیور بھی پہنیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال کیا گیا اور مردوں پر حرام قرار دیا گیا۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ یعنی وہاں اس نعمت سے محروم رہے گا۔ (رواہ البخاری)

حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم جنت کا زیور اور وہاں کا ریشم چاہتے ہو تو اس دنیا میں مت پہننا۔ (رواہ النسائی کمافی مشکوٰۃ)

یہاں اس بات پر شک نہیں ہونا چاہیے کہ زیور تو عورتوں پر اچھا لگتا ہے مردوں کو کیا زیب دے گا۔ بات یہ ہے کہ ہر جگہ کا ایک مزاج اور رواج ہوتا ہے۔ اہلِ جنت کا یہ مزاج ہوگا کہ مرد بھی رغبت سے زیور پہنیں گے جیسا کہ دنیا میں کبھی راجہ اور بادشاہ پہنتے رہے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ میں مردوں کو زیور پہننا منع ہے۔ لیکن وہاں ان کے لئے حلال بھی ہوگا اور ان کو مرغوب بھی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوگا۔ اسی طرح ریشم کو سمجھ لیا جائے کہ مردوں کے لئے اس کا لباس پہننا اس دنیا میں جائز نہیں ہے لیکن جنتی مردوں کو وہاں ریشم کا لباس عطا کیا جائے گا۔ (انوار البیان)

جنت النعیم (نعمتوں یا خوشیوں کا باغ):

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ☆ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلاَمٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ☆ (سورۃ یونس:10-9)

(اور) جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کی وجہ سے (ایسے محلوں کی) راہ دکھائے گا (کہ) اُن کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (جب وہ) اُن میں (اُن کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ! اور آپس میں اُن کی دعا السلام علیکم ہوگی اور اُن کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ **الحمد اللہ رب العالمین۔** حمد (اور اُس کا شکر) ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنتی وہاں اپنے اپنے گھر کا راستہ اس سے زیادہ پہچاننے والے ہوں گے جیسا کہ دنیا میں اپنے اپنے گھروں کا راستہ پہچانتے تھے۔ یہ خواتین وحضرات باغوں میں ہوں گے جو چین اور آرام کے باغ ہوں گے ان کا تحیہ سلام ہوگا۔ اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید میں ہمیشہ اور ہر وقت مشغول رہیں گے اور وہاں کی زندگی کی بقا کا ذریعہ تسبیح و تحمید ہی ہوگا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ان کی تسبیح وتحمید ایسے جاری ہوگی جس طرح دنیا میں تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔ یعنی تسبیح و تحمید سے نہ تھکیں گے نہ اکتائیں گے۔ نہ نعمتوں کی مشغولیت انہیں تسبیح وتحمید سے غافل کرے گی۔ جیسے فرشتے تسبیح وتحمید میں لگے ہوئے وہ تمام کام انجام دیتے رہتے ہیں جن کا انہیں حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح اہلِ جنت ہر وقت ہی اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہوں گے۔ وہاں کی نعمتیں اور عجیب چیزیں معائنہ کریں گے تو ان کی منہ سے سبحان اللہ نکلے گا۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن جریج ؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی پرندہ گزر رہا ہوگا اور اہلِ جنت کو اس کو کھانے کی خواہش ہوگی تو وہ " **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَ** " کہہ دیں گے۔ ان کی خواہش کے مطابق فرشتہ انہیں حاضر کردے گا۔ اور جب فرشتہ آئے گا تو سلام کے الفاظ ادا کرے گا جس کا وہ حضرات جواب دیں گے۔ جب وہ اپنی خواہش کی چیزیں کھالیں گے تو آخیر میں کہیں گے، **اَلْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن**

سورۃ الواقعہ: آیت89 -88 میں ارشاد ہوا ہے۔

فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ☆ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ ☆

پھر اگر وہ (اللہ کے) مقربوں میں سے ہے۔ تو (اس کے لئے) آرام اور خوشبودار پھول اور نعمت کے باغ ہیں۔

یہ عالمِ ملکوت کی جنت ہے جو نفس کا سفرِ طریقت مکمل ہونے کے بعد ملتی ہے۔ اور یہ مقامِ ابرار ہے۔
قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ☆ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ☆ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ☆ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ☆ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ☆ (سورۃ المطففین:26-22)

بیشک نیک لوگ نعمتوں (کے باغ) میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے ہوئے (اللہ کی نعمتوں کا) نظارے کریں گے۔ تم ان کے چہروں ہی سے راحت ونعمت کی تازگی اور شگفتگی معلوم کرلوگے۔ ان کو خالص شراب طہور سربمُہر پلائی جائے گی۔ جس کی مہر مشک (کستوری) کی ہوگی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہیے کہ اسی سے رغبت کریں۔

(کوئی شرابِ نعمت کا طالب وشائق ہے، کوئی شرابِ قربت کا،
اور کوئی شرابِ دیدار کا، ہر کسی کو اس کے شوق کے مطابق پلائی جائے گی)۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً ☆ عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيراً ☆ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً ☆ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً ☆ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً ☆ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيراً ☆ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوراً ☆ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً

وَحَرِيراً ☆ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْساً وَلَا زَمْهَرِيراً ☆ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلاً ☆وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ☆قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيراً ☆ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلاً ☆عَيْناً فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلاً ☆ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً ☆ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيماً وَمُلْكاً كَبِيراً ☆ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً ☆ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاء وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُوراً ☆ (سورۃ الدہر: 22-5)

جو نیکوکار ہیں وہ ایسی شراب نوش جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے اور اس میں سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکال لیں گے۔ یہ لوگ (ابرار) نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی (یعنی قیامت) کا خوف رکھتے ہیں۔ اور باوجودیکہ ان کو خود طعام کی خواہش (اور حاجت) کے فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ ہم تم کو خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے عوض کے خواستگار ہیں نہ شکرگزاری کے (طلبگار) ہیں۔ ہم کو اپنے پروردگار سے اس دن کا ڈر لگتا ہے جو (چہروں کو) کریہہ المنظر اور (دلوں کو) سخت (مضطر کردینے والا) ہے۔ تو اللہ ان کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوشدلی عنایت فرمائے گا۔ اور ان کے صبر کے بدلے ان کو بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) عطا کرے گا۔ ان میں وہ تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں نہ دھوپ (کی حدت) دیکھیں گے نہ سردی کی شدت۔ ان سے (پھل دار شاخیں اور) ان کے سائے قریب ہوں گے اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے۔ (خدام) چاندی کے برتن لئے ہوئے ان کے اردگرد پھریں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔ اور شیشے بھی چاندی کی جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ اور وہاں ان کو ایسی شراب (بھی) پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے۔ اور ان کے

پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ (ایک ہی حالت پر) رہیں گے جب تم ان پر نگاہ ڈالو تو خیال کرو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اور بہشت میں (جہاں) آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھو گے۔ ان (کے بدنوں) پر دیبا کے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے۔ اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے) مقبول ہوئی۔

جنّت الماویٰ (پناہ کا باغ) :

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَى نُزُلاً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ☆ (سورۃ السجدہ۔19)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے (رہنے کے) لئے (محفوظ) باغ ہیں یہ مہمانی اُن کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

اہلِ ایمان ہمیشہ رہنے والی جنت میں ہوں گے اور وہاں ان کے ساتھ مہمانوں جیسا برتاؤ ہوگا۔ یہ عالم ملک کی جنت ہے۔ جب شریعت پر عمل کرتے ہوئے نفس حضورِ الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کو یہ جنت نصیب ہوتی ہے جس کا مقام سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہے۔

سورۃ النجم آیت 15-13 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (13)عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَى (14) عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى (15)

اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے۔ (یعنی) سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔

اسی کے پاس رہنے کی جنت الماویٰ ہے۔

ماویٰ کے معنی ہیں ٹھکانا پکڑنے کی جگہ۔ علامہ قرطبیؒ نے اس کے بارے میں مختلف اقوال لکھے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ اس سے وہ جنت مراد ہے جس میں متقی حضرات داخل ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جنت میں شہداء کی ارواح پہنچتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ وہ جنت ہے کہ جس میں

حضرت آدم علیہ السلام قیام پذیر تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تمام مومنین کی روحیں جنتِ ماویٰ میں ٹھہرتی ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کا ٹھکانا ہے۔ واللہ اعلم بصواب

دارالسلام (سلامتی کا گھر) :

وَاللّٰهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ☆

(سورۃ یونس۔ 25)

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے

جنت میں جانے والے ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے وہاں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ وہاں نہ موت آئے گی اور نہ وہاں سے کہیں جانا ہوگا۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ نہ رنج وغم ہوگا اور نہ بیماری کا خطرہ ہوگا۔ نہ فنا ہونے یا حالت بدلنے کی فکر ہوگی۔ اس جنت میں رہنے والوں کے لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا۔ وہ فرشتوں سے جس خواہش کا اظہار کریں گے وہ اس کو پورا کریں گے۔ اس لئے اس کا نام دارالسلام ہے یعنی " سلامتی کا گھر " جنت میں لے جانے والے عقائد واعمال کو " سُبُلَ السَّلَامِ فرمایا گیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ ؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اے آدم (علیہ السلام) کے بیٹے ! تجھے اللہ تعالیٰ نے دارالسلام کی طرف بلایا ہے تو اس دعوتِ الہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اٹھائے گا، خوب سمجھ لے کہ اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے اگر تو نے دنیا ہی سے کوشش شروع کردی تو وہ کامیاب ہوگی اور تو دارالسلام میں پہنچ جائے گا۔ اگر تو نے دنیا کی عمر ضائع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہنچ کر اس دعوت کی طرف چلوں گا تو تیرا راستہ روک دیا جائے گا تو وہاں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکے گا کیونکہ وہ جگہ دارالعمل نہیں۔ (تفسیر معارف القرآن)

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ (تفسیرِ قرطبی)

دنیا میں کسی گھر کا نام دارالسلام رکھنا مناسب نہیں اسی طرح جنت الفردوس بھی نہیں رکھنا چاہیے۔

سورۃ الواقعہ۔ 26-25 میں فرمایا ہے کہ!

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْواً وَلَا تَأْثِيماً ☆ إِلَّا قِيلاً سَلَاماً سَلَاماً ☆

وہاں نہ بیہودہ بات سنیں گے اور نہ گالی گلوچ۔ ہاں ان کا کلام سلام سلام (ہوگا)۔

دارالقرار (آرام یا ہمیشگی کا گھر) :

قرآنِ کریم میں آیت ہے!

یَا قَوۡمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الۡحَيَاةُ الدُّنۡيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الۡآخِرَةَ هِيَ دَارُ الۡقَرَارِ ☆ (سورۃ مؤمن/غافر۔39)

اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی (چندروز) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے
اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

یعنی یہ دارالقرار ہے۔ لازوال اور قرار و ہمیشگی والی جگہ جہاں کی رحمت ابدی اور غیر فانی ہے۔ جہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جائے گا۔ نیکی کرنے والا مرد ہو یا عورت شرط صرف یہ ہے کہ با ایمان ہو۔

دارالمقامہ (ٹھہرنے کی جگہ):

قرآنِ کریم میں آیت ہے!

وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلَّهِ الَّذِيٓ أَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ☆ الَّذِيٓ أَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِن فَضۡلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ☆

(سورۃ فاطر۔35-34))

وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دُور کیا بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے۔
جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے گھر میں اتارا، یہاں نہ تو ہم کو رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تکان ہی ہوگی۔

جنت میں جانے کے بعد اہلِ جنت شکر گزاری کے کلمات کہیں گے کہ اس نے ہمارا غم دور کر کے ہمارے گناہوں اور لغزشوں کو بخش دیا اور ہماری نیکیوں کی قدردانی فرمائی اور وہ نعمتیں عطا فرمائیں جس کے ہم مستحق نہ تھے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے دارالمقامۃ عطا فرمایا۔ جس کے بارے میں فرمایا کہ جنتی وہاں سے کہیں اور منتقل ہونا نہ چاہیں گے۔ اور نہ اس سے اچھی کوئی جگہ ہے جہاں جانے کا خیال آئے۔ وہاں کوئی دکھ، تکلیف یا تھکن کا احساس تک نہ ہوگا۔ آرام ہی آرام ہوگا۔ کسی طرح کی کمائی کی کوئی حاجت نہیں ہوگی اس لئے نہ محنت ہوگی، نہ مشقت اور نہ تھکن سے واسطہ پڑے گا۔

سورۃ الحجر۔ 48 میں فرمایا گیا!

لاَ يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ☆

نہ اُن کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

یعنی اہلِ جنت کو جنت میں کسی طرح کی تکلیف جسمانی روحانی ظاہری باطنی نہ پہنچے گی۔ ہر طرح کے دکھ، تھکن، رنج وغم سے محفوظ ہوں گے۔ ہر چیز خواہش کے مطابق ہوگی۔ وہاں ہمیشہ رہیں گے کبھی نکالے نہ جائیں گے۔ بھرپور نعمتوں میں ہوں گے نعمتوں کے چھن جانے کا یا وہاں سے نکالے جانے کا کبھی کوئی خطرہ نہ ہوگا۔

عُقْبَى الدَّارِ (عاقبت کا گھر):

وَالَّذِينَ صَبَرُواْ ابْتِغَاء وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَأَنفَقُواْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرّاً وَعَلاَنِيَةً وَيَدْرَؤُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُوْلَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ☆ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالمَلاَئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ☆ سَلاَمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ☆ (سورۃ الرعد: 24-22)

اور جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے (مصائب پر) صبر کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اور نیکی سے بُرائی کو دُور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کیلئے عاقبت کا گھر ہے۔

(یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغات جن میں وہ داخل ہوں گے اور اُن کے باپ دادا اور بیویوں اور اولادمیں سے جو نیکوکار رہوں گے وہ بھی (جنت میں جائیں گے) اور فرشتے (جنت کے) ہر ایک دروازے سے اُن کے پاس آئیں گے۔

اور (کہیں گے) تم پر رحمت ہو (یہ) تمہاری ثابت قدمی کا بدلا ہے اور عاقبت کا گھر خوب (گھر) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی چند صفات بیان کر کے ان کے اعمال کا نتیجہ اور انجام کی خوبی اس طرح ظاہر کی کہ یہ لوگ ایسے باغیچوں میں ہوں گے جن میں ہمیشہ رہنا ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نہ صرف یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے بلکہ ان کے

باپ داداؤں (ان میں مائیں بھی داخل ہیں) میں، اوران کی بیویوں میں اوران کی اولاد میں جو بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے اپنے بڑوں اور چھوٹوں اور بیویوں کو جنت میں دیکھ کر خوشی دوبالا ہوگی اور فرحت ہی فرحت حاصل ہوگی۔

بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک بندوں کو جنت میں جو مقام اور مرتبہ ملے گا، اللہ تعالیٰ وہی درجہ ان کی رعایت فرماتے ہوئے ان کے متعلقین کو بھی عطا فرمادے گا۔ فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور یوں کہیں گے کہ دنیا میں جو تم نے صبر کیا اس کے عوض تم ہر دکھ تکلیف اور مصیبت سے محفوظ ہو ہمیشہ تمہارے لئے سلامتی ہے۔ سواس جہاں میں اچھا انجام ہے، دنیا والے گھر میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کو اختیار کیا تو اس کے عوض اس جہاں میں بہترین عیش اور آرام نصیب ہوگا۔ (انوارالبیان)

جنت غرفہ (جنت کا گھر):

وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفاً تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ ☆ (سورۃ العنکبوت۔58)

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم جنت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (نیک) عمل کرنے والوں کا (یہ) خوب بدلا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنتی اپنے اوپر کے بالاخانے والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے مشرقی یا مغربی افق پر ہوتا ہے۔ اس بالاخانے کی بلندی اور خوشنمائی کا تعلق مراتب کے فرق سے ہوگا جو اہلِ جنت کے درمیان پایا جائے گا۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! بالاخانے اوپر کے شاندار محلات کیا انبیاءؑ کے مکان ہوں گے جن تک انبیاءؑ کے سوا کسی کی رسائی نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! کیوں نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان بلند و بالا محلات اور بالاخانے تک ان لوگوں کی بھی رسائی ہوگی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (بخاری و مسلم)

ایمان دار، نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت کے بلند و بالا منزلوں پر پہنچادے گا۔ جس کے نیچے قسم قسم کی نہریں

بہہ رہی ہیں کہیں صاف شفاف پانی کی، کہیں شرابِ طہور کی، کہیں شہد کی اور کہیں دودھ کی۔ یہ چشمے خود بخود جہاں جنتی چاہیں گے بہنے لگیں گے۔ جنتی وہاں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے نہ نکالے جائیں گے نہ ہٹائے جائیں گے نہ وہ نعمتیں ختم ہوں گی اور نہ ان میں کسی قسم کی کمی واقعہ ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے ظاہر باطن سے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں، خوش کلام نرم گو ہوں، روزہ نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے ہوں۔ ان کے کل احوال دینی ہوں یا دنیاوی اپنے رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں۔ (تفسیر ابنِ کثیرؒ)

اتنی بڑی جنت کا چھوٹا سا گھر ہی اس دنیا کو چھوڑ کر جانے کے بدلے مل جانا بہت بڑی کامیابی ہے۔

جنت زمرہ (اجتمائی باغ):

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَراً حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ ☆ (سورۃ الزمر۔73)

اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔

اہلِ ایمان کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ تقویٰ کا ابتدائی درجہ تو یہ ہے کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان کو قبول کرے۔ پھر اعمالِ صالحہ اختیار کرنے اور گناہوں کے بچنے کے اعتبار سے گروہ گروہ بنا دیے جائیں گے۔ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے پائیں گے۔ جیسا کہ مہمان کے اکرام میں ایسا کیا جاتا ہے، اور وہاں کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو اور تم اچھی طرح رہو اور اس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ یہاں سے کہیں جانا اور نکلنا نہیں ہے۔ نہ یہاں سے نکلو گے اور نہ نکالے جاؤ گے۔

خوش نصیب جنتی خوبصورت سواریوں پر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ ان کی بھی جماعتیں ہوں گی۔

مقربین خاص کی جماعت، پھر ابرار کی پھر اس سے کم درجہ والوں کی۔ ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہوگی۔ انبیاء انبیاء کے ہمراہ، صدیقین اپنے جیسوں کے ساتھ، شہید لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ، علماء کی جماعت۔ غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے ساتھ ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ تھوک، رینٹ، پیشاب پاخانہ وہاں کچھ نہیں ہوگا۔ ان کے برتن اور سامانِ آرائش سونے چاندی کے ہوں گے ان کی انگیٹھیاں بہتریں خوشبو دے رہی ہوں گی۔ ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ ان میں ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا حسن ونزاکت، صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہوگا۔ کسی دو میں کوئی اختلاف، حسد اور بغض نہیں ہوگا۔ سب کے دل مل کے ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل۔ صبح شام اللہ کی تسبیح میں گزرے گی۔

جنت عالیہ (اعلیٰ درجہ کی جنت):

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے!

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ☆ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ☆ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ☆

پس وہ (شخص) من مانے عیش میں ہوگا۔ (یعنی) اونچے (اونچے محلوں کے) باغ میں۔ جن کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔ (سورۃ الحاقہ۔23-21)

سو یہ شخص ایسی زندگی میں ہوگا جس سے راضی اور خوش ہوگا۔ بہشتِ بریں یعنی اونچی جنت میں ہوگا اور اس کے پھل اس کے قریب ہوں گے یعنی جو پھل بھی چاہیگا بآسانی کھڑے ہوئے لیٹے بیٹھے توڑ سکے گا اور کھا سکے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ☆ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ☆ (سورۃ الغاشیہ : 10-9)

اپنے اعمال (کی جزا) سے خوش وخرم ہوں گے۔ عالی شان جنت میں (قیام پزیر) ہوں گے۔

یعنی خوب خوش وخرم ہوں گے۔ اپنی عمدہ حالت اور نعمتوں کی خوبی اور فراوانی کی وجہ سے ان کے چہرے دمک رہے ہوں گے۔ دنیا میں انہوں نے اعمالِ صالحہ والی زندگی گزاری اور اللہ کے احکامات پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جو محنت اور

کوشش کی اس کی وجہ سے خوش ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں جو اچھے عمل کئے تھے وہ نعمتیں ملنے کا سبب بنے۔ وہ جنت مقام کے اعتبار سے بھی بلند ہوں گی اور نعمتوں کے اعتبار سے بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ اور مشک کے ٹیلوں سے نکلتی ہیں۔ اس میں اونچے اونچے بلند و بالا تخت ہیں جن پر بہترین فرش ہیں اور ان جنتیوں کے پاس حوریں بیٹھی ہوئی ہیں۔ تخت بہت اونچے اور ضخامت والے ہوں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے یہ دوست ان پر بیٹھنا چاہیں گے تو یہ جھک جائیں گے۔ شراب کے بھرپور جام اِدھر اُدھر سجے ہوئے رکھے ہوں گے۔ جو چاہے جس قسم میں چاہے جس مقدار میں چاہے لے کر پی سکیں گے۔ اور قطار میں لگے ہوئے بہتریں تکیہ، بسترے اور فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

دیدارِ الٰہی

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم اپنے رب کو کھلی آنکھ سے دیکھو گے، دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا! تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو، جس طرح تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے۔ پس اگر تم سے ہو سکے کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے والی نماز پر پابندی کرو اور مغلوب نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی " **وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا۔۔۔** " اپنے رب کی تسبیح اس کی حمد و ثنا کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کرو۔

(بخاری و مسلم)

حضرت صہیب ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ فرمائیں گے کہ تم جو چاہو میں تم کو اس سے زائد دوں گا۔ وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا اور ہمیں آگ سے نجات نہیں دی؟ تو ان سے حجاب اٹھا لیا جائے گا یہ لوگ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو ان کو کوئی چیز دیدار سے زیادہ پیاری نہ معلوم ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی " **للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادہ** " ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کی ان کو حسنیٰ اور اس سے زائد چیز ملے گی۔" (مسلم)

حضرت ابوزرین عقیلی ؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے ہر ایک اپنے رب کو تنہا دیکھ سکے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا! کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اے ابوزرین ؓ! کیا تم میں سے ہر ایک چودھویں کے چاند کو خلوت میں نہیں دیکھتا؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جبکہ ذات باری تعالیٰ تو بہت بزرگی اور عظمت والی ہے۔

(ابوداوٗد)

دوزخ

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تمہاری آگ آتش دوزخ کا (۷۰) ستر واں حصہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ جلانے کے لئے یہی آگ کافی ہے۔ فرمایا! وہ آگ اس آگ سے انہتر(۶۹) درجہ تیز رکھی گئی ہے اور ہر درجہ اس آگ کی مثل ہے۔ (بخاری)

حضرت ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس دن (قیامت کے دن) دوزخ لائی جائے گی اور اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچیں گے۔ (مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے لئے آگ کا جوتا اور تسمے ہوں گے، جس سے اس کا دماغ کھولے گا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے۔ وہ یہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی کو نہیں دیا گیا ہے حالانکہ وہ ان میں سے سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قیامت کے دن (دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والے) دوزخی کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ایک مرتبہ غوطہ دیا جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ اے انسان! کیا تو نے کبھی بھلائی دیکھی تھی؟ کیا تجھے کوئی نعمت ملی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! کبھی نہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ (مصائب اور تکالیف برداشت کرنے والے) جنتی کو لایا جائے گا اور اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے دنیا میں کوئی تکلیف دیکھی تھی؟ تجھ پر کوئی سختی آئی تھی؟ وہ کہے گا اے میرے رب! واللہ کبھی نہیں، نہ مجھ پر کوئی تکلیف آئی تھی اور نہ میں نے کبھی سختی دیکھی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سفید ہوگئی، پھر اس کو ایک ہزار سال تک جلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی، چنانچہ اب وہ سیاہ اور تاریک ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اگر جہنم کے " غساق " کا ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام دنیا اس سے بدبودار ہو جائے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن حارث ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! (دوزخ کی) آگ میں بڑے بڑے سانپ ہیں جو بختی اونٹ کے برابر ہیں اوران میں سے ایک سانپ کسی کو ڈنک مارے گا تو وہ اس کی تکلیف چالیس سال تک محسوس کرے گا اور آگ میں پالان والے خچر جیسے بچھو ہیں ان میں سے ایک کسی کو ڈسے گا تو اس کے ڈنک کا اثر بھی چالیس سال تک رہے گا۔ (مسند احمد)

دوزخ کی اقسام

قرآنِ حکیم میں دوزخ کے سات درجے بیان ہوئے ہیں۔ دوزخ میں انیس (۱۹) فرشتے متعین کئے گئے ہیں جو کہ نہایت ہی سخت ہوں گے۔ دوزخ کو خواہشاتِ نفس سے گھیر دیا گیا ہے۔

دارالخلد (ہمیشہ رہنے کی جگہ):

ذَلِکَ جَزَاء أَعْدَاء اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاء بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ☆

[سورۃ فصلت (حٰم السجدہ) ۔28]

یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے (یعنی) دوزخ ان کے لئے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

وہ لوگ جو اللہ کا کلام نہ خود سنتے تھے اور نہ دوسروں کو سننے دیتے تھے۔ اور اگر کہیں دوسرا کوئی سنا رہا ہو تو مختلف طریقوں سے یا شور شرابہ کر کے چاہتے تھے کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان نافرمان لوگوں کے لئے یہ دوزخ تیار کی ہے تا کہ ان کے بُرے بُرے کاموں پر سخت عذاب کا مزا چکھائیں۔ یہ اللہ کے دشمنوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھکانا ہوگا۔ جب یہ گمراہ لوگ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ یا الٰہی! ہم کو وہ دونوں شیطان اور انسان دکھلا دیجیے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا ہم ان کو اپنے پیروں تلے روند دیں گے تا کہ وہ خوب ذلیل وخوار ہوں۔

جہنم (دوزخ کا گڑھا):

یہ درجہ گناہگار مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے جہاں وہ اپنے گناہوں کے مطابق وقت گزارنے کے بعد جنت میں منتقل کردیے جائیں گے۔

أَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِيْ مِن دُونِيْ أَوْلِيَاء
إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نُزُلاً☆

(سورۃ الکہف۔102)

کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے) ہم نے (ایسے) کافروں کیلئے جہنم کی (مہمانی) تیار کر رکھی ہے۔

کافروں کے بارے میں فرمایا کہ انہیں پہلے بتا دیا تھا کہ کفر کا انجام برا ہے۔ ان کے لئے دوزخ ہے پھر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں اور شرک اختیار کئے ہوئے ہیں۔ میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے اور اس کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ کفر اور شرک کو بہتر سمجھنا حماقت اور جہالت ہے۔ کافروں کے لئے ہم نے جہنم کو تیار کر رکھا ہے۔ اسی سے ان کی مہمان نوازی ہوگی۔

کافروں کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کے قائل نہیں اور دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن شرک میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو دین بھیجا ہے اسے نہیں مانتے دوسرے دینوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو عبادت کے عنوان سے بڑی بڑی محنتیں اور ریاضتیں کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو دنیا ہی میں لگے ہوئے ہیں ان لوگوں کی دنیاوی محنتیں اور مذہبی ریاضتیں سب برباد ہیں یہ لوگ اعمال کے اعتبار سے بدترین خسارے میں ہیں۔ نتیجہ تو یہ ہوگا کہ یہ نہ صرف انعام سے محروم ہوں گے بلکہ عذاب میں پڑیں گے اور یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔ کیونکہ آخرت میں ان اعمال پر کچھ نہیں ملنا۔ (انوارالبیان)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ

خَالِدِیْنَ فِیْهَا أُولَئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ O

(سورۃ البیّنہ ۔ 6)

جولوگ کافر ہیں (یعنی) اہلِ کتاب اور مشرک وہ دوزخ کی آگ میں پڑیں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہیں۔

دینِ اسلام کا ہر منکر کافر ہے۔ اسلام کے جھوٹے دعویدار منافق بھی کافر ہیں کیونکہ یہ دل سے اسلام کے منکر ہیں۔ یہ لوگ اگر کفر پر مر جائیں تو ان کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہوگا اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو حال منکرینِ اسلام اہلِ کتاب اور مشرکین کا ہوگا وہی دوسرے کافروں کا بھی ہوگا۔ دوزخ میں ہمیشہ کے لئے جانے والوں کو سب سے زیادہ بدترین مخلوق بتایا ہے۔ کیونکہ دنیا میں انہوں نے اپنے مالک اور خالق کو نہ پہچانا۔ اس کے بھیجے ہوئے دین کو قبول نہ کیا۔ یہ لوگ آخرت میں بدترین عذاب میں ہوں گے جس سے کبھی بھی چھٹکارا نہ ہوگا۔ یہ اپنے عقائد اور عمل کے اعتبار سے بھی بدترین اور انجام کے اعتبار سے بھی بدترین ہوں گے۔

مسند احمدؒ کی ایک حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافروں کو گرایا جائے گا۔ چالیس سال تک اندر ہی اندر گرتا رہے گا لیکن پھر بھی تہ تک نہ پہنچے گا۔ صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے۔ اس پر کافروں کو چڑھایا جائے گا۔ ستر سال تک وہ چڑھتا رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا۔ ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا، اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ صعود جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافروں کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جو شخص چالیس روز تک اللہ کی خوشنودی کے لئے اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہے کہ ہمیشہ پہلی تکبیر میں شامل ہو تو اس کے لئے دو قسم کی نجات لکھ دی جاتی ہے، ایک عذابِ جہنم سے نجات اور دوسری منافقت سے نجات۔ (رواۃ الترمذی)

لظیٰ (تپتی ہوئی آگ):

مفسرین کے خیال میں یہ نصاریٰ کا ٹھکانہ ہے۔

كَلَّا إِنَّهَا لَظَى O (سورۃ المعارج۔15)

(لیکن) ایسا ہرگز نہ ہوگا بیشک وہ آگ شعلہ مارنے والی ہے۔

وہاں کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اور ہر شخص کو اپنا اپنا عذاب بھگتنا ہوگا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کوئی اپنی جان کا بدلہ دے کر چھوٹ جائے۔ جب دوزخ کی سخت گرم ترین آگ جلائے گی جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جس سے سر کی چمڑی اتر کر علیحدہ ہو جائے گی۔ جو بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے۔ ہڈی کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے۔ رگ و پٹھے کھچنے لگتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں۔ پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں اور چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ ہر ہر عضو بگڑ جاتا ہے، چیخ و پکار کرتا رہتا ہے، ہڈیاں چورا کی جاتی ہیں اور کھال جلائی جاتی ہے۔ یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے لوگوں کو جنہوں نے بدکاریاں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں تھیں پکارتی ہے اور پھر جس طرح پرندہ، جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدانِ حشر میں سے ایسے بدکردار لوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے۔

(تفسیر ابنِ کثیرؒ)

حطمہ (توڑنے پھوڑنے والی):

یہ یہود کے لئے وقف ہے۔

كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ☆

نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ☆ (سورة الهمزه . 6-4)

ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا۔ اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

حطمہ کے معنی ہیں وہ جو کوٹ پیٹ کر بھوسہ بنا دے۔ جو سارے جسموں کو جلا دے گی یہاں تک کہ دلوں کو بھی جلا

ڈالے گی۔ جب بھی ان کی کھال جل چکے گی تو اس کی جگہ نئی کھال پیدا ہو جائے گی تا کہ ہمیشہ عذاب میں رہیں۔
حضرت محمد بن کعب ؒ فرماتے ہیں کہ یہ آگ جلاتی ہوئی حلق تک پہنچ جاتی ہے پھر لوٹتی ہے پھر پہنچتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان دوزخیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی۔ یہ لمبے لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اوپر سے دروازے بند کر دئے جائیں گے۔ ان آگ کے ستونوں میں انہیں بدترین عذاب دیے جائیں گے۔
(تفسیر ابن کثیرؒ)

سعیر (بھڑکنے والی آگ):

یہ صابیوں کے لئے مخصوص ہے۔

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ ☆
فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقاً لِّأَصْحَابِ السَّعِيْرِ ☆

(سورۃ الملک۔10-11)

اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے
گناہ کا اقرار کریں گے سو دوزخیوں کے لئے (رحمتِ الٰہی سے) دُوری ہے۔

جب یہ لوگ دوزخ کے قریب جائیں گے تو انہیں دور سے غصہ میں بھری ہوئی اس کے جوش کی آواز سنیں گے۔ جب بھی کافروں کی کوئی جماعت دوزخ میں ڈالی جائے گی تو جھڑکنے اور ڈانٹنے کے طور پر دوزخ کے محافظین ان سے سوال کریں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی طرف اپنے جو رسول بھیجے تھے ان میں سے کوئی تمہارے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جس نے تمہیں منکرین کے عذاب سے باخبر کیا ہوتا اور جھٹلانے والوں کی سزا بیان فرمائی ہوتی۔ کافر یہ سن کر جواب دیں گے ہاں ڈرانے والا تو آیا تھا لیکن ہم نے ان کو جھٹلایا اور یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا اور صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ یہ بھی کیا کہ اللہ کے رسولوں ہی کو بڑی گمراہی میں بتلایا۔ کافر لوگ یوں بھی کہیں گے کہ اگر ہم سمجھنے کے طور پر ان حضرات کی بات سنتے اور ان کی بات کو سمجھتے تو آج ہم جلنے کے عذاب میں نہ ہوتے۔ یہ مان لیں گے کہ ہم نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ سو جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے اور

یہ دوری ہمیشہ کے لئے ہے کبھی بھی ان پر رحم نہ کیا جائے گا۔
یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی اور جوش مارنے والی دوزخ ہے جو ان پر جل بھن رہی ہے اور جوش و غضب سے کچ کچا رہی ہے گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی۔ ان دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت پوری کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کے لئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بدنصیبو! کیا اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا۔ تو یہ ہائے ہائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو پیٹتے ہوئے جواب دیں گے کہ رسول تو آئے تھے لیکن ہم نے ان کو جھوٹا سمجھا اور اللہ کی کتابوں کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو گمراہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب تو تم نے خود یہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے اس لئے تم پر لعنت ہو اور دوری ہو۔ (تفسیر ابنِ کثیرؒ)
قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے قابل ہوں۔ (مسند احمدؒ)

سقر (جلادینے والی آگ):

یہ ساحروں کا ٹھکانہ ہے۔

سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ☆ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ☆

(سورۃ المدثر۔ 26-28)

ہم عنقریب اس کو سقر میں داخل کریں گے۔ اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟
(وہ آگ ہے کہ) نا باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔

سقر زبردست، خوفناک عذاب کی آگ ہے جو گوشت پوست، رگ و پٹھوں کو کھا جاتی ہے۔ پھر یہ سب نئے ہو جاتے ہیں اور پھر جلائے جاتے ہیں۔ نہ موت آئے گی اور نہ راحت والی زندگی ملے گی۔ کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ جو ایک ہی لپک میں جسم کو رات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے۔ جسم اور جلد کو بھون اور جھلسا دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

جحیم (آگ کا ڈھیر):

انتہائی نچلے درجہ کی دوزخ۔

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ☆ (سورۃ المطففین۔16)

پھر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔

وہ گمراہ لوگ جنہوں نے گناھوں کے انبار لگا کر اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کے نور سے محروم کر لیا تھا جس سے حق اور باطل کی پہچان کر سکتے۔ یہ صلاحیت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت اور جبلّت میں رکھی ہے۔ وہ گمراہ لوگ اللہ کے احکامات کا انکار اور انبیاء اکرام کی تکذیب بغیر دلیل اور وجہ کے کرتے رہے۔ اب یہاں دوزخ کے کارندے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں نہیں مانتے تھے۔ اس روز یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے سے روک دئے جائیں گے اور دوزخ میں دھکیل دئے جائیں گے۔

ہاویہ (آگ کا گڑھا):

منافقین کے لئے ہے۔

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ☆ **وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ** ☆ **نَارٌ حَامِيَةٌ** ☆

(سورۃ القارعہ۔11-9)

اس کا مرجع ہاویہ ہے۔ اور تم کیا سمجھے کہ ہاویہ کیا ہے؟ (وہ) دہکتی ہوئی آگ ہے۔

ہاویہ کے معنی ہیں گہرائی میں گرنے والی چیز۔ دوزخ کی گہرائی میں گرنے والی چیز انسان ہیں۔

حضرت عتبہ بن غزوان ؓ نے بیان فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک پتھر کو دوزخ کے منہ سے اندر پھینکا جائے گا تو وہ ستر سال تک گرتا رہے گا پھر بھی اس کی آخری گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے، بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری یہ آگ اس کا سترواں حصہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ ہلاکت کے لئے تو

یہ ہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں لیکن آتشِ دوزخ اس سے انہتر حصے تیز ہے۔ (بخاری)

مسند احمدؒ میں ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا (۷۰) سترواں حصہ ہے پھر بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

طبرانی میں ہے کہ جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور جہنم کی آگ کے درمیان کیا نسبت ہے۔ تمہاری اس آگ کے دھویں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے۔

ترمذی اور ابنِ ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی۔ پس اب یہ سخت سیاہ اور اندھیرے والی ہے۔

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰٓ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات	یا مجیب الد عواۃ
یا شافی الامراض	یا دافع البلیّات
یا حل المشکلات	یا کافی المہمّات
یا رافع الد رجات	یا ارحم الرٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراورآقا حضرت محمد ﷺ اوران کی آل اوراصحابؓ اورپیغمبروں پردرودبھیج اوراس کے ذریعے توہمیں تمام خوف وہراس اورمصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کوپورافرمادے اورہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفرازفرمادے اورہمیں زندگی میں اورموت کے بعدتمام بھلائیوں سے نوازدے۔ بے شک توہرشے پرقادرہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ. اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
5- نفس کا بیان
6- بشر و شجر
7- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
8- غفلت اور جہالت
9- اخلاقِ مومن
10 سیرت ِامام ِاعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
11- نفاق
12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
15۔ عظیم مسلمان مائیں
16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)
20۔ جہاد اور مجاہد
21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات
22۔ زبان کا بیان
23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل
24۔ آرٹیکلس

English publications of Sikander Naqshbandi

1 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)
(According to the Calendar)
2 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)
3 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)
4 - HEARTS - In the light of the Quran
5 - What is Soul (Nafs)
6 - Historical Trees of Islam
7 - Hypocrisy
8 - Carelessness and Ignorance
9 - Muslim Protocols
10 - Biographies of Muhadeseen
11 - Biography of Imam-e-Azam
12 - Dajjal, Imam Mehdi and Hazrat Esa (AS)
13 - Great Women in Islamic History. V1 & 2
14 - Seerat Syedna Amir Muawiyah (RA)
15 - NAQSHBANDIA FAMILY
16 - STORIES OF AULIYA KARAM (ra)
17 - TASAWWUF
18 - Jihad and Mujahid
19 - Great Muslim Mothers
20 - Reputable Muslim Shaheed Ladies
21 - Speech Cautiousness
22 - Very Important Basic Masail
23 - Articles (English and Urdu)
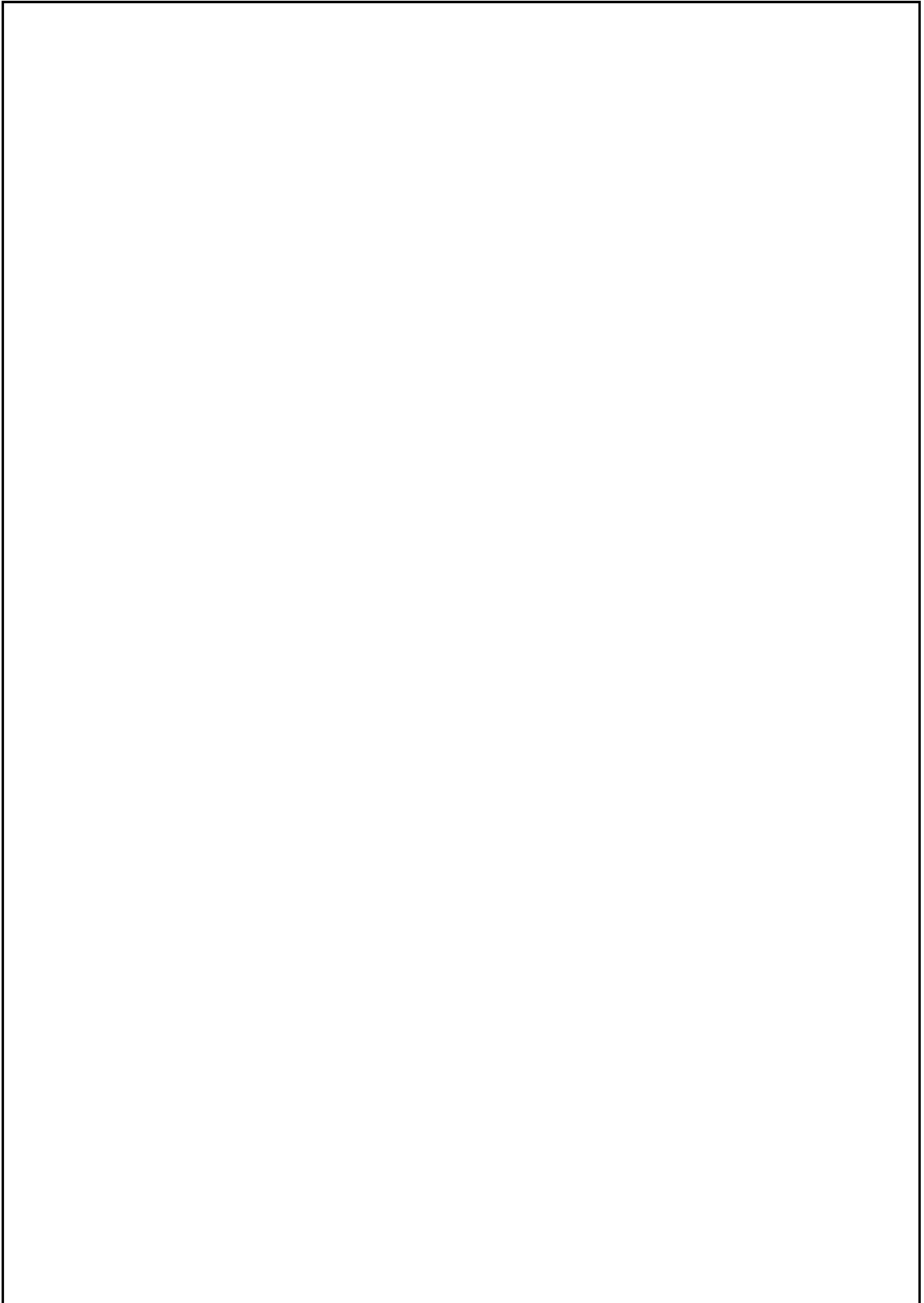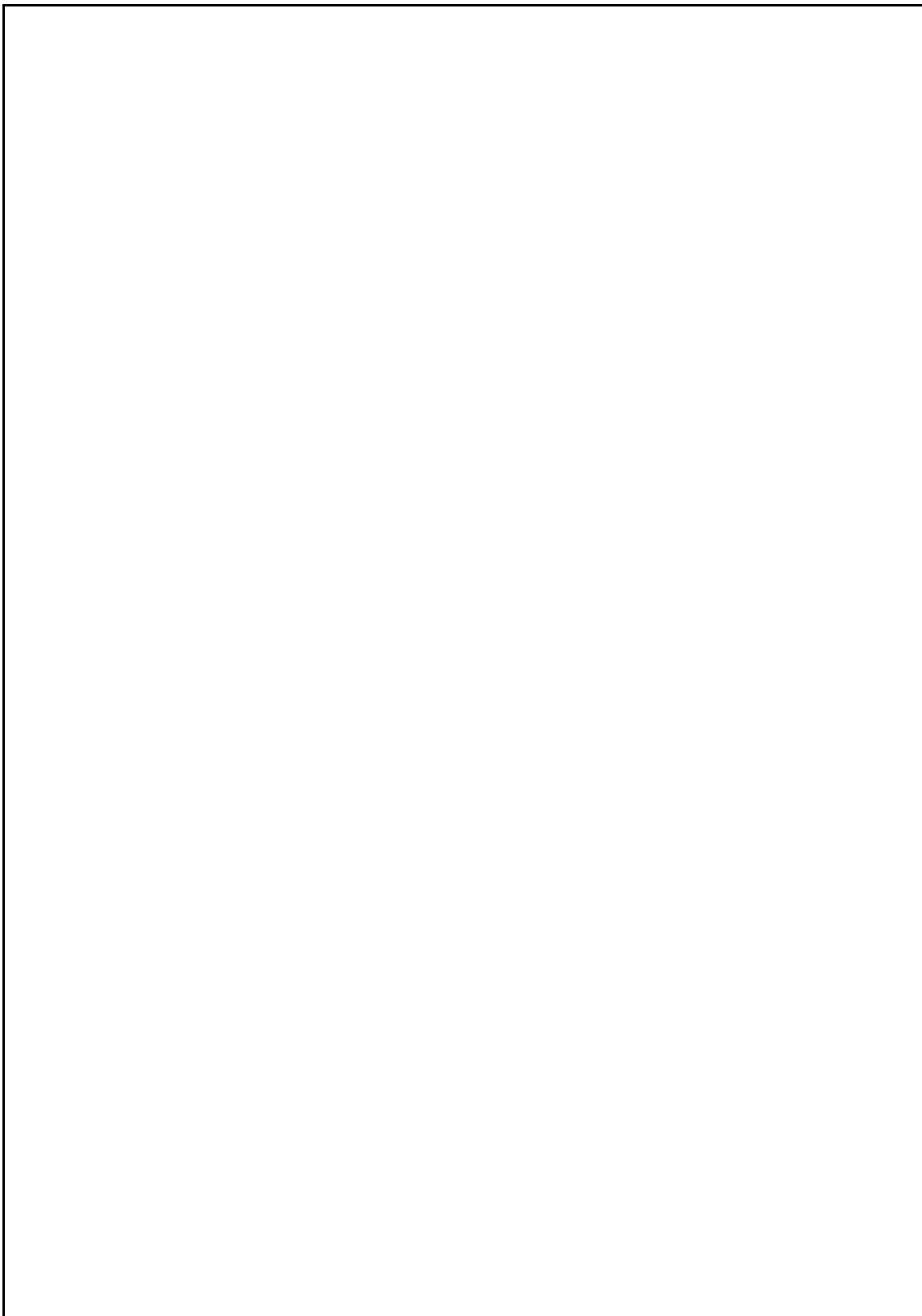
سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1 سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)

2 ثانی اثنین ۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

3 سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

4 دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

5 نفس کا بیان

6 بشر و شجر

7 تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

8 غفلت اور جہالت

9 اخلاقِ مومن

10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابو حنیفہ ؒ (حضرت نعمان بن ثابت ؒ)

11 نفاق

12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین

15۔ عظیم مسلمان مائیں

16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)

19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)

20۔ جہاد اور مجاہد

21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات

22۔ زبان کا بیان

23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل

Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi
sikander.naqshbandi@gmail.com